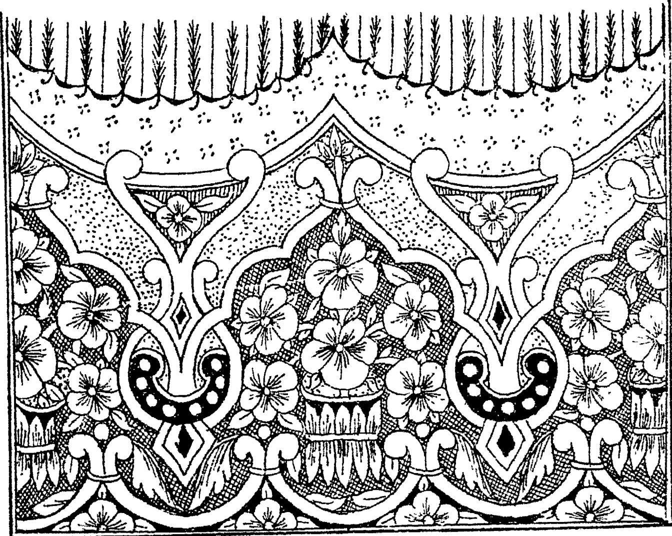
تمت بالخیر



دیباچه



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یعنی بیان حال مصنف و سبب تصنیف

حامداً و مصلیاً - ملک عرب کی رسم ہے کہ جب لڑائی مین دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے اپنا حسب و نسب بیان کرتے اور رجز پڑہتے ہین - چونکہ حق تعالیٰ نے مجہہ سے خاکسار کو توفیق شیطان سے بڑے دشمن کے ساتہہ مقابلہ کی عنایت فرمائی اسلئے مناسب ہے کہ تہوڑی رجز خوانی کرون اور بحکم وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ - نعمات الٰہی کا جو مجہپر نازل ہوئین ذکر کرون - کیا عجب ہے کہ وہ ذکر بہی باعثِ عبرت و تیقظ ہو - میرا نام مہدی علی بن سید حمایت علی معروف

بہ سید عمر دراز علی بن سید الٰہی بخش عرف میر مینڈھو بن سید میر بن سید عبد الرسول بن سید جلال ہے۔ الحمد للہ والشکر للہ کہ اوسنے مجھے خانہ سیادت مین پیدا فرمایا اور ایسے شخص کے ذریعہ سے خلعت وجود عنایت کیا جو بہت سے ذاتی اوصاف حمیدہ سے متصف اور سیف و قلم دونون کے ہنرون مین فرد تھے جناب جد مرحوم نے انقلاب روزگار سے بلدۂ میرٹھہ مین توطن اختیار کیا تھا اور ایسی حالت تھی کہ والد مرحوم کو ابتدا ے عمر مین نوکری کرنے کی ضرورت ہوی۔ لیاقت خداداد عجب چیز ہے۔ وہ بہت جلد مناصب جلیلہ پر پہونچ گئے مگر اپنے آپکو کمترین بندگان الٰہی مین سے جانتے رہے۔ اور ہمیشہ جود و کرم کے ساتھہ بسر کرکے اپنے بنی نوع سے اور بہی احسانات عظیمہ کرتے رہے۔ چنانچہ جب غدر ۱۸۵۷ء کا ہوا جناب ممدوح لہار ضلع جالون مین ڈپٹی کلکٹر اور سب ڈویزنل افسر تھے۔ (وہ علاقہ اب مہاراجہ گوالیار کو مل گیا ہے) باوجودیکہ غدر مئی ۱۸۵۷ء سے شروع ہو گیا تھا وہان اکتوبر ۱۸۵۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ کچھہ ایسا طریقہ تھا کہ اوس شورش عظیم مین بہی لوگون نے اونکو ضرر نہ پہونچایا بلکہ بدستور حاکم مانتے رہے۔ جب اس کمال کا صلہ گورنمنٹ انگلشیہ نے دینا چاہا تو صرف خلعت قبول کیا۔ جاید اد اس لئے نہ لی کہ جسکی ملتی تہی اوسی کو واپس دلانا حق تھا۔ یہہ خاکسار اونکا اکلوتا بیٹا ہے۔ چونکہ قدردان کمال تھے میری تعلیم مین بڑی کوشش فرماتے تھے چار شخص نوکر تھے جو علوم عربی اور دونون مذہب کی کتابین اور انگریزی پڑہاتے اور خوشنویسی کی مشق کراتے تھے۔ جب مین اونکے ساتھہ ہوتا تھا خود بہی پڑہایا کرتے

تھے۔ میری ولادت کمال ثروت کے زمانہ مین ہوی تھی اسلئے مجھے زمانہ اور اوسکے حوادث
سے اونکی حیات مین بالکل بیخبری تھی۔ مصائب غدر نے جناب مرحوم کی صحت و تندرستی
پر بڑا اثر کیا تھا۔ چنانچہ آخرکار ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۶۱ء مطابق ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۷ھ کو اونہون
نے انتقال فرمایا۔ حق تعالی غریق رحمت فرمائے آمین بمحمد وآلہ اجمعین۔
اوس وقت میرے اوپر عجب حالت گذری۔ مدت تک یقین نہ آیا کہ وہ وارد نیا مین نہین
ہین۔ مرنا اونکا محال معلوم ہوتا تھا گویا اس شعر کا ترنم تھا۔ **شعر**

بل من الدار الی الدار رحل	لا تقل مات بموت الاجسا

یہہ صدمہ پہلا تھا جو مجھپر عالم مین گذرا۔ مگر ایسا سخت تھا کہ اگر ایمد کی مدد نہوتی تو سنبھلنا
ناممکن ہوجاتا۔ اونکی وفات کا ہونا تھا اور انقلاب کا ہونا۔ دنیا کا رنگ بدل گیا۔
زمین آسمان اور ہو گئے۔ **ع**

وقل الصدق وانقطع الرجاء	تغیرت المودة والاخاء

بعض بزرگ تو التفات فرماتے رہے (حق تعالی اونکی مغفرت فرمائے) لیکن عموماً
معلوم ہوتا تھا کہ ان تلون تیل نہ تھا۔ مین اوس وقت اس قابل نہ تھا کہ اپنے آپکو سنبھال
لون۔ عمر ۱۴۔۱۵ سال کے قریب تھی۔ اوسکے بعد سب سے زیادہ نازک یہہ معاملہ
پیش آیا کہ بعض بزرگونکی یہہ رائے ہوی کہ خاکسار اتنا پڑھ چکا ہے کہ شہر مین سب پڑھے
ہوؤن سے زیادہ استعداد ہوگئی ہے تکمیل تعلیم کی ضرورت نہین ہے۔ اونہون نے
اور مصارف کے ساتھہ مصارف تعلیم بھی تخفیف کر دئے۔ ناچار مین بیکار رہنے لگا

لیکن دو اوستاد دونون مذہب کے معلم رہ چکے تہے اسلئے مذہبی علم کلام کے ساتہہ
مجہے قدرتی طور سے دلچسپی ہوگئی تہی۔ آخرکار اپنے اوقات اس علم کی کتابون کے
دیکہنے مین صرف کرنیلگا۔ بیکار محض نہین رہا۔ دلائل کے دیکہتے دیکہتے یہہ حالت ہوی
کہ تہوڑے دنون ایک دلیل زوردار معلوم ہوی پہر وہ دلیل کچہہ دنون بعد کمزور معلوم ہونے
لگی یہانتک کہ بالکل لیس لشئی نظر آنے لگی۔ اسی اثنا مین ضرورت کی وجہ سے انگریزی
مین ترقی کرنی شروع کی۔ اور جب اتنی انگریزی آگئی کہ مین کتاب انگریزی بلاامداد دیکہہ سکون
تو خیالات مین ایسا تغیر ہوا کہ مذہبی دلائل سب کے سب کمزور معلوم ہونے لگے اسلام
کے متعلق شکوک پڑنے لگے کسی نے معجزہ بیان کیا اور دل مین آیا کہ کسقدر ناممکن ہے
کسی نے قدرت الٰہی کو بیان کیا اور سخت حیرانی ہوی کہ کسقدر خارج از عقل بات ہے
ابتدا مین مجہے عبادت کی عادت تہی اور طہارت کا شوق تہا۔ وہ ان خیالات نے اسقدر
گہٹا دیا کہ مین جب نہاتا تہا نماز پڑہ کر ایک آدہ دعا پڑہ لیا کرتا تہا۔ ورنہ نماز روزہ سب
چہوٹ گئے۔ گویا کہ توفیق الٰہی نے میری رفاقت ترک کردی۔ ان وساوس مین ہمیشہ
مبتلا اور منہمک رہا کرتا تہا تاہم کتاب دیکہنا نہ چہوڑتا بلکہ آخر زمانہ قیام وطن مین کچہہ اوستاد سے
بطور خود پڑہا کرتا تہا۔ جناب والدہ مرحومہ کو میرے ساتہہ معمولی مہرداری سے زیادہ شفقت تہی
اسلئے باوجود ضرورت کے اونہون نے گوارا نہ کیا کہ مین میرٹہہ چہوڑکر طلب معاش کرون۔
اس مدت مین یہانتک نوبت پہونچی کہ لوگ مجہے ننگ خاندان اور بدترین خلائق جاننے
لگے۔ کوئی روادار نہ تہا کہ یہہ ہمارے پاس آکر تہوڑی دیر بیٹہہ جائے۔ جو والدہ مرحومہ

کے سلامی تھے نہین چاہتے تھے کہ میرا سلام لین ۔ یہہ حالت اسطرح ختم ہوی کہ ۱۳ اکتوبر
سنہ ۱۸۶۹ع کو والدہ ماجدہ نے دنیا سے رحلت کی اور اونکے انتقال نے مجھہ مین ایک تازہ تغیر
پیدا کیا وہ تغیر یہہ تہا کہ اونکی آنکھہ بند ہوتے ہی یہہ معلوم ہوا کہ دنیا مین کوئی حقیقی شفیق اور سرپرست
سوائے ذات خداوند عالم کے باقی نہین رہا ۔ اوس سے تین دن پہلے میرے بڑے
چچا سید کفایت علی سررشتہ دار کمشنری دہلی نے انتقال فرمایا تہا ۔ اونسے مجھے بڑی
محبت تہی اور وہ میرے محسن تھے ۔ ان دونون موتون نے دل کو پیس ڈالا دنیا آنکھون
مین تاریک معلوم ہونے لگی اور اوس تاریکی مین جب آنکھہ کہلی گویا خدا نظر آنے لگا اندھیرا
اوجالا ہو گیا ۔ چھوٹے چچا سید ولایت علی اوسوقت زندہ تھے ۔ اسد تعالی اونکو بھی غریق
رحمت فرمائے ۔ اونکو بھی ایسا صدمہ ہوا کہ وہ ان دونون بزرگون کا فقدان اور ان گہرون
کو جن مین یہہ لوگ رہتے تھے اونمین اونکا نہونا نہ دیکھہ سکے اور قصد حج و زیارات فرمادیا
بہائی سید گوہر علی صاحب کو اسد غریق رحمت کرے ۔ وہ میرے معاملات کے کفیل
باقی رہ گئے ۔ اونکی حمایت میرے لئے مثل والد مرحوم کے تہی (اونکی عقل خداداد بہی
مثل والد مرحوم کے تہی ۔) گہربار اونپر چھوڑ کر مین نے قصد کیا کہ جناب عم نامدار کو لکہنو تک
پہونچا آؤن ۔ جب وہان سے جدا ہوا وطن کو واپس جانے کی دل مغموم نے اجازت ندی
اسلئے یہ قصد کیا کہ جناب والد مرحوم کی قبر مطہر پر جو کالپی ضلع جالون مین ہے فاتحہ خوانی کرتا چلون
کچہہ اور دن گذر جائینگے ۵

گہر سے گئے روتے ہوے اور قبر کو دیکھا	جب سینہ مین مضطر دل بے صبر کو دیکھا

چنانچہ مین جب جالون مین جہان میرے مادری عزیز بہائی سید ظفریاب علی اور سید
مظفر علی تحصیلدار اور سب انسپکٹر تہے (آخر دسمبر ۱۸۶۹ء) پہونچا اونہون نے
صلاح دی کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے ملنا چاہیئے کیونکہ اب نوکری کر لینی ضرور ہے
یہہ رائے مجہے بہت پسند آئی اسلیئے کہ اوسمین ترک وطن بہی تہا اور کسب معاش بہی
اتفاق تقدیری کی بات - صاحب ممدوح اوسوقت کالپی مین رونق افروز تہے -
چنانچہ مین وہان پہونچا اور بعد فاتحہ خوانی اونسے ملا - عرض کرون کہ ان حوادث کو
تین ماہ کا زمانہ ہولیا تہا - اور مین متوجہ الی اللہ ہو چکا تہا - مین نے کالپی
پہونچکر توبہ کی اس حالت کا ظہور - اور توفیق الٰہی کی رفاقت - سچ یہہ کہ جو تغیر وساوس
شیطانی کی بدولت ہوا تہا - اور توفیق اوٹہالیگئی تہی وہ بہی میری بہلائی کیلیئے
تہا - اور یہ بہی - کیونکہ اس طریقہ سے ایسا نفع ہوا کہ اگر ناز و نعمت مین بسر ہوے جاتی
ہرگز نہوتا - الغرض صاحب ممدوح کے ذریعہ سے مجہکو کشایش رزق ہوی اور بے
شان و گمان ایسی نوکری مل گئی کہ والد مرحوم کے مرتبہ پر پہونچنے کا ذریعہ ہوی - جب مین
رخصت لیکر پہر وطن گیا تو مین نے دیکہا کہ وہی لوگ جنکو سلام لینا گران تہا پہر سلامی
بنگئے دوست پہر دوست ہوگئے لوگ تواضع کرکے پاس بٹہلانے لگے بلکہ حاجت
مانگنے لگے - اس حالت نے مجہکو اور متوجہ الی اللہ کیا باوجود ان سب امور کے جو وساوس
پیدا ہوچکے تہے دل مین باقی تہے - لیکن پہلے زمانہ مین پیدا ہوتے تہے اب گہٹنے
لگے تہے - اب ہروقت طبیعت مین مقابلہ رہنے لگا اور ۲۵ برس اس حالت مین گذرے

کہ شیطان ایک طرف زور کرتا تھا اور توفیق الٰہی میری کوششونکی رفیق ہوکر دوسری طرف
زور کرتی تھی - اس حالت نے مجھہ مین عادت پیدا کردی کہ کسی امر مین تعصب نکرون بلکہ
صبر کرون - (کیونکہ دلیل کی بڑی بے وقعتی میرے دل مین سما چکی تھی -) اوسوقت
راے قائم کرون جب کچھہ ایسی طرح تسکین ہو کہ دل مان جائے - سنہ ۱۸۷۱ء مین مجھے
کوچ مین رہنے کا اتفاق ہوا وہان جناب مولوی محمد کریم بخش صاحب ڈپٹی کلکٹر حاکم حصہ
ضلع تھے - اونسے مجھکو اکثر باتین کرنیکا اتفاق ہوتا تھا حقیقت مین یہ بزرگ بڑا ہی
راستباز تھا اور بڑی خوبی یہ تھی کہ اخلاق کی کتابون مین جو باتین لکھی ہوئی ہین اونپر پورا
عمل کرتا تھا - بیشتر ملاقات کا وقت ایسے ہی تذکرون مین صرف ہوا کرتا تھا - کبھی وہ
مجھے مدد دیتے تھے کبھی مین اونکو - الغرض کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرون
کہ محنت شاقہ کے بعد مین لڑائی جیتا - معاملات کو دیکھتے دیکھتے اور ہر بات پر غور کرتے
کرتے یہہ یقین ہو گیا کہ پہلے خیالات اور توہمات بالکل لغو تھے - نظر آنے لگا کہ بلا سبب
کچھہ نہین ہوتا اور سبب مین سبب پیدا ہوتا ہے کہ بلا مرضی الٰہی کچھہ نہین ہوتا - اللہ قادر
مطلق موجود ہے - بندہ فاعل مختار ہے لیکن وہین تک کہ اختیار باطل نہو جائے -
اور اسپر بھی اللہ تعالیٰ کے بس مین ہے - جو کچھہ شارع علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے
حق ہے - معجزات حق ہین - الغرض جو کچھہ قرآن و حدیث مین ہے حرف حرف سچ ہے
مین بلا تصنع ناظرین کی خدمت اقدس مین التماس کرتا ہون کہ ایک راے جلدی سے
قائم کر کے پھر اور بات نہ سُننا اور ہمیشہ ماہیت اور طریقۂ اسباب سے غفلت کرنا ایسی عادت

ہے کہ وہی مادہ اور سبب سب گمراہیون کا ہوتا ہے۔ جب انسان اسکا عادی ہوجاتا ہے
توفیق الٰہی رفیق نہین رہتی گویا دل پر مہر ہوجاتی ہے اور آدمی گونگا بہرا ہوجاتا ہے
جو کچھہ مین نے اس عرصہ دراز مین غور کرکے سمجھا تھا وہ میرے دل مین تھا۔ اتنی فرصت
نہ تھی کہ اوسے قلمبند کرون کہ شاید کوئی اور بھائی اسی حالت مین مبتلا ہو۔ اوسے نفع
پہونچے۔ یہانتک کہ مین جونپور مین متعین کیا گیا۔ اوس زمانہ مین وہان ایک شخص مولوی
ناصر حسین صاحب تھے (اب مرحوم ہوگئے) اونہون نے ایک کتاب ادب عربی کی
ناصر الادب نام اس قصد سے تصنیف کی تھی کہ اوسے افضل درسیات کرائین تاکہ جو لوگ
بی۔ اے کے لئے انگریزی کے ساتھہ زبان عربی لین اوسے پڑھین۔ ایک
جلد اس کتاب کی اونہون نے مجھے بھی عنایت فرمائی تھی۔ مین نے جب اوسے دیکھا
تو اوسمین سوالات شیطان کا ذکر بطور تعلیم زبان کے مندرج پایا۔ اور یہہ بھی دیکھا کہ جواب
مین صرف اسقدر لکھا ہے کہ شر قلیل خیر کثیر کے لئے جائز ہی نہین لابد ہے۔ مجھے یہہ
جواب اسلئے برا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف شر قلیل کو منسوب کیا ہے۔ یہہ بھی خیال
ہوا کہ ایسی کتاب مین جو آجکل کے نوجوان طالبعلمون کے لئے تصنیف فرمائی ہے
ان اعتراضات کو نقل فرمانا صحیح نہین ہے۔ اسلئے کہ یہہ سوالات ایسے عام فریب ہین
کہ ہر شخص اونکا جواب نہین دیسکتا۔ خصوصاً وہ طالبعلم جو دوسرے علوم مین منہمک
ہین۔ اونکے لئے یہہ سوالات سم قاتل ہونگے۔ کیونکہ جب وہ سوالات دیکھین گے اور
جواب نہ پائینگے اثر سوالات مستقر ہوجائیگا۔ ممکن ہے کہ وہ دین سے انحراف کامل کا

سبب ہو۔ چونکہ مین ان سب امور کو اللہ کی مہربانی سے سوچے ہوے تہا اور شیطان سے ساری عمر لڑکر غالب آیا تہا مناسب سمجہا کہ اون سوالات کا جواب لکہون۔ شاید جناب اقدس الہی کو پسند آئے کہ اس بندہ نے اپنی مثال دوسرون کو اونکے تیقظ کے لئے بتلائی مین نے جونپور مین جواب لکہنا شروع کیا۔ تہوڑا سا لکہا تہا کہ مجہپر حوادث تازہ پڑے (اور ایسے وقت مین کہ فرزند عزیز سید علی وسط لندن مین طلب علم کے لئے گئے تہے۔ اور برخوردار عزیز سید سلطان الحق بہی مجہہ سے جدا تہے) اور تصنیف پوری نہوی مگر مین شکر الہی بجالاتا ہون کہ ان حوادث نے اوس نفع سے بہی زیادہ نفع کیا جو ۱۸۶۹ء مین گذرے تہے۔ غالباً اونسے بہت سی کمی دور ہوگئی اور اس تحریر کی زیادہ قابلیت پیدا ہوی۔ جونپور مین نوکری کا کام بہی زیادہ تہا اور آب و ہوا بہی اچہی نہ تہی اسلئے پہر ایسا نہوا کہ مین متوجہ تکمیل کتاب ہوتا۔ یہان تک کہ مظفر نگر بدل آیا۔ وہانکی حالت بہی قریب قریب جونپور کے تہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو اس تصنیف کا پورا کرانا منظور تہا کہ اوسنے تبدیلی مظفر نگر کو ذریعۂ تبدیلی سہارنپور کا گردانا۔ اور چہاونی کا محکمہ توڑکر رڑکی مین جب حصہ ضلع قائم ہوا تو مجہے وہان پہونچا دیا۔ یہہ جگہہ پرفضا۔ خوش آب و ہوا۔ تو قدرتی ہے مگر میرے لئے بہت ہی موافق ہوی۔ چونکہ یہان مکان بہی اچہا ملا اور دو حاکم کے رہنے سے کام بہی مناسب مقدار کا تہا۔ مجہے خیال اوسکی تکمیل کا ازسرنو اسطرح پیدا ہوا کہ ایک روز جناب قاضی ناظر حسن صاحب رئیس منگلور علاقہ رڑکی مجہسے ملنے آئے تہے اثنائے گفتگو مین اونہون نے ایک قصہ بیان کیا جس سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب معمولی آدمیون

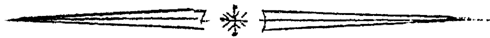
مین سے نہین ہین۔ بلکہ بلند مرتبہ لوگون مین سے ہین۔ اسلیئے مین نے اونکو وہ اوراق جو جونپور مین لکہے تہے سنائے۔ اونہون نے لفظاً اور معناً دونون طرح داد دی یعنی لفظ بہی کہے اور چہرے سے بہی ظاہر ہوا کہ جو لفظ کہے تہے مطابق اوس اثر کے تہے جو دل مین پیدا ہوا تہا۔ یہانتک فرمایا کہ یہہ تو انگریزی مین ترجمہ ہونے کے قابل ہین تاکہ ممالک یورپ مین مشتہر ہون اس بڑی داد نے پہر میرے دل مین خیال اوس کے تکملہ کا پیدا کیا۔ جب مین نے لکہنے کا قصد کیا تو اوس حالت کے ساتہہ جو میرے اوپر گذری تہی اوس حالت پر بہی غور کرنا شروع کیا جو میری دیکہی آنکہون اس ۲۵ برس کے عرصہ مین عام و خاص خلائق پر گذرے تہے۔ اوس نے اسلام مین ایک اختلاف پیدا کیا ہے جسکے نتائج ویسے ہی ہین جیسے اختلاف کے ہوتے ہین۔ اس لئے ضرور معلوم ہوا کہ اس تصنیف کو اوس اختلاف کے رفع کرنے کا ذریعہ بہی گردانون۔ چنانچہ مین نے چہہ مہینے کے عرصہ مین اس کتاب کو لکہا اور قصد کیا کہ مشتہر کرون۔ لیکن طبع سے پہلے اس قصد مین بعض امور مخل ہوے۔ اجمالی بیان اونکا یہہ ہے کہ چہپوانا بلا اجازت حکام وقت کے ممکن نہوا۔ حکام موصوف انتظام طاعون ہر دوار مین مصروف ہو گئے۔ دو سال کا عرصہ گذر گیا اور یہہ قصد ملتوی ہوتا رہا تاہم مین نے اس وقت کو ضائع نہین کیا۔ کچہہ نہ کچہہ اصلاح و ازدیاد مضامین کرتا رہا۔ یہانتک کہ عالی جناب معلے القاب ڈبلیو ایچ ایل امپی صاحب بہادر ضلع سہارنپور کی

کلکٹری پر تشریف لائے اور اونہون نے اس کتاب کے چھپنے کی اجازت بعد منظوری ضروری کے عطا فرمائی - لازم ہے کہ مین جناب امیی صاحب کا شکریہ ادا کرون - چنانچہ ادا کرتا ہون - یہہ وہی شخص ہین کہ مین اونکا نام اس دیباچہ مین اظہار احسانمندی کے لئے لکہتا ہون حقیقت مین یہہ بزرگ نہایت ستودہ صفات ہین - حکام انگریزی کی عموماً یہہ حالت ہے کہ اونکی لیاقتین مسلم ہین - اور خوبیان بیشتر حکام کی حیرت انگیز - لیکن ضرور بعض کو بعض پر بہتری مین فضیلت ہوتی ہے یہہ بزرگ اون بعض اور بہت ہی خاص لیاقت کے حکام مین سے ایک ہین جو باعتبار صفات اعلیٰ اس صوبہ مین مشارٌالیہ ہین حقیقت مین اونہون نے مجہپر احسان کیا ہے اور مین اوسکا اقرار کرتا ہون اور اسلیئے دعا کرتا ہون کہ وہ اس صوبہ کے نواب لفٹننٹ گورنر بہادر ہوجاوین آمین

معذرت اس کتاب مین بعض مقامات کو ایسے بسط سے لکہا ہے کہ اوسے طول مُمِل کہہ سکتے ہین اور تکرار مضامین بہی ہے - یہہ طریقہ اسلیئے اختیار کیا ہے کہ مسائل مبحوث عنہ ایسے ہین کہ اونکے سمجہانے مین بسط کے بغیر کام نہین چل سکتا - علی الخصوص جب کتاب مذاق زمانۂ حال کے مطابق لکہی جائے اسلیئے پہلے دو باب مین حتی الامکان نقلیات سے کام نہین لیا - اوسکے بعد دو باب مین نقلیات سے اونہین مضامین کو مدلل اور روشن کیا ہے - پانچوان باب خلاصہ اون مطالب کا مع خاص اون مضامین کے ہے جو جواب کے لئے ضروری تہے - تکرار اس ضرورت خاص سے بہی جائز رکہا ہے کہ اس بات کی توقع کمتر ہے کہ ناظرین ساری کتاب کو صبر و اطمینان سے پڑہین گے

جب یہ ظن غالب ہو لازم آتا ہے کہ وہ مسئلہ جو بحث خاص کے متعلق ہے
اس طریقہ پر ہر مقام مین (خواہ تطفلی ہو یا مستقل) ایسا بیان کیا جائے کہ بقدر
ضرورت مقام تسکین بخش ہو۔ باوجود اسکے مین اون حضرات کی خدمات اقدس
مین جو اس کتاب کو دیکھین التجا کرتا ہون کہ اس خطا اور ساری اور خطاؤن کو
جہان معلوم ہون دامن عفو سے پوشیدہ فرمائین۔ اللہ تعالی اجر دیگا۔

سید مہدی علی عفی عنہ } مقام رورکی محررہ ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء



بسم الله الرحمن الرحیم

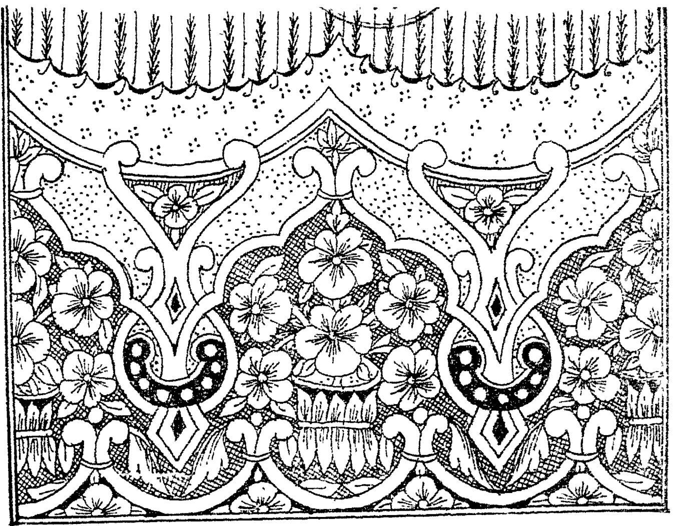
شفاء الجنان من شبهات الشیطان

ملقب به

شهاب ثاقب

در مطبع مفید عام آگره باهتمام قادر علیخان صوفی حلیه طبع پوشید

سنه ۱۸۹۹ عیسوی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت کرور کرور شکر اللہ تعالیٰ کا ہی نوع انسان پر واجب ہے جسنے ہمکو
ایسا بنایا کہ ہماری کوئی نظیر دنیا مین نظر نہین آتی - کرور کرور احسان اللہ تعالیٰ کا ہمپر ہے
کہ اوسنے مخلوق کو ہمارے فایدہ کے لئے بنا کر ہمکو اونکا حاکم کیا - اے اللہ - ہم
اوس شکر کے ادا کرنے سے قاصر ہین - اور اس نعمت کے لئے تجھسے بڑے
مالک کے سامنے سوا اسکے کیا کر سکتے ہین کہ سجدہ کرین جو سب سے بڑی منت اور عاجزی
و شکر کا طریقہ تو نے ہم مین خلق فرمایا ہے - سجدہ بھی کرین اور تیرے حکم بھی بجا لائین
جن حکمون کے پہونچانے کو تو نے جناب محمد مصطفے صلی علیہ وآلہ وسلم سے نبی کو بھیجا۔
اللہ اکبر کیا پاک نبی عنایت فرمایا کہ جب اوسکی خوبیون پر ہم خیال کرتے ہین تو معلوم
ہوتا ہے کہ آدمیت کا نمونہ کیا ہے اور تو نے آدمی کو کیا کیا رتبے دیے ہین - اوسکے

ساتھہ تونے اوسکی آل اور جانشینون مین کیا کیا خوبیان پیدا کین ۔ اون خوبیون نے
کیا کیا اثر دکھلائے جنکا فیض آج تک ہم لوگون پر جاری ہے ۔ تیرے احسان
بنی نوع انسان پر اتنے ہین کہ اونکو ہروقت تیرے شکر مین مصروف رہنا چاہیے ۔
ان نعمتون کے ساتھہ جو تونے ہمکو دی ہین بڑی نعمت یہ عطا فرمائی ہے کہ ہمکو اپنا
بندہ بنایا اور شکر کا آسان طریقہ ہمکو یہ دیا کہ ہم تیرے ہوکر رہین ۔ اے اللہ تونے
ہمارے لیے مراتب عظیمہ مقرر فرمائے اور تونے ہمکو اون تک پہونچنے کا وسیلہ دیا کہ
جسقدر عقل کے موافق کام کیے جائین اوسی قدر اون مرتبون پر پہونچتے جائین ۔ تونے
اون ذریعون مین اپنی کمال مہربانی سے آسانی دی ۔ اپنی توفیق ہمارے ساتھہ رفیق
کی ۔ کوئی امتحان ایسا سخت ہمارے لیئے نہین رکھا جو ہم سے نہ ہوسکے اور بمقابلہ
اوسکے مراتب بہت ہی عظیم بنائے ۔ اے اللہ تونے عزازیل کو پیدا کیا اور اوسکو
ہم پر غلبہ نہین دیا ۔ باوجود اسکے اوسکے ذریعہ سے جو امتحان لیا اوسکے مراتب بہی
بلند فرمائے ۔ اے اللہ مین قصد کرتا ہون کہ تیرے شکر نعمت مین اس طرح مصروف
ہون کہ اوس مخلوق کی بابت جو دہوکا ہو رہا ہے اور اوسنے جو دہوکے دئے ہین
کچہہ لکہون ۔ تو توفیق دے ۔ تو مددگار ہو تو راہ نیک دکہلا ۔ اور تو اوسے
مقبول فرما ۔ بمحمد و آلہ الامجاد ۔ صلوٰۃ اللہ علیہم الی یوم المعاد
وہ دہوکے بہت دنون سے ذکر ہو رہے ہین اور ہروقت کے مذاق کے مطابق اونکے
جواب ہوے ہین مین آجکل کے مذاق کے موافق کچہہ بیان کرنا چاہتا ہون اور اوسکو

یون شروع کرتا ہون کہ پہلے وہ سات ہوے کے یعنی سوال بیان کرتا ہون پہر

فہرست اجمالی

جواب کو بہی سات حصون پر تقسیم کرتا ہون۔

حصہ اول۔ تمہید۔ دلائل کی دقت

پہلا حصہ جسکا نام تمہید ہے۔ اسمین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلون مین صحیح کو سقیم سے پہچاننا کتنا مشکل ہے۔

باب اول — حصہ دوم۔ نظام عالم کی خوبیون کا بیان۔

دوسرا حصہ جسکا نام باب اول ہے اوسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے۔

باب دوم — حصہ سوم نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

تیسرا حصہ جسکا نام باب دوم ہے اوسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آجکل دلون مین نظام عالم کے متعلق خطور کرتے ہین اور اونکی جوابات کا۔

باب سوم — حصہ چہارم۔ آیات قرآنی متعلق شیطان اور اونکے نکات۔

چوتہا حصہ جسکا نام باب سوم ہے اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہے جو متعلق شیطان کے ہین۔ اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتے ہین۔ اور بعض اعتراضات کے جوابات کا۔

باب چہارم — حصہ پنجم۔ ساتون سوالات کا جواب اجمالی۔

پانچوان حصہ جسکا نام باب چہارم ہے اوسمین ذکر ساتون سوالون کے جواب اجمالی کا ہے۔

باب پنجم — حصہ ششم۔ ساتون سوالات کا جواب تفصیلی۔

چہٹا حصہ جسکا نام باب پنجم ہے اوسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے۔

خاتمہ — حصہ ہفتم حقیقت شیطان

ساتوان حصہ جسکا نام خاتمہ ہے اوسمین ذکر حقیقت شیطان

تاویلات اور دوسری ضروری چیزون کا بیان—

کا اور اوسکے وجود کا ہے۔ اور یہہ بہی بیان ہے کہ شیطان کے وجود سے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے۔ اور اوسکے وجود کے متعلق تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنیکی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کے تاویلات کرنیکی بہ نسبت کام اچہا چل سکتا ہے—

شیطان کے ساتون سوال

وہ سات سوال جنکی نسبت علمانے لکہا ہے کہ شیطان نے فرشتون سے کیئے اور کہا کہ جناب اقدس الہی مین ان سوالات کو عرض کرو اور جواب مانگو۔ یہہ ہین۔ **توضیح** اسد تعالی نے جو جواب دیا اوسکا ذکر باب چہارم مین ہے—

پہلا سوال

پہلا سوال

شیطان کو کیون پیدا کیا

اِنَّہٗ عَلِمَ قَبْلَ خَلْقِی اَیَّ شَیْءٍ یَصْدُرُ عَنِّی وَیُحْصَلُ مِنِّی فَلِمَ خَلَقَنِی اَوَّلًا وَمَا الْحِکْمَۃُ فِی خَلْقِہٖ اِیَّایَ—

اسد تعالی کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تہا کہ مجہسے کیا افعال صادر ہونگے پہر اوسنے مجہے پیدا ہی کیون کیا میرے پیدا کرنیمین خصوصاً کیا حکمت ہے؟

دوسرا سوال

دوسرا سوال

تکلیف معرفت کیون دی

اِنْ خَلَقَنِی عَلٰی مُقْتَضٰی اِرَادَتِہٖ وَمَشِیَّتِہٖ فَلِمَ کَلَّفَنِی بِمَعْرِفَتِہٖ وَطَاعَتِہٖ وَمَا الْحِکْمَۃُ فِی التَّکْلِیْفِ بَعْدَ اَنْ لَّا یَنْتَفِعَ بِطَاعَتِہٖ

جبکہ اسد تعالی نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجہے پیدا کیا تو پہر تکلیف معرفت اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تہا؟ کیونکہ اسد کو بندون کی طاعت سے نفع اور اونکی نافرمانی

وَلَا يَتَضَرَّرُ بِمَعْصِيَتِهٖ۔

سے نقصان نہین پہونچتا اسمین کیا حکمت ہے؟

تیسرا سوال

تیسرا سوال

سجدۂ آدم کا کیون حکم دیا

اِذَا خَلَقَنِیْ وَکَلَّفَنِیْ فَالْتَزَمْتُ تَکْلِیْفَہٗ بِالْمَعْرِفَۃِ

جب مجھکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اللہ تعالی کو پہچان لیا

وَالطَّاعَۃِ وَاَطَعْتُ فَلِمَ کَلَّفَنِیْ بِطَاعَۃِ اٰدَمَ وَالسُّجُوْدِ لَہٗ وَمَا الْحِکْمَۃُ

اور اوسکی عبادت کرنیگا اور فرمانبردار ہوگیا پھر علی الخصوص سجدہ حضرت آدم کا مجھے کیون حکم دیا

فِیْ ھٰذِہِ التَّکْلِیْفِ عَلَی الْخُصُوْصِ بَعْدَ اَنْ لَّا یَزِیْدَ ذٰلِکَ فِیْ مَعْرِفَتِیْ وَطَاعَتِیْ

اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے؟ کیونکہ آدم کیطرف سجدہ کرنیسے میرا عرفان اور طاعت زیادہ نہین ہوسکتی

چوتھا سوال

چوتھا سوال

انکار سجدہ سوا ذات الہی کے شیطان کو مردود کیون کیا۔

اِذَا خَلَقَنِیْ وَکَلَّفَنِیْ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَکَلَّفَنِیْ بِھٰذَا التَّکْلِیْفِ

جبکہ مجھکو عموماً کل احکام کی بجاآوری اور خصوصاً آدم کے سجدہ پر مامور فرمایا

عَلَی الْخُصُوْصِ فَاِذَا لَمْ اَسْجُدْ فَلِمَ لَعَنَنِیْ وَاَخْرَجَنِیْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَمَا الْحِکْمَۃُ فِیْ ذٰلِکَ

پس اگر مین نے سجدہ نکیا تو پھر مجھپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا مینے کچھہ برا نہین کیا تھا

بَعْدَ اَنْ لَّا اَرْتَکِبَ قَبِیْحًا اِلَّا قَوْلِیْ لَا اَسْجُدُ اِلَّا لَکَ

صرف یہہ کہا تھا کہ سوا تیرے دوسرے کو سجدہ نہ کرونگا۔ اس مین کیا حکمت ہے؟

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود ہونے کے جنت میں کیوں جانے دیا کہ میں آدم کو گیہوں کھلا سکتا

اِذْ خَلَقَنِیْ وَكَلَّفَنِیْ مُطْلَقًا وَّخُصُوْصًا فَلَمْ اُطِعْ فَلَعَنَنِیْ وَطَرَدَنِیْ
جبکہ مجھکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً و خصوصاً فرمائی مگر میں نے
اطاعت نہ کی اور مجھے ملعون کر کے نکال دیا۔

فَلِمَ طَرَّقَنِیْ اِلٰی اٰدَمَ حَتّٰی دَخَلْتُ الْجَنَّةَ ثَانِیًا وَّغَرَرْتُهٗ بِوَسْوَسَتِیْ فَاَكَلَ
تو پھر مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا کہ میں جنت میں جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ میں ڈالکر
مِنَ الشَّجَرَةِ الْمَنْهِیِّ عَنْهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ مَعِیْ وَمَا الْحِكْمَةُ فِیْ
گیہوں کھلا دیا اور پھر انکو بھی جنت سے نکال دیا اگر میں جانے نہ پاتا حضرت آدم
ذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ لَّوْ مَنَعَنِیْ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اسْتَرَاحَ مِنِّیْ اٰدَمُ وَبَقِیَ خَالِدًا فِیْهَا
ہمیشہ جنت میں رہتے اور مجھ سے محفوظ رہتے ۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

چھٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر اسطرح کیوں مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہیں دیکھ سکتے۔

چھٹا سوال

اِذْ خَلَقَنِیْ وَكَلَّفَنِیْ عُمُوْمًا وَّخُصُوْصًا وَّلَعَنَنِیْ ثُمَّ
جبکہ مجھکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدہ آدم کی خصوصاً تکلیف دی اور
طَرَّقَنِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَكَانَتِ الْخُصُوْمَةُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اٰدَمَ فَلِمَ سَلَّطَنِیْ عَلٰی اَوْلَادِهٖ
اور نافرمانی پر نکال دیا اور پھر جنت میں جانے دیا اوس وقت مجھمیں اور حضرت آدم میں دشمنی تھی پس مجھکو انکی
حَتّٰی اَرَاهُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَرَوْنَنِیْ وَتُؤَثِّرُ فِیْهِمْ وَسْوَسَتِیْ وَلَا تُؤَثِّرُ فِیَّ حَوْلُهُمْ وَقُوَّتُهُمْ
اولاد پر کیوں مسلط فرمایا اور وہ بھی اسطرح کہ میں انکو دیکھتا ہوں وہ مجھے نہیں دیکھتے میرا وسوسہ
اون میں اثر کرتا ہے اونکی قدرت قوت۔

وَاسْتِطَاعَتُهُمْ فَمَا الْحِكْمَةُ فِي ذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ لَوْخَلَقْتَهُمْ عَلَى الْفِطْرَةِ دُوْنَ مَنْ

واستطاعت مجہین اثر نہین کرتی ہمین کیا حکمت ہی؟ کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے

يَحْتَالُهُمْ عَنْهَا فَيَعِيْشُوْا طَاهِرِيْنَ سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ كَانَ اَحْرٰى بِهِمْ وَاَلْيَقُ بِالْحِكْمَةِ

کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا۔ پاک زندگانی عبادت و اطاعت کے ساتہہ بسر کرتے

زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا۔

ساتوان سوال

ساتوان سوال
شیطانکو قیامت تک مہلت کیون دیکی اگر نہ دیجاتی بقاء عالم خیر محض ہوتا

سَلَّمْتُ هٰذَا كُلَّهُ خَلَقَنِيْ وَكَلَّفَنِيْ مُطْلَقًا وَمُقَيَّدًا

یہ سب کچہہ مینے تسلیم کیا کہ مجہے پیدا کیا اور تکلیف معرفت دی اپنی ذات کی اور سجدہ آدم کی۔

وَاِذَا لَمْ اُطِعْ لَعَنَنِيْ وَطَرَدَنِيْ وَاِذَا اَرَدْتُ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ ـ

اور جب مین نے فرمانبرداری نہ کی نکال دیا۔ اور پہر جب مین نے جنت مین جانا چاہا

مَكَّنَنِيْ وَطَرَّقَنِيْ وَاِذَا عَمِلْتُ عَمَلِيْ اَخْرَجَنِيْ ثُمَّ سَلَّطَنِيْ عَلٰى بَنِيْ اٰدَمَ

مجہے جانا ملا۔ اور پہر جب مین نے اپنا کام کر لیا پہر نکالدیا پہر مجہے بنی آدم پر مسلط کر دیا

فَلِمَ اِذَا اسْتَمْهَلْتُهُ اَمْهَلَنِيْ فَقُلْتُ اَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

لیکن جب مین نے مہلت مانگی تو مجہے مہلت کیون دی یعنی مینے عرض کیا کہ مجہے مہلت دے قیامت تک

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وَمَا الْحِكْمَةُ فِيْ ذٰلِكَ

تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اس مین کیا حکمت ہی؟ اسلیے کہ اگر وہ اوس وقت

بَعْدَ اَنْ لَوْ اَهْلَكَنِيْ فِي الْحَالِ اسْتَرَاحَ اٰدَمُ وَالْخَلْقُ مِنِّيْ وَمَا بَقِيَ شَرٌّ مَّا

توبجھے ہلاک فرمادیتا تونسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر

فِی الْعَالَمِ؟ اَلَیْسَ بَقَاءُ الْعَالَمِ عَلٰی نِظَامِ الْخَیْرِ خَیْرًا مِنْ اِمْتِزَاجِهٖ بِالشَّرِّ-

عالم مین باقی نہ رہتا۔ کیا عالم کا بقا نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون

ملی ہوی ہون بہتر نہین ہے؟

تمہید

تمہید

دلائل کی دقت

اس مین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلون مین

صحیح و سقیم کا امتیاز کتنا مشکل ہے

امور الہی مین خوض کرنا کیون منع ہے۔

قبل اسکے کہ جواب ان اعتراضات کا دیا جایے بیان کرنا ایک تمہید کا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ حق تعالے نے بعض خوض کرنیوالون یعنی سوچنے والون کی امور عظیمہ مین مذمت فرمائی ہے اور یہ ایک طرح کی ممانعت ہے وہ ممانعت عوام کے لیے اسی لیے ہے کہ اونکی عقل بہت چھوٹی ہے اور جب وہ عمدہ تدبیرون اور صنعتون کے سمجھنے مین قاصر رہتے ہین تو اعتراضات کرتے ہین اور اون اعتراضات سے گمراہ ہو جاتے ہین اور مفاسد مین پڑتے ہین۔

سلطنت کے رموز ہر شخص کے فہم کے قابل نہین۔

مثال کے طور پر سلطنت اور بادشاہون کا حال قابل غور ہے۔ فارسی کا ایک مصرع مشہور ہے۔ ع رموز مملکت خویش خسروان دانند

یعنی باریکیان اپنے ملک پر حکومت کرنے کی بادشاہ ہی جانتے ہین۔ ظاہر ہے کہ حضور مین

بادشاہون کو پیش آتی ہین عوام کو پیش نہین آتین - انسان جو نتیجہ نکالتا ہے وہ ہمیشہ اون معلومات پر مبنی ہوتا ہے جو اوسکے پیش نظر ہین - ہر شخص کی معلومات کے وسائل اسقدر وسیع نہین ہوتے جتنے اون لوگون کے وسیع ہوتے ہین جو بہت سے آدمیون سے معاملہ کرتے ہین بہت سے ملکون مین پہرتے ہین بہت سی باتین دیکھتے سنتے ہین - پس جو نتائج بڑے معلومات پر کسی نے نکالے ہین ممکن نہین ہے کہ اونکو وہ شخص سمجھہ سکے جسکو اوسقدر معلومات نہین ہوئے نتیجہ یہ ہے کہ کم معلومات والا جو بڑے معلومات والے پر اعتراض کریگا غلط بہی ہوگا اور مفاسد بہی اوسمین بہرے ہونگے - یہ مثال پرانے بادشاہون کی ہے جب ایک شخص کے ہاتہہ مین باگ سلطنت کی ہوتی تہی زمانہ حال مین آپ ملاحظہ فرمایے کہ سلطنت کی باگ واقعاً ایسے چند عقلا کے ہاتہہ مین ہے جنکے معلومات مجموعاً اسقدر زیادہ ہین کہ کسی ایک فرد مین جمع نہین ہوسکتے - بااینہمہ برابر ہم دیکہہ رہے ہین کہ لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے ہین اور یہ بہی دیکہہ رہے ہین کہ جب اصلی کیفیت اور وجہ کسی خاص عمل کی معلوم ہوتی ہے قائل ہوجاتے ہین کہ اعتراض غلط تہا اور وہ عمل جو سلطنت نے کیا صحیح تہا جب کبہی ہم قائل نہین ہوتے اوسکو ہمارا تعصب کہنا لازم ہے اسلیے کہ اس بابت کوئی شک نہین کرسکتا کہ انگریزونکی سلطنت مین بہت سی خوبیان موجود ہین ہر ایک طریقہ کا انصاف ہوتا ہے - امن موجود ہے بیرونی دشمنون سے اطمینان ہے مراسلت اور مسافرت کی لا انتہا آسانی ہے - تجارت آزاد ہے - پس یہ سب نتائج جو پیدا ہوے ہین ضرور صحیح افعال کا نتیجہ ہین آپ خفا نہ ہوجیے کہ مین انگریزونکی تعریف آپ کے خلاف طبع کرتا ہون - اس بات پر غور کیجیے کہ ہندوستان مین مختلف گروہون پر انسانون

کے یہ لوگ حکومت کرتی ہین۔ آپ انصاف سے مجموعی حالت پر غور فرمائیے کہ ہر گروہ ایک ایسی مناسب حالت مین خوش ہے کہ ایسا کبھی خوش نہ تہا کیونکہ مسلمانون کے وقت مین ہندو در اصل ناراض رہتی تہی۔ ممکن نہین ہے کہ اونکے مذہب مین مداخلت ہو اور وہ راضی ہین۔ ہندؤن کے وقت مین مسلمان ضائع کیے جاتے تہے۔ بہرحال جو لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے ہین وہ صرف حقیقت حال سے بیخبر ہین اونکو معلوم نہین کہ مختلف گروہون پر حکومت کرنے کے لیے انتظام کے درست رکھنے کیلیے امن باقی رکھنے کیلیے اندرونی اور بیرونی دشمنون سے بچانیکے لیے کیا کیا کچھہ کرنا پڑتا ہے اس ناراضی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معترضین قومی سلطنت کے دشمن ہین اور اس سے کیا ہوتا ہے؟ — اپنے پاؤن مین کولہاڑی مارتے ہین اپنا ضرر کرتے ہین

سلطنت کی حالت اور حکمت عالم کی حالت مین فرق ہے۔

یہ مثال سلطنت کے ساتھہ صرف آپ کے سمجھانے اور غور کرنیکے لیے دیجاتی ہے ورنہ یہ مثال حق تعالی کی سلطنت کے ساتھہ کسی طرح صحیح مثال نہین ہے یعنی تشبیہ ناقص ہے۔ اسلیے کہ جتنی بڑی سلطنت اللہ تعالی کی ہے اوسقدر بڑی کوئی نہین ہے۔ اور اوسکی مصلحتین بہی ضرور اسقدر بڑی ہین کہ ہماری سمجھہ مین آنا اونکا ناممکن اور محال ہے۔ بہرحال جبکہ کوئی مثال دنیا کے پیدا کرنیوالے کی حکومت کی مل ہی نہین سکتی اسلیے کہ موجود نہین ہے پس اوسکے جملہ مصالح کا سمجہنا ضرور ناممکن ہے۔ جسقدر لوگ بیان کرتے ہین۔ بقول ایک عالم مشہور کے ع ہر کس بسر قیاس حرفی گفتند۔ اپنی چہوٹی عقل کے موافق اور معلومات پر جو اونکو ہے نتیجے نکالتے ہین جو ضرور محض قیاسی ہونا چاہیے وا اکثر وہ نتیجے غلط ہونے چاہئین۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے جو نکات اور حقائق ارشاد فرماے ہین وہ اون لوگون کو جو اپنی عقول ناقصہ
بہروسہ کیے ہوے بیٹہے ہین اور واقع مین سخت بیخبر ہین ناممکن معلوم ہوتے ہین اور اونکو خلاف
عقل اور ناممکن جانکر بعض بعض برا و منین سے ہنستے ہین۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا

مخلوق کو شناخت ذات خالق نہو سکنے کا بیان۔

ایک روز کا مین ایک واقعہ عرض کرتا ہون کہ ایک شخص اپنے بال
بچون کے ساتہہ کہانا کہانے مین مصروف ہوے دسترخوان بچہا
روٹیان آتی جاتی تہین۔ ایک لڑکی دس گیارہ سال عمر کی جو بہت فہیم اور غائر فکر کرنیوالی
تہی بول اوٹہی کہ ابا جان اللہ کیا چیز ہے۔ اونہون نے جواب دیا کہ بیٹی یہ بات کہ اللہ کیا
چیز ہے۔ کوئی نہین بتلا سکتا۔ اسلیے کہ تم دیکہتی ہو کہ یہ روٹی جو پک کر تمہارے سامنے
آئی ہے کیا جان سکتی ہے کہ اوسکو جسنے پکایا ہے وہ کیا چیز ہے تم دیکہو کہ روٹی بغیر پکانیوالے
کے یہان نہین آتی تو یہ ساری دنیا بغیر بنانے والے اور سخت تدبیر کرنیوالے کے کیسے
بن سکتی ہے۔

رموز سلطنت خالق کی بہی شناخت نہین ہو سکتی۔

پہر غور فرماے کہ انگریز جو سلطنت کرتے ہین وہ ایک سلطنت ہے
یعنی ایک ملک مین امن قائم رکہتے ہین اور سلطنت کے متعلق ضروری
امور بجا لاتے ہین وہ کسی کو پیدا نہین کرتے۔ مرنیوالے کو زندہ نہین کر سکتے۔ پانی
نہین برساتے۔ ہوا نہین چلاتے۔ سورج چاند نہین بناتے۔ اونکی سلطنت اور اونکے

علم مین اسقدر بڑی خوبی ہے کہ وہ یہ جانتے ہین کہ مثلاً جب سمت مین ایک خاص قسم کی ہوا پیدا ہوگی تو موسم مین ایک خاص قسم کا تغیر ہوگا۔ مگر یہ امر وہ نہین جانتے کہ وہ کس طرح پیدا ہوگی یعنی وہ اسباب سے نتیجون کے پیدا ہونیکی بابت باخبر ہین لیکن اسباب کے وجوہ سے قطعاً بیخبر ہین۔ پس مجازی سلطنت کے امور مین جب بہت سی عقلین قاصر رہتی ہین تو حقیقی سلطنت کے امور مین کیون تمام عقول قاصر نہ رہین۔

بھلائی اور برائی مین امتیاز کی قوت

ان اعتراضات مین جنکی بابت ہم بطور جواب کچھہ کہنا چاہتے ہین اصل مین یہی سقم ہے کہ لوگون نے اپنے خیال مین اپنی اغراض پر نظر کر کے کچھہ امور اچھے مان لیے ہین کچھہ برے۔ تب یہ اعتراض ہے کہ برے کیون پیدا ہوے۔ اول تو یہ امر بہت بحث کے قابل ہے کہ اونکا اعتقاد نسبت اچھائی اور برائی کے صحیح ہے یا نہین۔ ثانیاً یہ امر دیکھنا چاہیے کہ اچھی چیز کو اچھی چیز اونھون نے کیسے جانا ہے۔ ضرور اسلیے جانا ہے کہ وہ بدی کو جانتے ہین۔ بیشتر یہ اعتراض اون لوگون کا ہے جنھون نے اچھائی کو ایک خیالی بات دل مین ٹھہرالیا ہے۔ جنکو ایسے خیال کے لوگ اچھا سمجھتے ہین اونکی حالت پر غور فرمایئے۔

فقیرون مین جو بھلائی سمجھی جاتی ہے اوس بھلائی کی حالت

فرض کر لیجیے کہ ایک فقیر ہے جسے لوگ بہت اچھا جانتے ہین وہ کیا کرتا ہے۔ رات دن عبادت کرتا ہے کسی سے برائی نہین کرتا۔ آپ غور کیجیے کہ وہ جو دوسرون کا مال بلا محنت استعمال کرتا ہے۔ یہ کیا اچھا ہے۔ یہ کہوگے کہ وہ دوسرون کا بھلا کرتا ہے۔ یہ تو ضرور ہی غلط ہے کہ وہ سارے دنیا

کی بہلائی کرتا ہے یا جو شخص اوسکی پرورش کرتا ہے اوسکی حاجتین پوری کرتا ہے ۔
میرا خیال یہ ہے کہ وہ جو عبادت کرتا ہے صرف اپنے آیندہ آرام کے لیے کرتا ہے ۔
حاجت کسی کی اوسکے ہاتھہ مین نہین اور مفت خورہ ہے ۔

اسیرون مین جو بہلائی سمجھی جاتی ہے اوس بہلائی کی حالت ۔

ایک امیر کو فرض کر لیجیے کہ اوسکی لوگ مدح کرتے ہین کہ بہت اچھا ہے کیا اچھا ہے ۔ بڑا مخیر ہے ۔ بڑا نیک ہے ۔ کیا آپ نے ایسے امیرون کا انجام نہین دیکھا کہ مجلس افروزی کے لیے مصاحب جمع ہوے انتظام سے بیخبری ہوئی قرضہ ہوا ۔ بالآخر خود بہیک مانگی یا اولاد کو اس قابل چہوڑا کہ بہیک مانگین ۔

حکام مین جو بہلائی سمجھی جاتی اوس بہلائی کی حالت ۔

ایک کلکٹر کو لیجیے اوسکی تعریف ہے کہ بڑا اچھا ہے ۔ وہ کیا کرتا ہے سب لوگون کی سنتا ہے ۔ اور بڑا رحمدل ہے یعنی بڑے جرمون کو معاف کرتا ہے ۔ کیا بدی کی سزا نہ دینا اچھا ہے ۔ کیا ہر اہل غرض کی بات سننے سے مفاسد نہین پیدا ہوتے ۔

اللہ تعالی مین جو بہلائی سمجھی جاتی ہے اوس بہلائی کی حالت

اسی طرح درباب حق تعالی آپ نے اپنی خیالی نیکی کے موافق سمجھا ہے کہ وہ نیک ہے ضرور وہ ایسا نیک ہے کہ کوئی اوسکی دوسری مثال نہین ہے لیکن وہ زندہ کو مردہ کرتا ہے ۔ جننے کی عورتون کو تکلیف دیتا ہے ۔ وہ جرائم کی سزائین علاوہ اسکے جو آیندہ کے لیے مقرر ہین دنیا مین بہی دیتا ہے پس جو نیکی آپ نے خیال کر رکہی ہے وہ غلط نیکی ہے ۔ آپ اوس خالق کا حال سوچ رہے ہین جو ایک بڑا منتظم ہے اوسمین طرح طرح کے اوصاف موجود ہین سب ایک صفت کو دوسری

صفت سی ملائیگا عقل حیران ہو جائیگی اور ایک صفت دوسری صفت کے متضاد اور مخالف معلوم ہوگی
اور آپ کی سمجھہ سے باہر ہو جائیگی (لفظ آپ سے ذات قاری یا مخاطب مراد نہین ہے
عامہ خلائق مراد ہین) اسی لیے یہہ امر ہے کہ جو لوگ قابلیت نہین رکھتے اونکو اللہ جل شانہ
کے امورات مین سوچنا ہی منع ہے - اسی لیے مین ناظرین کی خدمت اقدس مین گزارش
کرتا ہون کہ اگر آپ کی طبیعت مین زیادہ خلجان کی کیفیت ہو تو آپ ان مباحث مین نہ پڑین
اور خیال کرلین کہ وسوسہ شیطانی ہو اور آگے اس کتاب کو ملاحظہ فرمائین -

شرح اس بات کی کہ بیان بالا کا مقصود انکار دلائل نہین ہے

ممکن ہے کہ جو کچھہ آپ سے مین نے گذارش کیا آپ فرمائین کہ اسکی معنی
یہ ہین کہ دلیل کام کی چیز نہین ہے - اور جب دلیل کام کی چیز نہ ہو
تو کوئی چیز ثابت ہی نہین ہو سکتی حالانکہ دنیا کا کام دلیل سے چلتا ہے - مثلاً جو شخص
مکان مین بیٹھا ہو وہ چاندنی چھٹکی ہوئی دیکھکر جان سکتا ہے کہ چاند نکلا ہوا ہے - گو
اوسنے چاند کو اوس وقت نہ دیکھا ہو - جو شخص مرا پڑا ہو اور سینے مین اوسکے زخم ہو جس سے
خون اوبلا ہوا ہو آپ جان لینگے کہ یہ زخم اس موت کا باعث ہے اور کسی نے گولی
چلائی یا تلوار ماری ہے تب زخم ہوا ہے - کوئی زخم کا لگانیوالا ہے - اسکی توضیح بھی
ضرور معلوم ہوتی ہے -

امتیاز صحیح وسقیم کی دقت کا بیان -

پس جاننا چاہیے کہ ہم دلیل سے اور اوسکی صحت سے کب انکار
کرتے ہین - ہمارا مطلب یہ ہے کہ محض دلیل جو قوت فکر اور معلومات
کا نتیجہ ہے قوت فکر ومعلومات پر اوسکی صحت اور عدم صحت موقوف ہے اگر آدمی کی عقل وسمجھ صحیح ہے

تو دلیل بہی جو صحیح معلومات پر بنی ہے صحیح ہوگی ورنہ نہین۔

مثال عدم صحت اوس دلیل کی جو آنکہہ سے دیکہکر پیدا کی ہو۔

ایک مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص جو دنیا مین نہین پہرا اور ناواقف ہے جب موسم گرمی مین ایسے جنگل سے گذریگا جہان ریت کے سوا اور کچہہ نہو جان لیگا کہ تالاب بہرے ہوے ہین۔ یہ نتیجہ غلط ہے گو آنکہہ سے دیکہی ہوی چیز کے متعلق نکالا ہے۔ غلطی اسلیے ہوی کہ اس شخص کو معلوم نہین کہ گرمی مین دور کی ریت بشکل تالاب نظر آتی ہے۔

مثال عدم صحت اوس دلیل جو سنکر پیدا کی ہو۔

ایک مثال یہہ ہے کہ ایک مجسٹریٹ کے سامنے ایک شخص لایا گیا جو اس الزام مین ماخوذ تہا کہ اوسنے اپنے آقا کے مال کی چوری کی اور جب اوسپر سختی ہوی تو اوسنے چرایا ہوا مال دیدیا۔ دو آدمیون نے قسم کہا کر بیان کیا کہ اسنے چوری کا مال دیا ہے اور اوس شخص نے بہی قبول کرلیا کہ ہان مین نے مال آقا کا چورایا تہا اور ایک جگہہ چہپا رکہا تہا مین نے دیا ہے۔ مجسٹریٹ نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ چور ہے اور اسکو چوری کی سزا دینی چاہیے۔ اوس دن مجسٹریٹ حکم نہ دیسکا۔ دوسرے دن اوسکے پاس ایک گمنام عرضی آئی اوس مین لکہا تہا کہ یہ شخص جو چوری کرنا اپنی بنسبت قبول کرتا ہے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے کیونکہ چوری آقا کے بہتیجے نے کی ہے اور اوسکے دوست نے اور وہ دونون وہی شخص ہین جنہون نے قسم کہا کر بیان کیا ہے کہ یہ مال قبول کرنیوالے کے دینے سے ملا ہے۔ مجسٹریٹ کو آقا اور ملازم کے تعلق سے شبہہ ہوا اور اوسنے زیادہ تحقیقات کی اور آخر کو دونون نے قبولا کہ درصل چور وہی تہے

جنہون سنے قسم کہا گرگواہی دی تہی اور جو الزام مین پکڑا ہوا آیا تہا صرف آقا کے بہتیجے کے بچانیکے لیے الزام اپنے اوپر لیتا تہا۔ وجہ اسکی یہہ تہی کہ جسکے یہان چوری ہوی تہی نہایت بامروت تہا چوری اوسکی غیبت مین ہوی تہی اور پولیس والے اوسکے گہر پر پہونچنے سی پہلے آچکے تہے اونہون نے مال بہی بہتیجے سے لیلیا تہا اور اصلی کیفیت بہی معلوم کر چکے تہے۔ اس بہتیجے کی شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی تہی۔ بیوہ بہاوج یعنی چور کی مان نے خوشامد کی تہی اور مالک سنے مروت مین آکر اپنے ایک وفادار ملازم سے کہدیا تہا کہ تم ایک دو برس جیلخانہ مین رہنے کی مصیبت جہیل لو اور میرے خاندان کو بدنامی سے اور اس بہتیجے کو قید سے بچا دو۔ اوسنے قبول کر لیا تہا۔ چنانچہ مجسٹریٹ سنے اصلی مجرم کو سزا دی اور وفادار ملازم کو چہوڑ دیا۔ یہ مثال فرضی نہین ہے ایک مقدمہ ہے جسکی مثل ایک ضلع مین موجود ہے۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جو نتیجہ پہلے دن مجسٹریٹ نے نکالا تہا وہ غلط تہا اس لیے کہ غلط معلومات پر مبنی تہا گو پہلے دن لاجواب تہا۔

واضح دلائل مین سخت دہوکے ہو سکنے کا بیان۔

یہان تک دلیلون مین دہوکہ ہوتا ہے کہ جو دو مثالین صحیح نتیجہ کی اعتراض مین بیان کی ہین ممکن ہے کہ وہ بہی صحیح نہون۔

جس شخص سنے چاندنی سے چاند کو جانا ممکن ہے کہ وہ روشنی کسی دوسرے ستارہ کی ہو یا کسی بڑی مصنوعی روشنی کا عکس ہو۔ یا بنایا ہوا چاند ہو جیسے مشہور ہے کہ ایک جہوٹے دعویدار پیغمبری نے نکالا تہا اور وہ شخص جو مرا پڑا ہوا تہا بازیگر ہو۔ خون جو آپنے اوبلا ہوا دیکہا وہ اوسکے جسم کا نہو اور وہ زخم صرف بنا ہوا ہو جیسے آپ نے عمدہ شعبدہ بازون کو تماشہ

کرتے ہوے دیکھا ہوگا۔ وہ شخص عمر اہوا بھی نہو دم سادہ لیا ہو۔ زیادہ تر غور کے قابل
یہ بات ہے کہ آپ وزن نارنگی کو دیکھکر نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اوسکے اندر سے پھانکین نکلینگی
اور اُن پھانکون مین جو زیرہ ہوگا اوسمین رس ہوگا۔ لیکن اگر موم کی نارنگی کو جیسے بنتی ہے
آپ دیکھینگے تو بھی یہی نتیجہ نکالینگے حالانکہ اوسمین نہ پھانک ہوگی نہ رس۔ اس سے یہ بات
ظاہر ہے کہ دلیلون کی صحت کا جان لینا اور دہوکون سے بچنا آسان کام نہین ہے گو دلیل حقیقت
مین ایک شے مستقل ہے۔

علم منطق سے دہوکون کے زیادہ بڑھ جانے کا بیان۔

اسی لیے لوگون نے اس باب مین کتابین تصنیف کی ہین اور بڑی
بڑے قواعد مقرر کیے ہین جنکی نسبت دعوی کیا جاتا ہے کہ اوس طریقہ پر جو شخص فکر کریگا خطا
نہو گی۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ جسقدر اوس طریقہ پر فکر کرنیوالے خطا کرتے ہین اتنا وہ
لوگ نہین کرتے جو اوس علم سے واقف بھی نہین ہین۔ ثبوت اسکا یہ ہے کہ جسقدر منطقی
لوگون مین اختلاف ہوتا ہے اوسقدر دوسرون مین نہین ہوتا۔ ضرور ہے کہ ایک نتیجہ صحیح
ہو۔ پس یہان جو ایک ہی امر کی بابت مختلف نتیجے نکالے ہین وہ سب کیونکر صحیح ہو سکتے ہین؟

عدالت ہائیکورٹ کی حالت سے دلائل کی دقت اور اشکال امتیاز پر استدلال۔

آپ ہائی کورٹ کو ذرا غور سے دیکھیے کہ ایک ہی معاملے مین ایک
وقت وہی جج ایک راے دیتے ہین دوسرے وقت دوسری راے
حالانکہ اون راے دہندون کے کمال عقل اور کمال قوت فکری کے متعلق کوئی شخص شبہہ
نہین کرسکتا۔ پریوی کونسل مین جب وہ فیصلے جاتے ہین اونکی غلطیان ثابت ہوتی ہین۔
یعنی دوسرے نتیجے نکالے جاتے ہین۔ قیاس یون چاہتا ہے کہ اگر کوئی اور مجمع لیا

مان لیا جاوے کہ اوسے پریوی کونسل کے احکام کی نظر ثانی کا اختیار دیا جاوے تو وہ بھی ایسا ہی کریگا۔ چنانچہ جو شخص شرع محمدی کے احکام جانتا ہے اوسے معلوم ہے کہ وقف یا وصیت کے معاملات اوس عالی عدالت سے ابتک صحیح فیصلہ نہین ہوئے۔ ایسے ہی امور کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اختلاف راے ایسی آسان شے ہے کہ لوگ اختلاف کرنیوالونکو معذور سمجھنے لگے ہین۔ پہر آپ غور کیجیے کہ کن معاملات کی نسبت علی الاکثر ایسا واقع ہوتا ہے اون معاملات کی نسبت جنمین دستاویزین تحریر شدہ موجود ہین رجسٹر یان ہوچکی ہین۔ قوانین سے پہلے معاملات کے فیصلے کے لیے منضبط ہین۔ نظائر اونکی شرح کرچکے ہین یہان سوچنا اللہ تعالی کے کارخانہ کا مقصود ہے جسمین بدلنے والے قانون اور اختلاف کرنیوالی رائین درماندہ ہین۔ اس بڑے کارخانہ کی مثال دوسری موجود نہین جہان قیاس کام دے۔

دلائل کے دقت امتیاز کے متعلق تجربات کی ایک مثال

دلائل کا ضعف یہان تک میری نظر مین ہے کہ جسقدر مخلوقات ہین بعض ایسی ہین کہ اوسطرح کی مخلوقات مین ایک تجربہ صحیح ہوتا ہے یہی تجربات سب سے مضبوط دلیل ہو جاتے ہین۔ مگر وہی تجربہ اوسی طرح کی مخلوق مین ناکافی و بیچارہ ثابت ہوتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ دلیل عموماً مضبوط شے نہین مثال اوسکی یہ ہے کہ آپ غور فرمایئے کہ آفتاب کی حرارت اور آگ کا خاصہ یہ ہے کہ برف کو گلا دے اور جبتک وہ برف کو نہ گلا یے برف سے جو چیز ڈھکی ہوئی ہو اوسپر حرارت آفتاب کا اثر نہ پہونچے۔ مگر آپ دیکھیے کہ ایسا مضبوط قاعدہ اللہ تعالی جلشانہ کے بعض مصنوعات ہم قسم مین کسقدر ٹوٹتا

ہوا ہے۔ چنانچہ بذریعہ غبارہ جو لوگ بہت اوپر گئے ہین اونہون نے یہ بات دیکھی ہے کہ کرۂ ارض کے گرد ہوا اسقدر سرد ہے کہ اوسمین پہونچکر آدمی زندہ نہین رہ سکتا۔ حکما سابق قائل تہے کہ کرۂ زمہریر ہمارے اوپر ہے اوسپر کرۂ نار ہے اوسکے اوپر آفتاب ہے۔ معنی یہ ہین کہ ہم برف سے ڈہکے ہوے ہین باوجود اسکے وہ برف بہی بحال خود قائم رہتا ہے مگر گرمیون مین آفتاب کی حرارت اور آگ ہم لوگون کو اسقدر ستاتے ہین کہ بدن پر آبلے پڑجاتے ہین۔ یہ عجیب بات ہے کہ تہوڑی سی برف تو اتنے بڑے آفتاب اور آگ کی گرمی کو ایسا بچاے کہ جبتک اوس سے ڈہکے رہیے بچے رہیے۔ اور اتنی بڑی سردی کرۂ زمہریر یا ہوا کی سردی کچہہ نہ کرسکے۔ یہ بات کہ شعاعین ٹیڑھی ترچھی ہوجاتی ہین اور اثر بدل جاتا ہے زمین پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو گرم کرتا ہے قریب والون کو گرمی پہونچاتا ہے۔ مضبوط نہین معلوم ہوتی اسلیئے کہ آگ کے انگارے برف پر ٹیڑہے ترچہے رکہدیجیے اثر یکسان ہوگا۔ آخر کرہ زمہریر سب طرف یکسان محیط ہے اور کسی قسم کی شعاعین ہون سیدہی یا ترچھی سب برف مین سے ہوکر آتی ہین مگر آپ کے قاعدہ کلیہ کو توڑے ڈالتی ہین۔ اسلیئے کہ شعاعین ایسی سرد ہوا مین ہوکر آتی ہین کہ سوای اس مثال کے اور کوئی مثال دنیا مین نہین ہے جہان آگ کی شعاعین اور لپٹ بعد ایسے سرد مقام سے مرور کی گرمی کا اثر رکہہ سکتی ہون جسقدر وجوہ اسکے حکما نے بیان کیے ہین وہ وجوہ گرمی کے احساس کے ہین ایسی کوئی مثال نہین بتلائی جسمین گرمی اور سردی باوجودیکہ ایک دوسرے مین نفوذ کرتی ہون بحال خود باقی رہین ہمیشہ یا سردی معدوم ہوجاتی ہے یا گرمی کیونکہ

دونون صریحاً اضداد ہین۔

اس بیان سے یہ امر ذہن نشین ہو گیا ہوگا کہ گو دلیل ہی پر مدار عالم کا ہے مگر دلائل مین امتیاز کرنا اور صحیح کو سقیم سے پہچاننا کیسا دشوار کام ہے جسکی وجہ سے عالم ان اختلافات مین مبتلا ہے کہ حقیقت مین دو آدمی بھی ایک راے کے کم ہوتے ہین۔

بیان اسکا کہ اللہ تعالی نے دقت امتیاز کو کیونکر رفع فرمایا ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ حق تعالی کو جو نبی بھیجنے کی ضرورت ہوئی وہ یہی تھی کہ لوگون مین ایک ایسا آدمی بھیجنا چاہیئے (۱) جو ایسی مضبوط عقل کا ہو کہ اوسپر صحت دلائل مین امتیاز کرنیکے لیے پورا اعتماد کیا جا سکے۔ (۲) اور اوسکی قوت فکری ایسی خاص طرح کی بنائی ہوئی ہو جو کبھی غلطی نہ کرے۔ (۳) اور وہ جان سکتا ہو کہ حقیقت مین یہ دلیل صحیح ہے اور یہ دلیل غلط ہے۔ (۴) وہ دلائل کو ایسی واضح باتون سے ثابت کرے کہ دل مان جائے (۵) اور وہ دکھلا دے کہ اوسمین کیا قوت ہے یعنی وہ قوت ہے جو اور کسی فرد بشر کے اندر نہین ہے۔ ضرور ہے کہ اسمین بڑی آسانی ہو سکتی ہے اور جھگڑا چک جاتا ہے۔

اب اون دلائل کو دیکھیے جو اپنے نبی کی زبان سے حق تعالی نے کہلائی ہین وہ سب چھوٹے چھوٹے ہین نہایت مختصر اور واضح۔ اور وہ صرف اونہین مطالب کے لیے بیان کیے گئے ہین جو حق تعالی کی ذات کی شناخت کے متعلق ہین۔ جب شناخت ہو گئی اور حق تعالی کے پیغمبر کو پیغمبر مان لیا تو جسقدر احکام بیان ہوے اونمین اکثر دلیل نہین بیان کی گئی (مثلاً نماز کیون واجب کی ہے۔ عدد رکعات کیون مختلف ہین

عام فائدہ اور نقصان ہر چیز کی دلیل نہین ہے) اس لیے کہ دلیل کا سلسلہ ہی خطرناک تہا۔ حق تعالی کے وجود کی بابت جسقدر دلائل ہین میرے نزدیک وہ اسقدر ظاہر ہین کہ اگر آدمی اونسے انکار کرے تو وہ پانی کے پانی ہونیسے انکار کرسکتا ہے اور آگ کے آگ ہونے سے۔ اسی لیے بعض بڑے علمار کا مقولہ ہے کہ وجود باری تعالی کا مان لینا تو گویا ایک فطری اور طبیعی امر ہے۔

اب مین مقصود اصلی کیطرف توجہ کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ آئندہ جو گذارش کرون اپ کی تسکین اور تفریح کا باعث ہو گو یہہ میرا لکہنا ہی دلیل ہے مگر یہہ بات پائیگا کہ صرف ان چیزون کیطرف توجہ دلائی ہے جنکے موجود ہونے مین اگر آنکہہ کہول کر دیکھیئے تو کوئی شخص شک نہین کرسکتا اور اونکے وہ مصالح بیان کیے ہین جو بہت ہی ظاہر ہین۔

باب اول

باب اول

اسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے

نظام عالم کی خوبیان

نظام عالم کے بیان کی وجہ

اصل مین یہ اعتراضات خلق شیطان اور اوسکے اقتدار کی بابت نہین ہین بلکہ اوس نظام اور حکمت عملی اور صنائع و بدائع الہی کے متعلق ہین جو اس بڑے کارخانہ مین موجود ہین جسکی عظمت اور دقائق کنہ ماہیت کا پہچاننا ابتک ہماری سمجہہ سے باہر ہے۔ یہی وجہ ان اعتراضون کے دشوار معلوم ہونیکی ہے۔ اس لیئے لازم آتا ہے

کہ کسی قدر بسط کے ساتھہ اس سلسلہ نظام کی خوبیون کا جہانتک ہماری سمجھہ مین آسکتی ہین بیان کیا جائے۔

موجودات عالم مین افراط اور تنوع ہے

پس سب سے اول اجلای بدیہیات سے یہ بات ہے کہ جناب باری تعالی جل شانہ نے جو عالم کو ایجاد فرمایا ہے اوسکی مخلوقات مین بڑا افراط اور تنوع ہے اور باوجود افراط اور تنوع کے اونمین عجیب غریب نظم ہے۔

افراط کا بیان

افراط کو آپ ملاحظہ فرمایئے۔ ستارون کو دیکھیے۔ اونکی کثرت کہ وہ گنے نہین جا سکتے ضرب المثل ہے! ہوا کو دیکھیے کہ اتنے بڑے کرۂ زمین پر محیط ہے۔ مٹی کو دیکھیے زمین کی وسعت اور فصحت نہایت عظیم الشان ہے اسقدر بڑا کرۂ زمین کا ہے کہ ہر جگہہ پہونچنا کسی فرد بشر کا ناممکن ہے۔ پانی سمندر کو ملاحظہ فرمایئے۔ بارش کو دیکھیے۔ دریاؤن کی عظمت اور طغیانی کو دیکھیے۔ جو چیزین زمین اور آسمان کے اندر ہین اونکو بنظر تعمق دیکھیے کیا کثرت ہے! مثلاً ذی روح یعنی انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ انسانون کی کثرت ہر بازار مین ہر فوج مین کیسی نظر آتی ہے۔ اور ملکون ملکون مین یہی ہین۔ انکے ساتھہ سواریان۔ باربرداری کے جانور۔ ہاتی۔ گھوڑے۔ اونٹ۔ خچر۔ اور پھر اور مخلوق۔ لاکھون چڑیاین کروڑون چڑیان۔ کیڑے۔ مکوڑون کا تو شمار نہین ہوسکتا! گویا تصور مین بھی تعداد اونکی نہین آسکتی۔ نباتات کو ملاحظہ فرمایئے۔ گویا عدد اونکے حصر کو کافی نہین۔ جمادات کا بھی یہی حال ہے۔

الغرض یہ ایسی بدیہی چیزین ہین کہ زیادہ اشارہ اونکی طرف ضرور نہین صرف اس لیے اونکا ذکر کیا جاتا ہے کہ خیال اونکی افراط پر رجوع ہو کہ کیسی کثرت ہے!۔

تنوع کا بیان

اب تنوع پر نگاہ فرمایئے۔ ستارے کتنے چھوٹے بڑے گوناگون اور مختلف خاصیتون کے ہین جنمین سے بہت تھوڑون کا علم ہمکو ہوسکتا ہے کوئی ثابت ہے کوئی سیارہ ہے کسی کی تاثیر یہ ہے کہ گرمی پیدا کرتا ہے۔ کوئی دانہ پیدا ہونے مین مدد کرتا ہے۔ کوئی اوسے پکانے مین مدد کرتا ہے کوئی چمڑہ کو رنگاتا ہے وقس علیٰ ہذا۔

ہوا۔ متنوع اجزا سے مرکب ہے اختلاف امتزاج سے طرح طرح سے متنوع ہوجاتی ہے جسکا تنوع ہماری سمجھ مین آسانی سے نہین آتا ظاہر تنوع اوسکا یہ ہے کہ ایک ہوا ہے کہ پانی برساتی ہے۔ ایک ہے کہ خشکی پیدا کرتی۔ ایک ہے کہ بیماری پیدا کرتی ہے۔ ایک ہے کہ بیماری دور کرتی ہے۔ ایک ہے کہ دل خوش کرتی ہے ایک ہے کہ پریشان کردیتی ہے

مٹی کو دیکھیئے وہ بھی مختلف اجزا سے مرکب ہے اور اسیلیئے اتنے اقسام کی ہے کہ ابتک شمار نہین ہوسکا ہر قطعہ ملک مین مختلف اقسام کی ہوتی ہے۔ کہین ہیرا پیدا ہوتا ہے۔ کہین کوئلہ۔ کہین گنا پیدا ہوتا ہے کہین گھاس بھی نہین جمتی کہین سیب پیدا ہوتا ہے کہین امرود۔

پانی کی طرف توجہ فرمایئے اوسکا بھی ایسا ہی حال ہے۔ کھاری ہے میٹھا ہے کڑوا ہے۔ اور صدہا چھوٹے چھوٹے فرق اس عنصر مین ہین۔

انسانون کو ملاحظہ فرمائیے کہ ان مین کتنا تنوع ہے۔ ہر شخص اپنی صورت کے خاص فرق سے پہچانا جاتا ہے۔

حیوانات مین سے کوئی چیز لیلیجیے۔ بیلون کو دیکھیے۔ اختلاف صورت ورنگ و قد و قامت پر لحاظ کیجیے۔ کوئی اتنا بڑا ہے کہ گاڑی کھینچتا ہے! کوئی اتنا چھوٹا ہے کہ پنجڑون مین رہتا ہے! بندرونکا تنوع مشہور ہے۔ پرندون مین سے اسیطرح کسی چیز کو لیلیجیے۔ مثلاً طوطا۔ سیکڑون طرح کا ہے باعتبار رنگ و قد و ہیئت کے کوئی سفید۔ کوئی سبز۔ کوئی جیلا۔ کوئی سرخ۔ اور کوئی مختلف رنگون پر شامل ہوتا ہے۔

حشرات الارض پر جب متوجہ ہو جیے گا عجب ہو گا۔ سانپ کتنی قسم کے ہین چھوٹے کیڑے کتنے نوع کے ہین۔ تتلیان لاکھون قسم کی ہین۔ پانی اور ہوا اور عنصر کے کیڑے کتنی طرح کے ہین۔

نباتات کے اقسام آپ کو بھی معلوم ہین کہ گنتی سے زیادہ ہین۔

جمادات کی بھی یہی حالت ہے۔ اونکے فرق خاصیت پر جب نظر ڈالیے! اور اونہین کے فرق خاصیت پر کیا موقوف ہے ان جملہ اشیا کی فرق خاصیت پر ذرا توجہ کیجیے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اسقدر تنوع ہے جسکا کوئی شمار نہین۔ اللہ اکبر! بعض چیزین ایسی ہین کہ اونکے کہانے سے زندہ مردہ ہو جاتا ہے۔ بعض ایسی ہین کہ قریب المرگ تندرست ہو جاتا ہے۔ ایک شے ایسی ہے کہ قبض ہو جاتا ہے۔ ایک ایسی ہے کہ اسہال ہو جاتا ہے۔ ایک چیز جلاتی ہے ایک چیز جلی کو اچھا

کرتی ہے۔ ایک پگھلاتی ہے۔ ایک منجمد کرتی ہے!۔

متنوع ہونا اضداد ہو جانیکی حد کو پہونچا ہے۔

اس تنوع کی کوئی حد نہین ہے اور جب یہ تنوع لاتعد ولاتحصے اشیا مین سے وہ اس رتبے اور حد پر پہونچ گیا ہے کہ مخلوقات ایک دوسرے کی ضد ہوگیے ہین۔ آگ کو پانی کے ساتھہ کر دیجیے یا آگ بجھہ جائیگی یا پانی بخار ہوکر اوڑ جائیگا۔ آدمی کو شیر کے ساتھہ بند کر دیجیے وہ اسے یا یہ اوسے مار ڈالیگا یہان تک اضداد ہین کہ جو چیز ہے وہ اپنا بقا اور نفع چاہتی ہے اور دوسرے سے حاصل کرتی ہے کہ وہی دوسرے کا یا اپنا ضرر ہے اور گویا ہر چیز ضد ایک دوسرے کی ہے

اضداد باوجود اضداد ہونیکے بحال خود ہین۔

باوجود اسکے انمین ایک نظم ہے کہ ہر شے اپنی اپنی جگہہ موجود ہے اور ایسی حالت مین ہے کہ اونکا اثر اونمین پورا برقرار ہے۔ ان اضداد کے پیدا کرنے مین اور اُنکے ایک مدت تک بحال خود رہنے مین فی الواقع عجیب صنعت ہے کہ تصور اور بیان اوسکے احاطہ سے قاصر ہین۔

اضداد سے کیا عجیب کام حق تعالی نے لیا ہے اور مخلوق پیدا کی ہے۔

یہ خوبی اور صنعت یعنی اونکا پیدا کرنا بحال خود برقرار رکہنا ضرور حیرت مین ڈالتا ہے۔ مگر اس سے بہی زیادہ حیرت اس بات پر نظر کرنے سے ہوتی ہے کہ اضداد سے کیا کام اللہ تعالی نے لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر کام ہوے ہین اضداد کے ذریعہ سے ہوے ہین۔ ایک مخلوق کی قوت دوسری مخلوق سے جو ضد ہے ملا کر دونون کو محدود کیا ہے اور اوس سے اور مخلوق پیدا کیے ہین اور وہ چیزین جو مخلوق کے کام آئین۔ اصل اشیا مین ایک خاص قوت بڑے زور

شور کی اور نہایت تام اور کامل ہے - مثلاً پانی کی قوت - کیسے کیسے مضبوط پل توڑ دیتا ہے ! قطعات اراضی جنہین لاکہون آدمی ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجائین دم مین ادہر سے اودہر کر دیتا ہے - مضبوط پتھر ایسے کٹ جاتے ہین جیسے لکڑی چھری سے کٹ جاتی ہے ہوا کی قوت - کیسے مضبوط درخت جڑسے اوکھڑ جاتے ہین - کرورون من پانی لیے ہوے بادل اوسپر چلتے ہین ! - وہی پانی جو ایسا قوی ہے اوسکے ذریعے سے چلتا پھرتا ہے - بڑے بڑے جہاز اور ڑے اوڑے پھرتے پار کے رُکے رہتے ہین - آگ کی قوت - کوہ آتش فشان سے پتھر اسطرح گل کر بہتے ہین کہ جیسے پانی اور شہرون کو تباہ کر ڈالتے ہین ! جب آگ زور سے مشتعل ہو جاتی ہے بجھانا مشکل ہوتا ہے ادسی مین لوہا اور ساری دہاتین جو ایسی سخت ہین کہ اکثر چیزین اونسے کٹ جاتی ہین گل جاتا ہے - مٹی کی قوت ہر چیز کو گلا کر اپنا سا کر لیتی ہے کیسی سخت سے سخت شے کیون نہو یہہ قوتین غور فرمایئے کتنے زور کی ہین کہ بظاہر اجتماع اونکا محال معلوم ہوتا ہے - چنانچہ ہوا اور مٹی مین کسقدر زور اور اختلاف ہے - ہوا ہر وقت متحرک ہے - مٹی ہر وقت سکون کی حالت مین ہے - آگ ہر وقت جلاتی ہے - پانی ہر وقت بجھاتا ہے - باوجود اسکے یہہ چارون ایک جگہہ ہین اور یہی مادۂ خلق ہین جنکا نام اربع عناصر مشہور ہے - اسوقت کی تحقیقات مین عناصر بہت زیادہ ثابت ہوے ہین - اور آگ عنصر قرار نہین پائی - اوس بحث سے قطع نظر کرکے ان اربع عناصر یعنی آگ - ہوا - پانی - مٹی پر غور فرمایئے کہ انہین سے جمادات پیدا ہوے انہین سے نباتات

انہین سے کیڑے ۔ انہین سے چوپایے ۔ نہین سے دوپایے ۔ یہانتک کہ آدمی انہین سے پیدا ہوا ۔ ہر چیز مین جو یا زیادہ چیزون کو کمابیش ملاکر ہر ایک کی قوت محدود کی ہے اور اس قدر متنوع اور با فراط اشیاء پیدا فرمائی ہین ۔ کہ سبحان اللہ ! ۔

مخلوقات مین قوتون کا تنوع ہے اور وہی مادۂ فضیلت ہے اسلیے انسان بہترین مخلوقات ہے

ان مخلوقات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان اونکے اندر افراط ہے اونکی قوتون مین تنوع کا افراط ہے اور وہی کمی بیشی مادۂ فضیلت ہے مگر قوت ایک خاص زور کی سب کے اندر موجود ہے ۔ جمادات مین اس قدر قوت ہے کہ جیسے ہین ویسے ہی ہین اتنا خاصہ اون مین ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز اونپر آپڑے اور اونسے ملصق رہے وہ اوسے اپنا سا بنالین ۔ حرکت ارادی اومین نہین ہے ۔ یہ قوت نباتات مین ہے کہ وہ مٹی کو اپنا سا چند روز کے لیے کرلین اور جلد بڑہین مگر حرکت ارادی اون مین بھی نہین ہے ۔ یہہ مخلوقات اوس مخلوقات اول سے اسلیے افضل ہین کہ مخلوقیت اور تغیر اون مین زیادہ ہے اور وہ زیادہ کام کرتے ہین چنانچہ پہل لاتے ہین ۔ جمادات نہین لاتے ۔ مگر نباتات مین بھی یہ قوت نہین ہے کہ خود حرکت ارادی کرین جنمین یہ قوت ہے وہ جاندار ہین اور اسلیے وہ مخلوق ثانی یعنی نباتات سے بہتر ہین ۔ کیونکہ جس چیز مین ایک خاصہ زیادہ ہو وہ اوس سے بہتر ہوگا جسمین وہ خاصہ نہو ۔ مفردات تو وہ ہین ہی نہین ۔ حرکت سے ضائع ہونے سے بچتے ہین نباتات نہین بچ سکتے ۔ جان والون مین وہ چیزین اون چیزون سے بہتر ہین جنکو اپنی پرورش کا زیادہ مادہ دیا گیا ہے اور دشمن سے بچنے کا بہتر طریقہ بتلایا گیا ہے اور وہ انسے بھی زیادہ کام کرسکتے ہین ۔

مثلاً کیڑون مین یہہ مادہ کم ہے۔ اون سے چوپایون مین زیادہ ہے۔ اون سے انسانون مین
بہت ہی زیادہ ہے۔ انسانون سے زیادہ یہ مادہ کسی مین نہین ہے۔ اور اسلیے اون
چیزون مین جو ہمکو دکہائی دیتی ہین انسان سب سے بہتر مخلوق اللہ تعالی کی ہے
اوسکی قوتون کا کوئی مخلوق بہ اضداد مقابلہ نہین کرسکتا یہانتک کہ وہ سب پر غالب
ہے۔ جن سے وہ بنا ہے اونپر بہی اوسے غلبہ ہوتا ہے۔ معنی اوسکے یہ ہین کہ اللہ تعالی نے
زمین کی چیزون مین اختلاف مراتب رکہا ہے اور ہر چیز مین تہوڑا یا بہت اپنی حفاظت
اور دفع ضرر کا مادہ بذریعہ اپنی قوت کے دیا ہے۔ اور اوسقدر وہ مادہ عنایت فرمایا ہے
کہ اوسکے بقا رکو اور اوسکی منفعت کو جس لیے وہ پیدا ہوا ہے جبتک منظور ہے
فی نفسہ کافی ہو۔ مثلاً جمادات مین اونکی مضبوطی مادہ دفع ضرر و حفاظت کا ہے۔
نباتات مین اونکی افزائش اونمین بغیر کمال پر پہونچے ہوے نکلا ہونا باعث دفع ضرر و حفاظت
کا ہے۔ حیوانات مین مختلف ذرائع عطا فرمایے ہین۔ کسی کو سینگ۔ کسی کو بہاگنے
کا مادہ۔ کسی کو ڈنک۔ کسی کو کچہہ کسی کو کچہہ۔ آدمی مین سب سے بہتر مادہ عقل ہے
ہم جب اول سے آخر تک نظر ڈالتے ہین تو ہر چیز مین ایسے مادے پاتے ہین اور
انسان مین سب سے کامل۔ باوجودیکہ اختلاف مراتب جیسا اور تمام مخلوق مین ہے
اس مین بہی ہے پس ضرور انسان بہترین مخلوق اللہ تعالی کا ہے۔

اس مادہ فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب۔

مادہ فضیلت ہماری نظر سے ہے کیونکہ ہم ناظر ہین یہ نظر غلط نہین
ہے۔ غور فرمایئے کہ خواص اور صفات مین مادہ فضیلت دیگر چیزین

ہین ایک خاصہ اور صفت کا فی نفسہٖ تام و کامل ہونا۔ دوسرا ایک سے زیادہ
خواص اور صفات کا ہونا۔ عناصر مین خاصہ اول زیادہ ہے مخلوق بعناصر مین خاصہ
ثانی جہان ترکیب بہ اضداد ہوا اور خواص محدود کیے گئے ہون ہر ایک مخلوق با اضداد
مین وہ کمال خاصہ کا جو مفرد مین تہا باقی نہین رہ سکتا لیکن اوسمین تعدد خواص کا ہوتا
ہے یہ تعدد اوس خاصہ واحد سے یقیناً افضل ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ تیز
خاصے ہمارے لیے مضر ہوتے ہین۔ ظاہر مثال یہ ہے کہ جامع آدمی غیر جامع آدمی
سے اچھے سمجھے جاتے ہین گو غیر جامع مین ایک فن بکامل تر موجود ہو۔ جرنیل اچھا
ہوتا ہے جسمین سپاہی پن بہی اعلیٰ درجہ کا ہو اور قوت نظم جو سپاہی پن کے خلاف
بہی ہے اعلیٰ درجہ کی ہو حق تعالیٰ اسی لیے بہتر ہے کہ اوسمین سارے صفات
بکمال موجود ہین بس جتنے صفات زیادہ انسان مین ہون وہی زیادہ افضل ہونا چاہیے اور یہ کہ
نہونا چاہیے کہ زور کی قوت مفرد مجموعی اور متنوع قوت سے افضل ہے۔ قوت مفرد بہی
کام کی ہے اور افضل ہے مگر یہہ اجتماع اور تعدد اوس سے بہی اعلیٰ اور افضل ہے۔
اگر اس طریقہ دلیل کو نہ مانئے تو اسطرح ضرور ماننا پڑیگا کہ عقل آدمی مین افضل ہے
اگر عقل نہو جانور کے لیے ہیرے اور پتھر مین فرق نہین ہے عقل وہ چیز ہے جس سے
تعدد صفات حاصل ہوتا ہے بس انسان کے افضل المخلوقات ہونے مین شک نہین
ہوسکتا۔ یہی نہین ہے کہ ہم اپنے آپ میان مٹھو بنتے ہین بلکہ حقیقت مین افضل ہین
ورنہ ہم اور کسی مخلوق کے کام کے ہوتے یہ نہوتا کہ سب ہمارے کام کے ہوتے ہین۔

دوسری طرح یون سمجھیے کہ ہر عنصر ایک کام کا ہے اگر وہی کام باعث فضل ہوتا تو دوسرا نکما اور بغیر فضل کے ہوتا۔ چونکہ دوسرا بھی اپنے موقع پر کام کا ویسا ہی ہے جیسا پہلا تو جہان دو صفتین جمع ہون ایک صفت سے بہتر ہین۔ جہان چار صفات جمع ہون دو صفتون سے بہتر ہین۔ قس علی ہذا۔ جہان صفات کا مجموعہ ہو اوسمین جسقدر ہر صفت مین کمال ہو وہ زیادہ فضیلت ہے چونکہ سب صفات اللہ تعالیٰ مین جمع ہین وہ سب سے بہتر ہے آدمی مین بعد اللہ کے اسقدر صفات جمع ہین کہ بعد اوسکی ذات پاک کے اوسی مین سب سے زیادہ کثرت صفات کی ہے اس لیئے وہی اور سب سے بہتر ہو سکتا ہے یہ صفات کسی دوسر مین نہین۔ ایک سے دو کا اچھا ہونا روپیہ کی مثال مین بخوبی ظاہر ہے صرف وہ خدا اچھے نہین جسکی اور وجہ خاص ہے۔ یہ امر کہ یہ قاعدہ اور ایسے ہی قاعدے سب ہمارے طبعزاد ہین اور اس لیئے صحیح نہین غلط ہے۔ آپ کسی دوسرے سے قاعدہ بنواکر لائیے تب مقابلہ اور حجت فرمائیگا۔ صریح امور مین مجادلہ بیفائدہ محض ہے۔

انسانونکی قوتونکا بیان۔

اب انسانون کی قوتون پر جو عطائے الٰہی ہین غور فرمائیے۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ لوہا ہاتھ سے توڑ ڈالتے ہین۔ روپیہ سی سخت چیز کے حرف مٹا دیتے ہین۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ ملک فتح کر لیتے ہین۔ ہم حکم دیتے اور کوسون تک کی مخلوقات جنکو ہمنے دیکھا بھی نہین ہمارا حکم مانتی ہے اور یہانتک مانتی ہے کہ ہم اپنے بنی نوع کو بھی مثل پشہ کے مار ڈالتے ہین وہ کچھ بھی مقابلہ ہمارا نہین کرسکتا۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ ہم ہر مخلوق کو اپنے بس مین لے آتے ہین چاہے وہ کتنا ہی ہمسے زبردست کیون نہو

ہم ہاتی کو قابو مین کر لیتے ہین ۔ ہم شیر کو مار ڈالتے ہین اوسکو تابعدار کر لیتے ہین ۔ ہم چرندون کے علاوہ پرندون کو ایسا تابعدار کر لیتے ہین کہ جو ہم کہین کر ائین اور پہر ہماری ہی پاس چلے آئین یہان تک کہ ہم خود اون چیزون سے جن سے بنے ہین یا وہ ہم مین خاصہ امتزاج سے پیدا ہوی ہین مقابلہ زور سے کرتے ہین ۔ پانی کو پیر جاتے ہین آگ کو بجہا دیتے ہین ۔ مٹی کو کہود ڈالتے ہین ۔ ہوا کو روک دیتے ہین ۔ اَللّٰہُ اَکْبَر ! ۔ یہ قوتین اسقدر زور کی اور آزادین کہ ہم جو چاہتے ہین ہو جاتا ہے یعنی مثلاً جب چاہتے ہین لوہا گلا لیتے ہین ۔ جیسا چاہتے ہین ادسے موڑ لیتے ہین یا ایسا نوکدار یا دہاردار کر لیتے ہین کہ جب چاہتے ہین اوس سے جسے چاہین کاٹ ڈالین ۔ پہاڑون مین وزن ہوجاتا ہے وہ بیچ سے کٹ جاتے ہین ۔ جہان کو ہم چاہتے ہین پانی بہتا ہے جہان کو نہین چاہتے نہین بہ سکتا ۔ جتنا نیچا ہو سطح زمین پر آجاتا ہے ۔ ایک پانی اوپر بہا کرتا ہے دوسرا نیچے کو چلا جاتا ہے کیا ممکن کہ ایک دوسرے سے مل جاوے ۔ ہمنے ایسی عمارتین بنائین ہمنے ایسے باغ لگائے ۔ ہمنے اونمین ایسے آدمی جمع کیے ۔ ہم نے ایسی حکومت حاصل کی کہ ہمکو خیال ہوا کہ ہم ہی خدا ہین یہ بہشت ہے اور سب کچہہ جو دکہلائی دیتا ہے ہمارا ہے ۔ علحدہ علحدہ قوتون پر نظر کیجیے تو زیادہ حیرت ہوگی ۔ مثلاً ایک دیکہنے کی قوت ہے وہ اسقدر قوی ہے کہ چہوٹی سی آنکہہ اتنے بڑے پہاڑ اور اتنے بڑے ستارونکو جیسے چاند اور سورج ہین دیکہہ سکتی ہے ۔ اگر اس قوت کو بڑہائین تو وہ یہانتک بڑہ جاتی ہے کہ حائل کے باوجود آدمی اوسی طرح دیکہہ سکتا ہے جس طرح بلا حائل ہونے کے ۔

پہلے لوگ اسے کشف کہا کرتے تھے اور اب قوت مقناطیسی نام ہے - ایک قوت تعقل ہے اوسکے کرشمے ملاحظہ فرمائیے - وہ عقل یہانتک زور آور چیز بنائی گئی ہے کہ سخت سے سخت قدرتی ضرورتون پر بعض وقت غالب آجاتی ہے - اوسی کی بدولت ہے جو کچھ ہمکو حاصل ہے - ہم غلہ حاصل کرتے ہین - ہم کپڑا طیار کر لیتے ہین - ہم مکان بناتے ہین - ہم دشمن کو دفع کرتے ہین - ہم دوست کی مدد کرتے ہین - ہمنے وہ اصول اور قواعد بنائے ہین جن سے بولنا لکھا جاتا ہے - محنت کا معاوضہ ایک جگہہ کہا جاتا ہے یعنی روپیہ - ہمنے کیسے کیسے نازک قاعدے حساب کے بدولت عقل ایجاد کیے - کیسی کیسی کلین طیار کین - کیسی کیسی عجیب خاصیتین دریافت کین - جنکے ذریعہ سے کوسون کے فاصلہ پر آدمی بات کرسکتا ہے اور آن کی آن مین جا پہونچتا ہے -

کچھ مخلوقات کا انسانون کے نفع کے لیے ہونا -

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک یہ امر ہے کہ جتنی چیزین مخلوق ہوئی ہین اون سب مین نفع ہے اور باوجود اختلاف مراتب ہر چیز ہمارے لیے نفع رسان ہے گو خلق کرنیکا کام اوسمین زیادہ ہو یا کم - یعنی ہمکو کیسے ہی کم درجہ کی معلوم ہوتی ہو - مثلاً **جمادات** دیکھیے اونمین کتنے منافع ہین؟ - **دھاتین** کن کن کامون مین آتی ہین؟ - **پتھر** کن کن کامون مین آتے ہین؟ - **زمین** مین سے جو جو چیزین نکلتی ہین کیا کیا کام دیتی ہین؟ - مثلاً اگر پتھر کا کوئلہ نہ نکلتا اور ریلون مین لکڑی ہی کا خرچ ہوتا تو نہ ریل کا کرایہ اتنا سستا ہوتا نہ آپ کو لکڑی اتنی ملتی کہ جاڑون مین تاپ لین - یہانتک کہ روٹی پکا لین - **نباتات** مین کتنی قوت ہے؟ - آپ بوٹیون کی قوتون کو خیال فرمائیے

بنس بوٹیان ایسی ہین کہ انڈے پر لگا دیجیے دن بہر مین بچہ نکل آئیگا کیسی ہی ہات سخت مضبوط ہو گل جائیگی یہ سب قوتین ہمکو نفع دیتی ہین - آدمی کے امراض کی جسقدر دوائین ہین اکثر بوٹیان ہین - زیادتی قوت کی زیادتی نفع کی ہے - **کیڑون** مین کسقدر نفع ہے؟ **شہد** آپ کو کہان سے ملتا ہے؟ **ریشم** آپ کو کہان سے ملتا ہے؟ - **پرندون** کا گوشت کسقدر مزہ دار ہے اور اونکے گوشتون مین اور پرون مین سے کتنے منافع حاصل ہوتے ہین؟ - **الغرض** کوئی بُری سے بُری چیز یعنی جو آپکو بُری معلوم ہوتی ہے لیلیجیے اور اوسکے منافع ملاحظہ فرمائیے مثلاً سنکھیا ایک چیز ہے کہ اوسکے کہانے سے آدمی مرجاتا ہے مگر زیادہ کہانے سے مرتا ہے اگر بقدر مناسب کہایے بخار بہی اوتر جاتا ہے اور قوت بہی ہوتی ہے - **فضلہ** آپ کو بُرا معلوم ہوتا ہے مگر اوس سے دیا سلائی کا مادہ اور اوسکے کیڑے سے آنکہہ کی دوا ملتی ہے - کہیتون مین ڈالا جاتا ہے قوت پیداوار کی بڑہ جاتی ہے - **مردارخوارون** کا کام صفائی ہے - **سور** کی چربی ادجاع مین آخر علاج بعض مقامات پر ہے **لال سر کا کنکہجورا** اُسکہلائیے ناک مین ہو نکسیے صرع دفع ہوجائیگی - بچہو کا تیل آپکو معلوم ہے کس نفع کا ہے - **مکہیان** آپ کو معلوم ہے کہ کیون مخلوق ہوی ہین - یعنی اسلیے کہ ہوا مین جو حرارت ہے اوسکو جذب کرتی ہین اور گرم ملکون مین اسکی ضرورت تہی اور ایسے ہی بہت سے حشرات کی -

اضداد کا خلق برا نہین ہے

اب بعد اسکے غور فرمایئے کہ خلق اضداد برا ہے یا نہین - ظاہر ہے کہ ہرگز برا نہین - پہر چارون عنصر پر غور فرمایئے - آگ نہوتی تو روٹی کیسے

پکتی - پانی نہوتا تو روٹی کیسے بنتی - مٹی نہوتی تو روٹی کا غلہ کہان سے آتا - ہوا نہوتی
تو غلہ کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ کون پہونچاتا کون اوسکو سکھلاتا - اگر پانی آگ سے
نہ ملایا جاتا اسطرح کہ ایک دوسرے کو نہ بجہا دے یا ضایع نہ کردے بخار کیسے پیدا ہوتا
لوہا بغیر آگ و ہوا و مٹی کے کہانسے آتا بلکہ ہم آپ ہوتے ہی نہین - اتنی ضرورت کی چیزین
کہانسے ملتین اور آپ کیسے دنیا بھر مین چلتے پہرتے - بہت موٹی مثال یہ ہے کہ آپ
ہر وقت لکھتے ہین قلم اونگلیون مین پکڑتے ہین (۱) ایک اونگلی وہ ہوتی ہے جسپر قلم رہتا
ہے (۲) دوسری اوسے حرکت دیتی ہے (۳) تیسری اوسے روک دیتی ہے تب قلم
چلتا ہے اور وہان کو چلتا ہے جہان کو آپ چاہتے ہین - اس سے یہ سمجھہ مین آتا ہے
کہ خلق اضداد اور اوسکا امتزاج سب سے بڑی ترکیب ہے اور ہر ترکیب مین ہمارا فائدہ ہے
اسلیے یہ سب سے بڑی نعمت ہمارے لیے ہے -

وجہ اسکی کہ اضداد مین برائی کیون معلوم ہوتی ہے -

برائی جو ہمکو معلوم ہوتی ہے وہ اسلیے معلوم ہوتی ہے کہ ہم ان
عمدہ اشیا کو کام مین لانے کے اندر غلطیان کرتے ہین دیکہیے
کہانا کیسی اچھی چیز ہے - جب نہین ملتا اور قحط ہوتا ہے لوگونکی کیا حالت ہوتی ہے
کہ بچے بیچ ڈالتے ہین درختون کے پتے کہاتے ہین اور جب وہ بھی نہین ملتے مردار کو بھی
کہا جاتے ہین اور جب کچھہ نہین ملتا مر جاتے ہین - لیکن وہی کہانا ہے جب زیادہ کہا لیتے
ہین بدہضمی اور تخمہ ہوتا ہے سخت تکلیف مین پڑتے ہین اور نکمے رہتے ہین - یہانتک کہ مر
بھی جاتے ہین - اسیطرح ہر ایک اضداد کا حال ہے - مثلاً لحاف اچھا معلوم ہوتا ہے

مگر گرمی مین نہین ۔

اضداد ہونا سبب قریب انعدام ایک دوسرے کا نہین ہے

پہر غور فرمائیے کہ اضداد ہونے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ہر چیز اپنی ضد کو معدوم کرے اور چونکہ خلق بذریعہ اضداد ہے تکمیل خلق اور خلق مین جلب منفعت داخل ہے تو جلب منفعت کے خاصہ سے یہ امر لازم ہوتا ہے کہ ہر چیز ہر دوسری سے آپ نفع اوٹہانے کی کوشش کرے اور وہی انتفاع دوسرے کے انعدام یا ضرر کا باعث ہو۔ اسکا اثر ضرور ہے چنانچہ آدمی کا آدمی دشمن ہے ۔ جانور کا جانور نباتات نباتات کی دشمن ہین ۔ چنانچہ سایہ مین بڑے درخت کے چہوٹے نہین ہوتے بڑے جمادات چہوٹون کو توڑتے ہین وقس علی ہذا باوجود اسکے حیرت ہوتی ہے کہ ہر چیز مین اپنے حفظ اور بقار کا مادّہ دیا گیا ہے جیسا اوپر بیان ہوا ۔ اور غرض کرون کہ جو چیزین زیادہ مضر ہین کمیاب اور دور ہین اور جو چیزین ایسی نہین ہین ہر جگہہ بافراط موجود ہین شیر آدمی سے جدا رہتا ہے ۔ سانپ بہی الگ رہتا ہے ۔ سخت زہر نادر الوجود ہین ۔ پانی اور ہوا اور غلہ ہر جگہہ ہے ۔ مگر یہی نہین ہے کہ دور ہین پاس ہی ہین اور پہر بہی بحال خود قائم ہین ۔ یہ نظم واقع مین اعجب العجاب ہے ۔

ان سب امور کا نتیجہ اور یہ کہ جو قوتہاے انسانی جسقدر ہین عطا شدہ ہین

اس سلسلہ پر جو درجہ بدرجہ عطار قوت اور خواص کا ہے جب غور فرمائیگا معلوم ہوگا کہ جتنی قوتین ہین وہ دیدی گئی ہین اور مل چکی ہین اور درجہ بدرجہ اختیار ہے کہ اوس قوت کو کام مین لاوے یا نہ لاوے ۔ اور اوسی اختیار سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ یہ بہی اختیار ہے کہ اوسے اچہی طرح کام مین لاوے یا بُری طرح

چنانچہ ہر چیز کی قوت پر غور فرمائیے - پانی کی - آگ کی - ہوا کی - جمادات کی - نباتات
کی - حیوانات کی - ہمکو غرض اسوقت انسان کی قوتون کے دیکھنے سے ہے اور اون پر
غور کرنے سے - پس ان بڑی قوتون کو جب ہم آدمی مین دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر
قوتین حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہین وہ اس طرح عنایت فرمائی ہین کہ اپنی ذات مین ایک حد
تک تام اور کامل ہین ایسی حالت نہین ہے کہ کام کوئی دوسرا کرتا ہو اور وہ آدمی مین ہو کر
ظاہر ہوتا ہو جیسے کٹھ پتلی یا کلون کے پرزے ہوتے ہین - اسلیے کہ کوئی وجہ نہین ہے
کہ جب اور چیزون مین خواص اور قوتین ہون اور خاصہ لازمی ہون انسان مین وہ قوتین اور
خواص نہ ہون نہ خاصہ لازمی ہون آگ مین خاصہ اور اوسکے ساتھ لازم ہو - پانی مین خاصہ
اور اوسکے ساتھ لازم ہو - ہوا مین خاصہ اور اوسکے ساتھ لازم ہو - مٹی مین خاصہ اور اوسکے
ساتھ لازم ہو - انسان جب اوسنے بنے کٹھ پتلی کے مثل ہو کر بحس و حرکت ہو جایے
سارے خواص اور لزوم جاتے رہین - یا دہ عقل بیکار کرنیوالا نہین ہوسکتا جب خاصہ خاصہ ہو
اور اوس مین لزوم ہو نظر بعمل تا حد خاصہ مختار یا آزاد ہونا چاہیے - مادہ انسانی کی آزادی اس
بات سے ظاہر ہے کہ آدمی صحیح اور غلط دونون قسم کے نتیجے نکالتا ہے - چنانچہ یہ نتیجہ
بھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود نہین - اگر انسان مجبور ہوتا - یا کبھی کوئی نتیجہ غلط نہ نکالتا
نہ کوئی برا فعل کرتا - یا ہمیشہ غلط نتیجے نکالتا اور ہمیشہ برے افعال کیا کرتا - حالانکہ ایسا
نہین ہے - کیا آپ یقین کرسکتے ہین کہ بندہ جو یہہ نتیجہ کبھی کبھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
جلشانہ نہین ہے دنیا ایک مخلوق بجال خود ہے یہہ نتیجہ بھی اللہ کا نکلوایا ہوا ہے نہین

ہوسکتا۔ یہہ کہ اللہ نے لڑکی پیدا کی اور پہر اوسی اللہ نے اس ڈر کے مارے کہ اوسکی شادی کے مصارف کہان سے آئینگے یا کسی کا داماد ہونا اللہ تعالی کو ناگوار ہوگا اوس لڑکی کو مار ڈالا اگر ایسا ہوتا خلق نفرماتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آدمی کا فعل ہے اور خواص اور قوتین اوسکی جسقدر اوسکو ملی ہین اوسکی ہین یعنی جتنی ہین اپنی حیثیت مین پوری ہین

دفع دخل اسباب کا کہ اللہ نیکی اور شیطان بدی کرانے والا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بدی شیطان پیدا کرتا ہے اور نیکی اللہ اور اسلیے انسان مثل کل کے ہے تو یہہ سقم لازم آئیگا کہ جب شیطان اور اللہ دونون ایک ہی کل کا چلانا چاہین تو شیطان غالب ہو۔ غلبہ اوسکو ہونا چاہیے جو کل کو بنا لے اور شیطان خدا ہو اگر ایسا نہو بدی نہو۔ کوئی وجہ نہین کہ اگر انسان کل کی مثل ہو تو جو کل کو بنا لے اوسے اپنے چلانے کو نہ بنا لے۔ اگر فرمائیے کہ بعض کلین یعنی آدمی اللہ نے اپنے چلانے کے لیے مخصوص کر لی ہین اور بعض شیطان کے چلانیکے لیے چہوڑ دی ہین تو یہ اوس سے بہی زیادہ غلط ہے۔ اسواسطے کہ ہم دیکھتے ہین کہ بد سے بد آدمی بہی نیک کام کرتے ہین۔ اور نیک سے نیک آدمی سے بہی فعل بد یا افعال بد صادر ہوتے ہین۔ بلکہ عام طور پر یہ حالت دیکہی جاتی ہے کہ ہر آدمی سے بعض اچہے بعض برے افعال صادر ہوتے ہین۔ یہانتک کہ بعض برے خواص بہلائی سے پیدا ہوتے ہین بعض اچہے خواص برائی سے پیدا ہوتے ہین چنانچہ بعض آدمی بڑے خیرات دینے والے ہوتے ہین مگر وہ رشوت بہی بہت سی لیتے ہین۔ بعض مین عادت سلوک اور احسان کرنیکی ہوتی ہے مگر وہ بے موقع احسان کرتے ہین۔ بعض آدمی عشق مجازی کے بعد

خدا پرست ہو جاتے ہین - اللہ تعالی نے توفیق اور شیطان کے متعلق جو فرمایا ہے وہ اعانت ہے اور اعانت کا یا ترک اعانت کا وعدہ بعد اسباب کے ہے کہ استحقاق اعانت خود اپنے اختیار سے پیدا کیا جاے آپ اوس سے وہ ہو کا نہ کہا یئے -

وجہ اسباب کی کہ افعال میں برائی کیون معلوم ہوتی ہے اور اوسکا معیار نفع ہے -

جیسا کہ اضداد کی نسبت مین نے بیان کیا ہے کہ وہ بجای خود بڑے عمدہ اور نہایت عجیب و غریب خواص کے ہین برائی نہین غلطی استعمال کی ہے اسیطرح آپ اون افعال پر غور فرمایئے جو انسان سے سرزد ہوتے ہین کہ برے کون سے ہین اور اچھے کون سے ہین اور برائی اون مین کیون پیدا ہوتی ہے شاید سب سے بہتر معیار اور محک یعنی کسوٹی پہچان کی یہہ ہے کہ جو فائدہ دینے والے ہین وہ اچھے ہین جو مضرت اور نقصان پیدا کرنے والے ہین وہ برے ہین - جو فائدہ دینے والے نہین ہین وہ خواہ مخواہ نہین دونون مین سے ایک قسم کے ہین فائدہ خواہ اسوقت کا ہو یا آئندہ کا - مضرت خواہ اسوقت کی ہو یا آئندہ کی - زیادہ غور فرمائیگا تو آخر کو یہین تشریف لے آئیگا مثال عرض کرون - ایک ہاتھ ہلانے کی قوت ہے - اپنے سر مین اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ اوٹھا کر مار لیجیے سر مین چوٹ لگے گی شاید خون نکلیگا - درد ہوگا زخم ہوگا ممکن ہے کہ وہ سڑ جاے اور مر جایے - وہی اینٹ اوٹھا کر ایک بچھو کے مارے اگر وہ مر جاے ایکا دشمن جو آپ کے قریب آرہا ہے اور کاٹنے کو تھا دفع ہو جائیگا - یا سانپ کا سر کچل جائیگا اور آپ بڑی تکلیف یا مرنے سے بچ جائیگا - اور لیجیے کہ وجہ سے بحالت سخت ضرورت ایک صحیح بچہ پیدا ہو سکیگا جب تھوڑی سی غیبت سے اوسی فعل کا قصد

ہوگا ایک قوت ضائع ہوگی اور وہ اضاعت ناحق کا ضعف پیدا کریگی۔ اگر عادت ہوجائیگی
بیحد ضعف ہوجائیگا اگر اولاد ایسی حالتون مین پیدا ہوگی کمزور ہوگی بسبوی تاک بھتی پیدا ہوگی
سب قوا اوسکے ضعیف ہونگے خصوصًا دماغ نکما ہوگا۔ اگر عورت محللہ نہین ہے اور فرض
کیجیے کہ وہ کسی دوسرے کی ہے دونون کو ضرر ہوگا ممکن ہے کہ اوسکی ناک کاٹ لیجاوے
اور وہ ساری عمر مبتلای تکلیفات رہے اور بلائین دور دور تک سرایت کرین۔ اگر نہین ہے
اوسکے اخلاق خراب ہون دوسرے سے اعتماد جاتا رہے اور اوسکی ساری زندگی تباہ ہوجاوے
آپ ایک ہاتھہ اسلیے ہلاتے ہین کہ مستحق کو دیتے ہین ایک اسلیے ہلاتے ہین کہ پانسہ
پھینکتے ہین۔ اوس سے آپ کتنی خیر کرتے ہین اس سے آپ اپنے ہارنے کا رنج اوٹھاتے
ہین یا دوسرے کو بلاوجہ ہارنے کا رنج دیتے ہین اور دونون اوقات عزیز ضائع کرتے ہین
جو ہار جیت محض اتفاق پر موقوف و منحصر ہے۔ آپ غور فرمائیے کہ ہاتھہ ہلانے کی قوت
دینا آپکو اچھا ہے یا بُرا ہے۔ آپکو عقل دینا بُرا ہے یا اچھا ہے۔ الغرض ان تمام عجیب و
غریب قوتون کا۔ ان تمام خواص کا جو انسان مین پیدا ہوے ہین دینا اچھا ہے یا بُرا ہے
آپ ذرا آنکھہ کھولیے تھوڑی سی توجہ فرمائیے۔ کوئی ذی عقل نہین کہہ سکتا کہ ان قوتون کا
دینا بُرا تھا جو مصلحت سے بھی عطا ہوی ہین اور جو انعام بھی ہین۔

بعض اون قوتون کا بیان جو باعث تکلیف ہوکر ضرر معلوم ہوتی ہین

اب مثال کے طور پر اون بعض قوتون کو خیال فرمائیے جو باعث
تکلیف ہین اور بظاہر فی نفسہٖ بُری معلوم ہوتی ہین۔ انسان کو
ایک مادہ دیا گیا ہے کہ درد کو معلوم کرے۔ بچہ جب رحم مادر مین ہوتا ہے اوسکا رکھنا تاکہ

وہ وہان رہے اور ایک حالت پر آئے ضروری ہے - اگر درد معلوم کرنے کی قوت
نہوتی پیپ نکل جاتا اور خبر نہوتی اور وہ مطلب یعنی اوسکا پرورش ہونا فوت ہو جاتا -
اسلیے درد کی کیفیت کی تمیز دینا ضروری تہا - واقع مین درد کے احساس کی قابلیت ایک
بڑی نعمت اور بڑی بخشش ہے - اور یہی حال ہر خاصیت کا ہے اگر تفصیل کیجاے تو یہ
بحث ختم ہونے سے رہجاے - صرف اسقدر غور کرنا کافی ہوگا کہ اگر درد کا احساس نہوتا
آدمی کا ہاتہہ ٹوٹ جاتا اور خبر نہوتی - کٹ جاتا اور خبر نہوتی - کون ہاتہہ ٹوٹنے اور کٹنے
کو روکتا - پس یہ قوت احساس کیسی ضروری چیز ہے - جو بظاہر بُری معلوم ہوتی ہے -
نتیجہ یہہ ہے کہ ہر قوت ایک بڑی نعمت اور ایک بڑی ضروری چیز ہے جسکے بغیر کام نہین
چل سکتا - ذرا سی اور زیادہ توجہ کی ضرورت ہے - قوت احساس اسلیے عنایت ہوی
ہے کہ آدمی کے اعصاب مین قوت صدور افعال کی پیدا ہو ورنہ وہ بے حس ہوتے
مطلقاً قوت ہی نہوتی - پس دونون کی ایسی حالت ہے کہ ایک بغیر دوسرے کے ہو ہی
نہین سکتا - یہی ایک بڑا نکتہ ہے جو زیادہ غور کے قابل ہے یعنی اگر مادہ حس نہوتا آدمی
مثل کل کے ہوتا - کلون کے پرزون پر غور کرنے سے یہ فرق سمجہہ مین آتا ہے -
چونکہ اونمین حس نہین ہوتا - جب ٹوٹ جاتے ہین بے خبر پڑے رہتے ہین بیحس ہونے
کی وجہ سے کلونکی قوت اپنی ذات مین تمام نہین ہے - جبتک انسان نہو کل بیکار رہے
چل نہین سکتی - نہ پرزہ بدلا جا سکتا ہے - وہ محدود کام کے لیے ہے - مثلاً کپڑا بننے
کی کل - سینے کی کل - لوہا بنانے کی کل - اوزار بنانے کی کل - تولنے کی کل -

آپ نے منٹ یعنی ٹکسال مین دیکھی ہوگی یہ سب کلین ایک ایک کام کی ہین - وہ کل جو
ان سب کلون کو بناتی اور چلاتی ہے ضرور اوسمین ان کلون سے مغائرت اور فوقیت
ہے - یہ کلین اسکی بنائی ہوی کل سے کہین ادنی درجہ کی اسلیے ہین کہ ان مین مادہ
حس نہین ہے - الغرض اگر انسان مین قوت حس کی نہوتی انسان ایک کل ہوتا اور محض
کل - اسلیے قوت احساس دونون کے لیے ہے وہی قوت حساس دردکی قوت ہے
اور وہی قوت صدور افعال کی قوت ہے اور دونون کیسی ضروری اور کتنی بڑی نعمت
ہین اور کیسی ملی جلی ہین کہ جدا نہین ہوسکتین اگر انسان ایسا پیدا کیا جاتا کہ بھلائی کے وقت تو یہین او
قوت ہو برائی کے وقت وہ قوت جاتی رہے تو بھلائی اور برائی کے افعال کا انسان تابع
ہوتا اور پھر اوسکی مثال جمادات اور بعض حیوانات کیسی ہوتی یا اون خاصیتون کی سی جنپر انسان
خلقۃً مجبور ہے - (مثلاً کھانا معمولاً ایک ہی راستہ سے کھایا جاتا ہے - فضلا ایک ہی
راستہ سے دفع ہوتا ہے) اور جو سلسلے آگے گزارش کیے جاتے ہین کہ آدمی کہان سے کہان
ان قوتون کے ذریعہ سے پہونچ سکتا ہے سب جاتے رہتے - اس طریقہ خلقت مین
سوای اسکے کہ اختیار ہو دوسری صورت ہی نہین نکل سکتی - نتیجہ اس بیان کا یہہ ہے کہ بھلائی
اور برائی کوئی مجسم شے یا مخلوق الہی نہین ہے جسکو بہت سے لوگون نے اپنے خیال مین
ٹھہرا رکھا ہے صرف نسبت سے اور موقع استعمال قوت سے بھلائی برائی پیدا ہوتی ہے اگر نسبت نہو
برائی کوئی چیز نہین ہے -

بیان بابت کائنات کیسی ابتداً	جب مخلوق مین ہین لا اضداد اور مضاد تو تیر آپنے غور کیا تو اسبات پہی

چھوٹی معلوم ہوتی ہین چھوٹی تدبیرون کو چھوٹا نہ جاننا چاہیے

غور کرنا لازم ہے کہ انکے ملانے اور اونسے کام لینے کی ترکیبین ابتدا اگرچہ کیسی چھوٹی معلوم ہوتی ہین اور جمع ہوکر وہ کسقدر عمدہ اور قوی ہوجاتی ہین اور آثار و نتائج ذرا ذرا سے فرقون سے کسقدر متغیر ہوجاتے ہین ۔ یعنی ایسی حالت ہے کہ اگر اون آثار کو ابتدا بیان کیجیے تو یہ معلوم ہوگا کہ ایک بےحقیقت چیز ہے لیکن وہی بےحقیقت چیزین ایسے ایسے نتائج انجام کار پیدا کرتی ہین کہ اگر وہ بےحقیقت چیزین نہ ہوتین کبھی وہ نتائج بزرگ اور منافع سترگ جو عقل کو حیرت مین ڈالتے ہین اور عقل سے باہر ہوجاتی ہین پیدا نہوتے ۔ نتیجہ اس بیان کا یہہ ہے کہ ترکیبون کو گو چھوٹی معلوم ہون خواہ بڑی حقیر نہ سمجھنا چاہیے گو اوسوقت وہ کیسی ہی چھوٹی اور بےحقیقت معلوم ہوتی ہون تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ علوم کے ابتدائی مراتب پر غور فرمائیے اول لکھنے کو لیلجیے ۔ آواز کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے اور ہر ٹکڑے کے لیے ایک نشانی بنائی گئی جسکا نام حرف ہے اور پہر وہ نشانیان ملائی گئین ۔ اولاً ٹکڑا کرنا کیسا ضروری تہا پہر حروف بنانے کیسے ضروری تہے مگر یہہ سب کیسا بےحقیقت اور ہنسی کے قابل معلوم ہوتا ہے ۔ آ ۔ عا ۔ جا ۔ وغیرہ وغیرہ مگر بعد مشق اور مرکب ہوجانے کے ملاحظہ فرمائیے کہ اس بہونڈی سی ترکیب سے کتنا ضروری کام نکلا جو تمام علوم اور فنون اور دنیا مین بسر اوقات کا ذریعہ ہے **حساب** کو لیجیے ۔ حساب اسطرح شروع ہوا کہ ایک شخص کو منظور ہوا کہ ایک فوج جو اوسکے سامنے سے گذرتی ہے معلوم کرے کہ کتنی ہے ۔ اوسنے ہر آدمی کے واسطے ایک کنکری گھڑے مین ڈال دی ۔ اوسکے بعد اکائی دہائی سیکڑا بنا اس بنانے سے تمام دنیا کا کام چلا اور ایسا

نفیس علم نکلا کہ بغیر اوسکے کوئی بہی کام نہین ہو سکتا - ہر چیز مین حساب کی ضرورت ہے
حروف اٹہائیس ہین - دن کے چار پہر ہین - بنیے کے یہان سے جنس بغیر حساب کے نہین
خریدی جاتی - آدمی حساب کے ذریعہ سے کتنے کام کرتے ہین اور اوسکے ذریعہ سے
زندہ رہتے ہین دوا بلا حساب کہا جاے مر جائیگا - یہہ ایسا امر ظاہر ہے کہ اوس مین
طول دینے کی ضرورت نہین ہے مگر اولًا غور فرمائیے کہ وہ کیسا بحقیقت سا طریقہ تہا
سہراور ریاضیات کو ملاحظہ فرمائیے اقلیدس کے اشکال جو ذریعہ تمام عمارات اور ریلون
کے بنانے کا ہین وہ ابتدا غور کیجیے کہ کیسے کیسے سہل قاعدون سے شروع کیا گیا ہے اوسکے
حدود اور اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ پر خیال فرمائیے - مثلًا ایک علوم متعارفہ مین سے
یہ ہے کہ جتنی چیزین کسی ایک چیز کے برابر ہوتی ہین وہ سب آپسمین برابر ہوتی ہین - یہہ کیسی آسان سی بات ہے
مگر ایسی ہی چہوٹی باتین جمع کر لی گئین اور چند اصول جمع کر کے کتنا نفیس اور مشکل علم نکالا
گیا ہے جسکے ذریعہ سے تمام دنیا کی کلین اور عجیب عجیب چیزین ایجاد ہوئین - واقع مین
ترکیب کو ایسا دخل ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے - آدمی جو ایک دو من سے زیادہ
بوجہہ نہین اوٹہا سکتا ترکیب سے ہزار دو ہزار من اوٹہا سکتا ہے اور اوسی ترکیب مین ایک
اجتماع قوت ہے اوس سے کروڑون من بوجہہ اوٹہا ے جاتے ہین مثلث بنا کر
اکثر کام نکالے جاتے ہین اور مثلث ایک دو کیل ٹہوکنے سے بن جاتا ہے - کیل کتنی
بحقیقت چیز ہے - یہہ بحقیقت چیز بعض وقت ایسا نفع دیتی ہے کہ اوس سے جان
بچ جاتی ہے - بڑی بڑی ترکیبون کو جانے دیجیے چہوٹی چہوٹی ترکیبون پر غور فرمائیے

آدھ سیر چنے انسان کہا سکتا ہے۔ اوسی آدھ سیر چنون کو بوتل مین کہدیجیے بوتل پر کپڑا لپیٹ دیجیے اور بوتل کے منہ مین سکین بہردیجیے ایک چہوٹا گڑہا بنایئے اور ایک بڑا۔ بڑے گڑہے مین بوتل رکہکر اوپلے بہر دیجیے اور آگ دیدیجیے چہوٹے گڑہے مین جو برتن کہا جاے اوسمین اون چنون کا تیل نکل آیگا۔ بہلا اوسکو تو کہا جایئے۔ چنا سواے بہوک دور کرنیکے کچہہ اور بڑا کام نہین کرتا مگر یہ تیل بہت سے امراض کی دوا ہو جاتا ہے۔ یہانتک چہوٹی چہوٹی ترکیبون کو اثر ہے کہ اون لوگون کا نتیجہ جو ان تدبیرون پر لحاظ کرتے ہین اون لوگون کے نتیجہ سے جو چہوٹی چہوٹے اسباب پر لحاظ نہین کرتے ایسا مختلف ہوتا ہے جیسا رات اور دن مین فرق اور اختلاف ہے۔ اسکی مثالین لاکہون ہین چنانچہ روزمرہ کے استعمال مین ملاحظہ فرمایئے۔ اوسی مصالحہ اور دال چاول سے ایک آدمی ایسے مزہ کی کہچڑی پکا سکتا ہے کہ کہایئے تو اونگلیان چاٹتے رہ جایئے ایک ایسی پکاتا ہے کہ زبان پر رکہنے کو جی نہین چاہتا۔ لکڑی اور لوہے کے تختے کو پٹ کرکے توڑیے آسان یا تہوڑے بوجہہ سے ٹوٹ جائیگا اگر اوسکو کہڑا کرکے توڑیے کئی گنے بوجہہ سے ٹوٹیگا حالانکہ صرف ہیر پہیر سیدہا اور پٹڑا کرنیکا ہے بہلا لکڑی تو مضبوط شے ہے انڈا جو ٹہیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے اگر اوسے سیدہا کہڑا اوبا کر توڑیے وہ بہی تو مشکل سے ٹوٹتا ہے کہٹکنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مین نے اپنی آنکہہ سے دیکہا ہے کہ ایک شخص موم کا تیل بغیر نمک ملایے ہوے خشت آب نارسیدہ کے ذریعہ سے نکال لیتے تہے اور موم کی مقدار سے قریب ½ کے نکلتا تہا اور ایسا نفع کرتا تہا کہ مین نے کسی دوا کو ایسا نفع کرتے ہوے جیسا

دفع اوجاع مین یہ تیل کام کرتا تھا کم دیکھا ہے۔ یعنی خفیف درد مین ایک دفع لگانے
سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کبھی وہان درد ہوا ہی نہین تھا سخت قسم کے اوجاع مین یہانتک کہ جب
وہ خدر پیدا کرین اور اوس حالت مین کہ لقوہ یا فالج کا مادہ ہو اوسکا بکثرت استعمال باعث
استیصال ہو جاتا تھا۔ مین ترکیب ظاہری اوسکی لکھے دیتا ہون آپ بنائیے ایک قطرہ
بھی تیل کا نہ نکلیگا اور اگر واقف ہو جائیے مختلف آنچ لگا دیجیے وہ تیل اوسیقدر نکل آئیگا
اور ایسا نکل آئیگا کہ ٹھنڈے پانی مین بھی نہ جمے۔ ترکیب یہ ہے کہ مٹی کی ہانڈی جسمین
دوا ڈھائی سیر چیز سمائے لیجیے اوسکی پیندی پر گڑ کے شربت کا لیپ کر دیجیے (یہ بھی عجیب
ترکیب ہے کہ مٹی کی ہانڈیان سخت آنچ مین چٹک جاتی ہین لیکن جس ہانڈی مین گڑ کے
شربت کا لیپ کر دیا گیا ہو صدہا من لکڑی کی آنچ مین بھی نہین چٹکتی) اوس ہانڈی کے
اوپر چولہہ کی راکھہ جسکا وزن ڈیڑھ سیر ہو آدہ پاو نمک ملا کر ہانڈی پر کپڑا لپیٹ کر گل حکمت کر دیجیے
اوپر اوسکے چپنی مین وزن کر دیجیے اوسمین پیتل کی ٹیڑھی نلکی لگا دیجیے کہ ایک سرا اوسکا چپنی مین رہے
دوسرا بوتل مین ہانڈی کے اندر منہ کو اسطرح بند کر دیجیے کہ پہلی اینٹ کی کھوہہ کی تہ لگائیے اوسکے بعد موم دیجیے پھر
اینٹ کھوہہ دیجیے وزن اینٹ کھوہہ کا موم سے ڈیوڑھا ہو ہانڈی کی منہ سے اینٹ کھوہہ اور
موم تھوڑا نیچا رہے یہ ہانڈی بھٹی پر اسطرح سے رکھی جاے کہ آنچ بھٹی کی ہانڈی کے
گرد سے نہ نکلے۔ علاوہ اسکے کانچ کی حالت کو ترکیب کے ذریعہ سے ملاحظہ فرمائیے
اولاوہ کمہار دار مٹی سے اسطرح نکل آتا ہے کہ کچھ بڑی دقت نہین ہوتی بعد نکلنے کے مختلف
ترکیبون کے ذریعہ سے صاف ہوتا ہے صاف کرتے کرتے اوس سے خردبین بنائی

جاتی ہے جو اشیا کو اپنی مقدار سے ہزارون گنا زیادہ دکھلاتی ہے یہانتک کہ انسان کی کھال مین جو باریک روزن ہین جنکو مسامات کہتے ہین اتنے بڑے دکھلائی دیتے ہین کہ اون مین خون بہتا ہوا نظر آجاتا ہے چھوٹے چھوٹے کیڑے نظر آنے لگتے ہین اور اوس سے بڑی بڑی تدبیرین متعلق علاج کے پیدا ہوتی ہین - غرض اس بیان سے یہہ ہے کہ جب ترکیبون کو دلیل کے طور پر بیان کیا جاوے تو کچھہ مضبوط معلوم نہین ہوتین لیکن حقیقت مین بڑی مضبوط ہوتی ہین - چونکہ آپ متوجہ طرف دریافت اور غور اون ترکیبون و صنائع کے ہین جو خلق عالم مین مخفی اور پوشیدہ ہین اور دیکھہ رہے ہین کہ ایسے مدبر کے افعال قابل اعتراض ہین یا نہین اوسکے غور مین اس امر بزرگ سے غفلت نہ کیجیے گا -

عالم مین ترکیب اختلاف مراتب کا بیان -

اب اس ترکیب پر غور فرمایئے کہ اختلاف مراتب انسانون مین کیون ہے اور یہ کیا ترکیب ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ عقلون مین اور دیگر قوتون مین چھوٹے بڑے ہونیکا فرق ایک بہت بڑی ضرورت سے کیا گیا ہے - وہ یہ ہے کہ ان قوتون کے ساتھہ جب انسان کی تکمیل ہو تو اوسکو ایک اور قوت دینے کی ضرورت تھی یعنی بہت سی انسانی قوتون کو جمع کر کے قوتون کا مجموعہ بنایا جاوے اور اونسے ایسے ایسے بزرگ اور ایسے ایسے نفیس کام لیے جائین کہ ایک انسان کی قوت سے گو کیسی ہی بڑی ہو ہرگز نہ ہو سکین - یہہ قوت مجموعی اتنی بڑی چیز ہے کہ بقاے حیات اسکے ذریعہ سے ہے اور تمام آرام اسکے سبب سے ہین - مان لیجیے کہ حضرت آدم سراندیپ مین اوترے جو جزیرہ ہے اونکی اولاد بڑہی اور بڑہتے بڑہتے یہان تک بڑہی کہ وہ جزیرہ اونکے مکانکو بھی کافی

نہوا۔ اگر جہاز نہ بنائے گئے ہوتے اور ذریعہ جزیرہ سے باہر جانے کا نہ ہوتا تو خلقت
بڑہتے بڑہتے بہوکون مرجاتی اوس مخلوق کے لیے نہ کہیت ہوتے جو کہانے کا غلہ پیدا کرتے
نہ جگہہ ہوتی جس مین تندرست رہتے اسلیے سمندرون اور بڑے دریاؤن کے پار جانے
کے ذرائع بنانا ایسا ہی ضروری تہا جیسی اور ضرورتین ہین جنپر مدار زندگی کا ہے۔ جہاز کا
بنانا بغیر اجتماع قوتون کے ناممکن ہے کیونکہ بہاری بہاری شہتیر اور بڑے بڑے تختے
جن مین بڑا بوجہ ہے ایک آدمی نہین اوٹہا سکتا نہ درخت سے کاٹ کر لا سکتا ہے۔ قوتون کے
جمع کرنیکی غرض بدون اسکے حاصل نہین ہوسکتی کہ آدمیون مین ایسا امتیاز اور تفاوت رکہا جاے
کہ ایک دوسرے سے بڑا ہوتا کہ چہوٹے بڑونکی اطاعت کرین اور ایک ایک طرحکی قوتین علیحدہ علیحدہ
جمع کیجائین اور علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کی جائین۔

اختلاف مراتب سے بادشاہ بنانے کا لزوم

علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کرانا قوتون کا بغیر دباؤ اور اقتدار
کے نہین ہوسکتا سب سے بڑے دباؤ اور اقتدار کا نام بادشاہت
ہے۔ اگر ایسا نہوتا یعنی کوئی بادشاہ نہوتا تو مجموعی قوتین بہی مجموعًا مجموعًا جدا رہتین اور وہ
اجتماع جونکہ ناقص ہوتا انتظام نہوسکتا۔ غور فرمایئے کہ دو برابر کے آدمی یا جانور ایک دوسرے کے
مطیع نہین ہوتے۔ دو بادشاہ برابر قوت کے ایک دوسرے کی اطاعت نہین کرتے۔
فردًا فردًا قوتون کی ایسی مثال ہے جیسے لکڑیان برابر برابر قوت رکہتی ہین مگر ایک دوسرے کی اطاعت
نہین کرتین اونمین اجتماع بغیر رسی باندہے کے نہین ہوسکتا یعنی تیسری شے کے مجموعًا مجموعًا
قوتون کے اجتماع کی مثال عرب کے قبیلے اور جرگے ہین۔ باوجودیکہ انسانون مین عقل

ہے مگر جلب منفعت کا مادہ جو دوسری بڑی ضرورت سے دیا گیا ہے اسبات کا مانع اور حارج ہے کہ اطاعت بغیر فرق کے کیجاوے۔ جب معلوم ہوا کہ اجتماع قوت ایسا ضروری امر ہے اور اتنی بڑی مصلحت سے دیا گیا ہے تو ملاحظہ فرمایئے کہ جو عام ناراضی خاصیت جلب منفعت کے سبب سے ہے کہ کیون ہمکو اسقدر زیادہ نہین دیتا اور کیون ہم اپنے سے بہتر نہین ہوے کسقدر غلط ہے۔

بعض انسانون مین بعض کامون کی مناسبت پیدا کرنیکا لزوم

اسی ضرورت پر خیال کرنے سے کہ قوتین جمع کیجائین اس خاصہ کا دینا ضروری ہوتا ہے کہ انسان مین مناسبت بعض کامون سے دی جاوے۔ یعنی جب وہ اسکو کرین ایسا اچھا ہو کہ بغیر مناسبت والون سے نہو سکے اور جب ایسے ایسے بہت اچھی مناسبت والون کی قوتین جمع ہون تو عجیب و غریب کام ہون یہی ذریعہ بقای تفاوت کا ہے اور تجارت جو ایسی عمدہ چیز ہے اسی خاصہ سے پیدا ہوی ہے چنانچہ آدمی بعض زور آور بنایے گیے ہین بعض کمزور۔ بعض کو کہیتی کرنیکا سلیقہ زیادہ ہے بعض کو ہتہیار چلانے کا۔ بعض کو حساب سے مناسبت ہے۔ بعض کو روپیہ جمع کرنی سے۔ بعض کو کسی سے نہین ہے۔ بعض کو نثر اچھی لکھنی آتی ہے بعض کو نظم۔ اگر مناسبت نہوتی اتنی ضرورت مبادلہ محنت کی نہوتی۔ اور یہی تجارت کی جڑ ہے۔

مناسبت ہونا دوسری وجہ بادشاہ بنانے کی ہے۔

اس مناسبت و تفاوت سے ایک اور نکتہ سمجھ مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کامونکی تقسیم کیجاوے جیسے روم قدیم کی ابتدائی حالت مین ہوی تو بعض انسانون کے متعلق کہیتی کا کام ہوگا کہ وہ غلہ بوکر تیار کرین۔ بعض کے

متعلق ہوگا کہ وہ کپڑا تیار کرین اسلیے کہ اونکے کامون مین کوئی خلل نہ ڈالے اونکے کہیت اوسنسے نہ لیلیے اونکے آلاتِ زراعت نہ چہین لے - محافظت کی ضرورت ہوگی اس بات کے لیے بہی اور بیرونی دشمنون سے حفاظت کے لیے بہی - پس چونکہ غلہ اور کپڑا مدار زندگی اور آرام کا ہے بہت سے آدمیون کو یہ کام کرنا پڑیگا - اونکی حفاظت بہت سے آدمیون کی قوت جمع کیے بدون نہین ہوگی پس ایسے آدمی درکار ہونگے کہ جنمین زور زیادہ ہو اونکو ہتہیار اچہا چلانا آتا ہو وہ اسی کام کے ہون - اگر اون مین یہ خاص مادہ ہو یعنی قوت اور ہتہیار چلانے کا تو تہوڑون سے یہ کام نکل آئیگا - اون ہتہیار چلانے والونکی قوت جب جمع ہوجاے تو بسبب خاصہ جلب منفعت کے وہ ایسے خطرناک ہونے چاہئین کہ وہ سب کا مال چہین لین اور وہی حفاظت ذریعہ ضائع ہونے غلہ اور کپڑے والون کا ہوجاے - اسلیے ضرور ہے کہ کوئی روک ہو تاکہ اونکی اس عمدہ خاصیت کو برمحل اور مناسب موقع پر استعمال کراے - وہ لوگ سوچنے والے اور انصاف کرنیوالے ہونے چاہئین - انصاف والے بہی غلطیان خاصہ جلب منفعت و دیگر وجوہ سے کرینگے اور اونکی غلطیان روکنی پڑینگی اونکے لیے حاکم بنانا پڑیگا جو ہر غلطی کو خواہ کسی کی ہو دور کرے ہر قوت کو جہان ضرور ہے کام مین لاسکے - آخر قوت کا جو آدمی ہو وہی بادشاہ ہونا چاہیے - اوسی کو بہی سلطنت کا پریسیڈنٹ کہیے یا پارلیمنٹ کی مدد والا بادشاہ یا کوئی خود سر شہنشاہ - ہر صورت مین ایک ایسا شخص لازم ہوگا جو دعویون کو قطع کرکے ایک حکم نکالدے اور ختم کردے -

بادشاہ بغیر خدا کے بناے	اب وہ شخص پر جسکی قوت ایک بشر کی قوت ہے غور فرمائیے - بادشاہ

بادشاہ نہین ہوسکتا۔ ہمیشہ ایسی رعایا کی افراد سے بہتر نہین ہوتے یعنی ایسے کہ اون سے بہتر کوئی آدمی موجود نہو۔ اکثر وزرا بہتر ہوتے ہین۔ جب قوتون کے مجموعے کو لیجیگا تو صاف ظاہر ہوگا کہ مجموعی قوتون سے کسی ایک کی قوت ہرگز بڑی نہین ہوسکتی۔ پس ایک آدمی کیونکر سب کا یا اتنے بہت سے آدمیون کا بادشاہ ہوجاتا ہے۔ دلیل کے لیے مستثنے حالتون کو چھوڑ دیجیے عام حالتون پر غور فرمائیے۔ آیا یہی بلا وجہ مان لینا اور اطاعت بلا وجہ بادشاہ بن جانے کا ذریعہ ہوتی ہے یا کوئی دوسرا ذریعہ ہی؟ خاصہ جلب منفعت اور آزادی کی خواہش ہمیشہ اطاعت کی مخالف ہے پس وہ کون چیز ہے کہ اتنی قوتون کو اطاعت کی حالت مین باقی رکھتی ہے اس سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بغیر اوس مدد کے جو ایک بشر کی قوت سے باہر اور علاوہ ہے نبتا ہے کیونکہ جب ایک چیز کی دوسری چیز روک ہے بغیر اوس مدد کے جو ان تدبیرون سے باہر ہو ممکن نہین ہے کہ پیدا ہو۔ ایک شخص کچھہ نہین کرسکتا جبتک اون قوتون سے باہر اور اونکے علاوہ اوسکے ساتھہ دوسری مدد نہو جو اوسے حالت اقتدار مین باقی رکھے۔ اسلیے سمجھہ مین آتا ہے کہ بادشاہ ہونا صرف اللہ تعالی کی مدد پر موقوف ہے نہ کسی دوسری چیز پر۔ اور یہہ بڑی دلیل اوسکی ہے کہ خداوند عالم موجود ہے اور اصلی سلسلہ انتظام کا ان اسباب سے اور بغیر ان اسباب کے اوسکے ہاتھہ مین ہے۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

بادشاہ بنانے کی ایک اور ضرورت کا بیان۔ بادشاہت قائم ہونے کی ایک اور ضرورت ہے اوسکو خیال فرمائیے کہ جب عمدہ کام تقسیم ہو گیے تو ایسے کام باقی رہ جاینگے جن سے

بڑی ضرورت کی وجہ سے طبعاً نفرت انسان مین خلق کی گئی ہے وہ فضلہ اوٹھانے کا کام ہے فضلہ سے اسلیے نفرت خلق کی گئی ہے کہ وہ فضلہ ہے اگر نہ نکلے کہانا پینا بند ہوجاے وہی نفرت باعث نکالنے کا ہوتی ہے اوسکے اجتماع و بقا مین ضرر پیدا کیا گیا ہے تاکہ ضرور دفع ہو۔ پس اوسکو کسکے سپرد کرنا چاہیے؟ اور کون سپرد کرے؟ اسکے لیے بہی ایک طرف ضرورت کم عقل دینے کی اور اون مین ایسا مادہ خلق کرنے کی ہے کہ آخر کو وہ نفرت جاتی رہے۔ اور دوسری طرف اسکی ضرورت ہے کہ بعض آدمی مجبور کیے جائین اور دبایے جائین کہ وہی کام کرین اوسکو بغیر بادشاہ کے کوئی نہین کرسکتا۔ اوسکے بعد اچہا کام کرنیکے لیے فرصت دینے کا ذریعہ آدمی کے ذاتی کام کر دینا یعنی خدمتگاری ہے وہ بہی چونکہ ادنی درجہ کا کام ہے اوس سے نفرت دینا ضروری ہے تاکہ آدمی مین بلندی کی طرف رجوع کرنیکا مادہ پیدا ہو اوسکے لیے بہی دباو کی ضرورت ہے جس سے غلامی کا ابتدائً مادہ پیدا ہوا۔ لوگ اس طریقہ کو بہت برا کہتے ہین مگر خیال فرمایئے کہ کسقدر ضروری ہے باوجودیکہ اسمین جو برائی غلطیون سے پیدا ہوگئی تہی اوسکو بہت کچہہ اصلاح کرکے دور کیا گیا ہے مگر اصل غلامی بحال خود موجود ہے۔

بادشاہت کے بعض منافع۔ الغرض جب بادشاہت کا سلسلہ قائم ہوا دیکہیے کہ کتنے کام ہوے سلطنتون نے ہی علوم کی تدوین کی۔ جغرافیہ بنایا تحقیقاتین کین۔ اُنسے علوم حکمت اور فلسفہ اسقدر بڑہا ہے کہ اگر سلطنت نہ ہوتی یہ عمدہ اشیا کہان سے آتین لہذا اختلاف مراتب کو ہرگز برا نہ کہیے گو آپ کو بظاہر کیسا ہی برا معلوم ہوتا ہو۔

قوتون کا دفعتًا دینا مناسب نہین

اب بعد اسکے غور فرمایئے کہ انسان کو قوتون کا ایکدم سے دیدینا مناسب ہے یا نہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ خلق کے ساتھہ جو اس عالم کے بنانے مین اختیار کیا گیا ہے اور اس سی بہتر اور طریقہ ہمارے خیال سے باہر ہے ایسا ممکن نہین۔ کیونکہ اوسقدر قوتین جسقدر دینی ہین اگر دفعتًا مل جاتین یعنی جب مضغہ مین روح پڑتی اوسکو پوری عقل اور قوت اوسی وقت پیدا ہو جاتی تو وہ رحم مین نہ رہتا جیسا اب آدمی تنگ مقام مین نہین رہ سکتا وہ شرمگاہ مادر کو اوس حالت مین دیکھتا جب اوسے قوت اور تمیز ہوتی نہ اوسکا رکھنا ضروری ہوتا اور یون ہوتا کہ نطفہ رحم مین ادہر پہونچا اودہر باپ مان سے جدا ہونے پایا تہا کہ بیٹا باہر آگیا۔ رفتہ رفتہ تغیر اور بڑہنا جیسا بچہ کی نظر سے ضروری ہے ماں کی نظر سے بھی ضروری ہی ورنہ روح پڑتی تک یا آدمی ٹہیرا ہوتا اور بڑھ نہ سکتا۔ یا ایکدم سے بڑہتا اور مان کے اعضاء کو سخت نقصان پہونچاتا۔ ظاہر یہ طریقہ بڑا معلوم ہوتا ہے کہ انسان رحم مادر مین رہ کر آدمی کے خون سے پرورش پاتا ہے اور جب پیدا ہو ایسا بے بس اور کمزور ہوا اور اوسکی پرورش دوسرون کے ہاتھہ مین ہو اور وہ محنت اپنی قوتون کے بڑہانے کی اوٹہاتا ہے لیکن خلاف اس طریقہ کے اگر خلقت انسان واقع کیجاتی تو انسان انسان مین تعلق نہوتا انسان کو ان قوتون کا دینا بیکار ہوتا۔ آپ غور فرمایئے کہ اصلی تعلق انسانون مین بذریعۂ ولادت کے ہے اور بعد اوسکے تعلقات اسلیے پیدا ہوتے ہین کہ انسان دوسرے لوگون کے ذریعہ سے کمال پیدا کرتا ہے یعنی اوسکی قوتون کے صرف سے جو عمدہ علوم اور صنائع پیدا ہوئے جو اتنی بڑی ضرورت کے لیے ہین۔ حاصل کرتا ہے

اور انسان کو انسان سے نفع ہوتا ہے کہ یہی مبادلہ محنت کا ہے اگر انسان کو یہ قوتین دفعۃً ملجاتین وہ بیکار اسلیے ہوتین کہ یون ہوتا کہ آدمی بنا بنایا پیدا ہوا اور تہوڑے دنون جیا اور کچھہ کہایا اور پیا اور مرگیا - یہ وہی حالت ہے جو چوپایون کی ہے یا جمادات ونباتات کی - اگر یون فرض کیجیے کہ صرف تجربہ اوسے باقی رہتا تو یہ فرض ہو نہین سکتا - اسلیے کہ پہر لازم آئیگا کہ نمو نہو کیونکہ جب تکمیل قوت اوسی وقت ہو چکی تو ضرورت نمو کی نہین اور یہ ممکن نہین کہ آدمی مین سے آدمی اپنے قد کا دفعۃً نکل آیے - یہ امر قاعدہ ظرف و مظروف کے خلاف ہے اسکے علاوہ تجربہ سے مادہ عقلی مین ترقی ہوتی ہے جب فرض کرو کہ مادہ عقلی کی تکمیل ہو چکی تجربہ بہی بیکار اور ناممکن ہوگا - جہان اجتماع قوتون کا بڑے منافع کے لیے ہے یہی ذریعے اجتماع قوتون کے ہین اور اونہین مین یہ نفع ہے کہ انسان باقی رہے قوی دشمن اوسے ہلاک نہ کرین - خود انسانونکی ضرورتین انسانونکو ہلاک نکرین معنی یہ ہین کہ اگر اسطرح خلق نہ ہوتا بیکار بہی ہوتا - بہترین مخلوقات سے بہی نہوتا اور انجام مین ہوتا ہی نہین ہلاک ہو جاتا -

قوتون کے خود بڑہا لینے کا مادہ دینا ضرور ہے -

اس طریقہ کے اختیار کرنے سے یہ امر لازم ہوتا ہے (علی الخصوص اس بات پر نظر کرنے سے کہ اختیار دیا گیا ہے) کہ انسان مین ایسی قوت دیجایے کہ وہ خود اپنی قوتون کو بڑہا سکے - اپنی بہی قوتون کو اور جنکو وہ پیدا کرین اونکی بہی قوتون کو اور وہی ذریعہ اسباب کا ہو کہ وہ اپنا شرف دوسرون پر خود ثابت کرے یہ سلسلہ اول اوس ذریعہ مین بہی جو انسانون کی پرورش کا ہے پایا جاتا ہے در بعد پرورش

بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے کہ بچونکی اچھی حفاظت کا دوسرا ثمرہ ہوتا ہے بُری
کا دوسرا۔ مثلاً اگر اولاد کو اول سے وقت پر سونے۔ کہانے۔ اوٹھنے چلنے پہرنے علم اخلاق
کی مطابق افعال صادر کرنیکی عادت ڈالیے وہ اور طرح کے بچے ہونگے۔ اونکی ان باتونکا
انتظام نہ کیجیے وہ بالکل دوسری طرح کے ہونگے۔ اور ایسی حالت ہوگی کہ پہر اونکو مشق اچہے
افعال کی کرانا دشوار ہوگا۔ اگر اونکو مٹھائی کہلایئے ایک خلط زیادہ پیدا ہوگا۔ بچے
ناتندرست ہونگے اور وہ ایام نمو اور بڑہنے مین ضرر کا باعث ہوگا۔ اونکی اچھی طرح پرورش
کیجیے قوی اور تندرست ہونگے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ جن بچون کے مان باپ یا اوستادون
نے اپنی اولاد یا شاگردون مین اس بات کی پہلے سے احتیاط کی ہے کہ وہ جہوٹ بولنے
کے خوگر نہ ہون یعنی اونکو اسقدر کبھی نہین ڈرایا کہ جہوٹ بولنے کی عادت پڑے ہر قصور مین
معافی اسلیے دی کہ جہوٹ بولنے کی عادت نہو اور سوا جہوٹ کے اور ہنر کمتر دی
وہ سچے ہوگیے اور اوس سچائی نے اونکو مجبور کردیا کہ تمام افعال قبیحہ سے جنکے چہپانے
کے لیے اللہ تعالی نے شرم کا مادہ دیا ہے کہ وہ بھی وک اون افعال کے صدور کی ہو
بچے اور محفوظ رہے۔ اور اسباب سے جو فوائد ہو سکتے ہین اور وہ محتاج بیان نہین
ہین اونکو حاصل ہوے۔ جنہون نے ایسا نہین کیا اونکی اولاد مین جہوٹ بولنے کی
مشق پیدا ہوی اور اونہون نے تمام افعال قبیحہ کیے یا کم سے کم اون مین نفرت اون
افعال سے جاتی رہی۔ جنہون نے بچون کو رات دن پڑہایا اور اونکی حفاظت جسمانی
نہ کی پرورش مین مذکورہ بالا غلطیان کین وہ ایسے کمزور ہوگیے کہ جب وہ ایک درجہ

کمال پر پہونچکر بڑہ کے بہوپنچے اوسے کام مین نہ لاسکے اور سب محنت اکارت ہو گئی زندگی وبال ہو ہی - اور جن لوگون نے اسکی حفاظت کی یعنی اونکو ورزش کرائی اور چلنے پہرنے کی بہی مشق کرائی وہ قوی رہے اور ہر کام کر سکے - یاد رہے کہ باوجود اس طریقہ کے انسان مجبور نہیں ہوتا کیونکہ جب اوسکو شعور پیدا ہوتا ہے ان باتونکی تمیز اوسمین ہے ہر ایک سقم کا جو پیدا ہوے ہین رفع کرنا اوسکے ہاتہہ مین بہی ہوتا ہے اور ابتدائی حالت بطور ایک بخشش کے ہوتی ہے -

وہ مادہ مشق ہے - جب انسان مین سمجھ آگئی اور قوت بہی ایک حد کی پیدا ہوی تو ہم دیکھتے ہین کہ انسانی قوتون مین یہ خاص بات ہے کہ ہر قوت کی اگر مشق کیجاوے تو وہ بڑھ جاتی ہے اگر وہ قوت بیکار کیجاوے تو جاتی رہتی ہے مثال اوسکی یہ ہے کہ ہاتہہ ہلانیکی قوت پنجہ کے ذریعہ سے بڑھ جاتی ہے اور کتنی بڑھ جاتی ہے کہ پنجہ کش کے ہاتہہ کا تہپڑ لٹہ کا اثر پیدا کرتا ہے - ہاتہہ کو اوٹہائے رہنے سے جیسے جوگیون کو آپ نے دیکہا ہوگا کہ ہاتہہ اونچا رکہکر خشک کر دیتے ہین گہٹ جاتی ہے اور کتنی گہٹ جاتی ہے کہ ہاتہہ ہلانے تک کی قوت جس سے دشمن کو دور کرنے اور اپنے کام کرنے کی قابلیت ہے جاتی رہتی ہے جیسی قوت ہاتہہ مین ہے ویسی ہی ذہن اور قوای دماغی مین ہے مشکل باتونکو سوچنے کی مشق کیجیے جیسے علم منطق اور حساب اور فلسفہ کے اصول - تو عقل کی قوت بڑھ جاتی ہے نہین تو نہین بڑہتی - الغرض جس طرح ورزش سے اعضا کی قوت بڑھ جاتی ہے اسیطرح علوم پر محنت کرنے سے عقلی قوت بڑھ جاتی ہے - البتہ اوسقدر محنت کہ اصلی قوت نوت ہو جاوے

مضر ہے۔ کیونکہ قوتون کو محدود کرنا بھی لازمی ہے اگر ایسا نہوتا بڑہنے کی حد نہوتی
اور وہ بڑہنا بھی بڑی خرابیونکا باعث ہوتا۔ کم سے کم یہ ہے کہ سب مین مساوات ہوجاے اور
پہر اجتماع قوت نہوا اور وہی آدمی کے انعدام کا ذریعہ ہو۔

مشق بذریعہ اضداد ہوتی ہے

جب معلوم ہوا کہ انسانی قوتونمین یہ مادہ ہے کہ جو انسان ایک کام کی مشق
کرے وہ کام اون انسانون سے اچہا کرے جنکو اوسقدر مشق نہین ہے خواہ اونہون نے
دوسرے کامون مین مشق بہم پہونچائی ہو یا نہین۔ لازم آتا ہے کہ ہر قوت کے بڑہانے
کے وہ ذرائع اور وسائل پیدا کیے جائین جو اونکو بڑہا کر اقصای غایت کمال پر پہونچاوین۔
چنانچہ وہ وسائل بہی ساتہہ ساتہہ پیدا ہوے ہین جنکا نام اضداد ہے تفصیل طریقہ
ارتقای مدارج کمال کی یہ ہے (۱) قوتہای جسمانی (۲) قوتہای عقلی۔ قوتہای جسمانی
مین ترقی کرنیکے لیے آدمی کو جب ورزش سکہلاتے ہین پہلے ڈنڈ کراتے ہین۔ پہر
اونکی تعداد کو بڑہاتے ہین۔ جب فقط ڈنڈ پیلنا کافی نہین ہوتا مگدر ہلانا سکہلاتے
ہین۔ اونمین پہلے چہوٹے چہوٹے ہلکے ہلکے مگدر پہرانے کو دیتے ہین اوسکے
بعد بہاری بہاری یہانتک کہ لوہے کی لیزم کی نوبت پہونچتی ہے۔ پہر کشتی لڑنا سکہتے
ہین اول اوستاد زور دلاتا ہے اور جب شاگرد قوت مین اوستاد سے زیادہ کمال پیدا کرتا ہے
یا اوستاد کا زور دلانیوالا کوئی نہین ہوتا یعنی کمال پیدا ہوتا ہے وہ بلکہہ سے زور کیا کرتے
اور قوت بڑہایا کرتے ہین۔ اسی طرح جب پنجہ کی مشق کرتے ہین آدمی سے پنجہ کرتے
ہین اور جب قوت مین کمال پیدا ہوتا ہے لوہے کے پنجہ سے پنجہ کرکے کمال کو اقصای

غایت پر پہونچایا کرتے ہین نتیجہ یہ ہے کہ کمال اضداد سے پیدا ہوتا ہے - پہلے اضداد
ہم جنس سے کمال حاصل کیا جاتا ہے جو ضد بنکر کمال پیدا کرتے ہین پہر اضداد غیر جنس
سے جو بنی بنائی ہوئی ضد ہین - بعد اسکے قوتہای عقلی کو لیجیے - جب بچونکی تعلیم
شروع کیجاتی ہے تو اونہین حروف جو بولی کے اجزا ہین سکہلائے جاتے ہین اوسکے
بعد اونکا ملانا - اوسکے بعد عبارت - تب قاعدے بان کے - تب اوس زبان کے
علوم سکہلاتے ہین - اسمین پہلے آسان قواعد پہر مشکل سکہلاتے ہین - یہانتک کہ جسقدر
اوس علم مین آگہی باعتبار قابلیت متعلم کے ہوسکتی ہے ہوجایے - جب قوت عقلی ایک حد
کمال کو اس مشق کے ذریعہ سے پہونچ جاتی ہے تب انسان معاملات مین ڈالا جاتا ہے
اور وہ تجربہ کرکے اقربا اور اغیار سے عقل کو بڑہاتا رہتا ہے - قوت جسمانی ایک حد تک
بڑہتی ہے مگر قوت عقلی کے بڑہنے کی ایسی حالت ہے کہ اوسکے اندر کوئی حد نہین لگائی
جاسکتی ان دونون قوتون مین یہ امر غور کرنے کے قابل ہے کہ قوتہای جسمانی کے لیے
اضداد جنس و غیر جنس دونون موجود ہین جنکا بڑہنا محدود ہے لیکن قوتہای عقلی کے لیے ضد
غیر جنس کوئی نہین جسکا بڑہنا محدود نہین اگر فرض کیا جایے کہ جسمانی قوتین جنکی عقل حاکم ہے
اضداد ہین تو یہ اضداد ویسے اضداد نہین ہین جیسے لوہا انسان کے لیے کیونکہ
خواہشہای نفسانی جب بری طرح کام مین لائی جائین قوای جسمانی کی دشمن ہوتی ہین -
اگر فرض کیا جایے کہ انسان جب دشمن ہو ضد ہے اور حیوان جب دشمنی کرے ضد
انسان ہے یہ بہی صحیح نہین ہے اسلیے کہ وہ اضداد بہی قوای جسمانی کے ہین کیونکہ اثر

جسم کے ذریعہ سے ہوتا ہے صرف عقل کا دشمن بلا تعلق جسم کے بھی ہونا ضرور ہے جو
سوای عقل کے اور کسی چیز کا دشمن نہو۔ یہ امر معلوم ہوچکا ہے کہ اقصای غایت کمال بغیر وسایل
غیر جنس کے نہین ہوتا۔ اسکے بعد غور کیجیے کہ قوای عقلی بڑی چیز ہین یا قوای جسمانی مسلم ہے
کہ عقل بڑی چیز ہے جو باعث امتیاز انسان اور حیوان وغیرہ کا ہے۔ اوسکے لیے دلیل
بیان کرنیکی کوئی ضرورت نہین۔ پس آپ غور فرمایئے کہ قوای جسمانی کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کے وسائل اور ذرائع تو وہ چیزین ہون جو مضاد اور مخالف قوای جسمانی
کی ہین جیسے لوہا کہ آدمی اوس سے قتل ہوتا ہے۔ یا لکڑی جو آدمی کو چھیل ڈالتی ہے مگر
عقل کے اقصای غایت کمال پر پہونچانیکے ذرائع اون مین محدود ہون جو عقل نے خود بنائے
یا ضد اور مخالف عقل کے نہین بلکہ عقل کے محکوم ہین۔ یہ قیاس صحیح نہین ہوسکتا کہ ادنی
خاصیت کی چیز کے لیے اعلی ذریعے تکمیل قوت کے ہون اور اعلی کے لیے اوسی قدر
اور ویسے ہی اعلی نہون۔ ادنی چیز جو محدود رہتی ہے اپنی قسم مین اعلی مرتبہ کی ہوجائے
لیکن جو ایسی اعلی قسم کی چیز ہے اور کون اعلی وہی جو باعث فخر و امتیاز ہے اور جسکی ترقی مین
کوئی حد نہین لگائی جاسکتی اعلی سے اعلی نہوسکے یہ غلط ہے۔ ترکیبون کی باریکیون کو
یہان ملحوظ رکھیے۔ پس ضرور عقل کے لیے ایسی کوئی چیز ہونی چاہیے کہ جب اوس ضد
غیر جنس سے عقل مقابلہ کرے اور وہ محض دشمن عقل ہو تو عقل مین وہ کمال پیدا ہو کہ بدون
اوس مقابلہ کے پیدا نہوسکتا ہو وہی شیطان ہے اور ذریعہ عقل کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کا ہے۔

عشق کا معیار اوس کی شناخت امتحان ہے۔

اسی طریقہ پر کہ انسان بذریعہ استعمال اضداد کے کامل بنتا ہے غور کرنیسے یہ بات لازم آتی ہے کہ جسقدر زیادہ استعمال اضداد کیا جاوے اوسی قدر زیادہ کمال پیدا ہوا اور یہی وجہ انسان کی دوسرے انسانون پر ترجیح کی ہو اسکے لیے ضرور ہوتا ہے کہ انسان کے اندر کمال پیدا کرنے کے ذرائع دشوار سے دشوار ہون کہ جو دشواریون پر غالب آوے وہ سب سے بہتر ہو جو نہ آوے اونسے بہتر نہو۔

دنیاوی امتحان۔

دنیاوی مثال اسکی وہ امتحان ہین جو دنیا مین آدمیون نے مقرر کر لیے ہین۔ آپ خیال فرمایئے کہ بچون کو پہلے ایک سی کتابین پڑہاتے ہین جو لڑکے ذہین اور محنتی ہوتے ہین اونکو یاد کر لیتے ہین جو نہین ہوتے وہ یاد نہین کر سکتے۔ یاد کرنیوالے آگے بڑھ جاتے ہین نہ یاد کرنیوالے پیچھے رہ جاتے ہین۔ پس محنتی اور ذہین ہونے کی شناخت کے لیے امتحان ہے۔ پھر آگے بڑھ کر اور امتحان ہوتے ہین جو ذریعہ شناخت کمال کا ہین یہانتک کہ ایک سلسلہ امتحانون کا قائم ہو گیا ہے اونہین مین سے وہ امتحان بھی ہین جنمین شرط یہ ہے کہ لڑکے ایسون کے پرورش کیے ہوے ہون جنہون نے لڑکپن سے استعمال عمدہ خواص کا سیکھا ہے اور وہ ذہین اور محنتی اور اچھے ہوے بدون ایک مدت معین مین وہ امتحان نہین دیسکتے۔ وہی لوگ ہین جنکو حکومت ملتی ہے اور وہ ضرور ثابت کرتے ہین کہ اپنی خلقی اور ذاتی قوت کے ذریعہ سے اور باعتبار صحیح استعمال اضداد کے برتر ہین۔ اونمین بلکہ پیدا ہو چکا ہے کہ قوتون مین انسان کی جو زور ہے اونکی عقل اوسپر غالب ہے وہ اپنی خواہشون کو روک سکتے ہین۔ یہ طریقہ

اوس بڑے طریقہ ایجاد سے نکالا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات مین اختیار کیا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائینگے تو معلوم ہوگا کہ یہ طریقہ امتحان کا ایسا ہے کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا تھا۔ تاہم یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت ہی مشکل امتحان سول سروس کا بہتر سے بہتر دنیاوی آدمی بنانے کا ذریعہ نہین ہے اسلیے کہ اس گروہ مین بھی گو بہت کم ہون بڑے ہوتے ہین۔ اسکی مثالین ہمارے سامنے ہین کہ سولین کی موقوفی کی نوبت آئی کیا آپ شک کر سکتے ہین کہ ذاتی تنظیم مین فاحش غلطیان نہین ہوسکتین۔ یہ مقام بڑی بحث کا ہے اور جب بحثون کو تمام کرلیجیے تو اس سے یہ بات سمجھ مین آئیگی کہ عقلی قوت کا ضد جواب تیار کیا ہے یعنی دنیاوی علوم کافی نہین ہین کوئی اور ملکہ اور مادہ ہونا چاہیے جو انسان کو روکے رہے اور غلطی کبھی ہونے دے۔ یہ بات بہت نازک ہے اور اگر زیادہ غور فرمائیگا تو زیادہ سمجھ مین آئیگی خصوصًا دینی مثال سے ظاہر ہوگی۔

دینی امتحان۔ دینی مثال دینے سے پہلے کچھہ اوسکے امتحان کی تشریح کرنی ضرور معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کے امتحان یہ ہین کہ آدمی لکھایا جاوے پڑھایا جاوے اور اوسکو بذریعہ علم اخلاق اپنی خواہشون کا اوسقدر روکنا بتلایا جاوے کہ جو دنیا کے لیے ضروری ہے۔ دین مین مقصود ایک خالق عالم کا پہچاننا اور اوسکی عبادت کرنا اور پھر اوسکی عبادت مین اپنے آپ کو ختم کر دینا۔ پس بعد علوم ضروری کے جو دینے اور وسیلے شروع شناخت کے ہون یا بغیر اونکے آدمی کو اسی مشکل بحث مین [illegible]

گجهان نهیر اهوتا ہے ۔ آدمی فطری طور پر اللہ کیطرف متوجہ ہوتا ہے مگر جبتک اوسپر غور کرکے کہ اس عجیب و نظام کا سمجهنا اور اپنے آپ مین ایسا مادہ پیدا کرنا کہ جس راستہ پر چلا جاوے ضرور ہوتا ہے تاکہ وہ دکهلاوے کہ اوسنے اپنے آپکو بڑے اور عمدہ کامونکے لائق بنا لیا ہے اوسکی سب سے پہلی تعلیم یہ ہے کہ قوتون کو اسقدر روک سکے کہ اونهین نیست و نابود کر ڈالے ۔ اوسکا امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر بلا مین پڑے مگر مالک کو بهولے اوسکی یہانتک اطاعت کرے کہ بلا مین خوش رہے اور پهر جب اوسپر افاضہ علوم و کمالات ہوجاوے اور اوسمین ایک وہ کمال جو کسی اہل دنیا مین نہین ہے پیدا ہوجاوے تو بهی وہ اس بات کو نہ بهولے کہ مین بندہ ہون کارخانہ قدرت اللہ تعالی کا اتنا بڑا ہے کہ مین بندہ ناچیز ہون ۔ باوجود اسقدر بلندی کے وہ اور بلندی کیطرف رجوع کرتا رہے اور ہمیشہ اپنے آپکو ناچیز اور اوسکا گنہگار بندہ سمجهتا رہے ۔ یہ مراتب طے کرلے تو وہ امتحان مین کامل العیار ہوا اور اوسکے کمال کے بعد ہی اوسکا زمانہ راحت کامل کا شروع ہوجاوے ۔ دیکهیے وہ امتحان کتنا سخت ہے اور اوسکے پاس شدہ کیسے عمدہ ہین وہان کوئی مثال نہین ملتی کہ اچهے اور بڑے دلون اون لوگون مین ہون ۔

دین کے امتحان لیسے ہوئے لوگون کا ذکر یعنی حضرت عیسی اور جناب سید الشہدا ۔

دینی امتحانون کی مثال گروہ انبیا و اوصیا ہین جنمین سے اسوقت خاص قابل ذکر حضرت عیسی علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام ہین ۔ حضرت عیسی علی نبینا و علیہ السلام طفلی سے نبی ہوے یہ خاص مدد اللہ تعالی کی تهی اونهون نے ہمیشہ عبادت مین بسر کرکے دنیا کو چهوڑے رکها ہمیشہ مصائب مین ثابت

قدم رہے - اونکے معتقدین خاص قائل ہین کہ اسی کام مین جان فدا کی اور سولی پانے کی سی سخت بلا قبول کر لی - اوسکے ذریعہ سے اونکو حیات ابدی حاصل ہوی - سولی پاتے ہی اونکا زمانۂ راحت شروع ہوا جناب امام حسین علیہ السلام ابتداء عمر مین منصب بھر امامت نہین ہوے نہ وہ مثل حضرت عیسی علیہ السلام کے تنہائی پسند تھے لیکن اونکو امور دینی کے لیے جتنی سختیان خیال مین آسکتی ہین سبکا مقابلہ کرنا پڑا یعنی گرمی کی شدت کا - بھوک کا - پیاس کا - پیارے بچون اور عزیزون اور لائق مصاحبون کے اپنے سامنے قتل ہونے کا - اور اوس حالت یاس مین لڑنے کی ضرورت کا اس اندیشہ کا کہ بعد مین عیال لوٹے جائینگے بے حرمتی ہوگی - اضاعت مال کا - اور سب سے بعد اپنی جان کا - دیکھیے کہ ان کمال مرتبہ کی سختیون کا مقابلہ آنحضرت نے کس زور شور اور خوبی سے کیا کہ کوئی مثال اوسکی دنیا کی تاریخ مین نہین ہے - آنحضرت کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اومین اپنی قوتون کے روکنے کا ہقدر تام اور کامل مادہ حاصل ہو چکا تھا اور اتنی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ قوتون کو روکتے روکتے اونکو نیست و نابود کر سکین یعنی اپنی مرضی سے شہید ہون اپنی مرضی سے شہید ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ لڑائی بیعت پر تھی اگر مرضی سے شہادت نہ ہوتی بیعت کا اقرار کر دیتے بمجرد اقرار جملہ مصائب سے نجات ہو جاتی - اقرار اسلیے نہین کیا کہ بیعت کرنیسے جو مفاسد ہوتے حقیقت مین قابل رضا کے نہین تھے - پس ضرور ہوا کہ سلامتی چھوڑ کر ہلاکت کو اختیار کرین - یہ سچ ہے کہ دنیا مین خودکشی ہوتی ہے - سپاہی جان دیتے ہین - لوگ ویسے کے

لیے ہلاکت مین پڑتے ہین لیکن اون لوگون کے افعال مین اور جناب امام حسین علیہ السلام
کے افعال مین زمین و آسمان کا فرق ہے - خودکشی نافہمی اور ذریعہ اوس رنج کے دور کرنیکا
ہوتا ہے جسکا علاج قدرت مین خودکشی کرنیوالے کے نہین ہوتا - رنج مین انسان مثل
پاگل اور مجنون کے ہوجاتا ہے مجنون کے افعال قابل استدلال نہین ہوسکتے -
سپاہی جو جان دیتے ہین وہ خوبی ہے مگر اس خوبی مین اور سپاہیون کی خوبی مین یہ فرق
ہے کہ اونکو امید و بیم دونون ہوتے ہین - یہان سوا بیم اور ہر طرح کے دنیاوی نقصان
کے کوئی امید نہ تھی - سپاہی اکثر مجبور ہوتے ہین یہان کوئی جبر سوا ضرورت دین
کے نہ تھا - ضرورت دینی یہ تھی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت
کر کے اسلام کو جاری فرمایا تھا اور وہ اسلام کیسا اسلام تھا کہ اوسکے ذریعہ سے اعلی
سے اعلی مرتبہ قوت صدور افعال حسنہ اور خدا پرستی کا پیدا ہوتا تھا حقیقت مین معدوم
ہوجاتا اور نام بھی اوسکا روی زمین پر باقی نہ رہتا کیونکہ تاریخی حالات پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ یزید ایک نہایت بدافعال شخص تھا اور مسلمان نہین تھا واقعہ مدینہ
طیبہ اور مکہ معظمہ اسبات کی دلیل قاطع ہین کہ وہ دشمن اسلام تھا - ایسے آدمی کے خلیفہ
اسلام تسلیم ہوجانیسے اسلام مین ایسی برائی کا بیج بویا جاتا کہ آیندہ چلکر اسلام کو بیخ و بن
سے اوکھاڑ دے - چنانچہ بعد ایسی قوت پا نیکے کہ اوسوقت کسی مسلمان مین اوس سے
قوت مقابلہ باقی نہین رہی تھی پہلا کام اوسنے خاندان نبوت کے برباد کرنیکا کیا دوسرا
خانہ نبوت کے خراب کرنیکا - تیسرا خانہ خدا کے نیست و نابود کرنیکا یہانتک کہ وہ خود نیست

ونابود ہوگیا- ضرر اوسکا جسقدر ہونا چاہیے تہا صرف اسلیئے نہین ہوا کہ امام حسین علیہ السلام
کی مخالفت نے جو نکا دیا- جتنے مسلمان اوسوقت موجود تہے اون سب مین سے صرف امام
حسین علیہ السلام نے اس ضرورت کو جان لیا اور جو کچھہ اس شر عظیم کے دفع کرنے مین
ہوسکتا تہا وہ سب کچھہ کیا- الغرض ایسی حالت مین کہ مثل دوسرون کے مصائب عظیم
سے بچ جانا خود امام کے ہاتھہ مین تہا حضرت نے اپنے اوپر یہ سختیان گوارا کین- دیکھیے
کہ حضرت مین کتنی بڑی قوت صدور افعال حسنہ اور حمایت اسلام کی تہی- اس قوت کا
اظہار اوسی حمایت کی وجہ سے ضرور تہا وہ ہوا- اور کیسا سخت امتحان اونسے لیا گیا اور
وہ کیسے اوسمین کامل العیار نکلے- فرمایئے کہ وہ امتحان سول سروس اور ہر دنیا کے امتحان
سے مشکل تہا یا نہین- اور اونکا رتبہ اقلاً ہر دنیا کے آدمی سے جو اوسوقت موجود تہے بہتر
ہونا چاہیے یا نہین- آپ غور فرمایئے کہ جو ذرائع اس امتحان کے تھے وہ کیا تھے-
اگر عرب[1] نہوتا گرمی کی یہ شدت نہوتی- آفتاب[2] نہوتا تو گرمی نہوتی- پانی[3] نہوتا تو پیاس
نہوتی- غلہ[4] نہوتا تو بہوک نہوتی- دشمنون[5] کی کثرت نہوتی تو بے بسی نہوتی- قاتل
نہوتے تو شہادت نہوتی- غور فرمایئے کہ عرب کا پیدا کرنا بُرا ہے؟ نہین- آفتاب کا پیدا کرنا
بُرا ہے؟ نہین- پانی کا پیدا کرنا بُرا ہے؟ نہین- غلہ کا پیدا کرنا بُرا ہے؟ نہین- دشمنون
اور قاتلون کا پیدا کرنا بہی بُرا نہین ہے- اسلیے کہ وہ بہی تو اوسی جنس و نوع مین سے
ہین جسمین امام علیہ السلام تہے- وہی بشری قوتین دشمنون مین تہین جو امام مین تہین- پس
جیسے ان اضداد کے پیدا کرنے مین جنکو آپ بُرا نہین سمجہتے بُرائی نہین ہے اون اضداد

مین بہی جنہین آپ بُرا سمجہتے ہین بحیثیت خلقت بُرائی نہین ہے۔ کوئی حجت اللہ تعالی پراور کوئی الزام نہین ہے۔ الزام اونہین اپنی قوتون کو بُری طرح استعمال کرنیکی مشق اور اپنی غلطیون سے حاصل ہوا تہا مگر بغیر اونکے وجود کے امام کو رتبہ شہادت کا ملنا ممکن نہین تہا نہ ان کمالات کے اظہار کا۔ جیسا امام کا پیدا کرنا تہا ویسا ہی انکا۔ اور کیسا ضروری تہا اسی طرح شیطان کا پیدا کرنا حضرت آدمؑ کی ساتہہ ضروری تہا۔ وہ مراتب جو امام حسین علیہ السلام کو بعد اس امتحان کے حاصل ہوے ہونگے قیاس یون چاہتا ہے کہ سختی جب سب سے زیادہ تہی مراتب بہی سب سے زیادہ تہے۔

ایک مثال لطیف اور بیان اسکا کہ دین کے امتحان دینی ہونیکی کیا مراتب ہوسکتے ہین۔

اس مثال پر غور فرمایئے مشہور ہے کہ ایک بادشاہ شکار کو نکلا۔ ہرن کے پیچہے اوسنے گہوڑا دوڑایا اور اسقدر دور ہو گیا کہ لشکر اوس تک نہ پہونچ سکا۔ شام ہوگئی اور وہان ہوی کہ جنگل مین پہاڑون کے سوا کوئی چیز ماکولات اور مشروبات سے نہ تہی۔ وہ بادشاہ سرگردان اور حیران ہوا اور اس عادت سے کہ ہمیشہ تنعم مین بسر کرے سخت مصیبت مین مبتلا ہوکر قریب بہلاکت پہونچ گیا۔ اوسوقت بادشاہ کو پہاڑی پر ایک مکان نظر آیا جسکے دیکہنے سے ایسی راحت ہوئی جیسی مایوسی مین جان بچنے سے ہوتی ہے۔ بادشاہ وہان گیا۔ چونکہ شکاری لباس مین تہا اوسکے مالک مکان نے جو ایک بُرانی بڑہیا تہی نہ پہچانا کہ یہ کون ہے بادشاہ نے اوس سے پانی طلب کیا مگر پانی موجود نہ تہا اوس ضعیفہ نیک نہاد نے اپنی ایسی بکری کا دودہ بادشاہ کو دیا کہ وہی بکری صرف اوسکا مال دنیا تہا۔ بادشاہ کو اوس بہوک پیاس مین اوس تہوڑے سے

دودہ نے عجیب راحت دی۔ بادشاہ گھوڑے سے اوترپڑا دودہ پیا بڑہیا سے حال
پوچہا تو اوسنے بیان کیا کہ میرے ایک لڑکا ہے وہ ہر روز محنت کو بستی مین جو یہانسے
دور ہے جاتا ہے اور شام تک جو پیدا کرتا ہے وہی قوت لایموت کا ذریعہ ہوتا ہے بادشاہ
منتظر رہا کہ وہ آیے تو بہوک دور ہونے کا سامان ہو۔ وہ لڑکا بڑہیا کا اوس روز معمول
سے زیادہ دیر مین آیا اور جب آیا خالی ہاتہہ آیا ماں سے بیان کیا کہ آج مزدوری نہین ملی
بڑہیا کو حیرانی اور بادشاہ کو سخت پریشانی ہوی۔ بڑہیا اپنے بیٹے کو الگ لے گئی اور
صلاح کی کہ مہمان بہوکا رہنا نہین چاہیے اسکی کیا تدبیر ہوسکتی ہے آخر کو دونون نے
اوسی بکری کو ذبح کیا جنگل کی لکڑیان توڑین اور آگ جلاکر اوسے بہونا لڑکا چشمہ سے
پانی لایا اوس گوشت کو بادشاہ کو کہلایا اور پانی پلایا کہال بکری کی بادشاہ کو بچہادی
اور سلادیا صبح ہوتے ہی بادشاہ کا لشکر ڈہونڈہتا ڈہونڈہتا بادشاہ تک پہونچ گیا اوسوقت
بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑہیا اور اوسکے بیٹے کو ساتہہ لے آئین۔ گہر لاکر دونون کی مہمانداری
کی اور تین روز تک بڑی تعظیم اور تکریم سے کہا۔ بعد تین دن کے بادشاہ نے اپنے
ارکین سلطنت کو جمع کیا اور پوچہا کہ بتلاؤ اس عورت اور مرد کا مجہے انصافاً کیا بدلہ دینا چاہیے
اس بات پر غور کرو کہ مجہے اُس پانی اور گوشت کی ایسی ضرورت تہی کہ بدون اُسکے مرجاتا
اور پہر یہ ساری سلطنت میرے لیئے نکمی ہوجاتی **شعر**

ہمین کیا جو قبرون پہ ریلے رہے	کہ ہم اوسکے اندر اکیلے رہے

اوس حالت مین ان دونون نے تمام مال جو وہ رکہتے تہے میرے اوپر تصدق کیا ہے

اور مجھے دیدیا ہے اور نیز اوس حالت مین کہ کسی بڑے نفع کی توقع مجھہ سے نہ تھی کسی نے
کچھہ بتلایا کسی نے کچھہ کہا آخرکار بادشاہ نے کہا کہ چونکہ یہ دونون میری بقاء سلطنت انتفاع
کا باعث ہوسے ہین اور زندگی کا جواب یہ ہے کہ مین انکو سلطنت کے انتفاع کا فرد چکیا ہون
اس مثال پر حال امام علیہ السلام کو غور فرمایئے کہ جس شخص نے اپنی اولاد۔ اپنا مال اپنی
آبرو۔ اپنی جان۔ یعنی اونکے پاس جو کچھہ تہا وہ اسی لیے صرف کردیا کہ اللہ کا دین
باقی رہے اور خداشناسی کے طریقے اور ذرائع ضائع نہو جائین خدا جو سب سے بہتر بدلا دینے
والا ہے اوسکا کیا بدلہ دیگا۔ ضرور اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ساری خدائی کا اختیار اوسکو ہو وہ
دین کا بادشاہ ہو۔ اور بعد ان مراتب کے اوسکو وقت سزا اور جزا پورا اختیار خلق پر دیا جائے
اس سے یہ بات بہی سمجھہ مین آتی ہے کہ بادشاہونکی تعداد کی زیادہ ضرورت نہین مگر بادشاہ
بنانے کی ضرورت بہی اہم ہے۔ اسلیے دشمنون کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے اور اونکی کم۔

شہادت کی ضرورت کا مختصر بیان

یہان اور ایک نکتہ قابل بیان ہے کہ شہادت ایک ایسی ضروری
چیز ہے کہ جسکے بدون کام نہین چل سکتا وہی ذریعہ غلبہ کا ہے اور قوتون کے روکنے کا
اسلیے کہ جبتک دشمن دفع نہ کیے جائین غلبہ نہین ہوسکتا وہ بہی انسان ہین بغیر مرے مارے
کیونکر دب سکتے ہین۔ ایسی ضروری چیز کے لیے دیکھیے اسلام نے کیا کام کیا ہے
اور کمال یہہ ہے کہ قول ہی سے نہین بتلایا خود اوس شخص کے نواسہ نے جو بانی اسلام تہا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فعل ہی اور خود حاصل کرکے بتلایا ہے۔ کیا اب آپ اسلام اور اوسکے
بانی کو یون کہہ سکتے ہین کہ وہ محض حصول حکومت کے لیے سب کچھہ کرتا تہا نہین اوسنے

ایسی تعلیم دی تہی کہ محض دین کے لیے جان دی جاتی ہے خواہ حکومت ہو یا نہو۔ یہہ دکہلانا دیکہیے کتنی بڑی ضرورت سے ہے اور شہادت امام حسین کیا چیز ہے۔

بعض شبہات کا دفعیہ

بعض لوگ جو اس کمال کے مرتبہ کی منقصت اور استخفاف کرتے ہین۔ افسوس ہے کہ وہ کسقدر اصلی ضرورتون سے ناواقف ہین۔ مثلاً بعض لوگون کو مین نے کہتے ہوے سُنا ہے کہ شہادت حضرت مسلم اسکا باعث ہوی کہ حضرت نے یہ مصائب اپنے اوپر گوارا فرمایے۔ کیا ہزارون بادشاہون کو آپ نے شکست پر دیگر صلح کرتے ہوے نہین دیکہا! اگر خاص سبب نہوتا حضرت صلح کر لیتے۔ اس قول کے معنی یہ ہین کہ بانی اسلام اور اوسکے لیے لواحق مین اصلی نیکی باعث ان افعال کے صدور کا نہین تہی۔ غصہ اور دوسری چیزین تہین۔ حالانکہ اوسکے سارے افعال اونکے اسکے خلاف ہین۔ بعض کہتے ہین کہ ہندہ کا معاملہ اس غصہ کا سبب تہا۔ مختصر قصہ اوسکا یہ ہے کہ ہندہ نے خانۂ نبوت مین پرورش پائی تہی اور جناب امام علیہ السلام کے نکاح مین آئی تہی وہ بہت خوبصورت تہی یزید کو جب اوسکی کیفیت معلوم ہوی درپے ہوا کہ وہ میرے نکاح مین آیے معاویہ صاحب نے جناب امام علیہ السلام کو لکہا کہ آپ اوسے طلاق دیجیے کہ یزید اوس سے نکاح کر لے وہ غصہ ور ہے اوس سے اور آپ سے عداوت ہونا بہتر نہین ہے۔ امام علیہ السلام نے طلاق دیدیا۔ یہہ بات غور کے قابل ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو طلاق دیدے اسلیے کہ بغیر ضرورت سخت کے اور بغیر کمال مرتبہ مین ضرورت کے ظاہر ہو جانے کے کچہہ نہین کرنا چاہیے یعنی لڑنا اور تلوار کا معاملہ۔ وہ کسقدر اپنے

نفس پر قابو رکھنے والا ہوگا - جو شخص اس عار کو گوارا کرلے کیا وہ ان تکالیف بیعت کی عار کو گوارا نکرلیتا اگر محض ضرورت دین کے لیے نہ لڑتا - دیکھیے ایسے خیالات کسقدر لغو ہین - کیا ایسا شخص حضرت مسلم اور ایک عورت کے لیے یہ تکلیفین گوارا کریگا ہرگز ہرگز نہین - ضرور مہالک مین نفس کو ڈالنا منع ہے مگر شہادت جب ایسی ضرورت سے ہو منع نہین ہوسکتی فرض ہوجاتی ہے -

ممکن ہے کہ یون کہا جاے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ - یعنی اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین مت ڈالو جناب امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام نے اگر ہلاکت خود اختیار فرمائی خلاف حکم خدا کیا - یہ صریحاً غلط ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے ہلاکت کو منع فرمایا ہے شہادت کو منع نہین فرمایا بلکہ اوسکا حکم دیا ہے - یہ شبہہ ہلاکت اور شہادت کے معنی مین فرق نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے - ہلاک - ہلوک - مہلکہ تہلکہ سب کے معنی نیست ہوجانے کے ہین - شہادت جس کسی کو نصیب ہوتی ہے اوسکی نسبت خود اللہ تعالی جل شانہ کا ارشاد ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ - ترجمہ - اونکو مرے ہوئون مین شمار نکرنا بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے ہین اور کھاتے پیتے ہین - معنی یہ ہین کہ شہید ہلاک نہین ہوتا یعنی نیست - دوسرا لباس یعنی جسم پہنکر ہماری نظرون سے چھپ جاتا ہے اور اس حیات سے بہتر حیات اوسکو حاصل ہوجاتی ہے - کھاتا پیتا چلتا پھرتا ہے - جب دونون ارشاد الہی کو ملایے کہ ایک طرف قتال کا حکم ہے اور مرنے مارنے کا

دوسری طرف ہلاکت مین اپنے آپ کو ڈالنے کی ممانعت ہے تو صاف معنی یہہ
ہوتے ہین کہ جب ہلاکت بیفائدہ ہو ہلاکت ممنوع ہے جب اوسمین دین کا نفع ہو شہادت
واجب ہے چنانچہ شیخ سعدی بہی فرماتے ہین ۔ مصرعہ تو مرد ورد ہان اژدرہا ۔
کیونکہ اوس وقت ہلاکت بے نفع محض ہوگی ۔ خداوند عالم نے کتمان ایمان مومن آل
فرعون کی تعریف فرمائی ہے ۔ اسلیے کہ اگر کتمان نہوتا ہلاکت بے نفع واقع ہوتی ۔
شہادت جناب سید الشہدا مین دین کا نفع ہی نہ تہا باقی رہنا دین کا اوسپر موقوف تہا ۔ پس
وہ ہلاکت نہوئی جو ممنوع ہے اعلیٰ درجہ کی شہادت ہوئی جسکا حکم ہے اور واجب ہے
باقی رہا مواقع استعمال کا جاننا ۔ ظاہر ہے کہ جو شہادت قبول کرے اور ایسا ہو وہ مواقع
استعمال کو یقیناً ہمسے بہتر جان سکتا ہے اور لازم ہے کہ جانے ۔ الغرض واقعہ
جناب امام حسین علیہ السلام ایسا صاف واقعہ ہے اور اسلام اور رہنے کا ثبوت ایسا صاف
ہے جسپر کوئی اعتراض نہین ہوسکتا ۔ کوئی دوسرا واقعہ ایسا صاف نہین ہے ۔

سزا مقرر ہونے کی وجہ ۔ بعد اسکے اسبات پر غور فرمائیے کہ آیا یہی کافی ہے کہ انسان جب
قوتون کے عمدہ اور برمحل صرف کرنیکی مشق کرے باعث ترجیح ہو ۔ یا قوتون کے اس مشق
کی طرف راغب کرنے کے لیے کسی دوسری چیز یا ترکیب کی بہی ضرورت ہے ۔ ظاہر ہے
کہ سخت ضرورت ہے ۔ اسلیے کہ انسان مین جو قوتین ہین وہ ایسی تیز ہین کہ آدمی اونکے
برلانے مین اسقدر بے سوچے سمجھے کام کرتا ہے کہ مضرتین اونکی بہت زیادہ ہین ۔ مثلاً
قتل کرتا ہے ۔ چوری کرتا ہے وقس علےٰ ہذا ۔ قتل سے جو مضرتین ہین وہ ظاہر

ہین یعنی انسان جو اللہ نے ایسی عمدہ شے بنائی ہے معدوم ہوتا ہے اوسکے معدوم
ہونے سے اکثر اوقات ایک گہر کا انتظام بگڑ جاتا ہے - عورتین بیوہ ہو جاتی ہین
بچے ناتربیت یافتہ رہ جاتے ہین - چوری سے جو مضرتین ہین ظاہر ہین - آدمی
دوسرے کا مال جو ایسی محنت سے پیدا ہوتا ہے بغیر استحقاق کے لیلیتا ہے -
بعض وقت چوری ہو جانے کی مضرتین مثل قتل کے ہوتی ہین - جیسے عرب مین پانی
یا لندن مین گرم کپڑے چورالینا بعض صورتون مین - پس قوتون کے بے محل استعمال
سے رکنے کے لیے سزا کا مقرر کرنا ضروری ہے - علاوہ اسکے چونکہ قوتون مین
تیزی دی گئی ہے اور ہر برے اور اچھے کام کی مضرتین اور منافع ہر وقت پیش نظر نہین
رہ سکتے - بعض مضرتین ایسی نازک ہین کہ وہ باعتبار استعمال قوت مضرت نہین ہین بعض
وقت وہ مضرت اس لیے ہو جاتی ہین کہ آدمیون کی قوت کے جمع ہونے مین ہارج او مانع
ہوتی ہین یعنی میل جول کے حصول - پس اونکے لیے کسی تیسری چیز کی ضرورت ہے
جو انسان کو بتلایا کرے اور پیش نظر رکہا کرے کہ یہ کام برا ہے اور اسکے کرنے سے
خرابی پیدا ہوگی اور وہ بھی روک افعال بد کی ہو جسکا نام سزا ہے - مثالین اوسکی یہ ہین
(۱) انسان کے لیے پیشاب کرنا لازمی چیز ہے اور اوسکا جاری کرنا تندرستی کا مدار ہے
مگر مجمعون مین جیسے میلے اور بازار مین بول کرنا منع ہے اسلیے کہ وہ بیحیائی ہے -
بیحیائی اسلیے مضر ہے کہ اوس سے افعال قبیحہ آخر کو پیدا ہوتے ہین - علاوہ بران
زیادتی پیشاب سے ایسی بدبو پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہوا کو بگاڑ دیتی ہے اور آخر کار وہ مجمع

کے متفرق کر دینے کا منجملہ اور اسباب کے ایک سبب ہوتا ہے۔ ذاتی ضرورتین اسکی طالب ہین مگر مجامع کی ضرورتین اسکی مانع ہین۔

(۲) غصہ کرنا چھوٹے بچون کے ڈرانے کے لیے کہ تعلیم مین مار پیٹ کی ضرورت نہو اچھی چیز ہے۔ غصہ مادہ اپنی ذلت سے روک کا ہے جسکو حمیت کہہ سکتے ہین۔ طعن کرنا جب طالبعلمون کی غلطی کی وقتِ مناسب پر روک ہو نہایت آسان ترکیب اصلاح کی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ مجمعون مین یہی دونون چیزین کیسی مضر ثابت ہوسکتی ہین۔ آپ غصہ فرمایئے دوسرے کو بھی غصہ آجایے لڑائی ہو طرفین کے طرفدار شریک ہون اور کشت و خون ہوجایے۔ گو ہر روز ایسا نہین ہوتا طعن کرنے کی بھی یہی حالت ہے کہ لوگ طعن کرجاتے ہین اور کچھہ نہین ہوتا غصہ مین جب زور ہوتا ہے مصالح اوسکے پیش نظر نہین رہتے۔

(۳) سچائی اور راستی جب معاملت دوسرے سے ہو لازمی ہے ورنہ کوئی کام نہین چل سکتا یعنی اگر سچائی نہوتی نوٹ کیسے چلتا۔ ہنڈی کیسے جاری ہوتی اور یہ آسانی روپیہ کے بھیجنے اور رکھنے کی کیسے پیدا ہوتی۔ حالانکہ سچائی کے فائدے ہر وقت پیش نظر نہین رہتے بلکہ آسان طلبی اور راحت کی خواہش مقتضی ہوتی ہے کہ جھوٹ بولیے اور مال اوڑا کر بفراغت بسر فرمایئے۔ بہت سے لوگ ایسے ہین اور ہوسکتے ہین کہ قوت اونکی اونکو بعد اس ترکیب کے یعنی اچھے افعال کی مشق باعث ترجیح ہونے کے ضرر نہ پہونچا سکی۔

جزا کا بیان۔ اس طریقہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا کا بنانا لازم ہے
جب وہ لازم ہوا اوسکے جانب مقابل پر پہر غور کیجیے کہ جب سزا مقرر کیجاے ایسے افعال نیک
کے لیے جزا کا بنانا بہی ضرور ہوتا ہے پہر زیادہ غور فرمایئے کہ انسان کا سخت امتحان مین
ڈالنا اور اوسکا پڑنا اور ہمیشہ نیک افعال کرتے رہنا اوسکو کس رتبہ کی جزا کا مستحق بناتا
ہے اور آیا ہر فعل کی جزا اسے دنیا مین مل جاتی ہے وہی اوسکی کافی جزا ہے؟ ظاہر
ہے کہ نہین ہے کیونکہ اس صورت مین افعال نیک کی تعداد شمار سے زیادہ ہوگی۔
ہم دیکھتے ہین کہ اوس مقدار کی جزا نہین ملتی بلکہ ہزارون بڑے بڑے افعال نیک
کی بہی نہین ملتی خصوصاً جب آدمی ملک کے لیے مثلاً جان دیدے اوسے اسکی جزا
کچہہ بہی نہین ملتی علاوہ اسکے جزا کا بنانا اسلیے بہی ضرور ہے کہ سزا روک ہے۔ ترقی
افعال حسنہ کا ذریعہ نہین ہے۔ اور یہہ امر ضرورت جزا کو ایسا ظاہر کرتا ہے کہ لاجواب
ہے حقیقت مین سزا اور جزا دونون کا مقرر کرنا ترکیب کا تعدد ہے اور مختلف صورتون
مین تکمیل تدبیر لازم شی ہے کیونکہ نتیجہ اختیار دو چیزین ہین نیکی اور بدی یا بہلائی اور برائی
نیکی مین دو چیزین ہین ایک بقدر اپنی ضرورت کے دوسری اپنی ضرورت سے زیادہ اگر سزا
مقرر ہوتی اور جزا نہوتی بعد اپنی ضرورت کے زیادہ نیکی کے کام کرانیکا کوئی ذریعہ نہوتا
اور وہ بیفائدہ ہوتی اور اوس صورت مین انسان قریب قریب حیوان مطلق کے ہوکر
بیفائدہ ہوجاتا یعنی اورون کے کام کا معنی یہہ ہین کہ اختیار کو اچہا بنانے کے لیے
کوئی تدبیر ایسی نہین ہے کہ اللہ تعالی اسے اوٹہا رکہی ہوا ورنہ کی ہو۔ سزا بہی بنائی

اور جزا بہی کہ دونون ملکر تو اچہا کام کرائین بغیر ایسکے تدبیر مکمل نہ تہی۔

سزا اور جزا ہر فعل مستحق سزا اور جزا کی ہونی چاہیئے۔

جب یہ دونون امر سمجہہ مین آگیے تب یہ غور فرمایئے ضرور ہے کہ سزا اور جزا ایسی ہون کہ ہر فعل مستحق سزا کے لیے سزا ہو۔ اور ہر فعل مستحق جزا کے لیے جزا۔ ورنہ کوئی وجہ نہین کہ بعض افعال سزا سے باقی رہین بعض کی سزا ہو بعض کی جزا ہو بعض کی نہو۔

دونون کے لیے قاعدہ ہونا چاہیے۔

اب دنیا مین جو سزائین ہین اونپر غور فرمایئے کہ وہ صرف ایک طریقہ سے دی جاسکتی ہین۔ یعنی اونکے لیے مقرر کرنا قاعدہ کا ضرور ہے قاعدہ مقرر نہ کرنے کی برائیون کو ملاحظہ فرمایئے۔ فرض کیجیے کہ چوریون اور زنا کی سزا کا قاعدہ مقرر نہ کیا جاتا تو یون ہوتا کہ جو شخص چاہتا کہہ دیتا کہ فلان شخص نے میرے مال کی چوری کی۔ جو چاہتا کہہ دیتا کہ اوس شخص نے اوس عورت سے زنا کیا حالانکہ شاید اوس ذریعہ سے وہ خود چوری کرنا چاہتا ہو یا خود زنا کا طالب ہو۔ اسلیے یہ قاعدہ مقرر کرنا ضروری ہوا کہ گواہ کے بدون کوئی سزا نہ دیجاے۔ یہان تک کہ ہر معاملہ کے لیے قاعدہ مقرر کرنا ضرور ہوا ہے چنانچہ لین دین کے لیے تحریر کیا جانا دستاویز کا لازم کیا گیا ہے ورنہ اعتماد صحت معاملہ کا اوٹہہ جائیگا جو چاہے دعوی کردیگا اور دوسرے کا مال حاصل کرلیگا۔ الغرض قاعدہ کے بدون کام نہین چل سکتا۔

قاعدون کا کافی نہونا۔

اب قاعدہ مقرر کرنیکی دوسری شق پر غور کیجیے قاعدہ ہی ہزارون جگہہ انصاف ہونیکا مانع ہے۔ ہزارون جگہہ بے انصافی کرنیکا سبب ہے۔ لیکن

اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ قاعدہ کے مقرر کیے بدون جو مضرتین پیدا ہوتی ہین
وہ اوس مضرت سے جو قاعدہ مقرر کرنے پر ہوتی ہین بہت ہی ادنی درجہ کی
ہین۔ انگریزی قوانین کی نسبت بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان مین اس
سے بڑی خرابی پیدا ہوی ہے۔ اسقدر جھوٹ کا رواج ہوا ہے کہ لوگون سے جھوٹ
کی برائی جاتی رہی ہے۔ یہانتک کہ اب زبان وعوام وخواص ہے کہ صاحب یہ عدالت
تھوڑا ہی ہے کہ جھوٹ بولین۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اسواسطے کہ انگریز اہل اسلام
کے معاملات وراثت و ازدواج وغیرہ کے شرع کے موافق فیصلہ کرتے ہین اور ہندون
کے ہندوؤن کے شاستر کے مطابق۔ عام معاملات اپنے قوانین کے موافق جو اون
اصولون پر مبنی ہین جو باستثنا بعض مسائل جزئی کے خلاف شرع و شاستر نہین ہین۔
اس سے ظاہر ہے کہ یہ وجہ جھوٹ کے رسوخ کی نہین ہے۔ البتہ میرا خیال یہ ہے کہ انگریزی
قوانین اس ملک کی عام رعایا کے لیئے زیادہ نازک ہین۔ علاوہ اسکے اوس قانون کے
متعلق کرنے والے وہ ہین جنکے دماغون مین وہ نزاکتین مرتکز ہین اور وہ خود بھی نازک
فہم ہین کہ بعض اوقات سیدہے سادے معاملون کو اسقدر نزاکت سے سوچتے اور فیصلہ
کرتے ہین کہ وہی غلطی کی جڑ ہوتی ہے۔ ایسی غلطی ضرور ہونی چاہیے اسلیے کہ جہان
نزاکت معاملے مین موجود نہین اوسمین پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کبھی رسم و رواج سے عدم
ممارست بھی اسکا سبب ہوتا ہے جسکی مثال ملا عبدالرحمن جامی کی حکایت ہے۔
امیر خسرو ایک ہندی شاعر تھے اونکا ایک شعر ہے ؎

باخوانِ نعمتِ تو کند کی برابری	گر مہ شود برادو ستارہ شود بری

ملا صاحب چونکہ ایرانی تھے بڑا اور بڑیون کو نجانتے تھے کسی نے اس شعر کے معنی پوچھے تو ملا نے جو طبع آزمائی کی تو تین سو معنی کہے اور سب غلط تھے۔ آخر کار برسون کے بعد معلوم ہوا کہ بڑا اور بڑی ہندوستان کے دو کھانون کے نام ہین اونسے تشبیہ دی ہے ان دونون امر کا اثر رعایا پر یہ ہوتا ہے کہ وہ معاملات بھی جیسے اور سارے امور حماقت یا شرارت سے کرتے ہین بے سوچے سمجھے کر گذرتے ہین جب چارہ جوئی کی ضرورت ہوتی ہے تب یہ خیال ہوتا ہے کہ معاملات مین نزاکتین پیدا ہونگی اونکو سوچتے ہین اور بقدر فہم سوچ سوچ کر رخنون کو بند کرنا چاہتے ہین۔ اس سے بناوٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے اور بلوانے کے تقریباً ہر مقدمہ مین ایسے خیالات ہوتے ہین۔ اگر مدعی کو کم ہون مدعا علیہ کو زیادہ ہوتے ہین۔ اگر مدعا علیہ کو کم ہون مدعی کو زیادہ ہوتے ہین۔ اسلیے کوئی مقدمہ جبتک رخنے بند نہون نہین چلتا۔ پس حقیقت مین یہ قصور قانون اور اوسپر عمل کرنیوالے حکام کا نہین ہے بلکہ اصول تقرر قانون کا ہے اور بعض عمدہ تدابیر کرنے کا جنسے چارہ نہین۔ علاوہ بران جھوٹ بولنے کی عادت کچھہ جدید نہین ہے بعض لوگون کو یہ اعتراض ہے کہ قوانین انگریزی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک گروہ قانون پیشیون کا پیدا ہوگیا ہے اور انصاف کی قیمت اتنی گران ہوگئی ہے کہ گدائی اوسکی ہر جگہہ پہونچنے کو مانع ہی اور مجرمون کو قانونی نزاکتین سزا سے بچا دیتی ہین یہ امور بھی سقم قانون کا نہین ہین بلکہ اوسی اصول تقرر قاعدہ کا سقم ہے۔ **الغرض**

اس حالت پر غور کرنے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قاعدہ کی بغیر کام نہین چل سکتا۔ اور
قاعدہ کو کتنا ہی آسان ہو باعث نا انصافی کا بہی ہی۔ اوسمین جسقدر عمدگی نزاکت کی ہو وقت
بڑھ جاتی ہے اور یہہ ایسا امر ہے جسکا علاج قوت بشری سے باہر ہے۔

بیان اوس ذریعہ کا جس سے ہر فعل کی سزا جزا ہو یعنی عقبیٰ

جب یہ بات معلوم ہوی کہ قاعدہ کے باوجود ہر گناہ کی سزا نہین
ہو سکتی اور دنیا مین ہر فعل مستحق جزا کی جزا نہین مل سکتی تو لازم
آتا ہے کہ ایسے ذرائع پیدا کیے جائین کہ ہر گناہ سزا پاے اور ہر فعل صلوب جزا۔ میری
رای مین وہ سوای اسکے کہ عقبیٰ کا وجود مانا جاے دوسرے طریقہ سے نہین ہو سکتا
اور چونکہ اوسمین تاخیر ضروری ہے ورنہ اختیار اختیار نہ رہے اوسمین دونون کا اعلیٰ درجہ
پر ہونا بھی لازمی ہے ورنہ قریباً بے اثر ہوگی۔ سزای عقبیٰ و جزای آخرت ماننے سے
انسان کی روح کا بقا لازم آتا ہے اور خداوند عالم کا وجود اس ترکیب پر خیال کرنے سے
کسقدر ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

تناسخ کا بیان

تناسخ کا مسئلہ میری سمجھ سے باہر ہے (۱) جب مین مقابلہ کرتا ہون
یعنی ایک اعتقاد یہ ہے کہ انسان کی روح پیدا ہوی دنیا مین آئی اور افعال کے مطابق اوسکو
سزا یا جزا ملی اور معاملہ ختم ہو گیا۔ دوسرا اعتقاد یہ ہی کہ روح قدیم ہی اور بار بار دنیا کی ہٹی مین آئی اور رنج
کہاتی رہتی ہی اور ہمیشہ کہاتی رہیگی کبہی یہ معاملہ ختم نہوگا تو اعتقاد تناسخ ایسا غلط معلوم
ہوتا ہے کہ مجھے کسی دلیل کے بیان کی حاجت نہین۔ (۲) اوسکے یہ معنی ہین کہ
جیسے کٹ پتلی کے تماشے والے کے پاس چند کٹ پتلیان ہوتی ہین اسی طرح اللہ تعالیٰ

گئی ہیں چند روحین ہین تماشہ والا بعض کٹ پتلیون کو ایک طرح کے کپڑے پہنا کر ایک تماشہ کے لیئے نکالتا ہے اور بعد تماشہ کے چھپا دیتا ہے۔ اور یہی کام دوسرے تیسرے تماشہ کے لیے کرتا ہے اسی طرح اسد تعالی چند روحون کو ایک لباس جسمانی پہنا کر نکالتا ہے پہر چہپا لیتا ہے۔ اوسکا تماشہ ختم ہوجاتا ہے اسد تعالی کا ختم نہین ہوتا۔ یہ تو فعل عبث ہوا۔ اسلیے کہ آخر کسکو اسد تعالی یہ تماشہ دکہلاتا ہے۔ کوئی ہے جو مثل تماشہ دیکھنے والے کے ہو۔ کٹ پتلیون کو اس سے کیا نفع۔ (۳) اوس آدمی کو سزا دینا جسے اپنے گناہ معلوم نہین یا بعد گناہ کی سزا کے یا بعد افعال نیک کی جزا کے اوسکو دوسری حالت مین بہیجنا یا مطلقاً پہر دنیا سے امتحان گاہ مین بہیجنا اور برابر بہیجتے رہنا بلا نتیجہ محض ہے۔ کیونکہ اوس سے وہ کچہہ متنبہ نہین ہوسکتا ہم روز دیکھتے ہین کہ اس خیال کا نفع کچہہ نہین ہے یا اسقدر کم ہے کہ بمقابلہ اوس تکلیف کے جو دنیا کی ہے کچہہ نہین۔ بلکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اسد تعالی ظالم ہے یعنی اپنے تماشے کے لیے تمام عالم کو اس بلا مین مبتلا کر رکہا ہے (۴) روح اور مادہ اگر قدیم ہون تعدد قدما لازم آئیگا اور وہ باطل ہے درحقیقت یہ اعتقاد اوسی وقت قائم ہو سکتا ہے کہ دنیا قدیم ہو۔ ورنہ نہین۔

وجود روح اور بعد موت کے روح کی بقا کا بیان۔

روح کے وجود کی نسبت اربعہ عناصر پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے جسمین پانی اور ہوا اور آگ ملائی گئی ہین۔ پانی کا کام یہ ہے کہ باعث امتزاج کا ہو۔ ہوا کا کام یہ ہے کہ قوت متحرکہ

پیدا کرے۔ آگ کا کام یہہ ہے کہ اوس قوت متحرکہ کو کام مین لاے یعنی ہوا نہوتی تو چلنے پہرنے کی قابلیت نہوتی۔ آگ نہوتی تو وہ چیز نہوتی جو اوس چلنے پہرنے کی قابلیت اور قوت کو کام مین لاتی۔ یعنی انبعاث یا وِل پور WillPower جب انسان مرجاتا ہے تو مٹی اور پانی باقی رہ جاتے ہین حرکت کی قوت اور اوس قوت کا محرک باقی نہین رہتا اب یہ امر غور کے قابل ہے کہ یہ دو چیزین جو علٰحدہ ہوگئین اون دونون مین ایسی علٰحدگی ہوی کہ اپنے اپنے مقام پر چلی گئین۔ یعنی ہوا ہوا مین جاملی و آگ آگ مین۔ یا دونون مین امتزاج باقی رہا۔ اب اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ حیوانون مین مادہ عقل نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین آگ اور ہوا کا امتزاج اوس طریقہ کا نہین ہے جیسا حیوان کا ہے اب غور کرنا چاہیے کہ انسان کوئی کام اسطرح کرتا ہے اور کرسکتا ہے یا نہین کہ جو طریقے ادراک اور عقل مین آتے کے بذریعہ جسم کے ہین بدون اوسکے وہ کام ہوجاے مطلب یہہ ہے کہ ادراک بذریعہ حواس خمسہ کے ہوتا ہے یعنی سُننا۔ دیکہنا۔ چہوتا۔ چکہنا۔ سونگہنا۔ انکے بغیر بہی ادراک ہوتا ہے یا نہین۔ اب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہوتا ہے اس لیے کہ قوت مقناطیسی کے بڑہانے سے جب آدمی عامل اور معمول بن جاتے ہین تو معمول ایسی جگہہ کی خبر لاتا ہے جسکو حواس خمسہ سے تعلق نہین ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان دونون چیزون یعنی آگ اور ہوا کا امتزاج انسانی روح مین بالکل دوسری طرح کا ہے۔ ہم انسان کی موت کا قیاس حیوان کی موت پر کرتے ہین لیکن یہان وجہ فرق کی موجود ہے۔ اس لیے

روح انسانی قابل بقا بعد موت کے ہے۔

خواب دیکھنے سے روح کے وجود پر استدلال اور خیالات حکما کی نسبت خواب کی تردید۔

علاوہ اسکے انسان خواب دیکھتا ہے۔ انسان کے خواب مین روح وہ کام کرتی ہے جو صرف روح کا ہے اوسکی بابت خیالات حکما کا ذکر ضرور ہے وہ کہتے ہین کہ انسان مین ایک مادہ آرام کرنیکا ہے خون دماغ کے اعصاب مین ٹھہر جاتا ہے اور اسلیے اعصاب کام کرنے سے معطل ہوجاتے ہین۔ چونکہ اعصاب تمام جسم مین ہین اسلیے پہلے دماغ بے خبر ہوتا ہے پھر باقی جسم بے خبر ہوجاتا ہے اور آدمی آرام مین آجاتا ہے۔ جب جاگنے کا وقت ہوتا ہے اور بقدر ضرورت آرام کرچکتا ہے تو خون رفتہ رفتہ دماغی اعصاب سے ہٹنا شروع ہوتا ہے بعدہ اور جسم کے اعصاب سے اور جب بالکل ہٹ جاتا ہے تب آدمی جاگ اٹھتا ہے۔ چونکہ مقام تعقل دماغ ہے اور تصورات مین ہر ممکن اور ناممکن چیز آتی ہے۔ لیکن جاگنے مین حواس کے ذریعہ سے تجربہ اور ادراک صحیح کرنیوالا قوت متخیلہ کا ہوتا ہے سوتے مین نہین ہوتا لہذا اوس عرصہ مین کہ دماغ کے اعصاب جو سب سے پہلے کام کے قابل ہوتے ہین اپنا کام شروع کردیتے ہین اور اوسوقت کردیتے ہین جبکہ روکنے والا اونکا کوئی نہوتب آدمی کے ایسے امور خیال کے اندر آتے ہین جو محض خیال اور ناممکن ہین اور یہی خواب ہے اور خواب اسلیے کوئی منتج شے نہین ہے یعنی جس سے کوئی فایدہ یا نتیجہ پیدا ہوتا ہو۔

لیکن اگر غور کیجیئگا تو یہ بات پائیگا کہ یہہ دلیل اس خیال پر مبنی ہے کہ حواس خمسہ

کے علاوہ جبکا ادراک معمولی طور پر ہوتا ہے کوئی دوسرا ذریعہ اور کوئی دوسری شے
موجود نہین جسکے ذریعہ سے ادراک ہو۔ غلطی اسکی اسبات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگر
ایسا ہوتا ہر جاگنے کے پہلے ایک خواب دکہلائی دیا کرتا حالانکہ ایسا نہین ہوتا۔ علاوہ
اسکے غلطی یہ ہے کہ اعصاب مین قوت ادراک اسقدر تیز ہے کہ اتنا کم وقفہ ہوتا ہے
جسے کہہ سکتے ہین کہ وقفہ نہین ہوتا مثلاً بدن پر ہاتہہ رکہیے فوراً دماغ مین خبر پہونچتی
ہے کہ ہاتہہ کہا۔ قصد کیا اور ہاتہہ ہلا۔ پس یہ توقف جو خوابون مین ہوتا ہے
خلاف اوس طریقہ کے ہے جو اعصاب کے کام کرنے کا ہے۔ یہ امر کہ خون رفتہ رفتہ
ہٹتا ہے اس اعتراض کو اسلیے نہین توڑتا کہ بدن مین سونے کے وقت سیلان خون کا بند
نہین ہوتا اس سے ظاہر ہے کہ سوای دماغ کے باقی بدن مین خون نہین ٹھہرتا اور اعصاب
جسم کے بحال خود رہتے ہین لازم ہے کہ خون دماغی اعصاب اور اونکی جڑ سے جسوقت
ہٹے فوراً تمام بدن جاگ جاے۔ دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ خیال اگر خیال
محض ہو دکہلائی نہین دیسکتا کیونکہ آنکہہ ذریعہ دیکہنے کا ہے وہ اگر جاگ گئی ہے
ایک چیز حواس خمسہ سے جاگ چلے پس تصحیح کرنیوالا خیال کا موجود ہو گیا۔ آپ نے
مانا ہے کہ حواس خمسہ تصحیح خیال کرتے ہین آنکہہ سب سے بڑا ذریعہ اس تصحیح کا ہے۔
قطع نظر اسکے جتنے خواص انسان مین رکہے گیے ہین اونکو سب مانتے ہین کہ نہایت
عجیب و غریب صنایع اون مین موجود ہین۔ پس اس صنعت کے وجود کو بلاوجہ ماننا
بدلیل ہو سکتا ہے نہ بلا دلیل کیونکہ مثال اسکی ایسی ہے کہ اگر کسی کل کا ملاحظہ فرمائیے

اورا وسکو نہ سمجھیے تو اوسیوقت آپ کو بعضے پرزے بیکار معلوم ہونگے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کل کی نسبت کسی پرزے کے بیکار ہونیکا خیال آپ اس لیے نہین کرتے کہ کلون کے موجدون کو عاقل اور باکمال جانتے ہین مگر انسان کی سی کل کے بعض خاصیتون کے بیکار ہونیکا آپ یقین کرتے ہین اسلیے کہ آپ اوسکے موجد کے باکمال ہونے سے بے خبر ہو جاتے ہین۔ آپ خواب مین ارواح سے ملاقات کرتے ہین اور وہ ارواح ایسی چیزین بتلاتی ہین کہ انسان کی خیال کے متعلق نہین ہے مثلاً بعض چیزین جو زندگی مین کسی سے مخفی رکھی تہین اوسے مرے ہوے کی روح نے بتلا دی ہین۔ حکماء نے غالباً یہ قیاس بعض حیوانون کو سوتے مین آوازین دینے سے کیا ہے جیسے گھوڑا۔ اوسکے خواب مین اور انسان کے خواب مین فرق ظاہر ہے گھوڑے کبھی جاگنے کے قریب آواز نہین کرتے لہذا وہ مقدمہ جاگنے کا نہین ہے حکماء کی دلیلین غور کیجیے وہ اوسے مقدمہ جاگنے کا کہتے ہین۔ علاوہ اسکے عقل انسانی اور عقل حیوانی مین جو فرق ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ ہمکو کیا معلوم ہے کہ روح حیوانی کیسی ہے قرآن مجید مین خواب کا وجود شدومد سے مذکور ہے۔ یہان استدلال مین ارشادات شرعی پر اسلیے نظر نہین کی گئی کہ یہ بیان عقلاً سوچنے کا ہے۔ پھر افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی چیزون کے غلط ہونیکا ایسا مضبوط خیال دلمین بٹھلا لیا اور راسخ کر لیا گیا ہے کہ گو ناقل کیسا ہی معتبر ہو اوس خیال کے آدمی اوسکو جھوٹا کہہ دیتے ہین۔ چنانچہ وجود روح کے انکار سے ایسی چیزون کی تکذیب لازم آتی ہے کہ اگر تکذیب کیجاے تو بڑا علم نکما قرار پاجاے۔

تاریخی ثبوت خواب کی صحت کا فتوح الشام سے۔

وہ علم تاریخ کا علم ہے اسلیے کہ تاریخ مین لکھا ہے کہ فلان واقعہ یون ہوا۔ تاریخ فتوح الشام مین علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ جب قلعہ حلب کا مسلمانون نے محاصرہ کیا کئی مہینے گذر گیے مگر وہ قلعہ فتح نہوتا تھا۔ یوقنّا اوسوقت حاکم حلب تھا اور بڑا مدبر اور دلیر آدمی تھا وہ موقع ڈھونڈھا کرتا تھا اور جب مسلمانون کو غافل پایا چھاپا مارا کرتا تھا۔ اسوجہ سے مسلمان تنگ آگیے تھے اور حیران تھے یہ خبر سنکر و امس ابو الہول نے مدینہ طیبہ سے قصد حلب کا کیا اور جب سردار لشکر اسلام کے پاس جنکا نام حضرت ابو عبیدہ تھا پہونچے اور اونسے ملاقات ہوی اونھون نے وامس سے پوچھا کہ تم بزرگ منش آدمی معلوم ہوتے ہو تمہارا دل اس قلعہ کے فتح ہونے کے باب مین کیا کہتا ہے؟ وامس نے جواب دیا کہ اسی سفر مین مین نے ایک خواب دیکھا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ انشاء اللہ تعالی فتح ہوگی خواب یہ بیان کیا کہ مین نے دیکھا کہ میری قوم آگے چلی گئی ہے اور مین اونکے نشان قدم دیکھتا ہوا جلدی جلدی چلا جاتا ہون جب اونکے قریب پہونچ گیا تو دیکھا کہ میری قوم کے آدمی حیران و پریشان کھڑے ہوے ہین مین نے پوچھا کہ آگے کیون نہین بڑھتے اونھون نے جواب دیا کہ دیکھو سامنے پہاڑ ہے اوسکے پار جانے کا رستہ نہین ملتا۔ مین نے کہا کہ یہ شگاف نظر آتا ہے چلو اسمین ہو کر نکل چلین۔ اونھون نے جواب دیا کہ اس شگاف مین ایک بہت بڑا اور خونخوار اژدہار رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ اوسنے بڑے بڑے دلیرون کو ہلاک کر دیا ہے۔ مین نے کہا کہ آؤ اسپر ایکدم سے جا پڑین۔ مار ڈالینگے

اونہون نے جواب دیا کہ اوسکے منہ سے آگ کے شرارے نکلتے ہین ــ کوئی
پاس نہین جا سکتا مین نے کہا کوئی رستہ ایسا ڈہونڈہو کہ اوسکے پیچہے سے جاکر
مار لین ـ اونہون نے جواب دیا کہ یہہ بھی ممکن نہین ہے اسلیے کہ قد اوسکا اتنا بڑا ہے
کہ پیچہے جانے کی راہ نہین ـ یہہ سنکر مین خود گیا اور تلاش کی تو ایک رستہ ملا کہ بہت
ہی دشوار گذار اور تنگ تہا مین اوسمین بڑی محنت سے پہونچا اور منتظر وقت رہا یہانتک
کہ آہستہ آہستہ اژدہے کے پیچہے پہونچ گیا اور اوسے مار ڈالا یہہ دیکہکر میری قوم بہی میرے
پاس پہونچ گئی مگر وہ بہی بڑی وقت سے پہونچی ابو عبیدہ اس خواب کو سنکر بہت خوش
ہوے اور سب مسلمانون کو بلواکر یہ خواب سنوایا ـ وہ سب بہی بہت خوش ہوے سبنے
یقین کر لیا کہ یہہ مژدہ فتح ہے چنانچہ واقع مین تہا ـ دامس محاصرہ مین شریک ہو گیے
اور تعبیر اس خواب کی یہ ہوی کہ قلعہ نہین کی ایسی ہی تدبیر سے فتح ہوا کہ جسکے معنی یہ ہین کہ
اس خواب مین بتلا دیا گیا تہا کہ قلعہ یون فتح ہوگا ـ تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ سینتالیس دن
جب محاصرہ کو دامس کے پہونچنے کے بعد بہی گذرگئے اور اونکی بہی کوئی تدبیر
کارگر نہوئی تو دامس نے ابو عبیدہ سے کہا کہ اب مجہے ایک تدبیر سوجہی ہے
وہ یہ ہے کہ ۳۰ آدمی مجہکو دیجیے ہم سب لوگ یہین چہپ رہین گے اور آپ لشکر کو یہانسے
اتنی دور ہٹا لیجائیے کہ قلعہ والے یون سمجہین کہ مسلمانون نے محاصرہ اوٹھا لیا چنانچہ
ایسا ہی ہوا ـ یہہ وہ بات تہی جو خواب مین دیکہا تہا کہ دامس آگے بڑہ گئے اور رستہ
ڈہونڈہ کر نکالا ـ الغرض جب رات ہوگئی دامس نے اپنے ساتہیون سے کہا کہ

چپکے چپکے چلے آئو یہہ لوگ پہاڑ کے نیچے تک پہونچے - وامس نے ساتہیون
سے کہا کہ کوئی آدمی پکڑ لائو کہ اوس سے راستہ پوچہین کوئی جانے پر راضی نہین ہوا
اور وامس خود گئے اور کئی دفعہ کر کے چہہ آدمی پکڑ لائے اون مین خرابی یہ نکلی کہ وہ
نہ انکی زبان سمجہتے تہے اور نہ یہ اونکی یہہ وہ بات ہے کہ راستہ ڈہونڈہنے مین دقت
پیش آئی - آخر کو ایک ایسا شخص پکڑا آیا جو زبان عربی جانتا تہا ایک آدمی اور وہ
عربی دان راستہ بتلانے پر راضی ہوے وامس نے دو ساتہی ابو عبیدہ صاحب
کے پاس بہیجدیے کہ ہم صبح کو جب دروازہ کہولین اور لڑائی ہو تو آپ داخل قلعہ ہو جائیے
وامس اٹہائیس ساتہیون کو لیکر خود بکری کی کہال اوڑہ کر چلے یہانتک کہ اون دونون
راہبرون نے پشت قلعہ کی دیوار تک پہونچا دیا - یہہ قلعہ خواب مین اژدہا دکہلایا گیا
تہا وامس اس طرح قلعہ پر چڑہے کہ خود بیٹہہ گیے اور سات آدمی اپنے اوپر یکے بعد
دیگرے چڑہائی اور جب ساتون ایک دوسرے پر چڑہ چکے اور کہڑے ہوے تو قلعہ کی دیوار کے برابر ہو گیے
سب سے اوپر کا آدمی کنگنی پکڑ کر قلعہ مین کود گیا - برج کے پہرہ والے کو نشہ شراب مین
مست پایا اوسکی ٹانگ پکڑ کر نیچے گرا دیا دو اور پہرہ والے بہی بیہوش ملے - اونکو قتل
کر دیا اور ردائین ڈالکر اپنے ساتہیون کو اوپر کہینچ لیا آخر کار صدر دروازہ پر پہونچ گیے
خوب تلوار کی - اس اثنا مین حضرت ابو عبیدہ بہی مع لشکر کے آگیے اور قلعہ فتح ہو گیا
- یہہ وہ بات تہی کہ خواب مین دکہلایا گیا تہا کہ قوم بہی بعد کو پہونچ جائیگی - اگر آپ اس
مثال مین کوئی شک کرتے ہون تو واقدی کا دوسرا واقعہ سنئیے جسمین شک کی

گنجایش نہین معلوم ہوتی وہ یہہ ہے کہ وہی یوقنا جو مسلمانون کا ایسا سخت دشمن تہا
اور دشمنی اوسکی یہانتک بڑہی ہوی تہی کہ محاصرۂ حلب سے پہلے جب اوسنے لڑائی کا
قصد کیا تو یوحنانے اپنے حقیقی بہائی سے صلاح پوچہی اوسکی رای لڑنے کی نہوئی یوقنا
اتنا سخت تہا کہ اتنی سی بات پر یوحنا کو قتل کرڈالا مگر وہی یوقنا بعد فتح حلب فوراً مسلمان
ہوگیا زبان یوقنا کی رومی (گریک) تہی مسلمانون نے اوسکے اسلام کا خوب اعتبار نہ کیا
جب حلب سے فراغت حاصل ہوی تو مسلمانون نے انطاکیہ کا قصد کیا اور یوقنا کے
دل کو ٹٹولا تو یوقنا نے مسلمانون سے عربی زبان مین باتین کرنی شروع کین اور ایسی
عربی بولتا تہا جیسے ٹہیٹ عرب۔ حالانکہ فتح حلب کو اتنے دن نہ گذرے تہے کہ زبان
آجاے عربون کو تعجب ہوا اور یوقنا سے دریافت کیا کہ تمہاری زبان ہم رومی جانتے
تہے عربی کب سیکہہ لی یوقنا نے جواب دیا کہ مین نے آج رات کو ایک شخص نورانی
کو خواب مین دیکہا جنہون نے اپنا نام محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلایا مین اونپر
ایمان لایا اور اونسے خواہش ظاہر کی کہ مجہے زبان عربی آجاے آنحضرت نے اشارہ
کیا مین جو اوٹہا تو کامل عربی دان تہا۔ اس خواب کی برکت سے جو یوقنا کی قلب
ماہیت ہوی اور اوس اشارہ خواب نے جو آئینۂ قلب یوقنا کی جلا کردی وہ یہہ تہی
کہ یوقنا جیسا مسلمانون کے لیے مضر تہا ویسا ہی مفید ہوگیا۔ اس مقام پر یہہ امر
قابل غور ہے کہ ایسا شخص صرف مفتوح ہوجانے سے ایسا ہوسکتا تہا اور ایسی نفرت
اسلام کی دفعۃً دل سے جاسکتی تہی یا نہین؟ ظاہر ہے کہ جبتک کوئی خاص وجہہ

عام طور سے ایسا نہین ہوتا -

ثبوت خواب تاریخ ہند سے - شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہند مین بحوالہ تاریخ بیہقی لکھا ہے - کہ جب میر سبکتگین بخارا کو جاتا تھا تو راہ مین منزل خاکستر مین وہ فروکش ہوا اور یہان صدقہ و خیرات مین بہت کچھہ روپیہ دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پانچ چھہ آدمیون سے ایک جگہہ کو کھودنے کے لیے حکم دیا جب اونہون نے کھودا تو ایک لوہے کی میخ نکلی آخر سبکتگین نے اوسے دیکھا اور گھوڑے پر سے اوترا اور بہت رویا اور جا ہی نماز منگا کر دوگانہ شکر الہی ادا کیا جب لوگون نے اس حال کا سبب پوچھا تو اوسنے کہا کہ یہہ قصہ نادر سنو کہ جس آقا کی مَین ملک مین تھا مجھے اور بارہ اور غلامون کو جو میرے ہمراہ تھے جیحون سے پار اوتار کر شہرقان مین وہ لیگیا اور اسجگہہ سے گورکانان مین لایا یہان کے بادشاہ نے سات غلام خریدے اور مجھے اور پانچ اور غلامون کو نہ خریدا پھر نیشاپور کی راہ مین مرورود اور سرخس مین چار غلام اور اوسنے بیچے اور مین اور ایک اور غلام باقی رہے - مجھے سبکتگین دراز کہتے تھے اور اتفاق سے میرے آقا کے تین گھوڑے میری ان کے نیچے زخمی ہو چکے تھے جب مین یہان خاکستر مین آیا تو میرا گھوڑا زخمی ہوگیا اسپر میرے آقا نے مجھے بہت مارا اور زین کو میری گردن پر رکھا اور قسم کھائی تھی کہ نیشاپور مین جو کچھہ تیری قیمت ملیگی مین وہی لیکر بیچ ڈالونگا اسی غم مین مین سو گیا کہ حضرت خضرؑ کی زیارت ہوئی اونہون نے مجھے بشارت دی کہ تو بڑا نامور بادشاہ ہوگا جب پھر اس سرزمین پر آئیگا تو تیرے ساتھہ بہت

لشکر ہوگا اور تو اوسکا سردار ہوگا تو غم نہ کر شاد ہو جب یہ بارگاہ بلند تجھہ کو نصیب ہو تو
خلق خدا کے ساتھہ نیکی اور انصاف کرنا مین نے اوٹھہ کر غسل کیا اور پچاس رکعت
نماز پڑہی اور اس میخ کو لیکر یہان نشانی کے لیے گاڑ گیا صبح میرے آقا نے سفر کیا
مجھہ سے یہہ میخ مانگی جب مین نہ دیسکا تو اوسنے تازیانون سے مجھے خوب مارا اور بہت سخت
قسم کہائی کہ جو قیمت تیری ملیگی وہ لیکر تجھے بیچڈالونگا نیشاپور تک دو منزل پیادہ پا چلایا
وہان البتگین نے مجھے اور میرے دو یارون کو خرید لیا جس سے اس درجہ پر پہونچا کہ تم
دیکھتے ہو۔ یہہ حکایت بہی بڑی دلیل صحت خواب کی ہے جو گہری گڑی ہوی میخو نکی
طرح مضبوط ہے اور دل مین ایسی بیٹھتی ہے کہ نکل نہین سکتی۔

ابتدائی روم قدیم کا ذکر۔ علاوہ اسکے ہر تاریخ مین ایسے ایسے واقعات مذکور ہین جو عقل
انسانی سے باہر ہین اگر ہر اوس واقعہ کو جو خیال مین نہ آئے جہوٹ مان لیجیے تو جو شخص ایک
بات مین جہوٹا مانا جاے کوئی وجہہ نہین ہے کہ دوسری بات مین نہ مانا جاے مثلاً تاریخ
روم قدیم کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہیڑیا رامیلس اور جبلیس کو بحالت شیر خوارگی
بلکہ پیدا ہوتے ہی اوٹھا لیگیا اور اوسنے اونکی پرورش کی۔ یہہ ایسا واقعہ ہے کہ عقل
مین نہین آتا۔ چونکہ روم کی تاریخ لکہنے والا بہی اوسی خیال کا ہے کہ غیر معمولی باتون کو جو
محض قدرت الٰہی سے واقع ہوتی ہین نہ مانے اسلیے وہ حیران ہے اور لکہتا ہے کہ یہ
واقعہ اس لیے گویا کہ مانا جاتا ہے کہ نشانِ سلطنت کلہی تہا کہ ایک تصویر بنائی جاتی تہی
جسمین ایک بہیڑنی دو بچون کو دودہ پلاتی ہے اور اس لیے ایسا مضبوط ہے کہ انکار

نہین ہوسکتا اس لیے ذکر کیا گیا۔

اودہ مین مچھلی ہر کان پر بنانے کا ذکر۔

اسی طرح اودہ مین یہہ بات مشہور ہے کہ نواب آصف الدولہ کی گود مین مچھلی دریا سے اُچھل کر آگئی۔ یہہ امر بھی عقل سے باہر ہے اسواسطے کہ مچھلی کشتی سے ڈرتی ہے اور ڈر کے مارے دور بھاگ جاتی ہے پس اوسکا خود گود مین آنا ناممکن ہے اور یہہ تاویل کرنا کہ ڈر کے مارے کوئی مچھلی کبھی اوچھلی ہو اور کشتی مین آپڑی ہو صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ یہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے مان لیا جائے کہ روٹی ناک سے کھائی گئی لیکن اس خلاف عقل بات کا ثبوت یہ ہے کہ صوبہ اودہ مین یہہ رسم ہوگئی ہے کہ ہر بڑے دروازہ پر مچھلی کی تصویر بناتے ہین گویا کہ سلطنت اودہ کا نشان مچھلی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسی کا معجزہ مُردہ زندہ کرنیکا ہے۔ اوسکا انکار کرنا یہہ معنی رکھتا ہے کہ تمام قوم عیسائیونکی جو اسوقت تک دنیا مین بڑی کثرت سے آباد ہے اس واقعہ کو بیان کرتی ہے اور بالکل جھوٹی ہے میرے نزدیک یہہ امر جو حضرت عیسی سے سرزد ہوتا تھا جھوٹا نہین ہے جو اوسکو خلاف عقل مانتا ہے اوسکی عقل صحیح نہین ہے

مُردہ جلانا ثبوت وجود روح ہے۔

مردہ کو زندہ کرنا دلیل اس بات کی ہے کہ روح کا وجود ہے وہی تعلق اونہین معلومات کے ساتھہ اگر آگ اور ہوا اپنے اپنے مادہ مین جاکر ملجاتین اور اوس خاصیت سے جو بعد امتزاج پیدا ہوئی ہے خالی اور علیحدہ ہوجاتین۔ تو پھر اونکا عود ساتھہ ان معلومات کے نہین ہوسکتا تھا۔ نئی روح بنتی وہی روح نہ آتی۔ کیونکہ جب اربع عناصر الگ الگ ہوگئے تو اون سے ایک نئی چیز پیدا ہوسکتی ہے وہی پرانی

چیز نہین ہوسکتی ۔

وجود روح کا ثبوت انسان کی حالت سے ۔

اسبات پر غور کرنے سے کہ انسان مین تغیرات ہوتے ہین ایک
اور دلیل اسطرح وجود روح کی کہ بعد فنای جسم باقی رہے باریک
طور سے سمجھہ مین آتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ فرض کیجیے کہ انسان کی زندگی تین حصون
پر منقسم ہے ۔ پہلا حصہ بڑہنے کا جسے ایام نمو کہتے ہین دوسرا حصہ بڑھکر ایک حالت پر
ٹھہر جانے کا جسے سن وقوف کہتے ہین ۔ تیسرا حصہ قوتون کے گھٹنے کا جسے پیری
یا ایام انحطاط کہنا چاہیے کہ وہی مقدمہ فنای جسم کا ہے ۔ اگر یہہ مانا جاے کہ روح
ایسی چیز نہین ہے کہ جسم سے جدا ہونیکے بعد باقی رہ سکے تو یہہ ماننا پڑیگا کہ روح امتزاج
اربع عناصر کا خاصہ ہے یعنی طبیعی اور قوتین اعضای انسانی کے اندر اس امتزاج سے
پیدا ہوتی ہین دماغ مین قوت عقل پیدا ہوتی ہے ۔ یہہ فرض ظاہر طور سے غلط معلوم
ہوتا ہے کیونکہ قوای جسمانی کے ساتھہ نمو اور وقوف اور انحطاط عقل کا نہین ہوتا اگر
قوت عقل محض دماغ کی قوت کا نام ہوتا تو ہمیشہ ساتھہ ساتھہ اعضا کے بڑہا گھٹا کرتی حالانکہ
ہم دیکھتے ہین کہ قوت اعضا جب گھٹ جاتی ہے قوت عقل بڑھ جاتی ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ روح کے وجود کا ابتدائی ذریعہ خارج مین آنیکا تو ضرور جسم ہے مگر بعد مین روح
ایسی چیز ہو جاتی ہے کہ اعضا کے ضعف کو اوس سے تعلق نہین ہوتا ورنہ عقل بھی
ایسی ہی ہوتی ۔ ممکن ہے کہ یون اعتراض کیا جاے کہ قوای دماغی تو اعضا کے ساتھہ
ساتھہ بڑھتے گھٹتے ہین مگر عقل کے نور کو دوسری قوتین یعنی خواہشین پردہ مین رکھتی ہین

جب وہ کمزور ہو جاتی ہین اور انکا پردہ اوٹھہ کر عقل مین زور معلوم ہونے لگتا ہے حقیقت مین
عقل عضائی باغی کے ساتھہ بڑہتی ہے کیونکہ جب انسان زیادہ بوڑہا ہو جاتا ہے تو مسلوب الحواس
ہو جاتا ہے - یہہ غلط ہے اسلیے کہ یہہ استدلال اوس حالت سے ہے کہ گویا آدمی مر گیا -
موت کے بعد جیسا ہم روح کو نہین پاتے ایام سلب حواس مین بھی نہین پاتے - اوسکا بہلا
فرق اوقات نوم سے بخوبی سمجھہ مین آتا ہے سوتے مین روح موجود ہوتی ہے مگر بیکار
رہتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی مرا پڑا ہے ایام سلب حواس مقدمہ اوس سونے
کا ہے جس سے انسان اوسیوقت جاگ سکیگا جب تنداجا ہے - دوسری طرح فرق حالت
جنون پر غور کرنے سے سمجھہ مین آتا ہے جنون مین بھی حواس مسلوب ہوتے ہین بعد صحت
پھر حواس آجاتے ہین - پس معنی یہہ ہین کہ جیسے قوت عقل کے لیے سونا اور جنون پردہ
ہین سلب حواس بھی پردہ ہین یہہ نہین ہے کہ قوتین جسمانی خواہشونکی اور جسم کی عقل کا
پردہ ہین پردہ صرف اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ روح و عقل کا ادراک جبتک وہ جسم مین رہتی ہے
حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے - حواس اعضا کے خواص ہین اعضا کے ساتھہ اون کے
خواص مین ضعف لازمی ہے - پس وہ ذرائع کا انعدام ہے اصلی شی کا انعدام نہین ہے خواہشین
پردہ عقل کا اگر اسطرح ہوتین جسطرح اس اعتراض مین مذکور ہے تو عقل فی نفسہ نہ بڑہتی -
خواہشین عقل کا پردہ نہین ہوتین بلکہ عقل جانا کرتی ہے کہ خواہشون کے زور سے یہہ
غلطی ہو رہی ہے - پس جبکہ انحطاط قوت دماغی کے باوجود عقل بڑہتی ہے لازم آتا ہے
کہ وہ چیز بہر لعضا کی قوت سے جدا ہو کر مادہ باقی رہنے اور کام کرنے کا پیدا کر لیتی ہے -

یا ہمیشہ اوسمین وہ مادہ موجود ہوتا ہے جو تمیز نہین ہوتا ۔

روح کا ضد سوای شیطان کوئی نہین ہو سکتا ۔

اگر روح کا وجود ماننا چاہیے اور یہ کہ روح عقل کا جسم ہے اور وہ ظاہری جسم کی قوتون سے علحدہ بھی کام کرتی ہے تو اوسکا ضد سوای شیطان کے دوسرا نہین ہو سکتا اوسوقت کے لیے کہ جب قوتین اعضا کی گھٹ جائین اور عقل برے استعمال اضداد کے قاعدہ سے اوسکو محنت اور ورزش کے طور پر بڑہانے کے لیے شیطان کے کام ذریعہ ترقی کا ہو سکتے ہین ورنہ نہین ہو سکتا ایسی علی قوت کا ضد نہ ماننا اور شیطان کے وجود سے انکار کرنا بڑی غلطی ہے ۔

تکبر کا بیان ۔

جب انسان مین قوت ہو جاتی ہے اور انسان اپنی عجیب و غریب حالت کو دیکھے تو لازمی خاصہ اوسکا یہہ ہے کہ اوسمین صفت تکبر پیدا ہو ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ایسا ہوتا ہے پہلوانون مین جب زور زیادہ آجاتا ہے تو رفتار تک اونکی مستانہ ہوجاتی ہے اور وہ بالکل اپنی ہستی سے بے خبر ہوتے ہین ۔ جوش جوانی مین انسان اندہا ہوتا ہے اور اوسکو کچھہ نہین دکھلائی دیتا ۔ جوانی دیوانی مشہور ہے اور ایک شاعر نے اس مضمون کو بہت اچھا نظم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ **شعر**

اچھا ہوا شباب کا عالم گذر گیا	اک جن چڑہا ہوا تہا کہ سر سے اوتر گیا

اوسی مدہوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہین ہزارون گھر اور ریاستین تباہ ہوگئین ۔ بہت سے اشخاص نے جب دیکہا ہے کہ ہم مین طاقت ہے کہ جو چاہین آن کی آن مین ہو جاوے ۔ صدہا انسان قتل ہو جائین ۔ گھر لوٹ لیے جائین ملکون کی صورت متغیر

کر دی جاوے تو ایسی خود پرستی پیدا ہوئی ہے کہ اون لوگون نے دعوی خدائی کیا ہے

صفت تکبر سخت ترین مضرات مین سے ہے سب سے زیادہ برائی اس صفت مین یہ ہے

کہ جو صفات انسان مین پیدا ہو سکتی ہین تعداد اونکی اسقدر زیادہ ہے کہ تمام عمر اگر معمولی

انسان جملہ کمالات کو حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہین ہو سکتا پس صفت تکبر جو انسان کو

بتلاتی ہے کہ مین سب سے بڑا ہون وہ آدمی کو ارتقاے مراتب کمال سے باز رکھتی ہے

یعنی وہ ایسی سخت غلطیان کرتا ہے جو اپنے لیے بھی سخت مضر ہون اور دوسرون کے

لیے بھی اس لیے انسان کے واسطے ایسے ذرائع پیدا کرنے چاہئین کہ جو اس صفت

خبیث سے محفوظ رکھین ۔

ذرائع دفع تکبر کا ذکر بعض خاص حالتون مین اور شیطان کے وجود کا لازم ہونا ۔

اب خیال کیجئے گا کہ بعد اسکے کہ انسان ایک حد پر پہونچ جاوے اور اوسمین کمال پیدا ہو جاوے جسمین سے ایک کمال یہ ہے کہ طبیعی ضرورتون پر غالب آجانے

کی اوسکو مشق ہو جاوے اور اوسمین ملکات قدسی اور مشق صدور افعال حسنہ کی پیدا ہو جاوے

تو اوسکو یہہ خیال ہونا کہ مین دوسرون سے بہتر ہون صحیح واقعہ اور صحیح خیال ہوگا لیکن وہی خیال

ہر وقت موجب تکبر ہو سکتا ہے اگرچہ صحیح ہو ۔ خدا شناسی اور خدا پرستی سب سے بہتر ذریعہ

انسان کے اقصائے غایت کمال پر پہونچنے کا ہے ۔ مان لیجے کہ ایک بڑا گروہ انسانون کا

اسکا قائل ہو چکا ہے ۔ تو اب غور کیجے کہ اوس کمال پر پہونچنے کے بعد جبکہ قوتین مغلوب ہو چکین

تو وہ کون ذریعہ ہے کہ انسان کو تکبر پیدا نہونے دے ۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذریعہ یہ ہے

کہ ایک ایسا دشمن ہو جسمین سب سے بڑی طاقت دہوکہ دینے کی اور بہلا دینے کی اور خدا سے

پہیر دینے کی اور افعال قبیحہ کی طرف دعوت کرنیکی موجود ہوا اور وہ بغیر روک ٹوک کے ہر وقت قابو پا سکتا ہو تا کہ باوجود ملکات قدسی کے ہر وقت انسان ڈرتا رہے کہ مبادا غلطی ہو جاوے اور یہی خوف بقاء کمال اور ترقی کا طرف کمال کے ذریعہ ہو۔ ایسا ذریعہ اگر غور کیجیئے واقع مین فضل الٰہی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضروری ہے کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا وہی وجود شیطان کا ہے۔

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسری طرح سے

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسرے الفاظ مین یون ہو سکتا ہے کہ جو وجود مالک تام ہو اور ملکیت اوسکی بڑے زور شور کی ہو اور اوسکی ملکیت کا پہچاننا ہی سب سے بہتر ذریعہ مختلف قوتون کے مغلوب کرنیکا اور بہت بڑی برائیون سے بچنے کا ہو تو اگر قوت دیجاوے اور اوسمین اختیار دینے ہاتھہ مین باقی نہ رکہا جاوے تو وہ خلاف اوس مالکیت کے ہوتا ہے جو اوس وجود عظیم جل شانہ کو حاصل ہے۔ جہان ہم قوتون مین غور دیکھتے ہین یہہ بات پاتے ہین کہ باوجود آزاد اور قوی قوت موجود ہونیکے کوئی قوت کا ایسا نہین ہے کہ ہر وقت مین بڑی قدرت کا اقتدار اوسکے ساتھہ نہ ہو تا کہ وہ مالک کے بس مین رہے۔ یہہ بس مین رکہنا بہت ہی ضروری چیز ہے کیونکہ خود یہ خیال کہ ہم اوسکے بس مین نہین ہین مادہ سرکشی و نافرمانی پیدا کریگا آپ کسی قوت کو لیلیجیے اور کسی حالت پر غور فرمایئے ہمیشہ قدرت الٰہی کا اقتدار ساتھہ رہتا ہے مثلاً بادشاہ جب لڑائی مین مصروف ہو اور ہزارون جانین ہلاک کرا رہا ہو یکدم سے اوسکی زبان بند ہو سکتی ہے۔ آدمی بڑی بہوک مین روٹی کہاتا ہو گلا بند ہو سکتا ہے۔ ذرا سا درد پیدا ہو کر ہاتھہ بیکار ہو سکتا ہے

سرمین درد ہوکر عقلی قوت معطل ہوسکتی ہے پس غور فرمایئے کہ جہان سب قوتین وکل او
بس مین اسد تعالی کے ہین جب آدمی پورا مرتبہ کمال پر پہونچ جاوے تو کیونکر ہوسکتا ہے
کہ وہ اسد کی قدرت سے باہر ہوجاوے اور اوسکے لیے مادہ سرکشی پیدا ہونے دینا اقتدا
قدرت سے جدا ہوجاوے۔ اگر ایسا نہوتا یہہ نہوتا کہ ترقی نامحدود ہے۔ وہ تدبیر سوا
وجود شیطان کے دوسری نہین ہوسکتی۔ اگر آپ اون نکات اور کیفیت عبودیت پر جو اپنی
ہستی کو بے حقیقت سمجھا کر آدمی کو سب سے زیادہ مفید بناتی ہے غور فرمائیگا تو معلوم
ہوگا کہ شیطان ایک بڑی ضروری چیز ہے۔ جب ہم یہہ بات دیکھتے ہین کہ اسد جل شانہ
کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے خواہ ہم اوسکا تصور کرسکین یا نہ کرسکین تو ماننا چاہیے
کہ جو چیز نہ ہوتی وہی کمال قدرت کا نقصان ہوتا جس سے ذات باری تعالی منزہ ہونی
چاہیے کیونکہ وہ کمال اعلی درجہ کا غور کرنے سے ثابت ہے۔

باب دوم

باب دوم

نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب۔

اسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آجکل دلونمین نظام عالم کے متعلق پیدا ہوگیے ہین

جب مصالح نظام عالم پر جو بقدر اپنے فہم کے مین نے بیان کیے ہین آپ نے غور کیا
مناسب ہوگا کہ اون شبہات کی طرف توجہ فرمایئے جو نظام مذکور پر دلون مین پایے

جاتے ہین اور مضرات سمجھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ قوتہائے نفسانی اور شیطان سے برائی زیادہ ہوی۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ ان قوتون کا دینا اور شیطان کا پیدا کرنا اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی بڑے مصائب مین پڑنیکا اور ساری خرابیون کا سبب ہوا۔ اور نتیجہ برا ہوا یہہ شبہہ اول سے آخر تک غلط ہے۔ اور کاہل آدمیون کو اوسوقت پیدا ہوتا ہے جب وہ درماندہ ہوتے ہین۔ وہ مآل کو نہین سمجھتے کہ اگر قوتین انسان مین اور اختیار اونکے صرف مین لانیکا جہانتک ہے نہ ملتا۔ تو ہم مین اور حیوانون مین۔ ہم مین اور درختون مین۔ ہم مین اور پتھرون مین فرق نہوتا۔ اگر قوتین دیجاتین اور اونکا اوسکانیوالا پیدا نہ کیا جاتا تو بہی انسان اور حیوان مین کچہہ فرق نہ ہوتا۔ عالم مین نظام نہوتا یا ایسا فرق ہوتا کہ قابل اعتداد و اعتنا نہو۔

تھوڑی دیر کے لیے حیثیت دین سے قطع نظر فرما کر باعتبار دنیا افعال جوارح انسانی پر جو بوجہ عطای قوت صدور افعال صادر ہوتے ہین توجہ فرمائیے اول تعداد مخلوق انسانی کو لیجیے۔ پہر اونکی عمر کو۔ پہر افعال کو جو اعضا کے ذریعہ سے صادر ہوتے ہین کسی ایک عضو کے افعال پر خیال کو رجوع فرمائیے۔ سب سے مقدم آلہ کام کرنیکا ہاتھہ ہے۔ دیکھیے کسی ایک آدمی نے مدت العمر مین کتنی مرتبہ ہاتھہ ہلایا ہوگا غالباً تعداد اوسکی حصر و شمار سے افزون ہو۔ ان افعال مین بعض وہ افعال ہونگے جو انسان اور حیوان مین مشترک ہین تاہم بیشتر تعداد اون افعال کی ہوگی جو انسان کے لیے مخصوص ہین جیسے لکھنا۔ غلہ پیدا کرنا۔ کہانا تیار کرنا۔ اوسکا انسان کیطرح کہانا۔ کپڑا پیدا کرنا۔

کا خفہ پیدا کرنا۔ شیشہ آلات بنانا۔ لوہا بنانا اور لاکھون چیزین تیار کرنا۔ افعال انسانی
مین امتیاز فرمایئے کہ کتنی دفعہ ہاتھہ ہلانا فعل جائز تہا۔ کتنی دفعہ ہاتھہ ہلانا عمل ناجائز
اوسوقت غالباً شک باقی نہ رہیگا کہ عطای قوت ہای انسانی ایک عجیب و غریب نعمت ہے
اور شکایت کتنی غلط اور ناشکری ہے۔ اگر تفتیشات جرائم پر توجہ مبذول فرمایئے تو ظاہر
ہوگا کہ اونکا حساب انسانون کے عدد پر کیا جاتا ہے یعنی مردم شماری پر۔ افعال انسانی
پر نہین تاہم وہ ہزاروان حصہ یا کچھہ کم زیادہ ہوتے ہین۔ کتنے معاملات وہ ہین جو کچہریون
مین نہین آتے۔ کتنے وہ ہین جو آتے ہین۔ کتنے آدمی ہین جو مع مال و زن و فرزند صبح
کو خوش و خرم اوٹھتے ہین۔ کتنے ہین جو چورون کے ظلم سے مبتلای فریاد و تظلم ہوتے
ہین۔ دنیا کی وہ ترقی جو حیرت انگیز ہے کس عمل سے ہے۔ پس ملاحظہ فرمایئے کہ یہہ
شبہہ کاہلی کا ہے یا کسی اور چیز کا۔ اور غلط ہے یا نہین۔ اگر یہہ خیال باعتبار دین
ہے۔ (جو حقیقت مین نہین ہے) اور اس لیے ہے کہ ادیان مختلف ہوگیے۔ کفر زیادہ
ہوگیا۔ تو واضح رہے کہ کفر و اختلاف ملل بوجہ عقل کے ہے۔ عقل ایسی نعمت ہے کہ
اوس سے بہتر اور کوئی نعمت انسان کو عطا نہین ہوی۔ اوسکا شرف ظاہر ہے اگر
اتنی بڑی نعمت سے آپ اسلیے اجتناب کرنا چاہتے ہین کہ آپنے غور نہین کیا اور یہہ بات
سے یعنی وجود صانع سے انکار کر دیا ہے تو یہ قصور معطی کا نہین۔ ذرا انصاف فرمایئے
کیونکہ یہہ کہنا اون بچون کے خیال سے کم نہین ہے کہ پڑہنے لکہنے کی محنت تکلیف دہ
ہے۔ اوس سے بچنا چاہیئے۔ دین کو اگر باعتبار اعتقاد مسلمانون کے تہ لیجیے تو جو مسلمان

نہین ہین اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہین اور اونکی تعداد زیادہ ہے اور اسلیے تعداد افعال
جوارح بہی زیادہ ہے - اگر باعتبار اعتقاد اسلام کے لیجیے تو زمانہ کو باعتبار اعتقاد اسلام
کے مدتون پر منقسم فرمایئے - اسلام نے قرار دیا ہے کہ زمانہ اچہے افعال کا اور عموم
اسلام کا زمانہ عموم ضلالت سی زیادہ ہوگا - اور یہہ بہی قرار دیا ہے کہ بعد اسلام مسلمان کا
ہر فعل مسلمان کو مستحق ثواب بناتا ہے - چنانچہ کہانا - پینا - اولاد - اونکی پرورش -
اور جملہ افعال جو گناہ نہون - اوسپر اسد تعالی کی غفاری - پس افعال زمانہ قلت اسلام
اور افعال زمانۂ عموم اسلام دونون کو ملایئے اور دیکہیے کہ افعال حسن باوجود اسکے تعداد
مین بہت زیادہ ہین اور جو اعتراض دلون مین اس حکمت پر پیدا ہوتا ہے کسقدر غلط اور فضول ہے
باعتبار دین ظاہر ہے کہ اسد تعالی کی مشیت انسان کو قصای غایت کمال پر
پہونچانے کی مقتضی ہوی ہے - اور حاکم ارض وما فی الارض بنانے کی حکومت کے
لیے سوای ارضیات اور محکوم پیدا کرنے کی ضرورت ہے - پس خیال کرنا چاہیے کہ
خوف بد اعمالی حکام سے کسی کو حاکم نہ بنانا اچہا تہا یا بنانا اچہا تہا ضرور اچہا تہا - جو بداعمالی
کرتے ہین یہان یا وہان سزا پاتے ہین - اب دونون اعتبار یعنی دنیا اور دین کی
نظر سے خیال فرمایئے - کیا آپ خیال فرما سکتے ہین کہ اس ڈر کے مارے کہ آپ زیادہ
کہائینگے بہوک نہ دی جاتی اور ذریعہ پرورش بدن کا اور اوسکے بقا کا آپ سے
لیلیا جاتا - اسلیے کہ چلنے پہرنے کی قوت دینے سے چوری کے لیے جانا ممکن ہوگا
یا آنکہہ دینے سے نظر بد کا تمکن ہوگا - ہاتہہ پانون اور آنکہہ نہ دیجاتی - اسلیے کہ نیت

خراب ہوگی عقل نہ ملتی۔ یہہ قصور انسان کا ہے کہ اچھی قوت کو برے طور سے کام مین لاکر اسد تعالی کی ناشکری کرتا ہے کیونکہ اوسنے یہہ نعمتین صرف آپ کو کامل بنانے کے لیے دی ہین اور اپنی قوت سے انتہای مرتبہ کمال پر پہونچنے کیلیے جو اسے سوچیگا برا نہ کہیگا پھر آپ سمجھیے کہ جہان محنت نہین ہوتی کچہہ نہین ہوتا۔ یہی ذریعہ بڑے مراتب حاصل کرنیکا ہے مثل مشہور ہے جہان شہید نہین بادشاہت نہین۔ جہان کسرت نہین پہلوان نہین جہان ہتہیار نہین سپاہی نہین۔ پس اسلیے کہ شہید ہونگی اسلیے کہ محنت سے پسینہ آجائیگا تہک جائیگا ہاتہہ پانون دوچار کے ٹوٹ جاینگے کیا محنت اور طریقہ محنت کو برا کہا جاسکتا ہے یا اوسمین برائی ہے؟ نہین ہے۔ اور نتیجہ بُرون کے لیے برا ہے اچھون کے لیے اچھا ہے۔ زیادہ غور فرمایئے کہ قلت اور کثرت ایسی چیزین نہین ہین کہ وجود انکا خارج مین دکہلائی دیتا ہو بلکہ یہ دونون صفتین ہین جو صرف مقابلہ سے پہچانی جاتی ہین مثلاً ایک سے دو زیادہ ہین۔ ایک قلیل ہے دو کثیر۔ اسیطرح ایک شٔے کے مقابلہ مین دو شٔے کثیر ہین اور ایک لاکہہ کے مقابلہ مین دو لاکہہ اور اسیطرح۔ لیکن ایک سو سے ایک قلیل ہے اور ایک ارب سے ایک لاکہہ قلیل ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر قلیل ممکن ہے کہ دوسرے کثیر کے مقابلہ مین قلیل ہو مگر اپنے سے قلیل کے مقابلہ مین کثیر ہو۔ تاہم اب یون ہوتا ہے کہ اپنی مقیاس کی حیثیت سے اطلاق قلت اور کثرت کا کیا جاتا ہے یہی وجہہ ہے کہ بدی کثیر سمجھی جاتی ہے کیونکہ بدی کی ایسی حالت ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ ایک مچہلی دریا کو گندہ کردیتی ہے۔ ضرور جسقدر بدی عالم مین ہے

وہ کیثر معلوم ہونی چاہیے کیونکہ تنہا آدمی کو ایک بدی سے اوس قدر تکلیف ہوتی ہے جسقدر
ہزارون نیکیون سے آرام نہین ملتا - میرے خیال مین یہی معنی زمانہ کی شکایت کے ہین - جہان
ایک بدی سے تکلیف ہوتی ہو ہزارون بدی سے نیک بندون کو ایسی تکلیف ہونی چاہیے
کہ چلا اوٹھین - چنانچہ بدی سے نفرت کا پیدا کرنا بھی ایک ضروری امر ہے تا کہ نیکی کی طرف
جانیکا مادہ پیدا ہو - ایک نفیس آدمی کو بیت الخلا مین بند کر دیجیے جہان آدمی رفع حاجت
کرچکا ہو وہ نفیس آدمی متحمل نہ کر سکیگا (اگرچہ آلودہ مقام سے عرض وطول بیت الخلا کو
کچھہ نسبت نہو) الغرض در اصل یہی بات ہے کہ مناسبت سے مصارف کو قوتہای
انسانی کے جب دیکھیگا معلوم ہوگا کہ غلط مصرف صحیح مصرف کے بہ نسبت اقل قلیل تہے
یہہ امر بہی قابل غور ہے کہ صنائع بزرگ وحکمتہای سترگ ہین بعض پہلو مضرت کے ہوتے
ہین اون مضرتون کے سبب سے اونکو اور اونکے موجدون کو برا نہین کہہ سکتے - بلکہ
صنعت دیکھکر اوسکے کمال کا اقرار کرتے ہین - مثالین اسکی محتاج بیان نہین ہین جیسے
قانون کی مضرتین بعض جگہہ قانون ذریعہ عدم انصاف کا ہوتا ہے - کنوان کہودنا آخر
اسمین کوئی گر پڑتا ہے - نہر بنانا - اوسمین لوگ ڈوب جاتے ہین - منبع لوٹ جاتا ہے
صدہا بیگھہ کی فصل ضائع ہو جاتی ہے - نہر سے رطوبت بڑھ گئی اور ضرر پہونچا یا ریل
بنانا - ہزارون آدمی ریل کے نکلنے سے بیکار ہو گیا ہے جنکی بسر اوقات صرف کرایہ یا باربرداری
وغیرہ پر تہی - لیکن ان چیزون کو اسلیے برا نہین کہہ سکتے کہ اونکے منافع مضرتون سے بدرجہا
زیادہ ہین - اسپر بہی عجیب وغریب فرق یہہ ہے کہ اللہ تعالی کی حکمت خلق اور انسان کی

حکمت خلق مین یہ فرق ہے کہ جناب ایزد متعال چونکہ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے اور ضداد پیدا کرکے اونمین جو نظم جوانکے بقار کے لیے ضروری ہے پیدا فرماتا ہے اوسکی ذات پر اس قسم کا الزام بھی عائد نہین ہوسکتا کہ بڑی صنعتون مین تھوڑے ضرر بھی ہین۔ اوسکے افعال جو متعلق بشر کے ضرر کے ہین وہ سزای جرائم یا تدابیر عالم مین۔ وہ جسکو چاہتا ہے ہر حال مین بچا لیتا ہے۔ انسان جو ایسے کارہای تربر[illegible] کرتا ہے چونکہ تدبر اوسکی اوسی صنعت مین محدود ہوتی ہے اور ضرر کو دفع کرنا انسان کی قدرت مین نہین ہے اسلیے انسان ذمہ داری سے بری نہین ہوتا۔ انسان کے معمولات مین استحسان کثرت و قلت منافع و مضرت سے ہونا محدود ہے۔ یہان مثال ذیل پر غور فرمائیے۔ ایک شخص کو مکان بنانا ہے وہ اوسمین سب چیزین بنائیگا۔ تہخانہ۔ بالاخانہ۔ دالان۔ شہ نشین۔ مالخانہ دہلیز۔ باورچیخانہ۔ آبدار خانہ۔ غسل خانہ۔ پاخانہ۔ اوس شخص کو جسنے اینٹین بنائین اختیار ہے کہ جس اینٹ کو جہان چاہے لگادے۔ چھت مین یا پاخانہ مین۔ اگر اوسکا جی چاہے اور تفریح کے لیے خانہ باغ لگادے یقیناً اوسے اختیار ہوگا کہ وہ سبزہ بیگانہ کو اوکھار ڈالے۔ پہولون کے گلدستے بنالے۔ درختون کی شاخین اونکے خوبصورت کرنے کو کاٹ ڈالے پرانے درخت اوکھاڑ ڈالے۔ پانی بہانے کے لیے دیوارون مین روزن کرے اس سے ضرور اینٹون کی حالت مین فرق ہوگا۔ ہر اینٹ جوڑنے کے لیے چھیلنی پڑیگی تاکہ خوبصورت شکل آجاے بعض محراب کے لیے کاٹی جائیگی۔ تو اینٹ یا درخت یہ کہین کہ مالک نے کاٹنے کا فعل برا کیا اور لسبولی یا مقراض کو بنا کردہ اون ظلمون کا باعث

ہوا جو اینٹون یا درختون پر گذرے اور بڑا ظلم کیا تو کتنا غلط ہوگا تصرف مالکانہ اور ظلم میں کچھہ فرق فرمائیگا یا نہین بعض بزرگون نے اس مثال کو اس بات کے ثبوت مین لکھا ہے کہ نظام عالم من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے گو باعتبار ہر جزو کے بہتر سے بہتر نہو مجھہ کو اس راے سے اتفاق نہین ہے معمار عمارات کی صنعت میان معمار عالم جلشانہ کی صنعت مین فرق یہ ہے کہ ... اینٹون کو اچھے برُے مقامات مین لگا دیتا ہے معمار عالم جبتک اجزای عالم کو خود برا یا بھلا ... جانے کا موقع نہین دیتا بھلی یا بری جگہہ مین نہین لگاتا پس نظام جیسا من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے من حیث الجزو بھی بہتر سے بہتر ہے یہان ہر چیز وہین ہے جہان اوسے ہونا چاہیے ... سیر گاہ ہوتی جیلخانہ نہوتا سلطان کا کارخانہ عمارت نامکمل تہا حقیقت مین صنائع عالم کو جیلخانے سے تشبیہ دینا جب غرض ہو بہتر مثال نہین ہے۔ کم سے کم ایک شہر سے تشبیہ دینا چاہیے تہا۔ اس مثال پر بھی غور فرمایئے کہ بادشاہ ہزارون آدمی کو لڑنے اور جان دینے کے لیے نوکر رکھتے ہین جسکا اونکو معاوضہ دیتے ہین۔ تعجب ہے کہ ۱۰ روپیہ تنخواہ جان لینے کی بیجا ہے اور جو مالک کہ در اصل کہانے پینے کو ہر وقت دے وہ کچھہ استحقاق نہ رکھے ... مصلحت سے جا ہے آدمی کو بنا ہے ایک اور عجیب فرق باوجود اسکے صنائع الٰہی مین یہہ ہے کہ اوسنے یہہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے انسان کو جب ان وقتون مین ڈالا تہا تو اوس سے اور سب مخلوق سے پوچھہ لیا تہا کسی نے یہہ بوجہہ حکومت کا جو عقل و اختیار سے پیدا ہوا ہے اوٹھا لینا قبول نہ کیا انسان نے قبول کیا پس اب تو بلا تشبیہ یہہ صورت ہوگئی جیسے کوئی آدمی کسی آدمی کو

نوکر رکھے اور بتلا دے کہ تمکو جان دینی ہوگی اسی لیے نوکر رکھتا ہون ۔ فرمایئے کہ
اسکے جب کوئی شخص نوکری قبول کرے نوکر رکھنے والا کیونکر ملزم ہوا ۔ بلا تشبیہ
کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی نسبت صحیح نہین ہے غالب جان دی ہوئی اوسی کی
تھی ؎ حق تو یہہ ہے کہ حق ادا نہوا ۔ الغرض اللہ نے عالم کو مظہر تمام عجیب و غریب
قدرتون کا بنایا ہے ۔ اگر وہ اتمام حجت بھی نہ کرتا [illegible] بھی [illegible] اختیار رہتا
کہ جس چیز کو جس کام مین چاہے لائے اب تو وہ بدنہ دیتا ہے ۔ قدرت جو بدل سکے کہ
عالم مظہر قدرت ہے قدرت ایزدی منزہ ہی نہین ہے ۔ لائق ہزار ہزار شکر کے ہے نتیجہ
کی برائی اوسوقت معلوم ہوگی جب آنکھہ بند ہوجائیگی اور ہم [illegible] اتب نیرنگ کو پائینگے
کیا یہہ خیال صرف اون لوگون کا نہین ہے جو وجود انسان کو دنیا تک محدود سمجھتے ہین
اور سخت بے خبر ہین ۔

جواب اس شبہہ کا کہ دوسرے طریقہ پر خلق ہونا ممکن تھا اور محال کا بیان ۔

اسی کے ساتھہ یہہ شبہہ دل مین آتا ہے کہ اللہ تعالی قادر
مطلق ہے وہ اسطرح پیدا کرنے کی قدرت رکھتا تھا کہ اتنی بھی
برائی نہوتی لیکن یہہ غلط ہے ۔ غلطی یہہ ہے کہ خداوند عالم
کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے اور اختیارات درجہ بدرجہ ہین ۔ اس قسم کی شکایت ہر
مخلوق کی طرف سے ہوسکتی ہے ۔ مٹی کہہ سکتی ہے کہ مجھی اوڑنیکی قدرت کیون نہ دی
ہوا کہہ سکتی ہو کہ مجھے سکون کیون نہ دیا ۔ پانی کہہ سکتا ہے کہ مجھہ مین جلانے کی خاصیت
کیون نہ ہوئی ۔ آگ کہہ سکتی کہ مین ٹھنڈے اثر کی کیون نہ پیدا کی گئی ۔ جمادات کہہ

سکتے ہین کہ ہم نباتات کیون نہ ہوسے نباتات کہہ سکتے ہین کہ ہم حیوانات کیون نہ ہوے
اگر سب کو راضی کیا جاے تو یہہ معنی ہونگے کہ ایک ہی چیز پیدا کیجاے - اوسوقت
تنوع اور صنعت مختلف کا وجود معدوم ہوگا - یہہ صریحًا غلط ہے - افسوس ہے کہ آدمی
کہتا ہی باوجودیکہ اپنی شرافت دیکھتا ہے کہ مین بلا اختیار کیون نہ پیدا کیا گیا یا میری حالت
ایسی کیون نہ ہوئی کہ جب مین چاہتا بدی کی قابلیت مجھسے سلب ہوجاتی - یعنی میری
حالت مثل حیوانات اور کیڑون اور نباتات و جمادات کے ہوتی معنی اس اعتراض کے
غور کرنے سے یہہ پیدا ہوتے ہین کہ محال ممکن کیا جاتا - اسلیے کہ انسان کا یہہ چاہنا کہ
جب مین چاہتا مجھسے بدی کی قابلیت سلب ہوجاتی عین طلب اس بات کی ہے کہ
اوس کے افعال مین اختیار و جبر دونون جمع ہوجائین اور یہہ امر ہو نہین سکتا اس لیے
کہ یہہ جمع بین الضدین ہے اور اجتماع ضدین محال ہے - اس بات مین لوگ بہت
بحث کرتے ہین کہ اللہ تعالی جل شانہ محال پر قادر ہے یا نہین - میرے نزدیک
ضرور قادر ہے لیکن محال کا محال قرار دینا ایک قاعدہ ہے جو بغیر کسی سخت ضرورت
اور وجہ کے نہین توڑا جاتا اور اوسکا عمومًا توڑنا اس عالم اسباب کے لیے خلاف مصلحت
ہے - مگر اللہ تعالی باستثنا اوس حالت کے کہ کسی کو خاص حالت مین قدرت دیدے
اس اختیار کو اپنے ہاتھہ مین رکہتا ہے اگر ایسا نہو انتظام باقی نہ رہے سزائین نا ممکن
ہوجائین اور حق تعالی پر الزام خلف وعدہ کا لازم آئے - مثلًا اگر اونٹ سُوئی کے ناکہ سے
نکل جاتا تو آپ مست ہاتی سے اپنی حفاظت کیسے کرتے - کیونکہ وہ وزن دیوار سے

مکان مین چلا آتا ۔ اگر یہہ نہوتا ہوا سکو اوڑائے اوڑائے پہرا کرتی کوئی چیز بجا ہی نہو د بر قرار نہو تی
۔ رسی اگر گلا نہ گہونٹتی پہانسی کیسے لگتی ۔ آگ نہ جلاتی تو عذاب الہی کیونکر ہوتا ۔ پس دفع
ضرر اور جلب منفعت کا (برائی دور کرنے اور بہلائی حاصل کرنیکا) ان متنوع اور متضاد اشیا
مین صرف طریقہ یہہ ہے کہ مصلحت اوسکی اسبات کی مقتضی ہو کہ محال ممکن نہو جائے ۔
بڑی چیز بڑی حالت مین چہوٹی چیز سے نہ نکلے ۔ پانی نشیب مین بہے ۔ بغیر اسباب ظاہر
کچہہ نہو ۔ ہمارے علمار نے محال کو دو قسم پر منقسم فرمایا ہے ۔ ایک محال عادی
دوسرا محال عقلی ۔ محال عادی جیسے کوئی آدمی پہاڑ کو نہین اوٹہا سکتا ۔ محال عقلی جیسے
ایک چیز حادث اور قدیم دونون نہین ہو سکتی ۔ دو اور دو پانچ نہین ہو سکتے ۔ یہان
جو کچہہ مین نے گزارش کیا ہے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ ہمارا محال ہمارے لیے محال
نہین ۔ مقصود یہہ ہے کہ یہہ جو کچہہ ہے ہماری نظر سے ہے اور ہمارے لیے ہے ۔
اور وہ وہ قاعدہ ہے جو اوس قاعدہ سے نکالا گیا ہے جسکو تمام مخلوقات اور اوسکے نظام
مین جناب باری تعالے نے مرعی رکہا ہے ۔ جب بحث اللہ تعالیٰ کی ذات سے
کیجائے کہ وہ محال پر قادر ہے یا نہین ۔ تو میرا اعتقاد یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مین سب
قدرت ہے اسلیے کہ اگر محال عادی کے یہہ معنی لیے جائین کہ مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہہ
قاعدہ بنایا ہے کہ آدمی جسمین صرف اسقدر طاقت دی گئی ہے کہ وہ دو چار من بوجہہ
اوٹہالے پہاڑ کو جسمین گنتی سے زیادہ وزن ہو نہین اوٹہا سکتا ۔ جبتک آدمی کی یہی طاقت
رہے پہاڑ اوٹہانا محال ہوا ۔ ضرور اللہ تعالیٰ اس قاعدہ کو نہین توڑتا ۔ مگر آدمی کے

جتنے مین طاقت پہاڑ اوٹہانے کی دیسکتاہے اور اگر چاہے یہہ قاعدہ بہی مقرر کر سکتاہے
کہ اسی طاقت کا آدمی پہاڑ اوٹہا لیا کرے جیسے یہہ قاعدہ مقرر ہے کہ برتن مین جو چیز ہو
جبتک برتن نہ کہلے یا نہ ٹوٹے وہ چیز برتن سے باہر نہین آسکتی حالانکہ ہمنے دیکہا ہے کہ باہر
آگئی برتن نہ کہلا نہ ٹوٹا۔ ورنہ خرق عادت اور معجزہ کیا ہو معنی اس سب کے یہہ ہوے
کہ محال عادی صرف ہمارے لیے محال ہے خداوند عالم کی قدرت کاملہ سے ہرگز باہر
نہین۔ باقی رہا محال عقلی وہ ایسا امر ہی نہین جو فی الحقیقت کوئی شے ہو سکے آپ
غور کیجیے کوئی شے ایک وقت مین معدوم موجود ہو سکتی ہے؟ حادث قدیم کیا ایک
چیز ہو سکتی ہین؟ واجب و ممکن کیا ایک چیز ہونگے۔ کوئی عدد ایسا ہو سکتا ہے کہ نہ زوج
نہ فرد۔ یا کوئی معدود ایسا فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ زوج بہی ہو فرد بہی۔ یہہ تو باتین
ہین جو عند العقل شیئیت (کوئی چیز ہونا) کی حد سے خارج ہین ان مین خود قابلیت اسکی نہین
ہے کہ قانون قدرت کے کلیون سے اونکا کچہہ تعلق ہو سکے۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہین
کہ خدا اپنی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہین لیکن اتنا خیال نہین کرتے کہ خداوند عالم
جسکو پیدا کریگا وہ مخلوق اوسکا ہوگا واجب الوجود کہان ہوگا وہ اپنے وجود و بقا مین
مستغنی غیر سے کب ہوگا وہ مثل باری تعالی جل شانہ کے کہان ہو سکتا ہے یہ محض دہوکے
کی بات ہے۔ تہوڑے سے التفات سے اسکا باطل ہونا بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالی نے قوتین محدود کیون دی ہین

بعد اسکے یہہ **شبہہ** پیدا ہوتا ہے کہ محدود قوتین اللہ تعالی
نے کیون عنایت فرمائی ہین۔ وجہ اسکی بہی ظاہر ہین۔

اول یہہ کہ اگر قوتین نامحدود ہوتین تو سلسلہ اطاعت اور عبدیت کا باقی نہ رہتا بلکہ آدمی
خدا ہوتا۔ اور یہہ ممکن نہین لہذا نامحدود ہونا قوتون کا بہی ممکن نہین۔ انسان کے بہتر
سے بہتر بننے کا ذریعہ خداشناسی ہے نہ خود خدا ہونا۔ دوسری یہہ کہ مضرتین اوسکی قابل
برداشت نہوتین یعنی انسان پہاڑون کو توڑ ڈالتا زمین کو کہود ڈالتا جسوقت اوسکا جی چاہتا
ایسے کام کرتا جو اورون کے لیے مضر ہین خصوصًا بقای اضداد کو اور پہر کوئی چیز
بجای خود باقی نہ رہتی سارا انتظام بگڑ جاتا واقع مین اس سے زیادہ قوت کا دینا برہمی عالم
کا باعث ہوتا۔ تیسرے اگر قوتین نامحدود ہوتین تو ترکیب واقع نہوتی کیونکہ اب اتنی قوتین
حاصل ہین جو جمع ہوسکتی ہین۔ قوت عقلی کے فرق پر آپ اس مثال سے غور کیجیے کہ ہر عقل
اگر برابر ہوتی مزدور مزدوری کے لیے کبہی نہ ملتے کیونکہ عقل بتلاتی ہے کہ تہوڑی سی
محنت سے بڑا نفع حاصل کرو جب ہر شخص کو عقل یہی بتلایا کرتی کیسے ریل کی سڑک او نہر
بن سکتی کرورون من مٹی اور پتہر کون ڈہوتا اور کہودتا۔ قوتون کا زور اور خود غرضی ڈہائی
پہر دن بہر کام نہ کرنے دیتی۔ اگر یون کہیے کہ جب کام نہوتا عقل والے بہی مزدوری کرتے
جیسے اب ضرورتون مین کرتے ہین تو غلط ہوگا کیونکہ بڑی سے بڑی عقل کو لیجیے اوسکو تعیا بنا سیئے
اب بعض عقلین زور کی اتنی بڑی بڑی ایجاد کرتی ہین کہ لاکہون آدمی اونکی تکمیل
کرتا ہے سب کے سب اتنی ایجادین کرتے تو سب کی تکمیل کے لیے آدمی کہان سے
آتے لہذا سب معطل اور بیکار رہتین ایک بہی پوری نہ ہوتی۔

ایک شبہہ یہہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصنوعات کا علم کامل کیون	جواب اس شبہہ کا کہ علم کیون محدود ہی

نہین دیا۔ اس سے بھی بڑی خرابی پیدا ہوی ہے علم کا محدود رکھنا نہایت بڑی مصلحت
سے ہے پہلی وجہ اوسکی یہ ہوسکتی ہے کہ انسان کی عقل باوجود اسکے کہ بہت بڑی ہے
پہر محدود ہے۔ اتنے بڑے کارخانہ کا علم بہی اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ عقل محدود مین نہین
آسکتا۔ دوسری وجہ یہہ ہوسکتی ہے کہ اگر علم ہر چیز کا دیدیا جاتا تو ترکیب نوع انسان
کے خلاف ہوتا اور وہ حالت نہ رہتی کہ انسان اپنی قوت بازو سے مراتب بزرگ تک پہونچے
تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انسان اپنے بقا کے ذرائع ایسے پیدا کرسکتا ہے
کہ جبتک چاہتا زندہ رہتا۔ مرنا کوئی نہین چاہتا۔ اور یہ بہت بڑی برائی ہے۔
کیونکہ انسان اوسوقت تک زندہ رکہا جاتا ہے جبتک اوسکا زندہ رکھنا بہت سی مصلحتون
سے ضروری ہے۔ ایک یہ ہے کہ اورون کے لیے جگہہ ہو جسکی ایک مثال
بادشاہ ہین۔ اگر بادشاہ زندہ رہتے تو اونکا کوئی جانشین نہوتا اور اوس کے قائم
مقام نفع سلطنت سے محروم رہتے۔ سواے بادشاہون کے اور مخلوق اگر ہمیشہ
زندہ رہتی معنی یہ ہوتے کہ دنیا ایک دفعہ پیدا ہوجاے خلق کرنیکا کام جاری نہ رہے
دوسرے یہ ہے کہ انسان امتحان گاہ مین پڑا نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ جیسے برے
افعال کی دنیا مین قواعد کی وجہ سے سزا نہین ہوسکتی۔ ایسے ہی وجوہ سے جزا بہی
دنیا مین بعض افعال کی خصوصاً خداشناسی کی کافی نہین ہوسکتی۔ موت کے بعد جزا
کا وقت شروع ہوتا ہے اور امتحانون سے فراغ پاکر جو ایسے سخت ہین نتائج سے
منتفع ہونیکا۔ پس انسان بغیر موت کے ہمیشہ امتحان مین پڑا رہتا یعنی تکالیف دنیا

مین اورمقام امتحان مین ہی ٹڑا رکہنا ظلم ہے ۔ تیسرے یہ ہے کہ برون کی برائی
دور ہو ۔ یعنی بعد موت اونکی سزا کاوقت شروع ہوتا ہے ۔ برے آدمیون کا باقی
رکہنا بعض وقت اس مصلحت سے ضرور ہوتا ہے کہ جب انسان اپنی قوتون کو بری طرح
استعمال کرکے اپنی ذات کو شے مضر ثابت کرے تو اوسکی قوتین و سرفی کی سزا کا
باعث ہوتی ہین ۔ سزا سے آدمی دنیا مین ذلیل ہوجاتا ہے ۔ بعض سزائین اس لیے
ایسی بنائی ضرور تہین کہ ذلت نہوا ور آدمی اگر جونک اوٹہے اور افعال نیک کرنے
لگے تو ذلت اوسکی آیندہ کی ترقی کے لیے حارج نہو لیکن جب برون کا مجموعہ محض نکما
ہوجاتا ہے تو دیکہا جاتا ہے کہ وہ معدوم کردیے جاتے ہین ۔ اونکا معدوم کرنا
بڑی ضروری چیز ہے ۔ بعض وقت ایسی ضرورت ہوی ہے کہ کل ایک دفعہ معدوم کردیے
گیے مثال اوسکی شہر پامپیای ہے ۔ آپ دیکہیے کہ قبل ولادت حضرت عیسیٰ عم
کے کوہ آتش فشان کے ذریعہ سے یہ شہر دفعتہً نیست و نابود کردیا گیا تہا ۔ اب جو آثار اوسکے
نکلتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اسقدر اخلاق مین اہل شہر کے خرابی پیدا ہوی تہی کہ محش
تصویرین حالت مخصوص کی عام استونون اور دیلون پر اونہون نے لگائی تہین اوس سے
قیاس کرنا چاہیے کہ اور اخلاق اہل شہر کے کتنے برے ہونگے ۔ عجیب اضطراب
و اختلاف ہوگا کوئی کیسکی نہ سنتا ہوگا ۔ ہر عیب ہنر ہوگیا ہوگا ۔ تمام مردم شماری اولاد زنا
ہوگئی ہوگی اور ایسی حالت پہونچی ہوگی کہ اصلاح نہو سکتی ہو ۔ اس حالت مین ملاحظہ
فرمایے کہ موت اور بندون کا اللہ تعالیٰ کے ہاتہ مین ہنا اور محدود دیا جانا قوتون

اور علم کا کتنا ضروری ہے اور وقت مناسب تک ہی باقی رکھنا کتنا لابد ہے چوتھی وجہہ یہ ہوسکتی ہے کہ اگر علم محدود نہ ہوتا تو منجملہ اوسکے ایک علم غیب کا ہوتا علم غیب دینا بہت مضر ہے کیونکہ اوس سے نظم عالم باقی نہین رہ سکتا مثلاً اگر معلوم ہوجایے کہ روپیہ بعد جمع ہونیکے لٹ جائیگا تو کوئی اوسے جمع نہ کرے۔ جب معلوم ہوجایے کہ فلان بچہ بعد تکمیل کے بدفعال ہوگا کوئی اوسے پرورش نہ کرے۔ ایک جانب یہ ہو دوسری جانب پر خیال فرمایے چورون کو جب علم غیب ہو کوئی روپیہ باقی نہ رہے جسے وہ لوٹ نہ لین۔ جو بدآدمی ہون وہ نیک بچونکو زندہ نہ رہنے دین۔ اسیطرح اگر علم غیب کی وجہ سے علم اپنی موت کا حاصل ہوجایے تو کتنی برائی ہو۔ ملاحظہ فرمایے کہ جس شخص کو پہانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے اور بے اختیاری موت اوسکے سامنے ہوتی ہے اوسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ اکثر لوگ ایسے ہوجاتے ہین کہ اونسے کوئی کام دنیا کا نہین ہوتا۔ اگر موت کا وقت معلوم ہوتا تو وہی شخص جسے معلوم ہوتا کہ مین آج نہ مرونگا لڑائی کے لیے نکلتا شہادت اور مغلوبیت معدوم ہوجاتی جسکے بدون بادشاہت نہ بنتی قوتون کے لیے روسکنے کا ذریعہ حاصل نہوتا۔ موت سے ڈر اس ضرورت سے رکھا گیا ہے کہ وہی روک بہت سے جرائم اور قتل نفوس کی ہے یہہ اعتراض محدود ہونے علم کا ناشکری ہے۔ اسلیے کہ ہمارے علم کی قلت باعتبار مجموع علم کے ہے مگر باوجود اسکے ہمارا علم اسقدر بڑا ہے کہ جتنے علوم مین ایک آدمی اونکے حاصل کرنے پر قادر نہین ہوسکتا۔ چنانچہ مثال اوسکی یہ ہے کہ لندن کے کتبخانۂ شاہی مین

اسقدر کتابین ہین - کہ اگر چار سو صفحے ایک کتاب کے ہر روز ایک آدمی پڑہے تو چار سو برس مین بہی سب کو نہین پڑھ سکتا۔ جو چیزین ہمسے مخفی ہین اگر اونکے خفا کی مصلحت پر غور فرمایئے تو اتنی بزرگ ہے کہ ہمکو ہر خفا کا شکر گزار ہونا چاہیے - مثلاً اگر وباؤن کی وجہ معلوم ہوجائے تو اونکی ایسی روک ہو سکے کہ کبھی وبا نہ آیا کرے - بظاہر یہ اچھا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین بُرا ہے اسلیے کہ اگر وبائین نہون یا امن مین جیسا اس سلطنت مین ہے مخلوق کی تعداد اسقدر بڑھ جایے کہ سامان کہانے پینے کا بہم نہ پہونچے اور بجاے اسکے کہ وبا مین ہزار دو ہزار مرتے ہین اوسوقت سب کے سب مرجائین - ہلاکت عام ہوجائے چنانچہ اب بہی زندگی گرانی کی وجہ سے غربا پر سخت ہے اور یہ گرانی لازمہ مردم شماری بڑھ جانیکا ہے - جو اچھی سلطنت ہے وہ رعایا کا آرام چاہتی ہے وبا سے بچاتی ہے اگر قادر ہوتی اتنا بچاتی کہ کوئی نہ مرتا اسلیے بچانیکا ذریعہ سلطنت کے ہاتھ مین نہین دیا گیا تاکہ وہ الزام سے پاک رہے - اس بیان سے یہ امر بہی معلوم ہوگا کہ جو کچھ مین نے گزارش کیا ایسا ہے کہ اون ترکیبون پر جو آثار سے معلوم ہوتی ہین توجہ دلائی ہے اصل وجوہ ممکن ہے کہ اس سے بہت بہتر ہون اور ضرور بہتر ہین -

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالٰی نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا -

ایک شبہہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا - جواب اسکا یہ ہے کہ اس امر کے متعلق جتنی تقریرین بیان ہو سکتی ہین خلاصہ اونکا یہ ہے کہ پیدا ہونے مین منافع ہین - اور وہی منافع وجہ خلق کے ہو سکتے ہین - اگر خلق عالم پر قیاس کیا جایے تو یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جہان

قوت ہوگی وہ اپنا کام کریگی - ہوا مین جو قوت مسخر کہ ہے وہ اپنی حرکت مین مصروف ہے - آگ مین جو قوت ہے وہ ہر وقت اوس سے ظاہر ہوتی ہے اور آتش پرستون کے یہان آگ ہر وقت لکڑی کو کھاتی ہے - پانی مین جو خاصیت ہے ہمیشہ اوسکا ظہور ہے - مٹی مین جو خاصیت ہے ہمیشہ اوس سے روئیدگی ہوتی ہے - اسیطرح جب خداوند عالم مین قدرت خلق ہے اور مخلوقات پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہے تو اوس قدرت کا ظہور بہی ضروری ہے - البتہ یہ فرق ظاہر موجود ہے کہ مخلوق چیزون مین جو قوتین ہین اور جنکو عنصر کہتے ہین خواہ وہ چار ہون یا زیادہ سب بسبیل اضطرار کام کرتے ہین یعنی ممکن نہین کہ آگ مین گرے اور جل نہ جاے - پانی مین پڑے بہہ نہ جاے - جب بچون کے اعضا مین قوت آنی شروع ہوتی ہے خواہ مخواہ ہاتھہ پاؤن کو ہلایا کرتے ہین لیکن اوس بڑی قوت مین جو ان قوتون کی پیدا کرنیوالی ہے یہہ خوبی ہے کہ وہ اون قوتون کو اوسی وقت صرف کرتی ہے جب چاہتی ہے - چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ چاند - سورج - زمین اور اربع عناصر جتنے خلق ہو چکے ہین خلق ہو چکے - روز روز نئے نہین پیدا ہوتے اگر خالق مین قدرت خلق اضطراری ہوتی تو ہر مخلوق کے خلق کا کام بہی ہمیشہ جاری رہتا اس سے ظاہر ہے کہ اوس خالق عالم مین روک کی بہی قوت ہے جو مخلوق قوتون مین یعنی مجرد قوت یا عنصر مین نہین ہے - اور یہ دلیل اسکی ہے کہ اضطرار نہین ہے - اور جب اضطرار نہو خلق بغیر مصلحت کے نہین ہو سکتا - اللہ تعالیٰ جلشانہ

جو ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے جن و انس کو اطاعت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے
معنی اوسکے یہہ ہین کہ اونکا کام بندگی اور اطاعت کرنا ہے - یہہ معنی نہین ہین کہ مطیع
نہوتے تو وہ مطاع نہوتا اور یہہ علت خلق ہے - یہہ تو اپنے اوپر قیاس اور غلط ہے
کیونکہ ذات خداوند عالم محتاج نہین اور یہہ احتیاج ہے مطیعون کے ہونیسے ہمارا رتبہ
بڑھ جاتا ہے - اوسکو ہماری اطاعت یا غیر اطاعت کی احتیاج نہین نہ اوسکا رتبہ
بڑہتا ہے - کیونکہ رتبہ دوسرونکے مقابلہ مین جنکے اوسقدر مطیع نہین ہین بڑھ سکتا ہے
اور انسان اقران و امثال مین وقار حاصل کرسکتا ہے - اسد تعالی کا کوئی مثل نہین
اوسکی عظمت کی انتہا نہین - الغرض حکم اطاعت وجہ خلق کی نہین ہے وہ کریم ہے
اور وجہ خلق محض کرم ہے -

نتیجہ شبہہ بالا کا دہریت ہے - یہہ وہی شبہہ ہے جسنے لوگون کو یہہ دہوکا دیا ہے کہ دنیا ایک
چیز بحال خود موجود ہے جسکی ابتدا اور انتہا معلوم نہین اور اسلیے نہ کوئی اسکا خالق ہے
نہ دنیا کے بعد کچھہ ہے میرے نزدیک یہہ خیال اوس خرابی سے پیدا ہوتا ہے کہ
جب کثرت صنائع بدائع الہی پر غور کرتے کرتے عقل تھکی ہوکر بیکار اور ایسی حیران
ہوجاتی ہے کہ بالکل تہک رہتی ہے اوسوقت وہ حیرانی خالق عالم کی طرف رجوع کرنے
سے مانع ہوجاتی ہے اور آدمی یہہ خیال کرتا ہے کہ اصلی خالق انکا کوئی نہین ہے ضرور
یہ غلط ہے اور جیسا مین نے شروع رسالہ مین بیان کیا ہے ایسا خوض ممنوع ہے -
پھر گذارش کرتا ہون کہ کسی کارخانہ کو دیکہہ کر آپ یقین کرلیتے ہین اس کارخانہ کو

آدمی نے بنایا اور ساتھہ ہی اوسکے یقین ہوتا ہے کہ بنانیوالے مین اسقدر صنعت تھا جتنا اوس کارخانہ کے دیکھنے سے آپ سنے سمجہا ہے مگر کارخانہ کے صنائع افسوس ہے کہ آپ دیکھہ کر یہہ خیال کرتے ہین کہ صنعتین تو بے انتہا ہین مگر صانع اونکا کوئی نہین - یا بعد بنانے کے بیدخل ہے افسوس ہے کہ ایسے امر واضح سے غفلت ہوتی ہے اور یون خیال ہوتا ہے کہ جو ایسے صنائع پر قادر ہے وہ محض علت العلل ہے اس مقام پر بعض صنائع کارخانہ عالم کا جو دلیل روشن وجود اور ہمیشہ قادر مطلق ہونے واجب الوجود کے ہین بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - **حکیم سبحان علیخان مرحوم** نے اس مقام کو بڑے زور سے لکھا ہے لہذا اوسیکا حاصل ترجمہ لکھنا کافی ہوگا -

تقریر حکیم سبحان علیخان جسمین بیان صنائع بدائع عالم کر کے وجود واجب الوجود پر استدلال کیا ہے

حکیم صاحب فرماتے ہین کہ صاحبان عقل پر پوشیدہ نہین ہے کہ دین کی جڑ یہہ ہے کہ اللہ تعالے کے موجود ہونے کا یقین کامل حاصل ہو - اہل تحقیق کے نزدیک آدمی تقلید کے ذریعہ سے یعنی دوسرون کی پیروی سے رتبہ ایمان پر نہین پہونچتا بلکہ وہ عدم ایمان ہے - پس اللہ تعالی جلشانہ کے وجود کا اذعان اپنی تحقیق سے ہونا چاہیئے - یہہ بات ضرور ہے کہ آدمی کی جیسی عقل ہوگی ویسی ہی اوسکی دلیلین ہونگی موٹی عقل کے لوگ موٹی باتون سے - باریک عقل کے لوگ باریک دلیلون سے سمجھینگے - اس فرق سے اصل ایمان مین فرق نہین ہو سکتا جس شخص کو

بن ہے اس لیے کہ اب بھی سرد چیزین مانع ہاضم ہوتی ہین پس وہی مادہ
رت اور آتش طبع ہے -

حکیم صاحب - بچہ ماں کے پیٹ مین اسطرح رہتا ہے کہ منہ بچہ کا ماں کی
پشت کی طرف ہوتا ہے تاکہ اعضاے رئیس و شریف یعنی دل اور جگر اور معدہ محفوظ رہین
اگر کوئی صدمہ ماں کے پیٹ پر پہونچے تو بچہ کی پشت پر کہ سخت ہے پہونچے اور بچہ کو
اثر اور ایذا نہو یہہ عجیب حکمت ہے - یہہ حکمت اور وہ حکمت جو بچہ کے پیٹ سے باہر آنے
مین ہے ایسی عجیب و غریب ہین کہ آدمی کی عقل سے باہر ہین یعنی یہہ ادراک و پہچان
بچہ کو کون دیتا ہے کہ جہان بچہ کی بناوٹ پوری بن چکی فوراً قصد کرتا ہے کہ باہر کھلے
میدان مین نکل آئے پہر اوسے یہ کون بتلا دیتا ہے کہ جیسا ماں کے رحم مین تہا ویسا
نہ نکل سکونگا جب پانون جوڑے رہینگے تو تنگ جگہہ سے نکلنا مشکل ہوگا اور اگر ہاتہہ اونچے
اوٹہہ جائینگے توبہی نکلنے مین دقت ہوگی بلکہ نکلنے کا احتمال خفیف ہوجائیگا چنانچہ اگر
کبہی حسب ظاہر بوجہ ضعف کے اور درحقیقت بسبب مشیت قادر مطلق کے ایسا ہوتا ہے
اکثر بچہ ہلاک ہوجاتا ہے مگر وہ جسے خدا نہ چاہے نہین ہوتا پس جب بچہ باہر آنیکا قصد
کرتا ہے تو کون اوسکو پہیر دیتا ہے کہ وہ اولٹ کر سر اپنا نکلنے کی طرف لے آئے
تاکہ جب سر نکل آئے تو ہاتہہ بند ہے ہوے اور پاؤن جوڑے ہوے نکلین کہ یہی
پہیر لینا بچہ کا درد زہ کہلاتا ہے اور جب اس حرکت سے جسکی عادت نہین ہے تکلیف
ہوتی ہے ٹہر جاتا ہے - اس سبب سے درد ٹہہر ٹہر کر آیا کرتے ہین - ٹہر کر پہر جب

بچہ حرکت کرتا ہے بہر در دہوتا ہے ان سب باتون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ حرکتین جو بچہ اپنے ارادے سے کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی پہچان اور سمجھہ رکھتا ہے۔ غور کیجیے کہ بچہ کو یہہ ادراک اور سمجھہ کسنے عطا فرمائی ہے یہی حال پرندون کے بچون کا ہے۔ جہان خلقت بچہ کی تمام ہوئی کہلے میدان مین آنے کیلیے انڈے کے چھلکے کو چونچ سے توڑ ڈالتا ہے اور نکل آتا ہے یہہ ادراک کہان سے آیا؟۔ یہہ تو صرف خالق عالم کے دینے سے ہوسکتا ہے۔

اور فائدون اور حکمتون کو جو اعضای ظاہر و باطن مین ہین کون پورا بیان کرسکتا ہے؟ دیکھیے کہ دانتون کے ہی اندر کتنی حکمتین پوشیدہ ہین یعنی چونکہ داڑہین پیسنے کے واسطے بنائی گئی ہین سل بٹہ کی صورت مین بنائی گئی ہین تاکہ اچھی طرح پیسنا واقع ہوسکے لیکن کیلے یا کچلیان واسطے توڑنے سخت چیزون کے بنے ہین اور اسلیے گاجر کی سی شکل کے ہین تاکہ ایک سرا اونکا نوکدار ہو اور اوس چیز مین جسکا توڑنا مقصود ہے آسانی سے گہس جائین۔ یہی وجہ ہے کہ جن جانورون کی غذا گوشت ہے اور اونکو ہڈیان زیادہ توڑنی پڑتی ہین اونکے منہ مین کیلے زیادہ ہوتے ہین سامنے کے دانت کہ مطلب اونکا ہوا کاٹنا ہے اور کاٹنا دوسری چیزون کا اسلیے وہ چوڑے مثل دیوار کے اور تیز مثل تلوار کے بنائے گیے ہین۔ فائدے معدے اور رحم مین خشونت پیدا کرنے کے تاکہ جن چیزون کو رکہنا چاہین پکڑ لیا کرین اور پھیپڑے کے چہت کی شکل ہونے کے تاکہ اوسکے اندر ہوا چلی جاوے اور نکل آوے کہ وہ زندگی کے لیے لازمی ہے

طبیب بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ جب آدمی بیمار ہوتا ہے
اور ان فائدون مین خلل پڑجاتا ہے کیا کیا ضرر افعال مین ان اعضا کے پیدا ہوتے
ہین۔ یہانتک ہر عضو مین فائدہ ہے کہ پیشانی کی لکیرین بھی بیکار نہین ہین اگر
پیشانی مین چین نہ ہوتی ہمیشہ پسینہ ٹپکتا اور آنکھہ کے اندر آجاتا اور اسکا کثرت سے آنکھہ کے
فعل کا ہارج ہوتا اور اوس حالت مین دیکھتا تو تکلیف ہوتی۔ اللہ تعالی کے فضل
نے پیشانی کی چینون مین یہہ کام کیا ہے کہ پسینہ اون مین جمع ہوتا رہتا ہے جب
زیادہ ہوجاتا ہے انسان پونچھہ ڈالتا ہے ایک بہت باریک حکمت جو اطبا سے
معلوم ہوئی یہہ ہے کہ عورتون مین رحم جسکا کام صرف بچہ پیدا کرنا ہے ابتدای عمر
مین مقدار معین سے بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے فائدہ اوسکا یہہ ہے کہ بچپنے مین
جو مادہ اس عضو کے بڑہانے مین صرف ہوتا بیکار صرف ہوتا پس اوسکا حصہ بھی
دوسرے اعضا کے بڑہانے مین صرف کیا جاتا ہے اور جب بدن قریب حد کمال
کے پہونچتا ہے اور اوسکے کام مین آنیکا وقت آتا ہے چونکہ اور اعضا کو اسقدر احتیاج
بڑہنے کی نہین رہتی اسلیے جلدی سے اوسمین نمو آجاتا ہے اور بڑا مادہ بڑہنے کا
اوسمین صرف ہوتا ہے۔ راقم مین کہتا ہون کہ چھاتیون کی یہہ حالت ہر شخص نے
دیکھی ہے۔ اگر رحم پہلے سے بڑھ جاتا تو بلوغ اس سے پہلے ہوجاتا۔ بلوغ کے
دیر مین ہونیکا نفع یہہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا انسان ممکن تھا کہ جنے سے بھی چھوٹے
ہونے لگتے۔ پھر حکیم صاحب فرماتے ہین کہ اون بہت سی لیلون مین سے

جو اللہ تعالی کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی یہانتک کہ اس بات کی کہ قدرت کی نہایت
نہین ہے ایک دلیل آدمیونکی صورت کا فرق ہے - یہہ عجیب و غریب بات ہے کہ تمام
اعضا آدمیون کے خاص طول و عرض کے ہوتے ہین اون مین سے ایک چہرہ ہے
کہ عرض اوسکا بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے کروڑون آدمی ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین
لیکن صورتون مین اسقدر فرق ہوتا ہے کہ ایسی مشابہت کہ تھوڑا سا بھی شبہہ پہچان مین
نہو نہین ہوتی - باوجود اسکے کوئی عضو اتنا بڑا چھوٹا نہین ہوتا کہ حد سے باہر نکل جائے
قیاس عقلی چاہتا ہے کہ اگر اور آدمیون کی صورتین ایک سی نہون تو دو بھائیون کی صورتین جو
ایک ماں اور باپ سے پیدا ہون اور ایک ہی ملک مین رہتے ہون اور ایک ہی سی غذا
کہاتے ہون ضرور ایک سی ہون اور اگر کوئی نجومیون کی تقلید کرے اور سمجھے کہ جو
بچہ اوس ایک وقت مین پیدا ہو جب ستارون کا جوڑا ایک پڑے تو وہ دونون ایک صورت
کے ہونے چاہئین مگر نہین ہوتے یہانتک کہ جوڑوان بچے کہ جنکا نطفہ ایک وقت
مین قرار پاتا ہے اون مین بھی فرق ہوتا ہے اگر مشابہت بھی ہوتی ہے تو ایسی نہین
ہوتی کہ پہچان مین نہ آئے - ظن قریب بیقین یہہ ہے کہ جب سے حضرت آدم ع
کی اولاد پیدا ہونی شروع ہوئی ہے باوجود فرق زمانہ کے دو آدمی بھی ایک صورت کے
پیدا نہین ہوئے - اس بات کی تائید کہ شکلون کے اختلاف کی کوئی حد نہین اسبات سے
ہوتی ہے کہ جب ہم پرانی تصویرین دیکھتے ہین کوئی تصویر ایک دوسرے کی مثال ایسی
نہین ہوتی کہ ایک کی صورت دوسرے سے جدا نہو - راقم صورت ہی جدا

نہین ہوتی ہر عضو مین باریک فرق ہوتا ہے چنانچہ ہاتھہ کی لکیرون مین سے انگوٹھے
کا نشان زمانہ حال مین لیا جاتا ہے اور جو نشانہ ہزار آدمی کا ایک دوسرے سے ابتک
نہین ملا نہ امید ہے کہ کبھی ملیگا۔ جل شانہ۔ اگر خلقت کا ذریعہ محض نیچر ہوتی یہہ فرق کون
کرتا اور کیون ہوتا۔ پہر حکیم صاحب فرماتے ہین اسی طرح سے اور قریب اسکے
آوازون کا فرق ہے۔ کہ وہی گلا جسکا عرض اور شکل ایک طرح کی ہوتی ہے ایک
طرح سے ہوا پر اثر پہونچا کر آواز کو پیدا کرتا ہے تاہم آواز ایک آدمی کی دوسرے آدمی
کی آواز سے جدا ہوتی ہے یہانتک کہ جب ملاقات ہوجاے اور باتین ہوتی رہین
گو تھوڑے دن ہون ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی آواز اسطرح پہچانی جاتی ہے
کہ غلطی کم ہوتی ہے۔ پس اگر سارے عالم کے حکیم اگلے پچھلے جمع ہون اور عمر بھر غور
اور فکر کرنے مین صرف کردین تو کوئی سبب اسکا سوای اسکے نہین نکلیگا کہ اگر شکلون مین
ایسی مشابہت ہوتی کہ ایک سے دوسرا نہ پہچانا جاتا نظام عالم کا برہم ہوکر اوس سے بڑے
بڑے فساد پیدا ہوجاتے چونکہ مشابہت آوازون کے ساتھہ ساتھہ مشابہت
شکلون کی ہے پس حکیم مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے اتنے آدمیون مین کہ سارے
عدد انکے گننے کے لیے کافی نہین ہین صورتون اور آوازون مین فرق پیدا کیا ہے لیکن
جتنی برائیان صورتونکی مشابہت مین زیادہ تہین اوسکی بنسبت اوسکے مشابہت آواز مین کم
تہین آوازونمین مشابہت کا تفرقہ بنسبت صورت کے تفرقہ کے کم رکہا ہے یہانتک کہ
بہائم اور طیور مین بہی بخیال ضرر صورتون کا فرق کیا ہے حکیم لوگ یعنی فلسفی جوان امورکو

طبیعت کی طرف منسوب کرتے ہین (جسکا نام آج کل نیچر رکھہ لیا ہے) اور خداوند عالم
کو اسکا مدبر نہین جانتے اگر یہان ذکر کرنا سرسری طور پر منظور نہوتا تو تفصیل سے بیان
کیا جاتا کہ کیا غلطی انکے فہمون مین ہے - کیونکہ یہہ بات بہت عجیب ہے کہ اسکا اقرار
کرتے ہین کہ طبیعت جو کچہہ کرتی ہے اللہ کے حکم سے کرتی ہے - کاش وہ لوگ
اس بے فائدہ توسط کو یعنی طبیعت کے اوٹہا دیتے - اسی طرح عجیب صنعت خطون
کے فرق مین معلوم ہوتی ہے یعنی آدمیون کے لکھنے مین - دو آدمیون کا خط بہی ایک
دوسرے کے مشابہ نہین ہوتا - وہ خط انسان جسکی مشق کرتا ہے دوسری چیز ہے - ہمارا
مطلب اوس خط سے ہے کہ بعد سیکہنے کے جب لکہنا آجاتا ہے اور آدمی لکہتا ہے
اوسکی مصلحتین اوسی طرح کی ہین جیسی اوپر بیان کی گئین - یہہ خاصہ بہی اللہ کے قلم نے
انسان مین لکہا ہے یعنی ایجاد فرمایا ہے - اسیطرحسے وہ قوت کاریگری کی ہے جو اللہ
تعالی نے چہوٹے جثہ کے پرندون مین پیدا فرمائی ہے - جیسے شہد کی مکہی اور بیا
اگر تمام عالم کے ریاضی دان صناع اور کاریگر متفق ہوکر ایک دوسرے کی مدد کرین تو شہد کا
چہتہ اور بیے کی جہونجہہ نہ بنا سکین گے - بعض جانور ایسے ہین کہ جو گہر نہین بناتے
اور اونکے انڈے دینے کا وقت مخصوص ہوتا ہے جب وہ وقت آتا ہے گہونسلا بنا
لیتے ہین - جیسے چیل - کوے - ظاہر اور بدیہی ہے کہ سوا الہام مدبر کائنات
کے اور کوئی ذریعہ نہین ہے جس سے اونکو علم اس بات کا ہو کہ اب وقت انڈے دینے
کا ہے اور بچہ نکالنے کا - اونکے لیے مکان بنانا چاہیے - یہان تک کہ وہ جانور جنکو

پا لیتے ہین اونمین بہی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو نرم
چیزین جو چیخ سے چن کر کابک مین رکھہ لیتے ہین اور ایک نرم بچھونا بنا لیتے ہین - ضرور
یہ چیزین علم الہامی سے ہین چنانچہ شیخ رئیس یعنی بوعلی سینا نے شفا کی کتاب النفس
مین علم کو تین قسمون پر منقسم کیا ہے - کسبیات[1] - تجربیات[2] - الہامیات[3] - اور مثالین
الہامیات کی اسطرح پر دی ہین کہ جیسی ہمنے بیان کی ہین - مثلا بہاگنا بکری کا بہیڑیے
سے بغیر اسکے کہ اوسنے پہلے کبہی دیکہا بہی ہو یا اوس سے کوئی ضرر اوٹہایا ہو - یا بچے کا
پیدا ہوتے ہی دودہ پینے لگنا اور جبتک طاقت پوری نہو اور کہڑا ہونا سیکہے بچے کا
ستون یا تخت کو جو کچہہ اوسکے پاس ہو پکڑ لینا -

ظاہر ہے کہ یہہ حرکات ارادی جو خیال کے تابع ہین بدون اسبات کے کہ اونکو پہلے
سے جانتا ہو اور خیال کرسکتا ہو سوای الہام کے کہان سے آسکتی ہین - **راقم** الہام
خاصہ طبیعت نہین ہوسکتا ورنہ عام ہوتا یعنی بکری کا بچہ بہیڑیے ہی سے نہ ڈرا کرتا اپنے ہر
دشمن سے ایک سا ڈرا کرتا **حکیم صاحب** - اسیطرح وہ بہت سے جانور ہین جنکا جوڑا
ایک نہین ہوتا اور نر بچے کی تربیت مین شریک نہین ہوتا جیسے مرغ - بط - اللہ تعالی
اونکے بچے مین یہہ طاقت دیتا ہے کہ بچے نے جہان انڈا توڑا اور باہر نکلا اوسی وقت
دانہ چننے اور کہانے لگا اگر ایسا نہوتا فقط مادہ سے تربیت نہ ہوسکتی حکمت اسکی یہہ ہے
کہ اس ترکیب ولادت سے جانور بہت سے بچے اور انڈے دے سکتا ہے - اونکے
جسم پر اتنے بال و پر موجود ہوتے ہین کہ جو اوسوقت سکے ڈہکنے اور محفوظ رکہنے کے لیے

ضروری ہین - کیونکہ دوسرے جانورون کی طرح اوسکا محافظ کوئی نہین ہوتا - چنانچہ
اون جانورون مین جنمین نر اور مادہ دونون بچے کی تربیت مین مصروف ہوتے ہین - ہم
دیکھتے ہین کہ اونکے بچے ایسے پیدا ہوتے ہین کہ خود اونمین حرکت کرنے کی طاقت نہین
ہوتی - نر اور مادہ اپنے پوٹہ سے نکال کر اونکو بہراتے ہین اور وہ اکثر دو ہی انڈے
دیتے ہین اونکے بچون پر پر نہین ہوتے لیکن وہان بہی گوشت پر جلد اتنی مضبوط دہکی ہوتی
ہے کہ تنکون کا بچہونا جو اونکے نیچے بچہا ہے اوس جلد کو زخمی نہ کرے - اسی طرح اون
جانورون مین جنکا جوڑ معین ہے یعنی مادہ سوای اپنے نر کے دوسرے سے جفتی
نہین کہاتی یہہ مادہ بہی تعجب انگیز ہے - چنانچہ کنجشک کی جب مادہ مر جاتی ہے تو وہ
دوسری چڑیا کر لاتا ہے - بچے تماشا دیکہنے کے لیے چڑیا کو پکڑ کر چہپا دیتے ہین نر
تہوڑی دیر مین دوسری چڑیا کر لاتا ہے - جب مادہ آگئی بچے پکڑی ہوی چڑیا کو چہوڑ دیتے
ہین اوسوقت چڑیون مین لڑائی ہوتی ہے چڑا کچہہ دخل نہین دیتا اور دوسری چڑیا تہوڑی
دیر کے بعد بہاگ جاتی ہے - اس کہیل مین اللہ کی عجب حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس
نر کو اتنی جلد کہان سے مادہ مل جاتی ہے پہر اوس مادہ کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس
نر کے پاس مادہ نہین ہے اور اس دوسری مادہ کو کہان سے علم ہوجاتا ہے کہ پہلی مادہ کا استحقاق
مجہسے زیادہ ہے اور چپ چاپ چلی جاتی ہے - الغرض ظاہر ہے کہ یہہ سب الہام اللہ تعالی
کا ہے ان سب افعال ارادی کو فلاسفہ طبیعت کی طرف منسوب نہین کرتے -
چرند اور پرند ہر چند مکلف نہین ہین تاہم منافذ طیور کے کہ اونمین بسبب چہوٹے ہونے

جثہ کے اور نیز بسبب تنوع کے کہ وہ بہی دلیل بسط قدرت کی ہے ایک ہوتے ہین چرندون
کے وہ ہوتے ہین لیکن دونون مستور رہتے ہین وہ یون ہین یہہ کہان ہین جو آلۂ تناسل کہال
کے اندر رہوتے ہین اور نیز جلد نہین ہوتی ورنہ فضول ہوتے فضول کو صنائع حکیم مین ہرگز
مداخلت نہین ہے۔ باوجود اسکے وہ محض بہی نہین ہوتے بخلاف انسان کے کہ ستر اوسکا
محض متعلق عقل کے ہے اوسمین غلاف پیدا کرنا فضول ہوتا۔ اگر جلد نہوتی ہمیشہ متاذی ہوتا
باوجود اسکے جلد باریک اور ذکی الحس دی گئی ہے تاکہ مانع تلذذ نہ ہو۔ مین نے
ایک عجیب تماشا اپنی آنکہہ سے دیکہا کہ سوچنے والی نظر بہی اوسکی وجہ دریافت کرنے
سے حیران تہی وہ یہہ تہا کہ چڑہتی جوانی کے دنون مین جب میرے بزرگ جو آسودہ حال
تہے لیکن اون دنون مین تنگ دست ہو گیے تہے نواب سعادت علیخان مرحوم کے دربار
مین کہ مین اونکے ساتہہ تہا حاضر ہوے۔ نواب صاحب مرحوم نے ایک ہاتی کا بچہ جو بادہ
تہا لوگون کے دکہلانیکے لیے منگایا اوس بچہ کے پاخانہ کا راستہ نہ تہا فقط پیشاب کا
راستہ تہا۔ وہ بچہ جب اوسے سوای بہنے والی چیزون کے دوسری چیز کہانے کو دیجاتی
تہی جیسے گنا یا روٹی۔ اون سبکو وہ بچہ خوب چباتا تہا اور چبا چبا کر عرق چوس لیتا
تہا اور باقی کو اسطرح گرا دیتا تہا جیسے آرہ کے دونون طرف ہوکر برادہ نکلتا ہے بلکہ
برادہ سے بہی زیادہ باریک کرکے گراتا تہا۔ اس حال کو جتنے وہان سو دو سو آدمی حاضر
تہے سب نے دیکہا ہے۔ اب فرمایئے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہہ محض ادراک اور بہی
پوری سمجہہ اوسے کیونکر نصیب ہوی کسنے بتلایا کہ اگر مین موٹی چیزین کہا جاونگا تو کہان سے

نکلیگی وہ اسمین نہین ہے - اسلیے صرف بہنے والی چیزین کہانی چاہئین تاکہ فضلہ اوسکا پیشاب کے استہ سے نکلجاے - تمام ہاتہیون مین جو طبیعت اور عقل حیوانی ہے اوسکا مقتضا یہ نہین ہے - ایک فرد کی طبیعت کو فعال ارادی نہین کہہ سکتے - اسی طرح نباتات کے پیدا کرنے مین بہی عجیب طرح کی صنعت الہی ظاہر ہوتی ہے - چنانچہ کتاب شفا کے عنصریات ملاحظہ فرمایئے اسی ایک نکتہ مین جو بیان کیا جاتا ہے ہزارون طرح کی اللہ تعالی جلشانہ کی صنعت ظاہر ہوتی ہے - ملاحظہ فرمایئے کہ بیج کتنے چہوٹے ہوتے اور اونسے درخت کتنے بڑے بڑے پیدا ہوتے ہین بڑہنے کا مادہ تو سب کو معلوم ہے کہ یہی پانی اور مٹی ہے اور پانی اور مٹی کا مزہ ایک سا ہے باوجود اسکے کیسے کیسے میٹہے پہل جیسے انگور - اور کیلا اور انجیر اور انبہ اور رطب اور کہٹے جیسے لیمون و املی پیدا ہوتے ہین - غور کیجیے کہ یہہ اختلاف مزون کا کہان سے آتا ہے یہہ بہی تو نہین ہے کہ جو مزہ بیج کا ہو وہی پہل کا ہو بلکہ اکثر بیج کا مزہ پہل کے مزے سے خلاف ہوتا ہے - چنانچہ یہہ امر اون درختون سے جنکی شاخ لگائی جاتی ہے اور درخت پیدا ہوتا ہے بہت ظاہر ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے یہہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالے کے موجود ہونے کا علم اور اوسکا جان لینا فطرت نوع انسان کی ہے یعنی جیسے بکری کی فطرت بہیڑیے سے ڈرنا ہے یہی فطرت اللہ تعالی کے وجود کو پہچنوا دیتی ہے نہایت درست او صحیح ہے راقم حروف کے نزدیک جو انکار کیا جاتا ہے وہ فطرت کا انکار ہے اور اس سبب سے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی بعض وقت ایسا اسباب مین مبتلا ہوتا ہے

کہ سبب کے سبب سے غفلت ہوجاتی ہے - مثال اوسکی یہہ ہے کہ جیسے بکری مین
بہیڑیے کی نفرت ہے اسی طرح انسان مین شیر کی ہے لیکن تماشا کرنیوالون کو آپ نے
دیکہا ہوگا کہ آدمی شیر سے کشتی لڑتے ہین اور اونکے ساتہہ کہیلتے ہین اور نفرت طبیعی
وفطری جاتی رہتی ہے یہانتک کہ بلی اور کبوتر ایک جگہہ رہتے ہین - ہرن آدمیون سے
مانوس ہوجاتے ہین ایک دوسرے کی نفرت جاتی رہتی ہے - لیکن جیسا یہ مثالین فطرت
کے قاعدے کو حقیقت مین نہین توڑتین بلکہ وہ بہی اسباب خارجی کے ذریعہ سے ایک
بات پیدا ہوتی ہے - اسی طرح بعض آدمیون کا وجود خالق کو نہ ماننا فطرت کے قاعدے
کو معدوم نہین کرتا - بلکہ اسباب کی فکر مین پڑجانے سے اوس فطری مادہ پر پردہ پڑجاتا
ہے جیسے شیر اور ہرن اور بکری پر مانوس کرنے سے پڑجاتا ہے - پہر حکیم
سبحانعلیخان صاحب فرماتے ہین - اس بات کی دلیل کہ علم اللہ تعالی کے وجود
کا فطری ہے ایک حال گونگے لوگون کا ہے - گونگا چونکہ سن نہین سکتا علوم عقلیہ حاصل
نہین کرسکتا لیکن اگر اوس سے بہی اشارہ سے پوچہیے کہ یہہ سب چیزین کسنے بنائی ہین
تو وہ بہی ایسا جواب دیگا جس سے ظن قریب بہ یقین ایسا حاصل ہوگا کہ وہ بہی اللہ تعالی کے
وجود کو جانتا ہے مثلاً اوپر کو آنکہہ اوٹہائیگا اور ایک اونگلی سے اشارہ اللہ تعالی کی وحدت کا کریگا
یہانتک کہ بعضے اہل ادراک کا قول یہہ ہے کہ علاوہ اون چیزون کے جو آسمانی کتابون
مین لکہی ہین بعضے آثار سے بہی ظاہر ہوتا ہے کہ چوپایون اور جانورون کو بہی اللہ تعالی
کے وجود کا ادراک حاصل ہے چنانچہ مین نے ایک تاریخ مین دیکہا ہے کہ ایک سال

ایران کے ملک مین ایسا قحط ہوا کہ گہاس کا تنکا بہی جنگل مین دیکہنے کو باقی نہ رہا تو سارے وحشی مثل ہرنون وغیرہ کے بڑی بیچارگی کی نگاہ سے آسمان کیطرف دیکہا کرتے تہے یہانتک کہ پانی برسنے لگا اور اسکا کچہہ تعجب نہین ہے۔

سید کرار حسین راقم کے بہتیجے ہین۔ اسد اونکو خوش رکہے۔ اونہون نے جب یہہ مقام دیکہا تو فرمایا کہ مین نے یہہ تماشا جسکو حکیم صاحب نے کسی تاریخ مین لکہا دیکہا خود دیکہا ہے۔ اور اسقدر مشہور ہوگیا ہے کہ زبان زد خاص و عام کہنا چاہیے وہ یہہ تہا کہ ضلع جالون مین جب ۱۸۹۷ء مین سخت قحط ہوا تو پانی نایاب ہوگیا۔ تالاب خشک ہوگیے۔ کنوئین سوکہہ گیے۔ اور وہ گہرے بہی ہین۔ ندیان ضلع کی سرحد پر ہین باقی بہنے والی ندیان اندر ضلع کے نہین ہین۔ ۔ بہ میل تقریباً ضلع کا عرض ہے آبادی کم ہے۔ دہات کی آبادی کے مقام تہوڑے ہین اور دور دور واقع ہین۔ صحرائی جانور مثل ہرن و نیل گای کے وہان بکثرت ہین۔ جب ان جانورون کو پانی نملا تو اونپر یہ حالت گذرتی تہی کہ آبادی کے پاس آجاتے تہے۔ آبادی مین جب آدمی دیکہتے تہے جان کا خوف ہوتا تہا۔ اسلیے غول کے غول آبادی کے پاس کہڑے ہوجاتے تہے۔ گویا کہ آدمیون سے طلب آب کرتے ہین۔ اور جب آدمی نہ دیتے تہے تو برابر آسمان کیطرف دیکہتے تہے اور معلوم ہوتا تہا کہ اسد تعالی سے سوال آب کرتے ہین۔ جب یہ جانور ڈرتے تہین آسمان کیطرف نہین دیکہا کرتے۔ راقم الغرض اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند عالم موجود ہے اور دنیا کی ساری تدبیرین ہر وقت اسد

جل شانہ کے ہاتھہ مین ہین اور جتنے کمالات خیال مین آسکتے ہین سب اوس سے بہت زیادہ عالم مین موجود ہین طبیعت اور نیچر کو خالق ماننا غلط ہے اصل امر یہ ہے کہ یہہ سوچنا کہ اوس مالک نے ہمکو اور عالم کو کیون پیدا فرمایا ابتدا سے غلط ہے اوسکی مصلحت صحیح وہی جانتا ہے جسنے پیدا کیا۔ ہمکو صرف اپنے مصالح پر نظر کرنی چاہیے اگر اپنے مصالح کے اعتبار سے نظر کیجاے تو روشن ہے کہ ہمپر حد سے زیادہ مہربانی اور کرم فرمایا ہے جو ہمکو پیدا کیا ہے۔ اور اختیار دیکر اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ جناب ایزد متعال نے وجہ خلق عالم کی ارشاد نہین فرمائی۔ صرف یہہ فرمایا ہے کہ ہمنے عالم کو کھیل کے طور پر نہین بنایا۔ میری نظر مین معنی اوسکے یہہ ہین کہ بڑی حکمت کے ساتھہ بنایا ہے جو بیان نہین کیجاتی۔ جب وہ بیان نہین کیجاتی۔ کیونکہ مصلحت نہین تو وجہ اختیار حکمت بھی نہین بیان کیجاتی۔ البتہ ہمکو جان لینا چاہیے کہ حکیم جب وہ کام کرنا اختیار کرے جسمین حکمت ہے تو اختیار کرنیکی ایک وجہ حکیم کا حکیم ہونا بھی ہے۔ زیادہ اس سے وجہ ڈہونڈہنے کی ہمکو ضرورت نہین۔ والعلم عند اللہ۔

جواب اس شبہہ کا کہ اسباب معرفت اس سے زیادہ واضح کیون نہین بناے گئے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے پہچاننے کے اسباب اس سے زیادہ ظاہر کیون نہین بنائے تاکہ گمراہی اور اختلاف نہوتا۔ وجوہ اسکے بہت ہین۔ اول تو یہہ امر ہے کہ سب سے بڑا ذریعہ یہہ ہوتا کہ وہ دکھلائی دیتا۔ دیکھنا اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھون سے ناممکن ہے اسلیے کہ اسکے لیے بحسب ظاہر ناظر و منظور مجسم ہونے چاہئین۔ میری غرض

یہان بحث رویت سے نہین ہے مطلب یہ ہے کہ چشم سر سے رویت ناممکن ہے۔
بہ بینید کان آفرینندہ را نہ بینی مرنجان دو بینندہ را۔ کیونکہ اوس جناب مقدس کے
انوار ذات کی نسبت یہہ خیال ہے کہ آدمی باوجود اسقدر قوت کے اوسکو اگر دیکھتا باقی نہ رہتا
چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے ایک نور دیکھا بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ یہانتک
بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر جناب امیر لڑائیون مین مصروف نہو جاتے تو انوار معرفت اوس
جناب سے اسقدر ظاہر ہوتے کہ سینے لوگون کے اونکا تحمل نہ کر سکتے اور پھٹ جاتے۔
پس جب انوار معرفت کا یہہ اثر ہو رویت انوار ذات اقدس الہی انسان کو باقی نہین رکھہ سکتی۔
ثانیاً یہ امر ہے کہ اسکے بہی ذرائع اوسکی شناخت کے اتنے بہت ہین کہ میرے نزدیک ظاہر سے ظاہر ہین
اور اوس مقدار مین ہین جو اس نظام عالم کو باقی رکھنے کے لیے پورے کافی ہین **ثالثاً** اگر اس سے
بہی زیادہ ظہور ہوتا ہدایت اور غیر ہدایت امر جبری ہو جاتا اور پہر اختیار باقی نرہتا اختیار کے لیے اس
طریقہ کا اختیار کرنا ضروری ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون یہ امر پاتا ہون کہ صراط مستقیم جس پر سلک کا حکم ہے
بالکل اوسکی حالت ایسی ہے جیسے امتحان کے سوال ہوتے ہین۔ مثال اوسکی یہ ہے۔ سوال تیتر ابتیر
تیتر۔ تیتر کے آگے تیتر۔ تیتر کے پیچھے تیتر۔ تیتر کے آگے دو تیتر۔ تیتر کے پیچھے دو تیتر ابتلاؤ
کتنے تیتر تھے جواب تین تھے۔ اس سوال مین تین ہونا تیتر کا ظاہر ہے مگر بیان اوسکا
اسطرح کیا ہے کہ وہ ایک سوال ہو گیا۔ بظاہر اوسمین خفا ہے حقیقت مین ذرا بہی خفا نہین
ہے یہہ امر جو بیان کیا گیا ایک اصول مہتم بالشان ہے کہ اسکو یاد رکھنے کے بعد
اگر تحقیق دین حق فرمائیگا دہوکا نہوگا۔

باب سوم

باب سوم

آیات و نکات و جواب اعتراضات متعلق بحث شیطان و اختیار انسان کے۔

اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہوگا جو متعلق شیطان کے ہین اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنیسے ظاہر ہوتی ہین اور بعض اعتراضات کی جواب کا

خلاصہ اون مضامین کا جو ابتک بیان کیے گئیے۔

اسوقت تک جو کچھہ مین نے بیان کیا خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ موجود ہے۔ اوسنے جو کچھہ پیدا فرمایا ہے تھوڑا نہین بہت پیدا کیا ہے۔ اوسکی مخلوقات مین بہت ہی قوت اور نفع ہے۔ ہر چیز کا جدا نفع اسقدر بڑہا ہے کہ چیزین ایک دوسرے کی ضد ہوگئی ہین۔ اضداد کو ملاکر پھر اور مخلوق پیدا کی ہے اور کام لیا ہے منجملہ اون مخلوقات کے جنکو اضداد سے بنایا ہے ایک انسان ہے اس مخلوق مین عجیب عجیب قوتین جسمانی اور عقلی عطا کی ہین اور قوتون کے یکجا کرنے اور بڑہانے کی قوت دی ہے جو بات اور کسی مخلوق مین نہین ہے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور جیسے خلقت انسان کی اضداد کی ترکیب سے ہوی ہے بڑہنا قوت انسانی کا بھی اور حد کمال پر پہونچنا استعمال اضداد سے ہوتا ہے یعنی استعمال اضداد روک قوت کی بہی ہے اور بہت طریقے روک کے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہین کہ وہ بہی ضروری ہین وہ اضداد جنکا استعمال قوت انسانی کو بڑہاتا ہے اور قوت بڑہ جاتی ہے تو پھر بہی قوت مین ترقی کرنیکے لیے گنجایش باقی رہتی ہے اوسوقت جو اضداد استعمال ہوتے ہین وہ ایسے قوی ضد ہوتے ہین جن کو غیر جنس کہتے ہین۔ انسان مین قوت عقلی سب سے بہتر قوت ہے جو باعث

شرف انسان ہے اور اوس بہت رقوت کا ضد غیر جنس شیطان ہے[14]۔ ترکیبون مین
باریکیان ہوتی ہین۔ بہت سی باریکیون[15] پر خیال کرنیسے یہہ طریقہ ایجاد سب سے بہتر ثابت
ہوتا ہے کوئی برائی نہین۔ بدی[16] اور برائی کیا ہے۔ غلط استعمال اضداد کا[17]۔ اور وہ انسان
کی ذات تک محدود ہے۔ اللہ[18] تعالی کی ذات کے لیے نہ کوئی ضد ہے نہ برائی ہے
اوسکا[19] جواز نقصان مخلوق تصرف مالکانہ اور لازمہ مخلوقیت ہے برائی نہین ہے عقل[20]
وروح کا ضد جو شیطان ہے وہ ایک باریک مکر اعلی سے اعلی درجہ کی ترکیب انسان کو انتہا
غایت کمال پر پہونچانیکی ہے۔ اور دوسرے[21] ایسے بڑے کامونکی کہ اگر وہ نہوتی انسان فرشتون
سے بہتر نہ ہوسکتا۔

وجہ ذکر آیات درست باب ہذا۔

یہہ وجہ خلق شیطان کی ہماری سمجھہ مین آنیکے قابل ہے اور ایسی ہے
جسمین در اصل تمسک آیات و احادیث سے نہین ہے۔ چونکہ وجود شیطان کا اور نوعیت
اوسکی قوت کی ارشاد الہی سے ظاہر ہوی ہے لازم آتا ہے۔ کہ وہ اکثر[1] آیات قرآنی بھی ذکر
کیجائین جسمین بیان شیطان کا ہے۔ اور اونکے[2] نکات بھی بیان کیئے جائین۔ اور یہ بھی
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح نظام عالم کے متعلق اعتراضات لوگون کے دلون مین
اور وجوہ سے پیدا ہوگئے ہین وہ شبہات بھی جو قریب قریب اونہین شبہات کے ہین مگر
نظر بمضامین آیات پیدا ہوے ہین بیان کیے جائین۔

اور جوابات دیے جائین۔ اوسوقت فرق معلوم ہوگا کہ بیان بشری بیان بشری ہے
اور بیان الہی بیان الہی ہے۔ اور ایسے شبہات نہایت غلط ہین۔

آیہ اول

پارہ اول سورہ بقر رکوع سوم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ
فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط
قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ
لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ج
فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ق وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ وَ
قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ
عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج
وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا
جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

أَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ع ترجمہ - اور اے پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین
(اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون - (تو فرشتے) بولے کیا تو زمین مین ایسے شخص
کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پہیلائے اور خونریزیان کرے (اور اگر بناتا
ہے تو ہمکو بنا کہ) ہم حمد (و ثنا) کے ساتہہ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہین - خدا
نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے اور آدم کو سب کے نام
بتلا دئیے پہر اونکو فرشتون کے روبرو پیش کرکے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے مین)
سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہمکو بتادیا ہے
اوسکے سوا ہمکو کچہہ معلوم نہین تو ہی جاننے والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب
خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتون کو اونکے نام بتادو - جب آدم نے فرشتون کو اونکے
نام بتا دیے تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہو کر) فرمایا کیون ہمنے تمسے نہین
کہا تہا کہ آسمانون اور زمینون کی سب مخفی چیزین ہمکو معلوم ہین - اور جو تم (اب) ظاہر
کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چہپاتے تہے (وہ) ہمکو (سب کچہہ) معلوم ہے
اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے جہکو (سجدہ کرو) تو شیطان کے سوائے
سب (کے سب) جہک پڑے (اور سجدہ کیا) - اوسنے نہ مانا اور شیخی مین آگیا
اور نافرمان بن بیٹہا اور ہمنے (آدم سے) کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت مین بسو
اور اوسمین جہان کہین سے تمہارا جی چاہے بافراغت کہاؤ پیو مگر اوس درخت (گندم)

کے پاس مت پھٹکنا (ایسا کروگے) تو تم آپ اپنا) نقصان کرلوگے۔ پس شیطان نے اونکو وہان سے (بہلا پھسلا کر) اوکھاڑ دیا۔ (آخرکار) جس مزے مین تھے اوس سے اونکو نکلوا چھوڑا۔ اور ہمنے حکم دیا کہ تم (سب) اوتر جاؤ تم ایک کے دشمن ایک۔ اور زمین مین تمہارے لیے ایک وقت (خاص تک) ٹھکانا اور سازوسامان ہے۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھہ لیے۔ (اور اون الفاظ کی برکت سے) خدا نے اونکی توبہ قبول کرلی۔ بیشک تو بڑا ہی درگذر کرنیوالا مہربان ہے (جب) ہمنے حکم دیا کہ تم سب (کے سب) یہانسے اوترجاؤ تو (ساتھہ ہی یہہ بھی سمجھا دیا تھا کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگون کے پاس کوئی ہدایت پہونچے تو (اوسپر چلنا کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے اونکو (آخرت مین) نہ (تو کسی بات کا) ڈر ہوگا اور نہ وہ (کسیطرح پر) آزردہ خاطر رہینگے۔ اور جو لوگ نافرمانی کرینگے اور ہماری آیتون کو جھٹلائینگے وہی دوزخی ہونگے اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی مین رہین گے۔

پارہ (۸) سورۂ اعراف رکوع (۱) آیت ۲۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ قَالَ

أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ قَالَ فَبِمَا
أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ
أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ
شَاكِرِينَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ
لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا
وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا
مِنَ الْخَالِدِينَ ۝ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ
الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ
لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا
تُخْرَجُونَ ۝ ع ترجمہ اور ہم ہی نے تمکو (یعنی تمہارے باپ آدم کو) پیدا کیا اور پھر
تمہاری (یعنی تمہارے باپ آدم کی) شکل بنائی۔ پھر ہمنے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم
کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنیوالوں مین (شامل نہوا خدا نے

ابلیس سے) پوچھا کہ جب ہمنے تجھکو حکم دیا تو آدم کے سجدہ سے تجکو کون چیز مانع ہوی
وہ بولا مین اس سے بہتر ہون (کیونکہ) مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اوسکو
خاک سے۔ (اسپر خدا نے) فرمایا (کہ تجھکو یہہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر
(کیونکہ) تیری آتنی ہستی نہین کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے۔ تو (یہان سے)
نکل باہر ہو کہ ذلیلون مین کا ایک ذلیل تو بہی ہے۔ لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب)
لوگ (دوبارہ جلاکر) اوٹہا کہڑے کیے جائینگے اوسدن تک کی مجھے مہلت دے
(خدا نے) فرمایا کہ (منظور) تجھکو مہلت دی گئی (اسپر شیطان) بولا کہ جیسی تو نے
میری راہ ماری ہے مین بہی تیرے سیدہے رستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی پہر
اوبکا گمراہ کرون کے آگے سے آؤن اور اونکے پیچھے سے (آؤن) اور اونکے داہنی
طرف سے (آؤن) اور اونکے بائین طرف سے (آؤن) اور جس طرح بن پڑے
اونکو بہکاکر رہون) اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکرگزار نہین پائیگا۔ (خدا نے) فرمایا
کہ بہشت سے نکل باہر ہو (اور تو) خوار راندۂ درگاہ (ہے) بنی آدم مین سے جو تیری
پیروی کریگا ہم بلاشبہہ (تجہسے اور اون سے یعنی) تم سب سے جہنم بہردینگے۔
(اور ہمنے آدم سے کہا کہ) ای آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) بہشت مین رہو اور جہان
سے چاہو کہاؤ (پیو) اور اس درخت (گندم) کے پاس نہ جانا (ایسا کروگے) تو تم
اپنا نقصان کرنیوالون مین ہوجاؤگے پہر شیطان نے دونون (میان بی بی) کو
بہکایا تاکہ اونکے پردہ کرنے کی چیزین جو اونکی نظر سے مخفی تہین (یعنی اونکا آگا

بیچہا) وہ اونہین کہول دکہلائے۔ اور (آدم سے) لگے کہنے کہ تمہارے پروردگار
نے جو اس درخت کے پہل کہانے کی تمکو مناہی کردی ہے تو ہو نہو اسکا سبب
یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو) تم دونون فرشتے بن جاؤ یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے)
رہو اور اون سے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ بلاشبہہ مین تمہارا خیر خواہ ہون۔ غرض وہو کہ
سے انکو (درخت ممنوع کے کہانے کی طرف) مائل کرلیا۔ تو جون ہی اونہون نے
درخت (کے پہل) کو چکہا۔ تو دونون کے پردہ کرنے کی چیزین اونکو دکہلائی دینے
لگین اور لگے بہشت کے پتون کو اپنے اوپر چپکانے۔ اور اونکے پروردگار نے
اونکو ڈانٹا۔ کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت (کے کہانے) کی مناہی نہین کی تہی اور (کیا) تمسے
نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کہلا دشمن ہے۔ یہہ دونون لگے کہنے کہ ای ہمارے
پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا۔ اور اگر تو ہمکو معاف نہین فرمائیگا اور ہمپر رحم نہین کریگا
تو ہم بالکل برباد ہو جائینگے (اسپر خدا نے) فرمایا کہ (تم میان بی بی اور شیطان تینون
بہشت سے) نیچے اوتر جاؤ تم مین ایک کا دشمن ایک اور تم (بنی آدم) کو ایک وقت خاص
(یعنے مرتے دم) تک زمین پر رہنا ہوگا اور (تمہارا) سامان (زیست) بہی وہین مہیا ہے
(خدا نے یہہ بہی) فرمایا کہ زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور اوسمین مروگے اور اوسی مین سے
(قیامت کے دن دوبارہ) نکال کہڑے کیے جاؤگے۔

آیۂ سوم

پارہ (۱۳) سورۂ ابراہیم رکوع ۳

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○

ترجمہ۔ اور جب (اخیر) فیصلہ ہو چلیگا (اور لوگ شیطان کو الزام دینگے) تو شیطان کہیگا کہ خدا نے تمسے سچا وعدہ کیا تہا (سو اوسنے پورا کیا) اور وعدہ تمسے مین نے بہی کیا تہا مگر مین نے تمہارے ساتہہ وعدہ خلافی کی۔ اور تمپر میری کچہہ زبردستی توتہی نہین۔ بات تو اتنی ہی تہی کہ مین نے تمکو (اپنی طرف) بلایا اور تمنے میرا کہنا مان لیا تو اب مجہے الزام نہ دو بلکہ اپنے تئین الزام دو۔ (آج) نہ تو مین تمہاری فریاد کو پہونچ سکتا ہون اور نہ تم میری فریاد کو پہونچ سکتے ہو۔ مین تو (سرے سے) مانتا ہی نہین کہ تم مجہہ کو (اس سے) پہلے (دنیا مین) شریک (خدا) بناتے تہے۔ اسمین شک نہین کہ جو لوگ نافرمان ہین اونکو (قیامت کے دن) بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

پارہ (۱۴) سورہ حجر رکوع (۲)

آیۂ چہارم

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ○ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ○ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ○ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ○ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ○ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ○ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا

تَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ ○ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ
صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ○
وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ○ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي
إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ○ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ
الْمَعْلُومِ ○ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ
أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ
مُسْتَقِيمٌ ○ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْغَاوِينَ ○ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ○ لَهَا سَبْعَةُ
أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ○ **ترجمہ**۔ اور ہم ہی نے
کالے (اور) سڑے ہوے گارے سے جو (سوکھہ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے
آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لون کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے
اور (اے پیغمبر اوسوقت کو یاد کرو) جبکہ تمھارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین کالے
اور سڑے ہوے گارے سے جو سوکھہ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا
کرنیوالا ہون۔ جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوسمین اپنی (طرف سے) روح پھونک
دون تو تم اوسکے آگے سربسجود گر پڑنا چنانچہ تمام فرشتے سب کے سب (آدم کے سامنے)
سربسجود ہو گئے۔ مگر ابلیس۔ کہ اوسنے سجدہ کرنے والون کے شمول سے انکار کیا
(اسپر خدا نے) فرمایا کہ ای ابلیس تجھہ کو کیا (وجہ مانع) ہے کہ تو سجدہ کرنیوالون مین شامل

نہین ہوتا- وہ بولا مین وہ نہین کہ ایسے شخص کو سجدہ کرون جسکو تونے کالے (اور) سڑے ہوے گارے سے پیدا کیا ہو (سو کہہ کر) کنکہن بولنے لگتا ہے (خدا نے) فرمایا (کہ سجدہ نہین کرتا) تو وہان سے نکل باہر ہو کہ تو راندہ (درگاہ) ہے اور روز قیامت تک تجہپر پہٹکار پڑہی برسا کریگی (شیطان نے) کہا کہ اے میرے پروردگار (خیر) تو مجہکو اوس دن تک کی مہلت دے جبکہ (آدمزاد قیامت مین دوبارہ) اوٹہا کر کہڑے کیے جاوینگے (خدا نے) فرمایا کہ (اچہا) روز (قیامت کے) وقت معلوم تک کی تجہکو مہلت دی گئی (شیطان نے) کہا اے میرے پروردگار جیسے تو نے میری راہ ماری ہے مین بہی دنیا مین (سازو سامان زندگی کو) اونہین عمدہ کر دکہاون اور ان سبکو بہکاون تو سہی- مگر ان مین سے تیرے خاص بندے (کہ وہ میرے بہکانے مین آنیوالے نہین ہین (خدا نے) فرمایا کہ (بس) یہی (خالص بندگی کی) ایک سیدہی سڑک ہے (جو) ہم تک (آ) پہونچتی ہے جو ہمارے بندے (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین ہان گمراہون مین سے جو کوئی تیرے پیچہے ہولے (تو ہولے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لیے (ہمارے ہان سے آخری) وعدہ جہنم کا بہی ہے- کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے- ہر دروازہ مین سے داخل ہونیکے لیے دوزخیون کی ٹولیان ہونگی الگ الگ

آیۂ نجم

پارہ (۱۴) سورۂ نحل رکوع ۱۳- آخر آیہ

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى

الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ○ ترجمہ - تو (اے پیغمبر) جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے وسوسون) سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو - جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہین اُنپر شیطان کا کچھہ قابو نہین (چلتا) اوسکا قابو تو اونہین لوگون پر (چلتا) ہے جو اوسکے ساتھہ ارتباط رکھتے اور جو (اوسکو) شریک خدا ٹھہراتے ہین -

آیہ ششم

پارہ (۱۵) سورہ کہف رکوع ۶

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط

ترجمہ - جبکہ ہمنے فرشتون کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا شیطان کے چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا تو (لوگون کیا) ہمکو چہوڑ کر ابلیس کو اور اوسکی نسل کو (اپنا) دوست بناتے ہو - حالانکہ وہ تمہارے (قدیمی) دشمن ہین -

آیہ ہفتم

پارہ (۱۶) سورہ مریم رکوع (۵)

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ○ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ○ ترجمہ - (اے پیغمبر) کیا تمنے اسبات پر نظر نہین کی کہ ہمنے شیطانون کو کافرون پر چہوڑ رکہا ہے کہ وہ اونکو اُکساتے رہتے ہین - تو (اے پیغمبر) تم ان (کافرون) پر (نزول عذاب کی) جلدی نہ کرو - ہم اونکے لیے

(روز قیامت کے آنے کے بس دن) گن رہے ہیں۔

آیہ ششم

پارہ (۱۶) سورہ طٰہٰ آخر رکوع (۵) و رکوع (۶)

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۵ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝ ترجمہ اور ہمنے اون

سے) پہلے آدم سے (درخت گندم کے نہ کہانیکا) ایک عہد (و پیمان) لیا تہا تو
آدم (اوسکو) بہول گیے اور ہمنے اون (کے ارادہ) مین استقلال نہ پایا اور جب
ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب ہی نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس
کہ اوسنے انکار کیا۔ تو ہمنے (آدم سے) کہا کہ آدم یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری
بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری
شامت آجایے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بہوکے
رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو اور نہ دہوپ
اوٹہاتے۔ پہر شیطان نے آدم کو پہسلایا (اور اوسنے) کہا کہ آدم کہو تو تم کو ہمیشگی کا
درخت بتادون (کہ جسکو کہا کر سدا جیتے رہو) اور ایسی سلطنت جو (کبہی) پرانی نہو (یعنی
اوسمین کسیطرح کا ضعف نہ آئے)۔ چنانچہ دونون (میان بی بی) نے درخت (ممنوع)
کا پہل کہا لیا تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ (بہشت)
کے پتے اپنے اوپر چپکانے اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بصرہ
ہوگئے پہر (آخر کار) اونکے پروردگار نے اونکو نوازا اور اونکی توبہ قبول کی اور (اونکو
اپنی اطاعت کا) رستہ دکہا دیا۔ (جب آدم نے نافرمانی کی) تو خدا نے شیطان اور آدمؑ
سے فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوتر جاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک رہیگا
پہر اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے ہدایت آئے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ (راہ راست
سے) بہٹکیگا۔ اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی

ضیق مین گذریگی - اور قیامت کے دن (بہی) ہم اوسکو اندہا (کرکے) اوٹہائینگے وہ کہیگا ای میرے پروردگار تونے مجہکو اندہا (کرکے) کیون اوٹہایا - اورمین تو (دنیا مین) دیکہتا بہالتا تہا خدا فرمائیگا یہی قرین انصاف ہے (دنیا مین) ہماری آیتین تیرے پاس آئین مگر تونے اونکی کچہہ خبر نہ لی اور اسی طرح آج تیری بہی خبر نہ لیجائیگی - اور جو شخص (حد اعتدال سے) بڑہ چلا اور اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان نہ لایا ہم اوسکو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہین اور آخرت کا عذاب (دنیا کے عذاب سے) بہت ہی سخت اور دیرپا ہے کیا لوگون کو اس سے ہدایت نہ ہوی کہ اونسے پہلے ہمنے کتنی جماعتون کو ہلاک کرمارا (اور اب) یہ لوگ اونہین کے رہنے سہنے کی جگہون مین چلتے (پہرتے) ہین - اور جو لوگ عقل والے ہین اونکے لیے اس بات مین قدرت خدا کی بہتیری نشانیان (موجود) ہین

آیہ سیم

پارہ (۲۳) سورہ ص رکوع (۴)

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ○ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ○ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ○ لا وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ لا

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ۝ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ ترجمہ۔ اور جبکہ کہا تیرے پروردگار نے فرشتون سے کہ ضرور مین بنانے والا ہون ایک آدمی مٹی سے تو جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اپنی روح اوسمین پھونک دون تو تم اوسکے لیے سجدہ مین گر پڑنا چنانچہ سب ہی فرشتون نے سجدہ کیا۔ مگر (ایک) ابلیس نے کہ شیخی مین آگیا اور نافرمان بن بیٹھا خدا نے (ابلیس سے) پوچھا کہ ای ابلیس جس چیز کو ہمنے اپنے دونون ہاتھون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجھے کون چیز مانع ہوئی کیا تو شیخی مین آگیا؟ یا تو بڑے لوگون مین سے ہے؟ (وہ) بولا (کہ اوسکو سجدہ کیونکر کرون) مین اوس بہتر ہون۔ مجھکو تو نے آگ سے بنایا اور اوسکو تو نے مٹی سے بنایا فرمایا تو یہان سے نکل (باہر ہو) کہ تو (ہماری بارگاہ سے) راندہ گیا ہے اور روز جزا تک تجھپر ہماری پھٹکار رہیگی (وہ) بولا اسے میرے پروردگار مجھکو دس دن تک کی مہلت دے کہ جب سب لوگ اوٹھا کر کھڑے کیے جاوینگے۔ فرمایا کہ پھر تو مہلت دیے ہوؤن مین سے ہے جنتے ہوے وقت کے دن تک (وہ) بولا تو (مجھے بھی) تیری (ہی) عزت کی قسم ہے کہ ان (بنی آدم) مین جو تیرے خالص بندے ہین اونکو چھوڑ کر ان سبکو ضرور گمراہ کرونگا فرمایا تو سچ یہہ ہے اور سچ ہی مین کہتا ہون کہ مین ضرور تجھسے اور جو لوگ تیری پیروی کرین اون سب سے جہنم کو بھر دونگا۔

نکات — یہہ آیات مثل تمام قرآن مجید کے معجزہ ہین سب کچھہ ان آیات مین اللہ تعالی نے بتلادیا ہے کہ عالم کے خلق کی ابتدا کیونکر فرمائی ہے۔ آدمی کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ شیطان کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ خیر و شر کی ابتدا کیونکر ہوی۔ دنیا مین شیطان کا کام کیا ہے۔ اور اطاعت شیطان کا انجام کیا ہے۔ مین بعض نکات کی طرف آپکو متوجہ کرتا ہون۔

بیان نکات

نکتہ اول۔ آیات مذکورہ کا مضمون مجموعاً کیا ہے۔

نکتہ (۱) جناب باری تعالی نے سورہ بقر کی آیتون مین ان امور کی کہ (۱) خلق حضرت آدم و بنی نوع بشر کی غرض کیا تھی۔ اور (۲) اوسکو فرشتون نے کیا سمجھا تھا اور (۳) حق تعالی نے اونکی کیونکر تسکین کرکے سجدہ کرایا جسقدر تفصیل فرمائی ہے اور آیتون مین نہین فرمائی۔ لیکن آیات سورہ مذکور مین تفصیل ان امور کی نہین فرمائی۔ کہ (۱) حضرت آدم کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ (۲) شیطان کو کس چیز سے بنایا۔ (۳) وہ فرشتہ ہے یا جن۔ (۴) اوسنے سجدہ نہ کرنیکے لئے کیا حجت پیش کی۔ (۵) حضرت آدم کو درخت منہی عنہا سے ممانعت کی کیا وجہ تھی۔ (۶) حضرت آدم مین وہ کون بات تھی جسکی وجہ سے کہانا درخت منہی عنہا کا ممکن ہوا۔ (۷) اوس دہوکہ مین آنے سے کیا نقصان پہونچا (۸) اونکی توبہ کن الفاظ سے قبول ہوی۔ (۹) شیطان کا کام کیا ہے۔ یہہ امور اور آیتون مین ارشاد فرمائے ہین اور تفصیل مین کمی بیشی ہے۔ یہہ امر دلیل اسکی ہے کہ تکرار نہین ہے۔ بلکہ جس موقع

پر جس جس امر کا ذکر ضروری تہا وہی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور جس جس کا نہین تہا تعلقاً او جالاً اگر سب
آیات کی تفصیل جمع کیجا یے تو بیان اُمور بالا کا آیات منقولہ مین اسطرح معلوم ہوتا ہے ۔ اور (اے پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون
(تو فرشتے) بولے ۔ کیا تو زمین مین ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پہیلایے اور خونریزیان
کرے (اور اگر بناتا ہے ہمکو بنا) کہ ہم حمد (و ثنا) کے ساتہہ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے
ہین ۔ خدا نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے ۔ ہم ہی نے کالے
(اور) سڑے ہوے گارہ سے (جو سوکہہ کر کہنکہن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور
ہم جنات کو (آدم سے بہی) پہلے لون کی گرمی سے پیدا کر چکے تہے اور ہم ہی نے
جب آدم کو پیدا کیا اور شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پہونکدی تو فرشتون سے
کہا کہ جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوسمین (اپنی طرف سے) روح پہونکدون تو تم
اوسکے آگے سجدہ کر پڑنا (جب پیدا کر چکے) آدم کو سب کے نام بتا دیے ۔ پہر اونکو فرشتون
کے روبرو پیش کرکے فرمایا اگر تم (اپنے دعوے مین) سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ ۔
بولے تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے اوسکے سوا ہمکو کچہہ معلوم نہین ۔ تو ہی جاننے
والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو) حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتون
کو اونکے نام بتا دو ۔ جب آدم نے اونکو نام بتا دیے تو خدا نے (فرشتون کیطرف مخاطب
ہو کر) فرمایا ۔ کیون ہمنے تمسے نہین کہا تہا کہ زمینون اور آسمانون کی سب مخفی چیزین ہمکو
معلوم ہین اور جو تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چہپاتے تہے (وہ)

ہمکو (سب کچھ) معلوم ہے اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو (سب کے) سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنیوالون مین (شامل) نہوا چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا (خدا نے ابلیس سے) پوچھا کہ ای ابلیس جس چیز کو ہمنے اپنے دونون ہاتھون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجھے کون چیز مانع ہوی۔ کیا تو شیخی مین آگیا۔ کیا تو بڑے لوگون مین سے ہے وہ بولا مین اس سے بہتر ہون (کیونکہ) تونے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اوسکو خاک سے۔ اوسپر خدا نے فرمایا کہ (تجھکو یہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر (کیونکہ) تیری اتنی ہستی نہین کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے۔ تو (یہانسے) نکل باہر ہو کہ ذلیلون کا ایک ذلیل تو بہی ہے لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب) لوگ (دوبارہ جلاکر) اوٹھا کھڑے کئے جائینگے اوس دن تک کی مجھے مہلت دے (خدا نے) فرمایا کہ (منظور) تجھے مہلت دیگئی۔ اسپر (شیطان) بولا کہ جیسے تونے میری راہ ماری ہے مین بہی تیرے سیدہے راستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی پہر اودہر اونکے آگے سے آؤن اور اونکے پیچہے سے (آؤن) اور اونکی داہنی طرف سے آؤن اور اونکی بائین طرف سے (آؤن) دنیا مین (سازوسامان زندگی کو) اونہین عمدہ کرکے دکھاؤن اور جس طرح بن پڑے اونکو بہٹکا کر رہون اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکرگزار نہ پائیگا۔ مگر انمین سے تیرے خاص بندے (کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین خدا نے) فرمایا کہ بہشت سے نکل باہر ہو (اور تو) خوار و راندۂ درگاہ (ہے) اور روز قیامت تک تجھپر پہٹکار پڑی رہا

کریگی - بنی آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلاشبہہ (تجھسے اور اونسے یعنی تم سب سے) جہنم کو بہر دینگے - خالص بندگی کی ایک سیدہی سڑک ہے (جو) ہم تک (آپہونچتی ہے جو) ہمارے بندہ (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین - ہان گمراہون مین سے جو کوئی تیرے پیچہے ہولے (تو ہولے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لئے (ہماری یہانسے آخری) وعدہ جہنم کا ہی ہے کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے ہر دروازہ (مین سے داخل ہونے) کے لئے دوزخیونکی ٹولیان ہونگی اور (ہمنے آدم سے کہاکہ) اے آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) باغ بہشت مین بسو اور اوسمین جہان کہین تمہارا جی چاہے بافراغت کہاؤ (پیو) مگر اوس درخت (گندم) کے پاس مت پہٹکنا (ایسا کروگے) تو تم اپنا نقصان کرنیوالون مین ہو جاؤگے یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجائے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بہوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو - اور نہ دہوپ اوٹہاتے (ہو) ہمنے اس درخت کے نہ کہانے کا آدم سے ایک عہد و (پیمان) لیا تہا پہر شیطان نے دونون (میان بی بی) کو بہکایا کہ اونکے پردہ کرنیکی چیزین جو (اونکی) نظر سے مخفی تہین (یعنی اونکا آگا پیچہا) وہ اونہین کہول دکہلائے پہر آدم کو شیطان نے پہسلایا (اور آدم سے) لگا کہنے کہ تمہارے پروردگار نے جو اس درخت (کے) پہل کہانے کی تمکو مناہی کردی تہی تو ہو نہو اسکا سبب یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو)

تم دونون فرشتے بنجاؤ - یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے) رہو - اور ایسی سلطنت ملے جو کبھی پرانی نہو (یعنی اوسمین کسی طرح کا ضعف نہ آیے) اور اونسے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلا شبہہ تمہارا خیر خواہ ہون - غرض دہوکہ سے اونکو (درخت ممنوع کے کہانیکی طرف) مائل کرلیا - اور وہ عہد و پیمان کو بہول گیے اور آدم کے ارادہ مین ہمنے استقلال نہ پایا اور دونون میان بی بی نے درخت ممنوع کا پہل کہا لیا - تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگیئن اور لگے باغ (بہشت) کے پتے اپنے اوپر چپکانے - پس آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہو گیے - اوسوقت اللہ تعالی نے اونکو ڈانٹا کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت کے (کہانے) منا ہی نہین کی تہی اور کیا تمسے نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کہلا دشمن ہے - اور خدا نے (شیطان اور آدم سے) فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوتر جاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک رہیگا - اور تم بنی آدم کو ایک وقت خاص (یعنی مرتے دم تک) زمین پر رہنا ہوگا زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور تمہارا سامان (زیست) بہی ہین مہیا ہے اوسی مین مروگے اور اوسی مین سے نکال کہڑے کیے جاؤگے پہر اگر تمہارے یعنی بنی آدم کے پاس ہماری طرفسے ہدایت آوے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ راہ راست سے بہٹکیگا اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی ضیق مین گذریگی اور قیامت کے دن بہی ہم اوسکو اندہا کرکے اوٹہائینگے - وہ کہیگا کہ اے پروردگار تونے مجہکو اندہا کرکے کیون اوٹہایا مین تو دنیا مین دیکہتا بہالتا تہا خدا فرمائیگا

یہی قرین انصاف ہے - دنیا میں ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں مگر تو نے اونکی خبر نہ لی اور اسیطرح آج تیری بھی خبر نہ لیجائیگی - چنانچہ دوسری جگہہ فرمایا ہے کہ جب جزا و سزا کا معاملہ ہولیگا تو لوگ شیطان کو الزام دینگے تو شیطان کہیگا کہ میری تم پر زبردستی نہ تھی الخ

جب حضرت آدم اور حوا کی نسبت یہہ حکم ہوا تو آدم و حوا نے اپنے پروردگار سے معافی چاہی اور آخر کار معذرت کے چند الفاظ اپنے پروردگار سے سیکھہ لیے اور کہا -

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور اللہ تعالی نے ان الفاظ کی برکت سے اونکی توبہ قبول کی اور اونکو نوازا اور اونکو اپنی جماعت کا رستہ دکھایا چونکہ ابلیس کو تا قیام قیامت مہلت دی گئی اور وہ کفار کو بہکاتا ہے -

جب حق تعالی سے جناب پیغمبرؐ نے درخواست نزول عذاب کی فرمائی تو جناب اقدس الہی سے ارشاد ہوا کہ اے پیغمبر کیا تمنے اسپر نظر نہیں کی کہ ہمنے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے - کہ وہ اونکو اوسکاتے رہتے ہیں اور پھر اور مقام پر صاف بتلا دیا کہ جب قرآن پڑہو شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگ لیا کرو جو لوگ ایمان رکھنے والے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والے ہیں اونپر شیطان کا کچھہ بس نہیں چلتا اوسکا قابو اونہیں لوگوں پر ہے جو اوسکے ساتھہ ارتباط رکھتے ہیں اور جو اوسکو شریک خدا ٹھہراتے

نکتہ دوم - عالم کے خلق کی ابتدا اور خلیفۃ اللہ فی الارض کا پیدا ہونا -

نکتہ (۲) جب زمین کو پیدا فرمایا اوسمیں اپنا خلیفہ بنانا چاہا - اور اوسے سوکھے ہوے گارے سے پیدا کیا اور اتنا اچھا بنایا کہ فرمایا - دونوں ہاتھہ سے بنایا اور اوسمیں وہ روح ڈالی جو اپنی

طرف منسوب فرمائی - جب یہ ارادہ ظاہر کیا فرشتون نے آدم کے عیوب بیان کیے اونکی تسکین فرما کر اونکو حکم سجدہ دیا اس ارشاد سے امور ذیل ظاہر ہوتے ہین -

بیان ضرورت خلق خلیفہ

اوّل یہ کہ خلیفہ بنانے کی ضرورت تھی ورنہ حکیم مطلق اس تدبیر کو اختیار نفرماتا کیونکہ عادت الٰہی نظر بتکمیل یون جاری ہوی ہے کہ دنیا مین جو کچھہ ہو اسباب کے ذریعہ سے ہوا کرے - اسباب بغیر ضرورت کے توڑے نہ جائین - ضرورت مذکور ہمارے فہم کے مطابق یہہ ہے کہ جہان اضداد ہون اور اضداد ایک دوسرے کو ضد ہونے کی وجہہ سے معدوم کرین - اور بجاے خود وجال خود رکھنا بھی اونکا ضرور ہو - تو اونکے اندر ایک منتظم ہونا چاہیے کہ قبل از وقت ایک ضد دوسری ضد کو معدوم نہ کردے - جب معدوم کرنیکا قصد کرے اوسے اوس کے ضررون سے بچاے اور بلا دیگر ضرر کو روک دے - یہہ کام حاکم قوی کا ہے جسے سزا کا اختیار ہو - اور وہ بغیر پوری قدرت کے وجود مین نہین آسکتا -

خلیفہ کیسا ہونا چاہیے -

دوسرے - یہہ کہ خلیفہ ایسا ہونا چاہیے کہ جسپر اسد کا خلیفہ ہونا صادق آسکے - جب وہ بشر ہو تو باوجود بشریت اوسمین وہ قوتین موجود ہون جسکے سبب سے اوسپر اطلاق اسد تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کا ہوسکے - اور جب وہ حاکم تمام زمین کا اور کل کا حاکم بطور خلیفہ اسد کے ہو - یعنی نہ حاکم فقط انسان کا - تو اوسکی حکومت تمام زمین اور زمین کی سب چیزون پر ہو جسمین عناصر اربعہ داخل ہین - ہوا اوسکی تابع ہو - پانی اوسکا تابع ہو - جو جو چیزین ارضیات مین داخل کہتی ہین اوسکی محکوم ہون -

جو جو منتظم ارض ہین اوسکے تابعدار ہون - جنات اوسکے مطیع ہون - چرند پرند حیوانات ونباتات اوسکا حکم مانین - چنانچہ یہہ قوت وحکومت ہر نبی کو حاصل تہی - ظہور اوسکا حضرت سلیمانؑ مین تہا لیکن معجزات دلیل وجود قوت کی ہر نبی مین ہین ورنہ معجزہ شمس وشق قمر وغرق فرعون وفتح احزاب نہوتے - گو حکم الہی اوسمین شامل ہو -

بنی آدم ہر بہی اوسے خلیفہ ہونا چاہیے -

تیسرے - اللہ تعالی نے جب یہ قصد ظاہر فرمایا فرشتون نے آدمی کے عیوب بیان کیے اللہ تعالی نے یہہ نہین فرمایا کہ آدمی ایسے نہونگے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصود ایک شخص کا پیدا کرنا نہ تہا بلکہ نوع بشر کا جنمین سے خلیفہ بہی ہون اور باعتبار نوعیت ہر شخص مین قابلیت حکومت کی ہو چنانچہ ہم دیکہتے ہین کہ کوئی فرد بشر اس مادہ سے خالی نہین - ہر آدمی اپنے گہر کا بادشاہ ہوتا ہے اور ہر ایک مین کچہہ نہ کچہہ حکومت کا مادہ موجود ہے تاہم اوسمین ایسے بہی ہون کہ قتل وخونریزی کرین - اس سے یہہ بہی لازم آتا ہے کہ جہان ارض کی حکومت مطلق کے لیے نوع بشر کا پیدا کرنا مقصود تہا اپنے بنی نوع پر بہی اوسے حاکم بنانا مقصود تہا خصوصًا اوس حالت مین کہ اسباب زندگی نوع بشر کے زمین سے مہیا کیے جائین -

خلیفہ ہمیشہ موجود ہونا چاہیے

چوتہے - جب وجود خلیفۃ اللہ فی الارض کا ضروری ہو تو لازم آتا ہے کہ ایسا خلیفہ ہر وقت زمین مین موجود ہو - ورنہ جب نہوگا وہ امور جو اس ضرورت کے پورا کرنے سے واقع ہوے ہین سب درہم وبرہم ہو جائینگے - ان چارون امر سے

امور ذیل منتج ہوتے ہین۔

وجہ سجدہ ملائکہ۔

اول - یہہ کہ خداوند عالم نے فرشتون سے جو حضرت آدم کو سجدہ کرایا اوسکی وجہ یہہ تھی کہ مطابق ارشادات الٰہی کے فرشتے مدبر ارضیات و فلکیات کے ہین۔ مثلاً آفتاب زمین پر نور پیدا کرتا ہے جس سے آنکھہ کام دیتی ہے۔ اور اوس بہت سے منافع پیدا کرتا ہے اوسکے مدبر فرشتے ہین۔ اور اسیطرح اور ستارے۔ تو لازم ہے کہ مدبران ارض و فلک اسکے محکوم بنائے جائین۔ اول طاعت سجدۂ تعظیمی ہے۔ اور اسلیے حکم سجدہ لازم اور نہایت ضروری تہا۔

انسان کا بہترین مخلوقات ہونا

دوسرے - یہ کہ انسان اشرف المخلوقات اسلیے ہے کہ (۱) غرض اصلی اوسکے بنانے کی خلیفۃ اللہ ہونا ہے (۲) اوسمین وہ روح ہے جو اللہ تعالی کی طرف منسوب ہے اور اللہ تعالی نے اوسکا جسم دونون ہاتہہ سے بنایا ہے یعنی نہایت عمدہ۔

انسان کا صرف روح و جسم سے مرکب ہونا۔

تیسرے یہہ کہ ارشاد الٰہی کے مطابق انسان مین روح اور جسم ہے۔ روح بحیثیت انسان اور روح بحیثیت حیوان اور عقل و نفس جدا چیزین نہین ہین۔ جسم مین روح داخل ہو کر بذریعہ جسم منتفع یا متضرر ہوتی ہے۔ اور افعال روح و جسم مین ایک خاص تعلق ہے۔

خلیفۃ الارض اسوقت کون ہے

چوتھے یہہ کہ جب خلیفۃ اللہ فی الارض ہمیشہ موجود ہونا چاہیے اسوقت بھی موجود ہے۔ شیعہ حضرت امام مہدی کو خلیفۃ اللہ فی الارض

جلتے ہین۔ اہلسنت مین سے بیشتر حضرات قائل ہین کہ اقطاب و ابدال کے ہاتھہ مین وہ حکومت ہے جو خلیفۃ اللہ کے ساتھہ مخصوص ہے مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جس دن مین مین اللہ کا خلیفہ نہوگا زمین اور اوسکی مخلوق باقی نہ رہیگی۔ ضرور نہین ہے کہ وہ اپنا اقتدار ظاہری ہمیشہ پورا عمل مین لایے ورنہ دنیا امتحان گاہ نہ رہیگی پس وہ مطابق مصالح کے اپنا کام کرتا رہیگا۔ نیز ضرور نہین ہے کہ خلیفۃ اللہ نئے احکام جاری کرے ممکن ہے کہ وہ کسی نبی کے احکام جاری کرے مگر خلیفۃ اللہ ہو۔ وہ جاوسکی یہہ بھی ہے کہ احکام مصالح پر بدلتے ہین۔ چنانچہ منقول ہے کہ جناب رسول خدا درباب نکاح کے تاکید فرماتے تھے اوسی اثنا مین ارشاد فرمایا کہ ایک وہ زمانہ آئیگا کہ نکاح نہ کرنے کی تاکید کیجائیگی۔ لوگون نے پوچھا وہ کب ہوگا ارشاد ہوا کہ جب عورتون کے احکام کی تعمیل باعث ضرر فی الدین ہو۔ پس ایسی صورتون مین احکام ایک ہی نبی کے جاری کرنیکے لیے بھی خلیفۃ اللہ کا ہونا ضرور ہوتا ہے ورنہ یہہ فیصلہ کرنا کہ وہ ضرورت آج ہے یا نہین ہمارا آپ کا کام نہین نہ اوس فیصلہ پر اطمینان ہو سکتا ہے کہ ضرورت بدل جانے سے آج حکم بدل گیا۔

نکتہ سوم۔ فرشتون کے اعتراض اور جواب کی شرح

نکتہ (۳) اللہ تعالی نے جب اپنے ارادہ کو فرشتون پر ظاہر فرمایا تو اونہون نے کہا کہ تو ایسے کو پیدا فرمائیگا جو زمین مین خونریزی اور فساد کرے۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین۔ اونکا جواب دیکر حکم سجدہ دیا۔ امور ذیل قابل توجہ و التفات ہین۔

فرشتون کو عیب بنی نوع بشر کے کیسے معلوم ہوے۔

اول یہہ کہ فرشتون کو یہہ امر کیسے معلوم ہوا کہ انسان خونریزی
اور فساد کریگا۔ وجہ اسکی تخمیر و کیفیت بعد تخمیر سے ظاہر ہے یعنی
یہہ کہ اللہ تعالی نے طینت حضرت آدم کو تخمیر فرمایا۔ تخمیر مین طین (یعنی مٹی) کے پانی کا
شمول اور ہوا کا شمول ضرور ہے۔ کیونکہ پانی کے بغیر تخمیر نہین ہوسکتی۔ اور پانی کے شمول
کے بعد ہوا مادۂ تخمیر کو پیدا کیا کرتی ہے۔ بعد تخمیر پہر اوسکو سکہلایا کہ وہ کہنکہن بولنے لگا۔
یہہ ازدیاد شمول حرارت و نار ہے۔ پس یہہ بیان ترکیب ظاہر کرتا ہے کہ انسان کی
خلق اضداد خاک و آب و ہوا و آتش سے ہوی۔ اضداد کا خاصہ یہہ ہے کہ ہر ضد اپنی ضد
کو معدوم کرے معدوم کرنے کی کوشش نتیجہ فساد ہے اور خود انعدام نتیجہ خونریزی پس
یہہ امر فرشتون نے تخمیر سے سمجہا تہا۔

فرشتون کا دعوی اور اوسکا فیصلہ

دوم یہہ کہ فرشتون نے جو عیب انسان کا پیش کیا حق تعالی
پر بہی اعتراض تہا۔ اوسکے ساتہہ اونہون نے اپنی خوبی بیان کی تہی کہ ہم تحمید و تقدیس
کرتے ہین۔ یہہ اپنے دعوی کا پیش کرنا تہا۔ ہمیشہ دعوی مین وجہ ترجیح بیان کیجاتی ہے
اور اعتراض مدعی علیہ پر شامل ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات مین مؤدبانہ اعتراض حاکم پر بہی
جو معیوب نہین۔ لیکن دوسرے کو برا کہنا باوجود اسکے کہ اپنے دعوی کے پیش کرنیکا وقت
ہو اعلی درجہ کے آدمیون کی شان کے خلاف ہوتا ہے۔ تاہم یہانتک مضائقہ نہین
لیکن فرشتون کے دل مین کچہہ اور بہی تہا۔ کیونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ جو ظاہر کرتے
ہو اور جو چہپاتے تہے۔ اعتراض اور اپنا دعوی چہپایا نہین تہا۔ پس وہ کیا ہوسکتا ہے؟

اوس مین اولاً یہہ امر قابل توجہ ہے کہ وہ امر قابل چہپانے کے ہونا چاہیے ثانیاً چہپانے والے فرشتے ہین اس لیے وہ یہی ہو سکتا ہے کہ فرشتے دل مین اپنے مرتبہ کو اتنا بلند سمجہتے ہون کہ اوس سے زیادہ رتبہ اون کے خیال مین نہ ہو لیکن حق تعالی کو قادر جان کر اوسے ظاہر نہ کر سکتے ہون۔ یہہ قابل علاج تہا۔ ان تینون (یعنی اعتراض اور دعوی اور خیال مخفی) کا۔ جواب اللہ تعالے نے جو کچہہ دیا بیان اوس کا یون فرمایا ہے۔ کہ جب پیدا کیا اور اون کی شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پہونک دی آدم کو سب کے نام بتایے پہر اون کو فرشتون کے روبرو پیش کر کے فرمایا۔ کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو ہمکو اون کے نام بتاؤ۔ بولے کہ تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتایا ہے اس کے سوا ہم کو کچہہ معلوم نہین۔ تو ہے جاننے والا مصلحت کا۔ جب آدم نے اون کو نام بتا دیے تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیون؟ ہم نے تم سے نہین کہا تہا کہ زمینون اور آسمانون کے مخفیات تم کو معلوم نہین۔ اس مین **جواب** اعتراض یہہ ہے کہ آدمی مین وہ روح ہے جو منسوب الی اللہ ہے فرشتون مین نہین۔ اور تردید دعوی مع دوسرے جواب اعتراض کے یہہ ہے کہ مقصود اصلی ایسے برگزیدہ انسانون کا پیدا فرمانا ہے جو بہ نسبت فرشتون کے ہر اعتبار

سے بہتر ہونگے اور اونپر اعتراض کرنا یا ترجیح ڈہونڈہنا نہایت غلط ہوگا دلیل اسکی
یہہ ہے کہ فرمایا ہے جنکے نام تعلیم فرمائے تہے وہ زمینون اور آسمانون کی مخفیات تہے
اگرچہ چیزین یعنی غیر ذوی العقول ہون تو ظاہر ہے کہ صرف نام جاننا کوئی بڑے فائدہ کی
چیز نہین ماہیت بتلا دینے کے بعد نام بتلا دینے کا ذکر نہین - اگر ہر چیز کی ماہیت
بتلادیجاتی گندم کے درخت کی بہی بتلادی ہوتی - اس صورت مین شیطان نہ کہہ سکتا کہ مین
آپ کو درخت خلد بتلاؤن - اس سے لازم آتا ہے کہ مراد مخفیات سے ایسے انسان
تہے جنکا نام لے دینا کافی تہا - اونکے حالات نور وغیرہ اونکی خوبی کی ایسی دلیل روشن
تہی جسکے ساتہہ کسی اور دلیل کے انضمام کی ضرورت نہ تہی - نہ وہ فساد کر سکتے تہے
نہ خونریزی - بڑی دلیل اسکی یہہ ہے کہ اعتراض نوع بشر پر تہا اور مطابقت سوال کے جواب
کے ساتہہ ضرور ہے - (یہہ ضرورت بدیہی ہے) **انتباہ** - جن لوگون نے **عَلَّمَ
آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا** کا ترجمہ کرنے مین کلہا کی ضمیر کا ترجمہ باضافہ لفظ چیز کیا ہے صحیح
نہین ہے - ضمیر کا ترجمہ ضمیر کرنا کافی تہا - اسیطرح جن لوگون نے کہا ہے کہ پہاڑ اور
زمین کی چیزون کے نام بتلائے اور دکہلائے وہ بہی خوب صحیح نہین ہوتا - کیونکہ نہ
مخفیات تہین نہ اونکے پیش کرنیکی ضرورت تہی وہ تو سامنے تہین - نہ اوس سے
تطبیق سوال کے جواب سے ہوتی تہی - اگر وہ بہی کثرت علم کے اثبات مین دکہلائی جاتین
چندان خلاف مقصود نہین ہے مگر لازم ہے کہ اونمین اعلی درجہ کے انسان بہی شامل ہون
جواب خیال مخفی کا یہہ سب امور ہین لیکن نازک جواب اسبات سے نکلتا ہے کہ یہہ

انکار نہین فرمایا کہ بعض انسان ایسے ہونگے جیسے تم کہتے ہو لیکن ہماری یہہ قدرت ہے
کہ ایسون مین ایسے ہونگے جو تمسے بہتر ہون - ان سب کا علاج سجدہ تہا -

سجدہ کی دوسری ضرورت

سوم - ضرورت سجدہ اب صاف روشن ہوگئی - جسکو سعدی کا
شعر خوب بتلاتا ہے ؎

خویشتن را بگردن اندازد	ہر کہ گردن بدعوی افرازد

یعنی جو طمع حصول حکومت ارض مین فرشتون سے وہ افعال سرزد ہوے تھے جو انکی شان
کے خلاف تہے اوسکی پاداش یہ تہی کہ سجدہ کرین - اور یہہ علاج ہے -

فرشتون کے اس ذکر سے مخاطب کرنے کے وجوہ -

چہارم - یہہ ارشاد فرشتون سے صلاح پوچہنا نہ تہا جسکی اللہ تعالیٰ
کو ضرورت نہین ہے - جب یہہ نہو اصلی وجہ سوچنی چاہیے کہ
فرشتون کو اس ذکر کے لیے اور سجدہ کے واسطے کیون مخصوص فرمایا تہا؟ اسکے وجوہ تین
معلوم ہوتے ہین (۱) یہہ کہ فرشتون کو محکوم خلیفۃ اللہ فی الارض کا بنانا تہا - جیسا
بیان ہوا - سجدہ کرانا بڑا مطیع بنانا ہے (۲) یہہ کہ ترفع سے بوی تکبر آتی ہے - تکبر وہ چیز
ہے جسکو مخلوق کے لیے حق تعالیٰ سخت ناپسند فرماتا ہے - اور وہ متکبر کے لیے سخت مضر بہی ہے
یہانتک کہ ترفع بہی - اوسکا دور کرنا ہادی کیلیے نہایت ضرور ہوتا ہے - (۳) یہہ کہ تعلیم
اسماء تکمیل قصد نصب بخلافت تہی - اور جب حکم سجدہ دیا وہ منصوب بخلافت کردینا تہا -

وجہ ترجیح انسان کی فرشتون پر

پنجم - یاد رہے کہ وجہ ترجیح انسان کی امتزاج اربع عناصر کے
ساتہہ روح کا وجود ہے اور وہی ترکیب قابلیت حکومت ارض کی پیدا کرنا ہے - جو فرشتون

مین نہین - اسی لیے وہ حاکم ارض نہین بنایے گیے -

مصلحت فرشتون کے خلیفہ نہونے کی -

ششم - تفصیل اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی انے فرمایاہے کہ فرشتون نے اقرار کیا کہ تو ہے جاننے والا مصلحت کا - میرے نزدیک وہ مصلحت یہہ ہے کہ زمین کا حاکم زمین مین سے ہونا چاہیے - تاکہ وہ اوسمین بآرام بسر کرسکے - اگر فلکیات کے ساکن کو زمین مین اوتار کر سکونت زمین کا حکم ہوتا چونکہ خلاف طبیعت وخلقت ہوتا وہ اوسکے لیے عذاب سخت تہا - اور بے وجہ اللہ تعالی ایسا نہین کرسکتا - جو سقم حاکم ارض کے حاکم ارض ہونے مین ہوسکتا تہا وہ یہہ تہا کہ قاعدہ یون جاری ہوا ہے کہ کوئی جزو اپنے کل پر غالب نہین آسکتا - پس کوئی شخص مخلوق بارض ہی حاکم کل زمین کا نہین ہوسکتا - یہہ سقم اسطرح رفع کیا گیا کہ اوسمین وہ روح ڈالدی جو اپنی طرف منسوب ہوا اور اوسکو وہ علم دیا جو فرشتون سے زیادہ ہو - فضل و ترجیح علم کی ظاہر ہے -

روح منسوب الی اللہ مخصوص حضرت عیسی نہین ہے -

ہفتم - یہہ ہے کہ جو روح اللہ کی طرف جو حی قیوم ہے منسوب ہو ظاہر ہے کہ اوسمین بقا زیادہ ہوگا - یہہ عطا حضرت عیسی کے ساتہہ مخصوص نہین ہے -

نکتہ چہارم ذکر اوس وجہ کا جو اللہ تعالی نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے کی بیان فرمائی ہے -

نکتہ (۴) اس ارشاد سے کہ شیطان نے سجدہ نہ کیا چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا اور جنات آگ سے پیدا ہوئے ہین ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان جنات مین سے ہے - فرشتہ یا ہمزاد نہین ہے - اور وجہ سجدہ نہ کرنے کی خود خداوند

عالم نے بتلائی ہے اور گویا خود اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالی نے جب جانتا تھا
کہ شیطان سے اتنی بدی واقع ہوگی کیون پیدا فرمایا۔ اور جب جانتا تھا کہ وہ طاعت
نہ کریگا حکم سجدہ کیون دیا" وہ وجہ اور جواب یہہ ہے کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا تھا اسلیے
اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بھاگا شرح اس جواب کی یہہ ہے کہ اولاً یہہ غور کرنا چاہیے
کہ مخلوق الہی مختلف عناصر سے بنی ہے اور ہر ایک مین سے وہ خواص جو اصل عنصر مین ہین
زائل نہین کیے گیے۔ آگ کا خاصہ یہہ ہے کہ جب ادنی سبب ہوتا ہے بھڑک اوٹھتی ہے
یہہ خاصہ بھی اوس سے دور نہین کیا گیا تھا۔ کیونکہ جب دور کیا جاتا تو اوس عنصر سے اوسے
پیدا کیون کیا جاتا۔ لیکن جیسا تمام مخلوق مین دیکھا جاتا ہے کہ مخلوق بہ عنصر مین ایک دوسری
بات پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح شیطان مین یہ دوسری بات پیدا کی گئی تھی کہ وہ اس عام صفت
کو یعنی بھڑک اوٹھنے کو روک بھی سکے۔ چنانچہ روکنے کی قوت کا وجود اسبات سے ظاہر
ہے کہ اوس سے مدت تک عبادت کرائی گئی تھی۔ ورنہ بھڑک اوٹھنا خلاف اطاعت ہے
اگر یہہ قوت روکنے کی نہوتی وہ کبھی اطاعت نہ کرتا۔ اس سے یہہ بھی ظاہر ہے کہ جبان اوسے
اپنے مادہ کے روکنے کی قوت دی تھی اوسکی مشق بھی کرادی تھی۔ پس جب بھڑک اوٹھنے کا مادہ
بعد روکنے کی قوت اور اوس قوت کی مشق کے بھی بھڑک اوٹھے تو صاف معنی یہہ ہین کہ
شیطان نے اوسے نہین روکا۔ یہہ قصور پیدایش کا اور اسلیے کوئی الزام اللہ تعالی پر نہین ہے
علے الخصوص اوس وقت جبکہ اشتعال مذکور بڑا کارآمد ہو جسکا نتیجہ نظم عالم ہے۔ ثانیاً غور کرنا
چاہیے کہ حکم سجدہ اوسکے لیے ضروری تھا یا نہین۔ چونکہ حاکم فی الارض حاکم جنات کا بھی جو نا فرمان

ہے اور شیطان فرشتون کے ساتھہ تہا اغلب ہے کہ حاکم جنات ہو۔ پس جتنا فرشتون کے لیئے حکم سجدہ ضروری تہا جسکی وجہ بہی بیان کیگیئی شیطان کے لیے اوس سے بہی زیادہ ضروری تہا۔ کیونکہ شیاطین مین مادہ عدم اطاعت زیادہ تہا اور اونکا ترفع تکبر مذموم تہا

نکتۂ پنجم
وجہ مہلت دینے کی قیامت تک

نکتہ (۵) اس ارشاد سے کہ قیامت تک مجہے مہلت دے اور وہ دی گیئی ایک وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خداوند عالم جانتا ہے کہ یہہ نافرمان ہے تو کیون مہلت دی۔ مگر وہ دقت تہوڑے سے غور کرنیسے حل ہوجاتی ہے

(۱) یعنی ذریعہ اور ابتداء وجود مین آنے نافرمانی کا (جو مورثِ شر ہے) شیطان تہا۔ چونکہ ہر چیز اضداد سے پہچانی جاتی ہے اگر بدی نہو یا ختم ہوجاے تو نیکی اور خیر پہچانی نہ جاتی۔ جب نیکی کی شناخت مین تقابل شامل ہو تو حقیقت مین وجود شیطان اس حیثیت سے دلیل خیر ہے (۲) اوسکی صدہا سال کی عبادت کا بدلا کچہہ نہوتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بدلا دینے والا ہے وہ کیونکر ایک سوال ہی بعد اتنے دنون کی بندگی کے پورا نہ کرتا خصوصًا جب اوسمین ایسی مصلحتِ عظیم موجود ہو۔ (۳) اللہ تعالیٰ کفر کے سبب سے کسی کو مار نہین ڈالتا جب مارڈالنا خلاف طریقۂ مقررہ کے ہوا اوسوقت یہہ سوال پورا نکرنا مستلزم عجز تہا کیونکہ اوس سے یہہ بہی نکلتا کہ اللہ تعالیٰ مین قدرت اوسکے جواب دینے کی نہین۔ یعنی تدبیر کا تدبیر سے۔ اب یہہ جواب دیا گیا کہ ہر برائی کارآمد ہے۔ (۴) دنیا نہوتی جنت ہی ہتی اور جو انعام الہی بذریعہ دنیا مین آنکے حاصل ہوتے ہین یعنی خلافت ارض وغیرہ نہوتے جسکی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

نکتہ ششم
شیطان کا پہلا کام اور وجوہ تحریک اکل گندم۔

نکتہ (۶) اس ارشاد سے کہ شیطان نے کہا کہ پہر اُو بدا کر اونکے آگے سے آؤن اور اونکے پیچھے سے اور اونکی داہنی طرف سے اور اونکی بائین طرف سے اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون۔ اور ان سب امور کے پورا کرنے کے لیے اوسنے گندم کہلانے کی تحریص کی تاکہ عورتین ظاہر ہوجائین۔ نکات ذیل سمجھہ مین آتے ہین۔ **اول** درخت گندم کے کہانے کی تحریک سے جسکے کہاتے ہی عورتین ظاہر ہوگئین ظاہر ہے کہ یہہ خاصہ درخت گندم کا ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ گیہون کی روٹی کو فولاد کا پیٹ چاہیے **دوسرے** یہہ کہ شیطان نے جو کہا کہ آگے سے آؤن اور پیچھے سے یہہ دلیل اسکی ہے کہ سب سے بڑا دخل شیطان کو اون معاملات کی نسبت ہے جنمین عورتین کو دخل ہے اور آنکھین بہی آگے ہوتی ہین اور منہہ بہی جو بڑا راستہ ہے **تیسرے** یہہ جو کہا ہے کہ داہنے سے آؤن اور بائین سے ان دونون طرف آدمی کے کان ہوتے ہین۔ ٥

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد		بسا کین دولت از گفتار خیزد

چوتھے یہہ جو کہا ہے کہ اور جسطرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون۔ ظاہر ہے کہ داہنی طرف جگر اور بائین طرف طحال اور دونون طرف گردے ہین۔ غذا جب جزو بدن ہوتی ہے انبعاث کی قوت گردون سے پیدا ہوتی ہے اور جب معدہ سے ابخرات پیدا ہوتے ہین دل پر اثر ہوتا ہے۔ یہہ سب ذریعے دخل شیطان کے ہین۔ **پانچوین** قوت حیوانی مادۂ خلق ہے جب وہ قوت مصرف صحیح مین کارآمد ہوتی ہے آدمی پیدا

ہوتا ہے اور وہی ذریعہ انبیا اور اوصیا رسے اشخاص کے وجود مین آنیکا ہے اور
کسقدر ضرور ہے اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ۔ اگر وہ قوت مصرف غیر صحیح مین ضائع کیجائے
مورث تمام فسادات کی ہے ۔ ساتویں جیسے قوت حیوانی کا اصل مادہ حرارت ہے لیکن
حرارت صرف یہی کام نہین کرتی ۔ اوس سے غصہ بھی بڑہتا ہے ۔ غصہ کرنا بھی ایسا ہی
ہے ۔ جب موقع پر آئے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ورنہ آدمی وقت ضرورت جان نہ دیسکتا ۔
اور نیز غیرت کا مادہ پیدا نہوتا ۔ (چنانچہ ہیجڑون مین یہ مادہ سلب ہوجاتا ہے) جب
غصہ بے محل آئے اوسی سے تمام فسادات پیدا ہوجاتے ہین ۔ ساتوین چونکہ انبعاث
قوت حیوانی کا ذریعہ حرارت کے ہے اور اوسی سے قوت غضب بڑھجاتی ہے اسلیے
شیطان نے اسی ایک کام کو کیا جس سے اوسکے سب مطلب حاصل ہوگیے ۔ آٹھوین
ان سب امور سے یہ امر مثل آفتاب نصف النہار کے روشن ہے کہ اس مادہ کا در اصل پیدا
کرنا کسقدر ضروری تہا اور جب وہ اطاعت شیطان سے مصرف غیر صحیح مین ضائع ہو
اوسکی سزا کا مقرر کرنا کسقدر ضروری تہا جسکا بیان الفاظ مختصر مین یہ فرمایا ہے ۔ بنی
آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلا شبہہ تجہہ سے اور اونسے جہنم کو بہر دینگے ۔ اور یہ امر بہی ایسا
ہی روشن ہے کہ جناب اقدس الٰہی نے اس سبب سے کہ یہہ قوت باوجود ایسے عمدہ ہونے
کے ونارت سے خالی نہین کیونکہ محض حیوانی قوت ہے ۔ اشرف المخلوق کی قوت متعلق
شرافت کے نہین ہے ۔ اسکو ایسی طرح پیدا کیا کہ اتنی بہی نسبت خلق شر کی اوسکی ذات مقدس
کی طرف نہین ہوسکتی ۔ اگر اس مقام پر توجہ فرمائیگا بجائے اسکے کہ شبہات الزام پیدا ہون عجیب

و غریب صنعت ظاہر ہوگی اور لازم ہوگا کہ سجدہ شکر بجا لایے۔

نکتۂ ہفتم
شیطان کا دوسرا کام اور عموماً اوسکا اضلال۔

نکتہ (۷) شیطان نے جو کہا ہے کہ بیٹھون ہے رستہ پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون مگر تیرے خاص بندہ کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین ہین۔

تو اوسپر نور ہے معلوم ہوتا ہے یہہ بہکانا ہر فرد بشر کے لیے عام ہے خاص بندون مین اور عام بندون مین اثر کا فرق ہوتا ہے۔ عوام بہکانے مین آجاتے ہین اور اسطرح آتے ہین کہ اونپر شیطان غالب ہوجاتا ہے۔ خواص مغلوب شیطان نہین ہوتے۔ چاہے بہولے سے ہو کہ مین آجائین یا نہ آجائین۔ عموم اس کوشش کا اور مدد الہی کا ذکر آیۂ ذیل مین صاف ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور ہمنے تمسے پہلے کوئی ایسا رسول نہین بہیجا اور نہ کوئی ایسا نبی کہ اوسکو یہہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اونہون نے تمنا کی شیطان نے اونکی تمنا مین ڈالا یعنی وسوسہ یا فتور پہر خدا نے اوس چیز کو جو شیطان نے ڈالی تہی دور کرکے اپنی آیتون کو مضبوط کردیا اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جب اس ارشاد کو ارشاد پارہ ۱۶ سے۔ یعنی شیطان کو اللہ تعالی نے کفار پر چہوڑ رکہا ہے کہ اونکو اکساتے رہتا ہے " ملا لیے تو صاف معلوم ہوگا کہ شیطان کے وجود مین یہہ حکمت ہے کہ شیطان کی کوشش اچہون کے زیادہ مضبوط یعنی عمدہ کردینے کا سبب ہوتی ہے وہی کوشش بُرون کے لیے دنیا مین زیادہ منہمک

کرکے اونکو بحیثیت دین خراب کر دینے کا سبب ہوتی ہے مگر بحیثیت دنیا ایسے منافع پیدا ہوتے ہین جو نہایت بزرگ ہین -

نکتۂ ہشتم
حضرت آدم اکل گندم سے عداو بندگان خاص سے نہین نکلے -

نکتہ (۸) اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہمارے خاص بندے ہین اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین ہے حضرت آدم بسبب کہانے گندم کے خاص بندون کی شمار سے (دوا گا یا چند روزہ) نکل گیے یا نہین اسمین امور ذیل قابل التفات و توجہ ہین - (۱) وجہ ممانعت کیا تھی (۲) کیونکر حضرت صفی اللہ نے گندم کہایا - (۳) اونکے فعل کو اللہ تعالیٰ نے کن الفاظ سے ذکر کیا ہے - (۴) اونکی سزا اور شیطان کی سزا مین کیا فرق ہے اور وہ حقیقت مین سزا ہے یا نہین (۵) وجہ توبہ کیا تھی -

وجہ ممانعت -

امر اول کی نسبت کئی امر قابل غور ہین - (۱) اول یہہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے - لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ○ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ان سب کے معنی یہہ ہین کہ وجہ ممانعت یہہ تھی کہ اگر گندم کہا لوگے جنت سے لازماً نکل جانا پڑیگا اور اون نعمتون سے جو جنت مین ہین محروم ہوگے - اور اپنے ہاتھون اپنے آپ کو اور مصیبت مین ڈالوگے - اب غور کرنا چاہیئے کہ جب حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ زمین بنایا تھا زمین مین جانا اونکا لازم تہا تو کیون اونکو منع کیا اور کیون گندم کے

نہ کہانے کا عہد لیا۔ دونون امور کے ملانے کے بعد وجہ اسکی سواے اسکے اور کچھہ نہین ہوسکتی کہ کمال شفقت وعنایت ظاہر ہوا ور ذات اقدس الٰہی ہر خیالی الزام ناشکایت سے بری رہے۔ یاد رہے کہ نوع بشر نے امانت کا بوجہہ اوٹھانا خود قبول کیا تہا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

ترجمہ۔ ہمنے دکہلائی امانت آسمانون کو اور زمین کو اور پہاڑون کو پہر سبنے قبول نہ کیا اوس کو اوٹھاوین اور اوس سے ڈر گیے مگر اوٹھا لیا اوسکو انسان نے۔ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان خلیفۃ اللہ اس بار امانت اوٹھا لینے کے سبب سے بنا تہا اور مشیت الٰہی اوسکے زمین پر جانے کی اسلیے مقتضی ہوی تہی کہ خود اوسنے زمین پر جانا چاہا تہا۔ لیکن امتحان مین پڑنا نوعی مضرت سے خالی نہین ہوتا اسلیے جتنے طریقے زمین پر جانے کے تہے اون سب کی نسبت بار بار تاکید کے ساتہہ ممانعت کیگئی تہی کہ اگرچہ رتبے بڑے ہین تکلیف بہی بڑی ہے۔ اس ممانعت کی کمال شفقت ہونے کی مثال ایسی ہے کہ جب کسی کا بیٹا ہمت سے زیادہ کام کرنا چاہے تو قصد کے وقت باپ کا دل دکہہ جاے اور اوسپر ملامت اور ممانعت کرے اور جب وہ کر گذرے تو بڑی جزا دے۔ اسی لیے جب آدمی نے بار امانت اوٹھا لینا قبول کیا اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ چنانچہ اگر کوئی آدمی شیر کا مقابلہ کرے جسوقت لڑنے جاے ضرور وہ نڈر اور نادان ہے لیکن اگر شیر کو مار لے ظاہر ہوگا کہ وہ اعلی درجہ کا

آدمی ہے ۔ اس امتحان سخت مین پڑنا جسمین آدمی پڑا شیر کے مقابلہ سے کم نہین (۲)
ممانعت یہہ تھی کہ اس درخت کے پاس مت پھٹکنا ایسا کروگے تو تم اپنا نقصان کروگے ۔
ایسا نہو کہ ابلیس تم دونون کو جنت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجاے اور بہشت
مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ نہ تم بھوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو نہ پیاسے نہ آفتاب
کی گرمی اوٹھاتے ہو ۔ اس ممانعت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ وجہ ممانعت امتحانگاہ
مین جانا اور نفع حال کا مفقود ہو جاتا تھا (اگرچہ اوسمین بڑے منافع آیندہ کے خطرہ کے
ساتھہ موجود ہون) اسلیے وہ صرف اوسی قسم کی صلاح نیک بتلاتا ہے جسکی مثال ابھی دی
گئی ۔ دوسری مثال اوسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی مستحقین بہشت کی نسبت فرماتا ہے ۔
وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۔ یعنی اور جو بیہودہ مشغلون کے پاس سے ہوکر گذرین
تو کریمانہ گذر جاتے ہین ۔ اگر کوئی اسطرح نہ گذرے گنہگار نہین ۔ ممانعت اسلیے ہے کہ اسطرح
نہ گذرنا موجب آفات ہوگا کیونکہ ایسی صورتون مین احتمال غلطی کا بیشتر ہے اور جب غلطی ہوگی
اوسکی باداش ہوگی ۔ نہ گذرنے کی کوئی باداش نہین ۔ یہہ امر ضرور ہے کہ ہر حکم الہی نفع انسانی
مین محدود ہے لیکن منافع کے اقسام پر لحاظ کرنیکے بعد اقسام احکام مین ہمیشہ فرق ہوا کرتا
ہے ۔ جو افعال مورث ایسے منافع کے ہین کہ مضرت اونمین نہین ہے ۔ یا مورث ایسے
مضرت کے ہین کہ مضرت زیادہ اور غالب ہے اونکی نسبت احکام اور طرح کے ہو جاتے
ہین ۔ جو ایسے نہین ہوتے ۔ صرف فضل و عدم فضل کا فرق ہوتا ہے دوسری طرح کے ۔ حسب تحقیق
مصطلحات فقہا یہہ ہین ۔ واجب اور فرض وہ ہے جسکا کرنا ثواب ہو ۔ نکرنے مین عذاب ہو خوف

مستحب اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے ترک مین عذاب نہین۔ مکروہ وہ ہے جسکے نہ کرنے مین ثواب ہے کرنے مین عذاب نہین۔ حرام وہ ہے جسکے کرنے مین عذاب ہے ترک مین ثواب۔ یہہ طریقہ ممانعت خود دلیل اسبات کی ہے کہ گندم کہانا حرام نہین ہے۔ بلکہ مورثِ فقدانِ بعض راحت موجودہ کا ہے جسکو ثواب اور عذاب سے کچہہ تعلق نہین۔ کیونکہ ایسا مادہ جو باعث خلق ہو پیدا کرنا حرام نہین ہو سکتا۔ نہ وہ جنت مین حرام تہا نہ دنیا مین۔ جنت مین حرام نہونے کی دلیل یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم سے نظر بکمالِ شفقت تاکہ بہول نہ جائین گندم نہ کہانے کا عہد لیا تہا معاہدہ کی امور جائز مین ضرورت نہین ہوا کرتی۔ اوسمین صرف ممانعت کیجاتی ہے۔ اور مرتکب کو سزا دیجاتی ہے۔ معاہدہ جائز مین ہمیشہ ایک فعل جائز بدل دوسرے فعل جائز کا ہوتا ہے۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ محتاجِ دلیل نہین۔ اگر عذاب و ثواب متعلق کیے جائین اور اصطلاح کی بنا پر دیکہا جاوے تو اکل گندم مکروہ ہوگا نہ حرام۔

کیونکر حضرت آدم نے گندم کہایا۔

امر دوم کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ شیطان نے دونون میان بی بی کو بہکایا اور بہلایا اور قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلاشبہہ تمہارا خیر خواہ ہون۔ غرض دہوکہ سے اونکو درخت ممنوع کے کہانے کی طرف مائل کر لیا۔ اور وہ عہد کو بہول گیے اور ہمنے اونکے ارادہ مین استقلال نہ پایا اس سے امور ذیل سمجہہ مین آتے ہین۔ (۱) کہ حضرت آدم نے جو گندم کہایا وہ سہو سے تہا اور دہوکا۔ جو چیز سہو سے واقع ہو یا دہوکہ سے قابلِ بازپرس نہین۔ ایک مثال اوسکی

یہہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مان سے نکاح کرے جب وہ جانتا نہو کہ یہ میری مان ہے اور
اور بعد قربت اوس سے اولاد پیدا ہو تو وہ شخص قابل بازپرس نہین ہے۔ اسلیے کہ مان
ہونا اوسکا بہولا ہوا تہا۔ دوسری مثال اوسکی یہہ ہے کہ اگر کوئی حاکم شیطان صفت
گواہون کے بیان حلفی پر اعتبار کرکے دہوکہ سے بیگناہ کو سزا دے مجرم نہین اسلیے
کہ وہ دہوکا تہا۔ باقی رہا یہ امر کہ ممانعت بہی بہول گیے تہے یا نہین۔ چونکہ ممانعت اور عہد
ساتہہ ساتہہ تہے لازم ہے کہ ممانعت و عہد دونون کو بہول گیے۔ یہہ اعتراض پیدا ہوتا ہے
کہ درخت ممنوع اونکو بتلا کر جتلا دیا گیا تہا اسلیے عام قیاس مقتضی اسکا ہے کہ جب وہ اوسکو دیکہتے
ہونگے ممانعت یاد آجاتی ہوگی اور اوسکے ساتہہ ہی عہد بہی۔ جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ قیاس
وہی کرسکتا ہے جو حالات انسانی سے غفلت کرے۔ کیونکہ موت ایسی چیز ہے جسکا یقین
اسقدر ہے کہ کسی دوسری چیز کا ایسا یقین نہین ہے۔ یہان تک کہ نام اوسکا یقین ہو گیا
ہے۔ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ آدمی جب اپنے آپ یا دوسرے کو دیکہے موت یاد آجایے
لیکن آدمی اوسکو ہر وقت بہولا رہتا ہے۔ اگر بہول مین نہ رہتا لازم ہے کہ کوئی کام دنیا کے
سامان کا نہ کرتا۔ پس یہہ کہنا کہ جب حضرت آدم درخت گندم دیکہتے ہونگے ممانعت یاد
آجاتی ہوگی اور عہد بہی انسانی سہو کے مقابلہ مین کوئی چیز نہین ہے۔ یہہ کہین ارشاد نہین
ہوا کہ جسدن شیطان نے دہوکا دیا اوسیدن گندم کہا لیا تہا۔ بلکہ خود سہو دلیل طول مدت
کی ہے۔ مذاق شرعی کے مطابق ایک نہایت چسپان مثال یہہ ہے کہ آدمی روزہ
رمضان المبارک کی نیت کرے جو ایک عہد ہے اور پہر بہولکر کہانا کہالے اور نیت

اوسوقت تک یاد نہ آئے جبتک سیر ہو اس سہو سے روزہ ساقط نہین ہوتا (۲) وہ عزم جو اللہ تعالی نے نہین پایا وہ کیا ہو سکتا ہے؟ یا یہہ کہ جو ارادہ مستقل نسبت گندم کے تہا اوسپر بقا نہوا - یا یہہ کہ عزم عام طور پر نہ پایا گیا - امر اول یعنی عدم استقلال نسبت ترک گندم کے اس عزم مین مراد نہین ہو سکتا - اسلیے کہ اوسمین تو سہو شامل ہو گیا - جب سہو مستوجب یاد اشت نہین کرتا اوسپر اطلاق عدم عزم کا بہی نہین ہو سکتا - پس متعین ہے کہ مراد عموم عزم سے ہے - اب خاص جناب آدم صفی اللہ کے معاملہ مین دیکھنا چاہیے کہ عموم عدم عزم کا نتیجہ کسی خاص فعل سے نکالا ہے یا تمام افعال سے؟ کوئی فعل اوسوقت سے پہلے جب یہ معاملہ ہوا سوا اسکے حضرت آدم نے نہین کیا تہا کہ اللہ تعالی نے جب بار امانت اوٹہانے کو یعنی حکومت و اختیار کو جملہ مخلوق سے کہا تو یہہ بار نوع بشر نے قبول کیا - حضرت آدم اونکی اصل تہے - پس یہی فعل ذریعہ اس نتیجہ کا ہو سکتا ہے اور وہ اسطرح نکالا جا سکتا ہے - کہ جب حضرت آدم جنت کے آرام مین رہے تو اونہون نے چاہا کہ اب زمین پر جسکے وہ خلیفہ ہوے تہے جاوین - اور اونہون نے یہہ چاہا کہ تکلیف امتحان مین نہ پڑین (۳) انسان مین سہو کا مادہ ہے - یہہ مادہ خاصہ اوس طریقہ کا ہے جو اللہ تعالی نے انسان کے پیدا فرمانے مین اختیار فرمایا - یعنی خاک و آب و آتش و ہوا مادہ خلق انسانی ہین - یہہ چارون چیزین اضداد ہین - جب ایک ضد کا عمل غالب ہو جاے لازم ہے کہ دوسری ضد کے عمل کو یا زائل کرے یا کم کرے - قوت حافظہ متعلق دماغ کے ہے - دماغ اوسوقت تک صحیح ہے جب تک چارون اخلاط مناسب

حالت مین ہین۔ حب حالت مناسبت مین نہونگی قوت حافظہ مین ضعف ہوگا وہی سہو ہے۔ ایک صورت یہہ ہے کہ یہہ قوت محدود ہے جب تمام قوت حافظہ دوسری چیزون مین مصروف کردیجاے۔ اون چیزون مین جسمین صرف ہوے سہو نہوگا باقی مین سہو لازم آئیگا انسان مین سہو کا مادہ رکھنے کے مصالح بہت ہی عظیم ہین۔ (۱) اسکو یا سہو کہیے یا بہولاپن اگر نہوتا انسان انسان نہوتا خدا ہوتا۔ کیونکہ وہ روح اوسمین موجود ہے جو منسوب الی اللہ ہے۔ وہ اطاعت نکرتے۔ یہی مادہ اطاعت کرکے انسان کو بندہ بناتا ہے (۲) اگر آدمی کو کبھی غفلت نہوا کرتی تو وہ آرام نہ کرتا اگر آرام نہ کرتا مرجاتا۔ اسلیے کہ اضداد جب اپنا عمل کرنے مین مصروف ہون تو روک ایک دوسرے کو تھکا دینے والی ہوجاتی ہے۔ (۳) اگر غفلت یا سہو نہوتی آدمی کی مصروفیت دنیا مین نہوتی یا اور طرح کی ہوتی جو خلاف اس نظام کے تہا۔ دنیا کے تمام کامون اور اختلاف مراتب مین خلل پڑتا (۴) انسان ایسا سرکش ہوتا کہ بدی اوسکے روکنے سے باہر ہوجاتی اوسکا دبنا مصلحت کے بالکل خلاف تہا۔ پس جب یہہ خاصہ لازمی ہوا اور ایسے مصالح سے بنایا گیا ہو اوسکے بموجب اگر کسی شخص سے کوئی عمل ہوجاے ظاہر ہے کہ وہ معذور ہے۔

فعل اکل گندم کے متعلق الفاظ الٰہی کی شرح

امر سوم۔ کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ایسا کروگے تو اپنے اوپر ظلم کروگے۔ ایسا نہو کہ تم دونون کو شیطان نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجاے۔ اور فرمایا ہے کہ تو اپنے پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے۔ پس آدم نے

اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہوگیے اصل الفاظ یہہ ہین - فَتَكُونَا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ - فَتَشْقٰے - عَصٰی - فَغَوٰے -

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ مین ظلم سے اپنے نفس کا ظلم مراد ہے جو نوعیت ممانعت
سے ظاہر ہے یہہ لفظ قصہ حضرت آدم ہی مین استعمال نہین فرمایا بلکہ قصہ اول یعنی بار
امانت اوٹھانے مین بہی استعمال فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا - ظاہر ہے
کہ انسان نے اوسوقت کوئی فعل جو دوسرے پر ظلم ہو نہ کیا تہا اور اگر وہ باعتبار
طبیعت کے دوسرون پر ظالم ہوتا حق تعالی بار امانت اوسکو دینے کے لیے پیش نکرتا
چنانچہ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ - یعنی ہماری خلافت ظالمون کو
نہین ملتی - پس یہہ لفظ حضرت آدم کو شمار بندگانِ خاص سے نہین نکالتا -

فَتَشْقٰے کے مادہ کا لفظ قصہ قبول دعای حضرت زکریا مین بہی ہے وَلَمْ اَكُنْ
بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا - اسلیے جو ترجمہ ہے بہت صحیح ہے کہ بے بہرہ ہوگیے
اور بے نصیب - یعنی اون فوائد اور رمزون سے جو جنت مین تہے محروم ہوگیے - یہہ
بہی خلاف بندہ خاص ہونیکے نہین ہے - عَصٰی کا ترجمہ نافرمانی ہے - اسکے معنی گناہ
مستوجب سزا کے بہی ہین اور اوس نافرمانی کے بہی جو مستوجب عقاب نکرے - اب یہہ
غور کرنا چاہیے کہ جب گناہ بسبب سہو کے ہو جسمین گناہگار ماخوذ نہین ہوتا تو ان سب
الفاظ کا اطلاق متعلق گناہ مستلزم عقاب کے ہوگا یا صرف اوس گناہ کے جو خلاف مصلحت
ہونیکی وجہ سے موجب تکلیف ہو اور عقاب نہو؟ نوعیت فعل خود دلیل اسبات کی ہے

کہ معنی اول کے سوا دوسرے معنی مراد نہین ہو سکتے - لیکن ساتھہ ہی اوسکے یہہ امر
ہے کہ آخر پہر بہی کیون ایسے الفاظ استعمال ہوے ظاہر وجوہ اوسکے یہہ ہین کہ مرتکب
اس فعل کے حضرت آدم صفی اللہ تھے اور بڑے رتبہ کے تھے یعنی خلیفۃ اللہ فی الارض عالم
باکمال ایسے بزرگ کا وہ فعل جو خلاف بتلائی ہوی مصلحت کے ہوا وسکی شان سے بہت
بعید ہے - یہہ امر کہ بڑے مرتبہ کی یہ بات تھی خود ارشاد الہی سے ثابت ہے اسلیے کہ
حق تعالی فرماتا ہے فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ تفسیر جلالین مین تفسیر اسکی یہ لکہی ہے کہ بسبب
اوس غرور کے جو شیطان کو تہا اوسنے حضرت آدم کو اوس منزلت سے گہٹا دیا جو اونکو
اوسوقت حاصل تہی یعنی پہلے اس سے سہواً بہی کوئی ایسا فعل نہوا تہا پس یہہ بہی خاص
بندون کے شمار سے نکل جانا نہین ہے اسلیے کہ اسمین شک نہین ہوسکتا کہ مراتب
بزرگ جنکو ملتے ہین اونکے مشکلات بڑھ جاتی ہین ع جنکے رتبہ ہین سوا اونکو سوا مشکل ہے -
چنانچہ دیکہیے کہ دنیا مین کیا ہو رہا ہے اگر ایک اخبار مین کسی بڑے افسر کی نسبت ایک خبر
مشہور ہوجاتی ہے کہ اوسنے کوئی فعل خلاف شان کیا اوسکو واجب ہوتا ہے کہ اپنے آپکو
صاف کرے - اگر صاف نہین کرسکتا اوس مرتبہ سے گرادیا جاتا ہے - یہانتک یہہ امر
زور سے جاری ہے کہ بڑے آدمی جب کوئی ذراسی فرو گذاشت مین مبتلا ہوجاتے ہین جو اورون
کیلیے کچہہ نہین ہوتی - مثلاً پارلیمنٹ مین کسی کی بات مسترد ہوجاے تو وہ فوراً پارلیمنٹ مین
نشست چہوڑ دیتا ہے اور عہدے سے مع اپنے متعلقون کے علحدہ ہوجاتا ہے
جو اوسسے کم رتبہ کے افسر ہوتے ہین - یہانتک کہ نواب معلی القاب لفٹننٹ گورنر جب اونکی

ریورٹین نامنظور ہوتی ہین وہ چپکے بیٹھے رہتے ہین اونکو برداشت کرتے ہین یہی حال اون کے
اصحاب مراتب بزرگ کا ہے چنانچہ حضرت یوسفؑ کے قصہ مین ارشاد ہوا ہے کہ جس
شخص کی نسبت حضرت یوسف نے سمجہا تہا کہ اسکے سبب مخلصی ہوجائیگی اوس سے
کہا کہ اپنے آقا کے پاس میرا بہی تذکرہ کرنا کہ مین ناحق قید ہون تو شیطان نے اوسکو اپنے
آقا سے اسکا تذکرہ بہلادیا تو یوسف کئی برس قید خانہ مین رہے معنی یہہ ہین کہ نبی سے
استعانت بشر سے حضرت یوسف کی شان کے خلاف تہی اسلیئے ناپسند ہوئی اور اونکو
تکلیف قید مین پڑا رہنا پڑا - اہل دنیا ہمیشہ اہل دنیا کی استعانت کرتے ہین اور اسباب
پیدا کرتے ہین - اونکو اتنا بڑا ضرر یا کوئی ضرر نہین ہوتا شبہہ نہو کہ شیطان نے یہہ
کام اچہا کیا اسلیے کہ اوسکا یہ فعل بہی اچہا نہ تہا کیونکہ سزا اسکے ہاتہہ مین نہ تہی - مگر چونکہ وہ
ہر بزرگ کو دق کرتا ہے اوسنے اوسی کے مطابق عمل کیا تہا اللہ تعالی اسنے روک اوسکی
اسلیے نہ کی کہ یہہ فعل حضرت یوسف کا پسندیدہ نہ تہا - اس مقام کو اوس مقام سے مقابلہ
فرمایئے کہ اللہ تعالی نے قصہ حضرت یوسف مین فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالی کی برہان نہ دیکہتے
تو وہ اوس عورت کے ساتہہ ارادہ بد کرتے چونکہ وہ فعل عصیان مستوجب پاداش تہا اسلیے وہان
مدد کی گئی اور برہان دکہلائی گئی یہہ امر بہی قابل توجہ ہے کہ شیطان کی برائی کارآمد ہوئی نسبت
معاصی انبیاء کے اور معاصی عامہ خلائق کے ایک باریک فرق قابل ہمیشہ یاد رکہنے کے
ہے کہ انبیاء ہمیشہ مراتب عرفان مین ترقی کرتے ہین بعد ترقی مرتبہ اولی اونکو اپنی شان کے
خلاف معلوم ہوتا ہے - اوس حالت کو عصیان جانکر طلب مغفرت کرتے ہین - اونکا وہی

گناہ ہے جو تقرب کا گناہ ہے۔ ہمارا گناہ حقیقت مین مستوجب پاداش ہے۔ جناب رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت جو حکم استغفار ہوتا تھا وہ یہی تھا۔ ان سب امور سے ظاہر ہے کہ وہ فعل جونکہ فی نفسہ مشمر تکالیف تھا (یعنی امتحانگاہ مین آنا جسمین نوعے ضرر تھا اور اندیشہ کہ بہت سے امتحان مین کامل العیار نہ نکلینگے) اسلیے اوسپر اطلاق عصیان کا ہوا۔ اور اگرچہ وہ فعل بسبب سہو کے ہوا فی نفسہ نافرمانی نتھی۔ ان دونون امر یعنی فعل اور سبب مین فرق کرنا چاہیے سبب سے ذمہ داری کی نوعیت بدل جاتی ہے فعل کی ماہیت نہین بدلتی۔ چنانچہ وہ فرق دونون مثال مذکورہ مین ظاہر ہے۔ نکاح مذکورہ مین جو اولاد ہوگی وہ حلال کی اولاد نہوگی۔ اور فعل کی برائی باقی رہیگی گو سہو سبب برارت ذمہ کا ہوگا۔ مثال حاکم مین بیگناہ کے قید ہوجانے سے متعلق ذات اسیر کی جو برائی ہوی وہ برزگ اور باقی رہنے والی ہے۔ گو ذات حاکم کی بری ہے۔

غوای کے معنی گمراہی ہین اوسکے دوسرے الفاظ راستہ سے بہٹک جانا ہے اوسمین وہی امر شامل ہے جو عصیان مین ابہی بیان کیا گیا۔ یہہ لفظ بہی شمار بندگان خاص سے نہین نکالتا۔

> بیان فرق سزاے حضرت آدم و شیطان۔

امر چہارم کی نسبت کیفیت سزا پر توجہ ضرور ہے۔ اللہ تعالی نے جو کیفیت سزا حضرت آدم کی اور شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ خدا نے شیطان اور آدم سے فرمایا کہ تم دونون بہشت سے نیچے اوتر جاو۔ تم مین سے ایک کا ایک دشمن رہیگا۔ جو سزا خاص حضرت آدم کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ تمکو ایک وقت

خاص یعنی مرتے دم تک زمین پر رہنا ہوگا اور تمہارا سامان زیست بھی ہین مہیا ہے - جو
سزا خاص شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے - کہ تجکو یہہ شیخی ہے - تو بہشت سے اوتر
کہ ذلیلون کا ایک ذلیل تو بھی ہے پھر حکم ہوا کہ روز قیامت تک تجہپر پھٹکار پڑی رہا کریگی
اور ہم تجسے اور تیری پیروی کرنیوالون سے جہنم کو بھر دینگے - اسمین یہ فرق ظاہر موجود ہے
کہ حضرت آدم کو نہ دواماً دنیا مین رہنے کا حکم ہوا نہ اونپر راندہ درگاہ ہونیکا اطلاق ہوا
نہ اونکو جہنم کے عذاب کا بسبب متابعت شیطان کے اسلیے کہ اونکا فعل سہواً تھا -
شیطان نے چونکہ یہہ سب امور دیدہ و دانستہ کیے تھے اوسکے لیے یہہ سب سزائین
تجویز ہوئین کہ ہمیشہ زمین پر رہے ہمیشہ ملعون رہے - بعد ختم دنیا جہنم مین رہے -
اس فرق مین یہہ اور نازک فرق ہے کہ حضرت آدم کا زمین پر آنا نتیجہ گندم کہانے کا تھا
جسکے خاصہ ہونیکا بیان کیا گیا - ظاہر ہے کہ جب فضلات انسان سے جاری ہون اور لادت
حیض و نفاس کے ساتھہ ہو انسان جنت مین رہنے کے قابل نہین رہتا - پس جو چیزین خاصہ
لازم ہون اور عذاب مقررہ الہی نہون وہ سزا نہین ہین - نتائج ہین او معنی یہ ہین کہ برای
نام بہی سزا نہ تہی وہ نقصان تھا جو خود کرلیا تھا جیسے کوئی چاقو ہاتھہ مین لیلے اور بیخیالی
مین اوسوقت ہاتھہ کٹ جاے جب کوئی بزرگ منع کرچکا ہو -

کیفیت دوجہ توبہ -

امر پنجم کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے - توبہ ایسے
امر کے لیے کرنا جو اپنے نفع غیر فنب مین محدود ہو اور سہواً اوسکا ارتکاب ہوا ہو - (۱) نشانی
کمال عبودیت فرمانبرداری کی ہے (۲) ذریعہ حصول کمال عنایت آقا کا ہے - اور یہ دونون

ایسے ہی لوگون سے ہو سکتے ہین جنکی صفات اقصای غایت کمال کے ہون - یہہ
دونون امر نوعیت بیان توبہ سے مثل آفتاب روشن ہین - چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ حضرت
آدم اور حوّا نے اپنے پروردگار سے معافی چاہی اور اپنے پروردگار سے معذرت کے
چند الفاظ سیکھہ لیے - ان الفاظ کی برکت سے اللہ تعالی نے اونکی توبہ قبول کی اور اونکو
نوازا معنی یہہ ہین کہ جب حضرت صفی اللہ نے اوس مرتبۂ عالی کے موافق جو اونکو حاصل تہا
بعد فرمان عمل کرنے مین سہوًا فروگذاشت کی اور مبتلا اوس نتیجہ کے ہوے جو لازمی تہا
اور اللہ تعالی نے سہو پر متنبہ کیا اوسوقت حضرت آدمؑ پشیمان ہوے اور حد سے زیادہ پشیمان ہوے
اور زور سے معافی چاہنے لگے یہہ فعل اسقدر جناب اقدس الہی کو پسند ہوا کہ خود بتلایا کہ توبہ یون کرو
اون الفاظ کا منہہ سے نکالنا تہا اور سب خوبیون کا حاصل ہونا اگر یہہ بات مرتبہ بزرگ
کی ہوتی اور بزرگ مرتبہ سے نہوئی ہوتی تو یہ تعلیم ہی نہوتی ہم اگر برسون توبہ کرین سجدہ کرتے کرتے سر ہوڑ
ڈالین ناک رگڑتے رگڑتے رگڑ ہی ڈالین تو کوئی وحی نہ آئیگی کہ اسطرح توبہ کرو - الفاظ
توبہ پر غور کرنے سے ایسا لطف حاصل ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالی جل شانہ اور کوئی مہربانی
نفرماتا صرف اسی قدر عنایت کرتا کہ یہہ الفاظ بتلا دیتا صرف یہی اکیلی عنایت اوسپر لاکہہ
جان سے قربان ہو جانے کے قابل تہی - اسلیے کہ الفاظ مذکور یہہ تہے - اے
پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا (یعنی اپنے ہاتہون اپنے اوپر دنیا کے امتحان
مین پڑنے سے ستم کیا) اور اگر تو ہمکو معاف نفرمائیگا اور ہمپر رحم نہین فرمائیگا تو ہم بالکل
برباد ہو جائینگے - یعنی ہمنے تو اپنے ہاتہون اپنا گلا کاٹنے مین کسر نہین رکہی وہ سامان

پیدا کرلیا ہے کہ ہزاروں غلطیاں کریں ۔ اب تو بخش بہی دے اور نعمت بہی دے
امتحان مین کامل کر کے مراتب بزرگ عنایت فرما ۔ غرض یہہ ہے کہ وہ ہمارا کام تہا یہہ
تیرا کام ہے ۔ اپنی بُرائی کا ۔ ذلت کا ۔ اعتراف کا مقابلہ اپنے مالک کی قدرت سے اپنے
مالک کی بخشش کرنیوالا ہونے سے اوسپر یہین تک اوسکی خوبی محدود نہونے سے آمین
باوجود ہماری بُرائی کے نعمت دینے والا ہونے سے اس سے بہتر الفاظ مین کوئی اور
نہین کرسکتا ۔ ہ

کس کس تری نعمت کا کرون شکر زبان سے		ہے ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے	

حضرت آدم ابو البشر تہے ۔ یہہ طریقہ اونکو ایسے گناہ کی توبہ کے لیے سکہلایا تہا ۔ ہمکو ہر گناہ
کی توبہ کے لیے اسے اختیار کرنا چاہیے ۔ انشاء اللہ وہ ہمکو بہی بخشیگا اور پہر نعمت بہی
دیگا ۔ کیا یہہ طریقہ طریقۂ عبودیت سکہلاتا نہین ہے ؟ ۔ اور کیا اوسمین جسمین مادۂ حکومت
دیا گیا ہو حکومت کے لیے بنا ہو جو مادہ خود پرستی اور تکبر پیدا کرتا ہے ۔ سخت ضرور نہین
ہے ؟ اب دیکہیے کہ ممانعت کن کن عجیب و غریب مصالح سے تہی شیطان کا تمکن کن کن
عجیب و غریب حکمتون سے بہرا ہوا ہے ۔ اور کسقدر ضروری ہے ۔ اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر ۔
سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ اوسکی ذات کسقدر حکیم ہے ۔ اوسکی ذات مقدس سے بدی
کسقدر دور ہے ! پہر غور فرمایئے کہ جو فعل کرایا گیا بدی نہین تہا ۔ بدی ہوتا تو اللہ تعا
اتنا بہی نہ کرنے دیتا ۔ لیکن اوسمین صورت ممانعت کس عجیب و غریب حکمت سے بنائی
اور کس عجیب و غریب حکمت سے اوسپر عمل ہوجانے دیا ۔ اور پہر اوس سے کیسا عجیب و غریب

اور ضروری نتیجہ نکالا - کیا ہم جب حضرت آدم کو گناہگار کہتے ہین اللہ تعالی پر بدی کا
الزام نہین دیتے ؟ جس کسی کو ایسا خیال فاسد پیدا ہو لازم ہے کہ اوس سے توبہ کرے
اور کہے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
میرے دل کو یقین ہے کہ اللہ تعالی کی ذات مقدس ایسی ہے کہ جسپر شر کے خلق
کرنیکا الزام کرورون برس کی راہ سے بہی زیادہ دور ہے اور اوسکے خلفار فی الارض سے
بہی ویسا ہی دور ہے جب ہم خلیفہ کو ملزم ٹھہراتے ہین اس ذریعہ سے اوسکی پاک ذات کو
بہی ملزم ٹھہراتے ہین - ضرب الغلام اہانۃ المولی - (غلام کو مارنا آقا کی توہین کرنا
ہے) کو یاد رکہنا چاہیے اور مرتکب گناہ عظیم قریب بکفر ہونا چاہیے - اس باب مین
صرف ایک امر بیان کرنا باقی رہا ہے - وہ بعد اسکے بیان کیا جاتا ہے یعنی بعد ذکر لغزش
اور قبول توبہ کے ارشاد ہوا ہے **فهدى** - معنی اوسکے یہہ ہین کہ جب حضرت
آدم زمین پر آئے جنت مین رہنے کے عادی تہے اونکو اب زمین پر رہنے کا اور اطاعت
کا طریقہ بتلایا گیا اور اوسمین برا بہلا سب کچھہ بتلا دیا گیا - اور یہہ ہدایت کردی گئی کہ
حکومت ارض مین جسکے لیے مخلوق ہوے ہو اور زمین پر آئے ہو اس طریقہ پر عمل فرمانا
بعد بہونچنے مقام حکومت کے حکومت کے قواعد اور ہدایات ہمیشہ ہر بادشاہ کے حضور سے
جاری ہوتے ہین اوس سے بہی گمراہی کے متعلق ہدایت مراد نہین ہوسکتی - کیونکہ گمراہی
ارتکاب معصیت مستحق نار کی کبہی نہین ہوئی تہی اور یہہ لفظ بعد لغزش اور قبول توبہ کے
ذکر ہوا ہے لہذا یہہ معنی متعین ہین - اس مقام پر مجھے یہہ بات کہہ دینی چاہیے کہ جب

مین نے یہہ مقام لکھا تو مجھے اون علما کی راے سے اتفاق باقی نرہا جنہون نے فرمایا ہے کہ فعل حضرت آدمؑ ترک اولی تھا۔ وہ تو اختیار اولی تھا۔ ضرور یہ علما کی شان ہے کہ وہ بہی داخل تعریف علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہو سکتے ہین اونکے اتنے بڑے مراتب ہوتے ہین کہ جب ممانعت بصورت نہی ہو اونکے دل مین اس نہی کی ایسی عظمت پیدا ہوتی ہے کہ دوسری طرف اونکا خیال نہین جا سکتا۔ وہ عادی ہوتے ہین کہ ایسے افعال کو ترک اولی کہین۔ اونکے لیے بہی اور اونکے قیاس کے لیے بہی وہ ترک اولی ہے۔ یہہ جواب اونکی شان کی عظمت بتلاتا ہے۔ چنانچہ جناب امیر المومنین علی مرتضی صلواۃ اللہ علیہ سے جنکو پورا علم حاصل تھا (اور مخلوق علم کے دسوین حصہ مین شریک ہین) کسی نے پوچھا تو آپنے ارشاد فرمایا۔ ع

مین نے گندم آجتک کہایا نہین	گو خدا نے منع فرمایا نہین

نکتۂ نہم
شیطان کا تیسرا کام۔ اور ساز و سامان دنیا کا عمدہ کر دکھانا۔

نکتہ (۹) شیطان نے جو کہا ہے کہ ساز و سامان دنیا کو عمدہ کر دکہاؤن۔ اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گزار نہین پائیگا۔ اسکا ہر ہر لفظ بڑی توجہ سے دیکھنے کے قابل ہے۔

سامان دنیا کے عمدہ کر دکہانے کے معنی یہہ ہین کہ سامان دنیا عمدہ نہین ہین مگر عمدہ نظر آتے ہین۔ حقیقت مین وہ اسقدر عمدہ نظر آرہے ہین کہ آدمی کو انہون نے اپنے اوپر شیفتہ کر لیا ہے۔ یہانتک شیفتہ کر لیا ہے کہ وہ اوسکے عشق مین

آخر کار اپنے مالک کو قطعاً بھول جاتا ہے بلکہ یہان تک نوبت پہونچتی ہے کہ اوس سے منحرف ہوجاتا ہے اور یہہ کفر ہے۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جاے ہر شخص کو معلوم ہوجائیگا کہ دنیا کے سامان عمدہ نہین ہین بلکہ بیشتر بیکار محض ہین۔ کیونکہ حد فاصل بیکار ہونے و کار آمد ہونے کی بھی خود خداوند عالم نے بتلادی ہے۔ یعنی تمہارا سامان زندگی بھی زمین مین مہیا ہوگا اسلیے ضروریات زندگی کار آمد ہین اور غیر ضروریات بیکار ہین۔ چونکہ شیفتگی یہان تک بڑھ گئی ہے کہ شیفتگی نہین معلوم ہوتی۔ اسلیے لازم آتا ہے کہ بقدر ضرورت تفصیل کیجاے۔

عمدگی اشیا قیمتی کی۔

جواہرات۔ پتھر ہین۔ بعض اونمین چمکدار ہوتے ہین بعض چمکدار بھی نہین ہوتے۔ بیشتر اونمین سے ضروریات زندگی نہین ہین۔ بیشتر مضرات زندگی ہین لیکن اسقدر عمدہ معلوم ہوتے ہین کہ انسان اونپر دلدادہ ہے۔ لاکھون روپیہ خرچ کر دیتا ہے اور بعض کو انمول جانتا ہے چنانچہ ہیرا۔ کہانا اوسکا بعضون کے نزدیک باعث ہلاکت ہے۔ بعض کے نزدیک نہ نافع ہے نہ ضار۔ چنانچہ مقدمہ گائکوار بڑودہ مین اسپر بہت بحث ہوئی تھی۔ کار آمد ہونے کی یہہ حالت ہے کہ ہیرے سے برقی روشنی جب کپنج کی کنول مین کہی ہو زیادہ چمکدار ہے۔ اوس سے اندہیرا دور ہوتا ہے اس سے سوا نقصان کچھہ فائدہ نہین۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اگر یہ بلاوجہ عمدگی نہین ہے توکیا ہے؟۔ ہیرا صرف اس کام کا ہے کہ وہ بعض سخت چیزون کو کاٹ دے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر عمدہ نظر نہ آتا اوسیقدر قیمت پاتا جسقدر باعتبار آلہ قطع ہونے کے ضروری ہوتی۔ سونا اسقدر عمدہ دکھلائی دیتا ہے کہ اوسکی قیمت باعتبار چاندی کے بست گونہ ہے۔

ابتک میری سمجھہ مین کوئی وجہ نہین آئی کہ اوسمین کونسا مادہ فضیلت کا ہے۔ کہانے مین زیادہ نافع نہین بعض لوگون کے نزدیک کچھہ نافع نہین۔ ضرور سیم و زر مختصر بدل محنت کے ہین۔ اور بنظر ضرورت حفاظت اونکی قدر پیدا ہوی ہے مگر ضرورت مبادلہ او سوقت پیدا ہوی ہے کہ ضروریات زندگی کے سوا اور بہت سی فضولیون نے ضروریات بنکر رواج پالیا ہے۔ چنانچہ جسقدر اس رواج کی بدولت تمول بڑہتا ہے اوسیقدر سونے کا رواج بڑہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ دولتمند ممالک مین اب زیادہ رواج پونڈ کا ہے۔ چاندی کے سکے ہمارے پیسہ ہین۔ اور تانبا کوڑیان۔ تاہم ان دونون چیزون پر فریفتگی اسقدر بڑھگئی ہے کہ ذریعہ فریفتہ کرلینے کا سمجھی جاتی ہین۔ یعنی بناؤ سنگار مین زیور جزو اعظم ہے۔ یہہ بلاؤ عمدہ کر دکھلاتا ہے یا نہین؟ خیال ہو کہ قیمت اور وجود زر اعتبار اور وقعت پیدا کرتے ہین اسلیے سونے چاندی کے زیور کو فضیلت ہے محض خوبصورتی وجہ ترجیح نہین ہے کیونکہ وہ اعتبار اور وقعت جسکو وجود زر پیدا کرتا ہے حقیقت مین وہ بہی غلط عمدہ کر دکہاتا ہے۔ کیونکہ وقعت اونہین لوگون کی نظر مین پیدا ہوتی ہے جنکی نظر مین وہ عمدہ ہے۔

عمدگی سامان اکل وشرب کی

سامان اکل وشرب انصاف فرمایئے کہ اونمین کسقدر ضروریات ہین کسقدر غیر ضروریات۔ اختیار امور غیر ضروری کی ابتدا کیا ہو سکتی ہے؟ یہی کہ وہ فائدہ مند ہونگی۔ لیکن اگر ذرا سا غور کیجیے معلوم ہو جائیگا کہ بہت سے کچھہ بہی مفید نہین یا اگر فائدہ مند ہین اونکی جو قیمت دیجاتی ہے ہرگز برابر نفع کے نہین ہے۔ اسلیے کہ ہم دیکھتے ہین کہ جو لوگ سادہ غذا کہاتے ہین اور اوسکو جزو بدن کرتے ہین مرغن غذائین اور یاقوتیان

کہانیوالون اور عمدہ شرابین پینے والون سے کچہہ زیادہ مضبوط نہین ہوتے۔ وہ تندرست رہتے ہین یہہ بیمار۔ پس یہہ اس طریقہ سے کہ اونکا جہوٹا نفع دل مین مرتکز کردیا گیا ہے عمدہ کرو کہلاتا ہے یا نہین ؟

عمدگی سامان لباس کی

سامان لباس۔ اسکی عمدگی کا بلا وجہ ہونا کہانے کی عمدگی کے بلا وجہ ہونیسے زیادہ ظاہر ہے۔ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عمدہ وکہلانے کی کوشش عورتون مین ہے۔ اونکے ملبوسات کی عمدگی دیکہنے والون کی نظر مین اوس خواہش کا نتیجہ ہے جو مردون کو عورتونکی طرف ہے۔ لیکن وہ خواہش مردون مین معلوم نہین ہوتی کہ کس وجہ سے ہے۔ جواب یہی ہے کہ بلا وجہ عمدہ وکہلانا۔ عورتون کو اگر اس خواہش سے قطع نظر کرکے دیکہیے تو کوئی بات عمدگی کی نہین۔ لباس مین زیادہ تکلف اوپر کے بدن کے متعلق ہے۔ چہاتیان کیا ہین۔ سینہ پر بے موقع اوٹہا ہوا گوشت۔ اگر ضرورت رضاعت کی نہوتی پیدا نہوتا۔ سر کہلا رکہا جاتا ہے۔ وہ کیا ہے کالے بالون سے ڈہکی ہوی چیز۔ اگر اونکو مونڈوائے کسقدر بہدا نکلتا ہے۔ اوسپر ملاحظہ فرمایئے کہ منہہ کیا ہے کہانیکا راستہ۔ راستہ کو مسی لگا کر کالا کرلیا ہے۔ اسکے علاوہ ناک کو چہید ڈالا ہے۔ کانون مین وزن کردیے ہین۔ اونمین سونا پہنا ہے۔ یہہ ہی نہین سر پر بگلے کے پر لگا لیے ہین۔ اگر چوٹی ہے۔ سانپ سے خطرناک جانور کی طرح پیچہے پیٹہ پر لٹک رہی ہے۔ اگر جوڑا ہے۔ وہ کیا ہے ؟ سیدہے بالون کا موڑ لینا ہے۔ یہہ سب بلا وجہہ عمدہ کرد کہانا ہے۔ انگریزی لباس مین آستینون کو کندہے کے پاس سے اسقدر بلند

کیا ہے کہ اوڑھی ہوئی معلوم ہون - یہہ حقیقت مین اظہار اسکا ہے کہ ہم عورت نہین ہین پرستان کی پری ہین - یہہ ہمارے بازو ہین ابہی اوڑا چاہتے ہین - آخر یہہ فضول عمدہ کر دکہانا ہے یا نہین ؟ - مردون کے لباس ہین وہ اس ہین کہ لٹک رہے ہین - پگڑی ہے کہ سر پر بوجہہ کہا ہوا ہے - وہ پاجکی کا باٹ ہے - یا لپیٹا ہوا جوڑا ہے - اگر ٹوپی ہے - دونون طرف (آگے پیچہے) جیسے نکلی ہوئی ہے یعنی ہدہا ہین - یا قبہ ہے جیسے مرنے کے بعد قبور پر بنتا ہے - اونمین چند چمکدار چیزین لگی ہوئی ہین جنکی محض یعنی وقعت دلون مین ہے - یہہ مین نے مختصر بیان کیا ہے اس سے زیادہ تفصیل طوالت کا مصداق ہوگی - آپ خود اسے دیکہیے - بیشتر چیزون کی نسبت صاف معلوم ہوگا کہ بلاوجہ عمدہ دکہلائی دیتی ہین - اسبات پر بہی غور فرمایئے کہ ہر شخص کی وضع دوسرے کی نظر مین نہایت بہدی معلوم ہوتی ہے - جب تصفیہ بہدی اور دلچسپ ہونے کا فرمائیگا صاف معلوم ہوجائیگا کہ کسقدر لوگون کو بہت سی چیزین بوجہ عمدہ معلوم ہوتی ہین -

عمدگی سامان آرایش دلچسپی کی -

سامان دلچسپی و آرایش - انکی فضولی محتاج بیان نہین - اگر عمدہ نہ دکہلایے جاتے فضولی اختیار نہوتی - مگر انکی عمدہ نمائی خاص قابل توجہ ہے ڈہول کیا ہے ایک خول ہے - اوسپر کہال چپکی ہے اوسے پیٹے جاتے ہین - ڈہپ ڈہپ کی سامعہ خراش آواز پیدا کرتے ہین - مگر جہان یہہ آواز آئی اور لوگ ہین کہ دوڑے چلے جاتے ہین - مارے شوق کے منہ پہٹا ہوا ہے - کہلی آنکہین اوپر کو ہین - نہ دیکہتے ہین کہ آگے کون ہے - نہ معلوم ہے کہ پیچہے کون رہ گیا - نہ کنوان

دکھلائی دیتا ہے نہ کھتی - اب وہان پہونچ گیے جہان بیٹھے ڈھول بج رہا ہے - فرض
کیجیے کہ تماشا ہے - وہ کیا ہے ایک لونڈا گا رہا ہے - بھدا - بدتمیز مگر اوسپر ایسے
لوٹے پڑتے ہین جیسے شیرہ پر مکھیان - فرض کیجیے کہ وہ محفل رقص و سرود ہے - وہ
کیا ہے؟ ایک مکان ہے جسمین چند نامربوط لکڑیان کھڑی کی گئی ہین - اونپر لال کپڑا
لپٹا ہوا ہے - اونپر تھوڑے سے پتے جا بجا چپکے ہوے ہین - وہ تو دیکھتا ہے اور عشش
کرنا - کھڑے ہین - گھسے جاتے ہین - کپڑہ کا خیال ہے نہ آبرو کا - اپنا نہ دوسرے کا
یہانتک کہ دھکے پڑتے ہین مار پڑتی ہے باز نہین آتے - وہ عمدگی جو ان چیزون کے
بے وجہ نظر مین ہے ان سب سوائیون کو برداشت کراتی ہے - فرمایئے کس بلا کی عمدگی
ہے - اور کسقدر غلط ہے - اب وسمین اندر دیکھیے - یا رنڈی ناچ رہی ہے یا بھانڈ
تماشہ کر رہے ہین رنڈی کیا چیز ہے - ایک بیحیا عورت ہے جو کوئی فعل بشیرمی کا صادر
کرنا مجمع مین اوٹھا نہین رکھتی - یہانتک کہ ناچتی ہے - ناچنا کیا ہے؟ بلا وجہ کودنا -
بلا وجہ ہاتھ پانون چلانا - بیہودہ گاتی ہے - وہ کیا ہے؟ بلا وجہ چلانا - اوسکے پیچھے
چند بیحیا - اُس سے بھی زیادہ بیحیا - کھڑے ہین اور کمال بیٹھے جاتے ہین - تار لکڑی
پر لگا کر اور تانبے پیتل کی رکابیان بجا کر غل مچاتے ہین - مگر تماشہ بینون کو دیکھیے
کہ پسے جاتے ہین - لوٹے جاتے ہین مرے جاتے ہین - گھر کی خبر ہے نہ باہر کی
نہ اسباب کی نہ زن و فرزند کی - کوئی جوڑا لیجاتا ہے - کوئی اوٹھا لیجاتا ہے - آخر آدمی
ہین حیا ہے؟ غیرت ہے؟ یہہ سب جو ایک دفعہ ملکر ایک عورت پر نظر بد کرکے

خواہشہاے نفسانی کا انبعاث کرتے ہین کیا اونکی حالت اون جانورون سے کم ہے
جو خاص حصہ مین سال کے بچہ پیدا کرنیکا سامان کرتے ہین - اگر وہ بہانڈ ہین - کیا
کر رہے ہین ؟ کبہی عورتون کی نقل کرتے ہین - اور مرد ہوکر اپنے اوپر انہین بیحیائی
سے جہاتے ہین جو اونہین کا کام اور سخت لغو فعل ہے - کبہی بیہودہ باتین کرتے
ہین جنسے کوئی نصیحت پیدا نہین ہوتی - فرض کیجیے وہ تہیٹر ہے - وہ کیا ہے
ایسی ہی بیہودگی کے ساتہہ جہوٹے قصون کی نقل - کوئی جہوٹا بادشاہ ہے -
کوئی جہوٹی بادشاہزادی - کوئی جہوٹا عاشق - کوئی جہوٹا معشوق - تہوڑی سی تہذیب
اوسمین بڑہادی گئی ہے جس سے بلا وجہ عمدہ نظر آنے پر ایک اور پردہ پڑجاتا ہے -
تاہم جو نفع اوسمین خیال کیا جاتا ہے برابر اوس ضرر اور خرچ کے ہرگز نہین ہے جو اوسکے
لیے روا رکہے جاتے ہین - انکے علاوہ آرایش کے سامان - وہ تو انسے بہی بدتر
اور فضول تر ہین - مثلاً کمرے کی آرایش کی چیزین - چمنی پر بہت سے کہلونے
رکہے ہوے - کوئی سور ہے - کوئی ریچ ہے - کوئی بندر ہے - کوئی کتا ہے -
کوئی بلی ہے - سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہہ کیا ہے - یہی جواب ہوسکتا ہے کہ
بلا وجہ عمدہ دکہلانا - پہر مسہریان اور چہپر کہٹ ہین - وہ کیا ہین چند ٹہڑی لکڑیان -
وہ ضرورت کی چیزین نہین ہین - اسلیے کہ جب آدمی صحیح ہوگا نیند ایسی صحیح آئیگی کہ حاجت
چہپر کہٹ اور مسہری کی نہین ہوگی - کرسی کا ذکر فضول ہے - یہہ بہی عمدہ دکہلانا
ہے یا نہین ؟ الغرض ہر چیز کو جب غور سے دیکہیے گا یہہ امر ایسا صاف معلوم ہوگا کہ

کہ حاجت دلیل باقی نہین رہیگی ؟

وجود شیطان کا ثبوت بیان بالا سے —

انتباہ — مین پوچھتا ہون کہ یہہ افعال غیر ضروری ور اونکی ابتدا کیونکر ہوی اور ابتدا ہوکر کیون ختم نہوے ؟ جب خواہشون کے سوا اور کوئی بہڑکانیوالا نہین تہا — خواہشون کو ضرورت سے آگے کسنے برہادیا؟ یہہ امور بہکانا ہین یا نہین کہ وہ چیزین جنمین نفع نہ تہا نفع کی ہوگئین — بدل اون کا اتنا بڑہ گیا جسکی ضرورت نہین تہی — اتنا خوبصورت کردکہلایا جو حقیقت مین نہین تہا —

انسان کا شکرگزار نہونا —

اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر آدمیون کو تو اپنا شکرگزار نہ پاویگا — یہہ تو بڑے ہی غضب کی بات ہے حقیقت مین بہکانے کے انجام نے عجیب و غریب مضرتین پیدا کی ہین — بعض یہہ ہین — (۱) تمام جرائم زر و زن مین محدود ہین — اور چونکہ زر زمین کی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے وہ بہی اون مین شامل ہوگئی ہے — ان چیزون کے لیے جسقدر بے ایمانیان ہورہی ہین اونکے شمار کی ضرورت نہین (۲) انسان فراہمی سامان دنیا مین اس عمدہ نمائی کی بدولت شیفتہ ہوکر ایسا منہمک ہوگیا ہے کہ اوسنے سب کام جنکے لیے وہ پیدا ہوا تہا (یعنی بندگی الہی) چہوڑ دیے ہین — اونکو فضول جانتا ہے — یعنی وہ چیزین جو عمدہ نہین ہین عمدہ دکہلائی دینے لگین جو چیزین عمدہ ہین غیر عمدہ دکہلائی دینے لگین — یہہ بہک جانا اور مبتلا بلا ہی سخت مضرت ہونا ہے یا نہین ؟ (۳) یہہ انہماک اسقدر بڑہا کہ آدمی اوسیکا ہوگیا اور یہہ خیال کرلیا کہ دنیا مین جو کچہہ ہے بذریعہ اسباب کے ہے — بہکانے نے اس

بات سے غفلت کرادی کہ اسباب کسنے پیدا کیے اور اسباب مین ایسے اسباب کسنے پیدا کیے کہ مطلب
حاصل ہوتے ہین یا نہین ہوتے اسلیے قدرت عطای نعمات کی کسکے ہاتہہ مین ہے۔ یہ انہماک کتنا مضر
ہے ؟ (۴) آخر کو اس انہماک نے یہہ نوبت پہونچائی کہ تمام ہمت درستی تدابیر مین مقصور
ہوگئی۔ اور یہہ امر مرتبہ اذعان کو پہونچ گیا کہ جب نتیجہ مطابق تدبیر کے نہین پیدا ہوتا تدبیر
مین غلطی ہوتی ہے اسلیے ڈہونڈہنا چاہیے کہ وہ کیا غلطی تہی۔ ایک حد جو اس خیال
مین صحت کی تہی وہ اسقدر رہی کہ اوسنے تدبیر مین حصول مقصود کو محدود کیا جو صریحا
غلط ہے۔ مثلاً لڑائیون کا سامان۔ چونکہ حالت قلوب انسان کے ہاتہہ مین نہین ہے
اوسکے متعلق تدبیر کا بگڑنا غلطی تدبیر کا نتیجہ نہین ہے۔ یا موسمون کا انسان کے بس
مین نہونا اور اوسکی بنا پر ساری تدبیرون کا بگڑ جانا غلطی تدبیر کی نہین ہے ہم دیکہتے
ہین کہ مینہ ایک طرح نہین برستا اس سے یہہ نتیجہ ہوا کہ معطی اور منعم تدبیر سمجہی گئی۔
اور جب وہ منعم سمجہی گئی اصلی دینے والے کے نظر آنے سے آنکہہ بند ہوگئی جب
ایسا ہو شکر گزاری خالق کی کہانسے آیے۔ عدم شکر گزاری جب اس صورت مین ہو کفر ہے
ان سب امور کو ملا کر ملاحظہ فرمایئے کہ انہماک دنیا مین کیون ہے۔ اور انجام اوسکا
کفر ہے یا نہین ؟ اور شیطان کا کام کیا ہے ؟ یعنی صرف یہی کہ سامان دنیا کے عمدہ کر کے
دکہلاتے دکہلاتے اور خواہشون کو بہڑکاتے بہڑکاتے خدا سے پہیر دیتا ہے۔ اور وہ
ذریعہ خدا سے پہیر لینے کا ہین۔ تمام بیان نکات سے یہہ بہی ظاہر ہے کہ جب انسان
خدا پر ایمان لاے اوسکو ایسا انہماک نہوگا۔ جو ایمان نہ لایے اوسمین اس انہماک کی بڑی

گنجایش ہوگی - اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چھوڑ رکھا ہے کہ اونکو اوکساتا ہے - مگر یہہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان اوسکے بہکانے سے بری ہین وہ بہی شیطان کے بہکانے مین آیے ہوے ہین کیونکہ کوشش عام ہے تاکہ مسلمان بہی بہکتے بہکتے کافر ہوجائین - اسی لیے علماے دین ہمیشہ کوشش کرتے ہین کہ مذمت دنیا کرین اور لوگون کو اسکے ناجائز انہماک سے روکین - تنبیہ - شیطان کا عمدہ کردکہانا سامان دنیا کا ایسی دلیل ہے جو باوجود عقلی ہونیکے حق تعالیٰ نے بتلائی ہے یعنی عقلی اور نقلی دونون ہے - چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب لوگ بعد سزا شیطان کو الزام دینگے تو شیطان بتلائیگا کہ مین قصوروار نہین ہون - بات اتنی ہے کہ مین نے تمکو اپنی طرف بلایا اور تمنے میرا کہنا مان لیا - (آیۂ سوم) غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شیطان موجود نہین ہے جو کچھہ فسادات ہین اونکا باعث نفس امارہ ہے کسقدر غلط ہے اسلیے کہ جب نفس باعث فساد ہوکر سزا پایے تو وہ کسکو الزام دیسکتا ہے - ضرور نفس اور شیطان دو چیزین ہین اور معنی یہہ ہین کہ فعل انبعاث کا فاعل شیطان ہے اور انفعال نفس مین ہوتا ہے جسمین قابلیت انفعال اور قبول اثر کی موجود ہے -

نکتہ دہم
عمدہ ہوجانا سامان دنیا کا ازدیاد نعمت بہی ہے -

نکتہ (۱۰) سامان دنیا کے عمدہ کردکہلانے کی دوسری شق پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سامان دنیا کے عمدہ نظر آتے ہین انسان اونکو نعمت جانتا ہے اور بعض اوقات وہ ضروریات زندگی ہوکر حقیقی نعمت ہوجاتے ہین - اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتون کی تعداد بڑھگئی -

پس جیسے اظہار عورتین نافع تہا مگر بسبب اسکے کہ اوسکے وجود مین آنے سے ایک پہلو
فساد کا بہی نکلتا تہا اسد تعالی نے اوسکے متعلق وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ نسبت ایسی اشیاء
کے خلق کی جسمین دونون پہلو ہون نہو سکے - اسی طرح نعمتون کا تعدد نعمت تہا مگر اوسمین
بہی پہلو فساد کا ہے - اسی لیے اسد تعالی نے اونکی تعداد کو بہی اسطرح بڑہایا کہ نسبت
خلق ایسی اشیاء کی جنمین دونون پہلو ہون نہو سکے - غور کرنا چاہیے کہ اسد تعالی نے
انہماک کی برائی کو بہی کس خوبی سے بہلائی مین مبدل فرمایا ہے - اسد اکبر - یعنی
ان چیزون کے نعمت ہوجانے کے بعد بعض کو ہمنے حقیقی نعمت بنادیا اور بعض
کو نمائشی - مگر جب مانگو ہر طرح کی نعمت جو مل سکتی ہے ملجاتی ہے یعنی اختیار کے
بنانے کے لیے ہر چیز مین حکم وصول دیدیا ہے -

نکتۂ یازدہم
آیات مذکورہ اول نظر مین
باعث اعتراض معلوم ہوتی
ہین غور کرنیسے وہی جواب
ثابت ہوتی ہین -

نکتہ (۱۱) جو کچہہ مین نے گذارش کیا ہے - وہ نتیجہ مختلف
آیات کے ایک ساتہہ پڑہنے کا ہے - شبہات شیطان بقول
جناب شہرستانی ابتداء اختلاف عالم ہین - ابتداءً ان آیات
کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اعتراضات وارد ہوتے
ہین - اس ترکیب سے آیات مذکورہ کو پڑہکر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات جواب
اون اعتراضات کا ہین - پس یہی بات ہے کہ ہر چیز مین اسقدر اخفاء رکہنا اس ضرورت
سے ہے - کہ دنیا حیطۂ امتحانگاہ ہونیکی حالت سے جبتک اوسکا وجود ہے باہر نہ نکل
جاسکے وقت کی ضرورت جسقدر مساعد ہوا وسیقدر ظہور ہوا اور پہر ضرورت امتحانگاہ ہونے

کی اوسکے بعد ایسے حالات کو پیدا کرے کہ پہر اخفا ءآجاب یے جیسے تیتر کی مثال ہین گذارش کیا گیا۔

نکتہ دوازدہم
جنت اور دوزخ موجود فی الخارج ہین۔

نکتہ (۱۲) اس بحث مین اسد تعالی نے بتادیا ہے کہ جنت ہے جسمین بہوک پیاس کی تکلیف نہین۔گرمی نہین۔اور دوزخ ہے جسکے سات دروازے ہین۔یعنی یہہ دونون جدا جدا موجود فی الخارج ہین۔یہہ نہین ہے کہ جنت رضای الہی ہے۔اور دوزخ غضب الہی سزا اور جزا محض روحانی اور خیالی ہین۔جدا کوئی چیز نہین ہے"

نکتہ سیزدہم
اعراف کا وجود۔

نکتہ (۱۳) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسنے ہماری ہدایت کو نہ مانا وہ لوگ داخل جہنم ہونگے جو لوگ ایسے ہین کہ اونپر امر ہدایت تمام نہین ہوا اونکا اس آیہ مین ذکر نہین ہے وہ اور آیات مین ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل اعراف ہین جنپر ہدایت کی تکمیل اسطرح نہین ہوی۔اونپر کمال عدل سے اللہ تعالی اسطرح عذاب نہین فرماتا۔

نکتہ چہاردہم
انسان و شیطان کا مجبور نہونا

نکتہ (۱۴) تمام بیان بالا سے جو نسبت انکار سجدہ شیطان۔و اکل گندم حضرت آدم بعد ممانعت کے ہے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے شیطان کو مجبور پیدا نہین کیا تہا ورنہ انکار سجدہ سے ممکن نہوتا اسیطرح حضرت ابو البشر کو مجبور پیدا نہین فرمایا تہا ورنہ اکل گندم کے لیے ممانعت و عہد کی ضرورت نہوتی خصوصًا بعد ممانعت اکل گندم ممکن نہوتا اور اولاد حضرت ابو البشر مجبور پیدا

نہین کی گئی ورنہ امکان انکار و قبول ہدایت نہوتا۔

شبہات و جوابات۔

ذکر اعتراضات و جوابات

علامہ شہرستانی کا یہہ قول صحیح ہے کہ مجموع شبہات بعبارت مختصر سوالات شیطان کے ہین جنسے تمام مذاہب ضلال پیدا ہوے۔ مذاق زمانہ حال کے مطابق بعض شبہات مین ترقی ہوی ہے اور وہ نیے معلوم ہوکر نیا اثر کر رہے ہین اسلیے وہ شبہات اور مذاق حال کے مطابق اونکے جوابات لکھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ حضرت آدم کا جنت سے آنا اور پہر وہین جانا ترکیب عالم کا لاطائل ہونا ظاہر کرتا ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ پہلے بہی حضرت آدمؑ جنت مین تھے بعد دنیا بہی جنت مین جائینگے پس اس ترکیب کی نسبت جو مشیت الٰہی مقتضی ہوی فائدہ کچہہ نہین ہوا۔

جوابات اجمالی۔

جواب ۔ اسکا یہہ ہے کہ (۱) یہہ اعتراض نسبت حضرت آدم کے قابل جواب ہے نسبت بنی آدم کے پیدا ہی نہین ہوتا۔ (۲) حضرت آدم کی نسبت جواب یہہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ خلافت ارض کے لیے بنایے گیے تھے تو اپنی خدمت پر اونکا جانا ضرور تہا لیکن ہمیشہ اونکو حالت خدمت مین رکہنا اونپر سختی تہی

جواب تفصیلی متعلق ترقی عالم کے۔

(۳) یہہ ترکیب لاطائل نہین ہے اسلیے کہ دنیا مجموعی طور سے ترقی کر رہی ہے یعنی زمین اور جو کچہہ زمین سے پیدا ہوا جسقدر عمر دنیا کی طوالت ہوتی جاتی ہے ترقی مین افزایش ہوتی جاتی ہے (یہ اصول جسکو زمانہ حال نے تحقیق کیا ہے ایک اصول صحیح ہے) انسان مین جو ترقی ہوی اور جو

ترقی ہونا باقی ہے تفصیل اوسکی یہہ ہے۔

پہلی ترقی مادہ خلقت حضرت آدم کی۔

اول یاد کرنا چاہیے کہ حضرت آدم کس چیز سے بنے ہین اور کتنی مدت مین؟ ارشاد الٰہی یہہ ہے کہ مٹی کے گارہ سے (جو سوکھکر کھن کھن بولنے لگتا ہے) بنے ہین اور یہہ بھی ارشاد الٰہی ہے کہ وہ مٹی مٹی کا ست تھی۔ اور اوس مٹی کو چالیس صباح تک حق تعالیٰ نے تخمیر فرمایا۔ (خَمَّرْتُ طِینَۃَ اٰدَمَ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا) پہر ارشاد ہوا ہے کہ اوسمین وہ روح ڈالی جو اپنی طرف منسوب کی۔ یہہ چالیس صباح ہمارے آپ کے دن نہین ہوسکتے۔ اسلیے کہ اونکا شمار آفتاب کے ایک طرف دکھلائی دینے نہ دینے سے ہوتا ہے۔ جو مالک آفتاب سے اوپر ہو اوسکا دن یہہ دن کیسے ہوسکتا ہے؟ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ جب ایک دورہ اوسکے تمام فلکیات کا ختم ہو وہ ایک دن قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ ہمارا دن برابر تمہارے ایک ہزار سال کے ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یعنی تمہارے پروردگار کے یہان تمہاری گنتی کے مطابق ہزار برس کی برابر ایک دن ہے۔ اہل دین نے اوسکو روز قیامت سمجھا ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہین ہے کہ قیامت کا دن ہی اتنا بڑا ہو اور دن چھوٹے ہون۔ کیونکہ یومًا نکرہ اور عام ہے۔ قید قیامت کے دن کی نہین ہے۔ اس طریقہ سے مدت تخمیر چالیس ہزار برس ہوتی ہے۔ اس ارشاد کا صاف نتیجہ یہہ ہے کہ اتنی مدت مین مٹی کے ست نے تخمیر کے ذریعہ سے ایسی ترقی حاصل کی کہ اوسمین روح انسانی داخل ہوسکی۔ یہہ

ایک ترقی ہے جو اتنی مدت مین ہوی -

دوسری ترقی مادہ خلقت آدمی کی -

دوم - یہہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم کو جنت مین تکلیف بہوک پیاس اور عریانی اور آفتاب کی نہ تہی اکل گندم سے عورتین پیدا ہوئین اور یہہ سب تکالیف عارض ہوگئین - اسمین امر اول قابل توجہ یہہ ہے کہ حضرت ابو البشر اگر جنت ہی مین رہتے ابو البشر نہوتے - امر دوم یہہ ہے کہ اکل گندم سے یہہ ترقیہ جسم مین حضرت کے پیدا ہوا کہ کہانے پینے کے بعد فضلہ بنے اور نکالنا اوسکا ضروری ہو اور خون صالح جب زیادہ ہو جاوے وہ مادہ خلق بنی آدم کا ہو جاوے - چنانچہ عریانی کا ذکر اسکی دلیل ہے - کیونکہ بحالت ظہور عورتین عریانی بدچیز ہے - یہہ قوت تمتع کا بڑہجانا **اور دوسری ترقی** ہے جس سے وہ غرض پوری ہوی کہ انسان مین خلافت ارض اور اوس سے انتفاع کا تمکن حاصل ہو معلوم ہوتا ہے کہ توقف جنت مین (جس مدت کا ہو) اسلیے تہا کہ زمین اتنی ترقی کر چکے کہ حضرت ابو البشر کا مسکن ہو سکے -

وہ ذریعہ جو ترقی کا خود انسان کے ہاتہہ مین ہے -

سوم یہہ کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ دنیا مین چند روزہ مقام ہوگا اور بعد اوسکے جو اللہ تعالی پر ایمان لائیگا - وہ ایسی جنت مین جائیگا جسمین ہمیشہ رہیگا - جو کافر ہوگا وہ دوزخ مین جائیگا اور وہان ہمیشہ رہیگا - معنی یہہ ہین کہ اعمال نیک و بد کو ایک اثر خاص ہے جو جنت یا دوزخ مین جانیکی قابلیت پیدا کرتے ہین جسکی تشبیہ کہوٹا کہرا ہونے سے دیجا سکتی ہے - کالبد انسانی جب قلب د

دوام پیدا کرنے کے لیے بوتہ مین ڈالا جاتا ہے تو کھوٹا صاف کھوٹا ہوجائیگا اور کھرا سکہ صاف کھرا نکل آئیگا۔ یا نسبت افعال بد کے مادہ آتشک سے کہ جب وہ مادہ بدن مین داخل ہوجاتا ہے آخر کار جذام پیدا کرکے تمام بدن کے خون کو خراب کردیتا ہے پس جب ایسی حالت ہو جو آیندہ ترقی ہوگی وہ اس حالت کے ساتہہ ہوگی۔

باقی ترقیات انسان جو مظروف ہے۔

چہارم۔ یہہ کہ جس جنت کا ذکر حضرت آدم کی نسبت ابہی امر دوم مین کیا گیا اوسکا مقابلہ آیندہ کی جنت کے ساتہہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس جنت اور اس جنت مین فرق عظیم ہوگا۔ یہان حور و قصور اور فواکہ جنت سے تمتع کی قدرت ہوگی۔ اور احادیث نبوی صلعم سے معلوم ہوتا ہے کہ سکان جنت ہمیشہ جوانی کی حالت مین رہینگے یعنی اونمین تغیر نہین ہوگا۔

پنجم۔ یہہ کہ جنت و نار اون لوگون کے لیے ہے جو دنیا کے بعد ان دونون مین سے ایک مقام کے اندر جائین اس سے ظاہر ہے کہ اولاد بنی آدم کی وہان پیدا نہین ہوگی۔

امور سوم و چہارم کے ملانے سے تین قسم کی ترقی کا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (۱) انسان مین جو طریقہ اجراے فضلات کا ہے اور جو مادہ اولاد پیدا کرنیکا وہ باقی نرہیگا یعنی وہ ترقی جو ایک ضرورت سے چند روز کے لیے دی گئی تہی اور مانع خلود تہی معدوم کیجائیگی۔ (۲) ایسا جسم انسان کو ملیگا جسمین قابلیت خلود اور ایک حالت پر رہنے کی حاصل ہو۔ (۳) اوسمین قوت تمتع باقی بہی رہے اور اوسمین یہ ترقی بہی

ہو کہ عادی ہو جانے سے جو لطف نعمتوں مین یا ایذا تکالیف مین کم ہو جاتے ہین وہ کمی نہو- بدستور رہے- یہہ تینون بہت ہی اعلی درجہ کی تبدیلیان ہین اور بہت ہی **اعلی درجہ کی ترقیان**- کیونکہ اب ہماری حالت جسمانی یہہ ہے کہ ذراسی زیادہ تغیر کا تحمل نہین کر سکتے- زیادہ سردی ہو جاوے یا زیادہ گرمی دونون حالت مین جسم مین سے وہ ترقی جو مٹی کو جاندار بنانے سے اور وہ ترقی جو اوسمین قابلیت تمتع پیدا کرنے سے ہوی تہی دفعتاً معدوم ہو جاتی ہے- یہانتک کہ دفعتاً خوشی یا دفعتاً رنج ہو جانے سے بہی یہ ترقیان جاتی رہتی ہین- اور یہ بہت ہی بُرا تقسیم ہے-

ترقیات ارض یعنی ظرف کی

ششم- زمین کی بابت تحقیقات حال سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ مگر بڑے زور کی ترقی کر رہی ہے- چنانچہ جن لوگون نے اس بابت توجہ کی ہے وہ اسمین شک نہین کر سکتے چنانچہ معدنیات و جواہرات کی ترقی ظاہر ہے- یہانتک کہ مٹی کا تیل اسی ترقی سے پیدا ہوا ہے- مین نے بمقام آٹا ضلع جالون ایک کنوان کہدوایا تہا اوسمین بہت نیچے ایسی تہین نکلین کہ مٹی ابرک اور ابرک کے ٹکڑے ہیرا ہونے والے تہے-

شرح فرق مدت ترقی مخلوق اول و آخر کی-

ہفتم ترقیات مذکورۂ امر چہارم و پنجم کے لیے مدت مین فرق ضروری ہے کیونکہ جو اجسام اوس حالت مین پیدا ہوے جب خود زمین مین ایک درجہ کی ترقی تہی اونکو زیادہ مدت تک حالت ترقی مین زمین کے ساتہہ رہنا لازم ہے- جو اوس مادۂ ارض سے پیدا ہونگے جسمین ایک درجہ ترقی کا

بڑھ گیا ہے اوس سے کم مدت تک اونکا زمین کے ساتھہ رہنا ضرور ہوگا۔ اس سے
یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ آخر مین پیدا ہونگے۔ وہ ترقی شدہ مادہ ارض سے پیدا
ہونگے۔ جو اول مین پیدا ہوے اوس سے کمتر قابلیت کے مادہ سے پیدا ہوے
یعنی جس مین قابلیت بگڑجانے کی زیادہ تھی۔ اسی لیے آخر زمانہ کثرت ہدایت
یافتون کا زمانہ ہوگا۔ اول زمانہ قلت ہدایت یافتون کا تھا۔ اس تحقیقات کے مطابق
وجود شیطان نے یہہ کام دیا ہے کہ جب آدمی مین کھوٹا کھرا ہوجانے کا مادہ آجایے
تو کھرے مادون کا کھراپن صاف کردے۔ کھوٹے مادون کا کھوٹ ظاہر کردے
کیونکہ وہ مادہ آتش سے بنا ہے۔

موت کی ضرورت۔ **ہشتم**۔ اب تصفیہ کرنا چاہیے کہ روح اور جسم دونون
قابل ترقی ہین یا صرف جسم۔ ظاہر ہے کہ روح مین مادہ ارض نہین ہے۔ اسلیے قابل
ترقی صرف جسم ہے۔ جو لوگ زمین کے ذرون کو دونون جسم وجان کا مادہ سمجھتے ہین
وہ روح کو ارضیات مین سے کہہ سکتے ہین لیکن یہہ صریحاً غلط ہے۔ (۱) اسلیے
کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ نتیجہ ایسی لغو چیز ہو کہ ہمیشہ اوسمین تغیرات تو ہون مگر تغیرات کا
نہ کوئی نفع ہو نہ غرض۔ حق تعالی نے اسی کی تردید فرمائی ہے کہ ہمنے عالم کو عبث
پیدا نہین فرمایا۔ (۲) اسلیے کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ وہی کیفیات باعث خلق ہون
وہی باعث فنا۔ ایک طرح کی کیفیات ذریعہ دو مختلف کیفیتون کے حصول
کا نہین ہوسکتین۔ اگر ہون یعنی اونہین اضداد کا خاصہ اجتماع ہوا ونہین کا افتراق تو یہہ

اجتماع نقیضین ہوا جو محال ہے۔

انتباہ اس مقام پر غور کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان مختلف خواص کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالی ہے جسنے روح کو بنایا اور یہہ طریقہ ایجاد فرمایا کہ کچہہ مدت کے لیے اجتماع اضداد ہو کر ایک قالب بنے اور وہ قالب مسکن روح ہو۔ اوس مدت کے بعد روح قالب کو خالی کر دے اور مجموعہ اضداد بوتہ ترقی مین پڑے۔ اگر غور فرمائیگا صاف معلوم ہوگا کہ یہہ تاثیرین جو پیدا ہوئی ہین کہ وہی چیزین باعث خلق ہو جاتی ہین اور ایک مدت تک جسم کو ترقی دیتی رہتی ہین وہی چیزین انحطاط پیدا کرتے کرتے باعث فنا ہو جاتی ہین اوسوقت یقین ہوگا کہ کسی دوسرے مدبر کی تدبیر جو علاوہ اس خاصہ امتزاج کے ہے یہہ دونون کام کرتی ہے اور وہ مدبر یعنی قادر مطلق جو بلا اسباب بہی قدرت نمائی کرتا ہے ہر وقت موجود ہے اور اسطرح کی قدرت نمائی ہر وقت کر رہا ہے وہ لوگ بڑے دہوکے مین ہین جو ذرائع اظہار قدرت کو محض اسباب مین محدود کر کے اوس سے غفلت کرتے یا منکر ہوتے ہین۔

شبہہ نہو۔ کہ قواے جسمانی و عقلی دفعتًا اوس حد کمال پر جسپر ہم دیکہتے ہین نہین پہونچتے اسلیے روح بہی قابل ترقی ہے۔ غلطی اس شبہہ مین یہہ ہے کہ اگر ارواح باعتبار اپنی نوعیت کے ایک مادہ قابل ترقی ہوتین جسم کے ساتہہ ترقی کر کے صرف اوسی قدر ترقی کرسکتین جسقدر جسم نے کی حالانکہ ہم دیکہتے ہین کہ ترقی جسم کو ترقی عقل سے (جو ایک صفت روح کی ہے) کچہہ مناسبت نہین ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ارواح ابتدا سے

بعض اعلیٰ درجہ کی بعض اوس سے کم درجہ کی (الغرض متفاوت) پیدا ہوتی ہین
اور ایک مادہ ترقی پذیر نہین ہوتین۔ صرف افعال کی ذمہ واری کا اونمین فرق پیدا ہوتا ہے
یہ شبہ اسلیے پیدا ہوتا ہے کہ افعال روح کے جسم کے قویٰ کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہین جسم مین نمو
بھی ہوتا ہے اور انحطاط بھی۔ اگر جسم کے ساتھہ ترقی ہوتی انحطاط بھی جسم کے ساتھہ
ہوتا۔ اور جو افعال محض روح کے ہین جنکا بیان کیا گیا ہے صادر ہوا کرتے۔ یاد رہے
کہ نمو اور انحطاط دو مختلف اغراض کے لیے ہین یعنی نمو خلق کے لیے کہ آدمی سے
آدمی پیدا ہو۔ انحطاط اسلیے کہ روح کو جب نمو کا غلبہ جاتا رہے فرصت اپنے افعال
کی ملے۔

الغرض۔ جب قابل ترقی صرف جسم ہو تو اوس ترقی کی حالت مین (جو اوس مادہ مین
بلا توسط روح کے ہوتی ہے یعنی مادہ خلو د پیدا کرنیکی) جسم و روح کا ایک جگہہ کہنا
بیفائدہ ہوگا بلکہ غایت انحطاط قالب کو ایسا کریگی کہ وہ قابل روح کے رہنے کے نہ رہے۔
اسلیے موت اور باعتبار دنیا کے فنا ہو جانا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ اصلی وجہ
اوسکی یہہ ہو سکتی ہے کہ انسان اون تکالیف مین جو علاوہ نتائج افعال کے ہین نہ ڈالا
جاوے۔ کیونکہ ترقی کی نوعیت پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعد تکالیف کے حاصل
ہوتی ہے اور ہر جسم کیلیے عام ہے پس جنہون نے صرف افعال نیک کیے ہون اونکے
لیے ہر تکلیف ظلم ہوگی جنہون نے افعال بد کیے ہین اون کے لیے وہ تکلیف تکلیف
افعال کے علاوہ اور ظلم۔

طریقۂ ترقی جسم بعد موت کے

نہم - جب روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے اوسکے بعد جو طریقے ترقیون کے معلوم ہوتے ہین وہ یہہ ہین اولاً فشار قبر ہوگا اور ایسا سخت کہ بہیجا سر کا ناخن یا سے نکل آے فائدہ اسکا صاف یہہ ہے کہ جسم نچوڑا جاوے - آلایشین صاف کیجائین یعنی ست کا ست نکالا جاوے - ثانیاً وہ کیڑون کے پیٹ مین چلا جائیگا - اور پھر وہ بہی مٹی ہونگے اور زمین مین دفن رہینگے - اور پھر وہ اثر ہوگا جو بیج کے زمین مین ڈالنے سے یا دواؤن کے گاڑنے سے ہوتا ہے - اور یہہ ترقی باعتبار نوعیت مادہ - باعتبار اثر افعال - باعتبار ترقی ارض ہوتی رہیگی -

انتباہ دفن جلانے سے بہتر ہے - کیونکہ اوسمین جسم بطور تخم کے زمین مین نہین رہتا - گو جلانا فشار کا مقابلہ کرے -

مقام جنت و نار اور ترقی ارض کی -

دہم - اب غور کرنا چاہیے کہ وہ جنت یا دوزخ جنمین آدمی جائیگا کہان ہونگے - جو ارشادات الٰہی سے ظاہر ہوتا ہے یہہ ہے کہ وہ یہی زمین ہوگی - اسی مین جنت اور دوزخ اور شیرین نہرین اور حور اور غلمان ہونگے مقام اوسکا چاہے آسمان ہو یا اور کچہہ اور وہ ایسی ہو جاوے کہ اوسپر اطلاق آسمان کا ہو یا زمین کا - اسلیے کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ - یعنی ہم زبور مین بعد پند و نصیحت کے یہہ بات لکھہ چکے ہین کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہونگے بعد ذکر دخول اہل جنت کے جنت مین - فرماتا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ یعنی اور کہینگے کہ خدا کا شکر ہے جسنے اپنا
وعدہ ہمکو سچ کر دکہایا اور ہمکو زمین کا مالک بنایا۔ اگر جنت اور دوزخ زمین مین نہوتے
یہہ ارشاد نہوتا۔ بنسبت زمین کے فرماتا ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔ معنی یہہ ہین کہ زمین اسقدر ہلائی جائیگی کہ اوسکے
اثقال اندر سے باہر نکل آئین۔ جسکی مثال دودہ کا بلونا ہے۔ جب دودہ بلویا جاتا ہے
اور اوسکو دیر تک شدت سے حرکت دیجاتی ہے مکہن اوپر آجاتا ہے زمین کے اندر
اسوقت جو جو چیزین مخفی ہین اونکی تعداد بیان کرنا دشوار ہے۔ چنانچہ معدنیات اور
جواہرات ایسے مخفیات ہین جو سب کو معلوم ہین۔ لیکن وہ چیزین جنکی تاثیر یہہ ہے
کہ مٹہائی اور کہٹائی اور مختلف رنگ اور رنگون مین اختلاط اور خوشبو کی چیزین پیدا کرین
اونکے مادے معلوم نہین۔ ان سب چیزون اور مادون کو زمین اوگل دیگی اور وہ اندر سے
باہر آجائینگی۔ اثقال کو صرف آدمیون کا جسم سمجہنا صحیح نہین۔ یہہ بہی نقل ہے اور اوپر
بہی۔ اوسوقت تصور فرمایئے کہ زمین کی کیا حالت ہوگی۔ ایک طرف ان سامانون کا
ظہور ہوگا جن سے اب بہی روح تازہ ہوجاتی ہے یعنی معدنیات۔ جواہرات۔ خوشبوئین
زمین کے خزانے۔ دوسری طرف اون سامانون کا ظہور ہوگا جنمین سے ایک وہ مادہ
ہے جس سے وہ حشرات الارض پیدا ہوتے ہین جنکے ڈنک مین ایسا زہر ہوتا ہے کہ جسم
مین آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ آگ جوالامکہی پہاڑون مین ظاہر ہوتی ہے۔
اسوقت ان چیزون کے اخفا کی وجہ بہی ہوسکتی ہے کہ زمین ان چیزون کے متعلق

ترقی کررہی ہے - پس یہہ ترقی جب حد کمال پر پہونچ جائیگی اوسوقت زمین اسقدر ہلائی جائیگی کہ سب چیزین اوسکے باہر آجائین - قیامت کا طول اور آفتاب کا قرب اسلیے ہوگا کہ ہر چیز مین سے وہ سقم جو اندر رہنے سے باقی رہا تھا نکل جاے - وہی دوزخ اور جنت ہوگے

ان سب امور کے ملانے سے ظاہر ہے کہ (۱) وہ جنت جسمین حضرت آدم تھے اور جنت تھی جسمین بعد موت کے جائینگے اور جنت ہوگی - (۲) ان ترکیبون سے کہ حضرت ابو البشر دنیا مین آے ایک ترقی ہوی - بعد موت ایسی بڑی ترقی ہوگی جسکی کچھہ انتہا نہین یعنی ظرف اور مظروف دونون ترقی کرجائینگے - یہہ جملہ امور بیفایدہ نہین ہین عجیب و غریب حکمتین اور صنائع قدرت الہی کی ہین - یہہ سمجھنا نہین چاہیے کہ حیات دنیا مین ہماری ترقی ختم ہوگئی اور ہم بن چکے - ختم تکمیل خلق وہ ہوگا جب قیامت کے لیے زندہ ہونگے - پس مشیت الہی اس غرض سے مقتضی تقرر قاعدہ موت و قبر و بعثت و قیامت کی ہوی ہے کہ وہ اعلی فائدہ کی مشیت ہے اور کمال عنایت جس سے زیادہ کوئی عنایت نہین ہوسکتی -

طول مدت خلاف ارشاد الہی نہین ہے -

شبہہ نہو کہ یہہ مدت خلاف ارشاد الہی ہے یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ ہوجاے ہوجاتی ہے - اسلیے کہ خود اللہ تعالی نے طینت حضرت آدم کو چالیس صباح تک تخمیر کرنا فرمایا ہے اور سات دن مین اس کارخانہ کا پیدا کرنا فرمایا ہے - یہہ دونون ارشاد متناقض نہین ہین اسلیے کہ معنی آیہ کن فیکون کے یہہ ہین کہ اللہ تعالی جیسا ارادہ فرماتا ہے

وہی امر مطابق ارادہ الٰہی کے فوراً ہوجاتا ہے۔ جب ارادۂ الٰہی متعلق پیدا کرنے ایک
حالت کے ہو وہی فوراً پیدا ہوگی۔ جب دوسری حالت کے متعلق ہو وہی فوراً پیدا
ہوگی۔ تناقض اوسوقت ہوتا جب ارادۂ الٰہی ترکیبون سے اور اسباب سے خالی ہوتا۔
الغرض ہر حکمت ایک ارادہ ہے۔

بیان شریعت کہ عذاب قبر ہوگا خلاف وجہ موت کے نہین ہے۔

شبہہ نہو کہ شریعت مین ثابت ہے کہ تعلق جسم اور روح مین باقی رہیگا اور ذریعہ عذاب قبر یا راحت قبر کا ہوگا۔ اس لیے کہ ہماری غرض اوس تعلق سے ہے جو حالت حیات مین ہے ایک قسم کا تعلق ضرور ہے۔ (۱) وہ بھی اگر باقی نرہے لازم آئیگا کہ روح بھی فنا ہوجائے اسلیے کہ ادراک کا انعدام حقیقت مین موت ہے۔ کیونکہ جب جسم مین صرف روح اور جسم دو جزو ہون ادراک روح کی ایسی صفت ہوگی جو اوسکی ذات مین داخل ہو۔ (۲) اگر تعلق مطلقاً سلب ہوجائے تو لازم آئیگا کہ روح نے جو افعال صادر کرکر ذمہ داری حاصل کی ہے اور بطور لزوم کے اپنے اوپر ایک حالت دوامی عارض کرلی ہے وہ حالت ساقط ہوجائے۔ یہہ خلاف لزوم کے ہے۔ (۳) اگر تعلق مطلقاً سلب ہوجائے اوسی روح کا اوسی جسم مین آنا بلا وجہ ہوگا۔ ہماری غرض یہہ ہے کہ ایک تکلیف یا راحت تو بسبب اعمال کے پیدا ہوتی ہے۔ ایک تکلیف وہ ہے جو ترقی کے لیے ہر جسم کو عارض ہوتی ہے جسمین راحت شامل نہین ہے۔ پس اس لیے کہ تکلیف راحت مین یا تکلیف پر تکلیف عارض نہو جدائی روح و جسم مین پیدا کی جاتی ہے۔ اور ایسا التعلق باقی نہین

رکھا جاتا کہ سوای اون نتائج کے جو لازم ہوگیے ہین اور نتیجون کا انفعال جسم و روح مین باقی رہے۔ مثال اس قطع تعلق کی عمل جراحی ہے جب وہ اوس حالت مین کیا جاے جب آدمی بیہوش کردیا گیا ہو۔ حالت بیہوشی مین بھی ایک طرح کا ادراک تکلیف کا ضرور رہے

عذاب یا راحت قبر کے بعد جنت و دوزخ کی ضرورت مرتفع نہین ہوتی۔

شبہہ نہو کہ بعد عذاب یا راحت قبر کے ضرورت عذاب نار یا راحت جنت کی باقی نہین رہے اسلیے کہ تکلیف یا راحت کو مجموعہ جسم و روح نے پیدا کیا تہا۔ اب ونمین ایک نوع کا تعلق ہے پورا تعلق نہین۔ پس جبتک وہ پھر پورا تعلق حاصل نہ کرین پورا تمتع راحت کا نہین کرسکتے۔ اسی طرح انکو پوری سزا نہین ہوسکتی۔

اجسام انبیاء کی حالت کا استثناء۔

یہہ بھی شبہہ نہو کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام انبیاء و اوصیا ایک حالت مین رہتے ہین جیسے مرے تھے ویسے ہی۔ یہہ تغیر نہین ہوا۔ اسلیے کہ ہر ترکیب کا ایک طریقہ اور قاعدہ ہے جو بغیر ضرورت کے توڑا نہین جاتا۔ پس یا یہان وہ قاعدہ بطریق اعجاز توڑا جاتا ہے۔ جیسا کہ جناب رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت ثابت ہے کہ جناب ممدوح اوسط اندام تھے مگر ہر لنبے آدمی سے اونچے معلوم ہوا کرتے تھے۔ اور اونکے سایہ نہ تھا یعنی جسم ابتداء سے خاص نوعیت کا بنا ہوا تھا۔ یا اونکے اجسام مین بسبب تاثیر اعمال خیر کے وہ خاصیت پیدا ہوتی ہے کہ ایسا تغیر ہو جو معلوم نہو۔ یا اونکا جسم اسقدر زیادہ مبتلای آلام دنیا ہوتا ہے کہ وہ حالت دنیا مین حاصل ہوچکے جسمین فشار ضرور نہو اور صرف زمین مین رہنے سے خلود

پیدا ہو۔ یعنی ایک طرف جسم اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے کہ تھوڑے سے تغیر مین حالت کی ترقی قبول کرے دوسری طرف سخت تکالیف دنیا مین رہتا ہے۔

ڈاروِن صاحب نے آخر ترقی کو نہین بتلایا۔

توضیح اول ڈارون صاحب نے جو ایک بڑی طویل تحقیقات کے بعد یہہ امر ثابت کیا ہے کہ ہر چیز عالم مین بذریعہ لیسے تغیر کے جو ترقی کی طرف منجر ہو پیدا ہوئی ہے یہانتک کہ انسان ترقی یافتہ بندر ہے۔ ایسا امر ہے کہ حیرت مین ڈالتا ہے۔ اونہون نے یہہ غلطی کی ہے کہ روح انسانی کو ترقی یافتہ روح حیوانی سمجھا ہے۔ حیوانون مین جو طریقے ترقی جسم کے اونکو عملاً معلوم ہوئے ہین وہ عمل انسانی کا اثر ہین اور جو ترقی عقل کے معلوم ہوے ہین وہ تعلیم انسانی کا۔ علاوہ برآن وہ نہین بتلا سکتے کہ انتہای ترقی بنی القردہ کیا ہے۔ ان دونون امر کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ انسانی روح ہماری طرف منسوب ہے اور جسم انسانی صرف تخمیر سے بنایا گیا ہے یعنی انسان بنی القردہ نہین ہے۔ چونکہ روح منسوب الی اللہ ہے اوسکا اثر جسم پر یہہ ہے کہ آخر کو وہ مادۂ بقا پیدا کرا دیتی ہے اور منتہائے کمال یہہ ہوتا ہے کہ اوسمین ترقی کی گنجایش باقی نہین رہتی۔ اور موت بند ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ذریعہ انعدام ترقی کا ہے۔ ڈارون صاحب نے یہہ تو نتیجہ نکالا کہ یہانتک ترقی ہوگئی کہ جمادات نباتات اور وہ حیوانات اور وہ آدمی ہوگئے مگر یہان پہونچکر رہ گیے کہ پھر آدمی کا منتہائے ترقی کیا ہوگا۔ اونکے اصول کے مطابق یہی لازم آتا ہے کہ آخرکار سب مخلوق آدمی ہو جائین اور آدمی ہوکر بعد منتہائے ترقی کے ترقی بند ہو جائے اور یہی خلود ہے۔

یہہ اعتراض کہ مردم خوار انسان کا جسم کہانسے آیگا وارد نہین ہوتا-

توضیح دوم - جن لوگون نے بنی آدم کے دوبارہ جسم سابق پہنکر اوٹھنے پر ایسی حالتون سے اعتراض کیا ہی کہ جو آدمی آدمیون کو کہا جائین تو دونون کا جسم کیسے جدا ہوگا وقس علی ہذا غلط اعتراض ہے - اسلیے کہ جسم کا جب ست نکالا جاے اور پہر وہ بطور تخم رکہا جاے اور پہر ست ملا کر جسم سابق مع التغیر پیدا کیا جاے تو یہہ اعتراض وارد نہوگا - انسان ہڈیان نہین کہاتا - اور جانورون مین کمتر ایسے ہین کہ ہڈیان کہاجاتے ہین اونکا حشر بجسم ثابت منہین و اگر ہو وہ بہی اسی طرح ہوگا کہ جسم انسان کے بننے مین ہارج [illegible] ض کی تردید کریگا-

یہہ شبہہ اسلیے غلط ہے کہ وجہ ماہیت اشیا کا سوال ہے

توضیح سوم - آگے بہ [illegible] کہ علم وجوہ ماہیت اشیا قوت بشری سے باہر ہے - اور یہہ اعتراض [illegible] ایسے ہی اعتراضات اصل مین اسلیے غلط ہین کہ متعلق استفسار وجوہ ماہیت کے ہین او اوسکے نہ سمجہنے سے پیدا ہوتے ہین - مثال اونکی وہی ہے کہ روٹی باورچی کو نہین جان سکتی اگر روٹی باورچی پر اعتراض کرے غلط ہوگا - اسی لیے خوض ایسے امور مین منع [illegible]

علماء دین کا جواب شبہہ مبحوث عنہ کا -

توضیح چہارم - علماء دین نے اس شبہہ کا یہہ جواب دیا ہے کہ وہ جنت مین باستحقاق جانا ہوگا اور فضل استحقاق معلوم ہے - یہہ بہی عمدہ جواب ہے مگر میرا عقیدہ یہہ ہے کہ ہم بندہ محتاج ہین کوئی حق ہمارا نہین **شعر**

بے سنت و بے سوال و بے استحقاق		دیتا ہے جو سب کو یا الہی تو ہے	

یہہ ترقی نیچر کی بغیر وجود خدا کے نہین ہے -

توضیح پنجم - ان صنائع بدائع الہی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہہ سب تدابیر اور طریقے خلق کرنے اور مخلوق کے اقتصار غایت کمال پر پہونچانے کے اللہ تعالی کے ہین۔ انکا نام نیچر کہنا فاحش غلطی ہے۔ اسلیے کہ ترقی کرنے والے نیچر اپنے نیچر مین تابع ترقی دینے والے کے ہونے چاہییے۔ ترقی تغیر ہے۔ اگر نیچر قدیم اور قائم بالذات ہوتی متغیر نہوتی۔ غور کرنا چاہیے کہ نیچر جب مدبر اور ترقی کرنیوالی مانی جاوے وہ ہر احد کے لیے خاص ہوگی۔ پس یہہ نیچر کیونکر ہو سکتی ہے کہ ہر چیز کے ساتھہ بدلا کرے۔ اگر نیچر کو ایک تسلیم کر لیا جاوے تو اشیاء مضاد کا خلق اوس سے محال ہوگا۔ اگر وہ قادر مطلق کا دوسرا نام ہے تو نیچر مین وجود قدرت مطلق کا کوئی نہین مان سکتا کیونکہ اوس نیچر مین نیچر کے خلاف کرنیکی قدرت خلاف بداہت ہے۔ عدم قدرت ماننا بہت ہی ادنی درجہ کے خدا کا ماننا ہے نعوذ باللہ

انسان کا بُرا ہوجانا خلاف ترقی نہین ہے۔

توضیح ششم۔ دنیا جب اسقدر ترقی کرنیوالی چیز ہے۔ تو انسان کا بُرا ہوجانا خلاف ترقی نہین یعنی ترقی اوس حالت کے متعلق ہے جسمین انسان کے افعال کو دخل دیا گیا ہے۔ یہہ معنی ترقی کے نہین ہین کہ باعتبار تکلیف و راحت ترقی صرف راحت کی ہوتی ہے اسلیے کہ لوہے کی ترقی اوسی حالت کی ترقی ہے اور جوہر کی اوسی حالت کی۔ انسان جس نوع کا اپنے آپ کو بنا لے اوسی حالت نوعی مین ترقی پذیر ہوگا۔

قیامت کے طول کی وجہ اور قرب آفتاب کی۔

توضیح ہفتم چونکہ آفتاب اسوقت دور ہے۔ وقت قیامت قریب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترقی زمین کے اندر رہنے سے ہو گو لازمی ہو دیر طلب چیز ہے جو بیرون مین ہوتی ہے وہ اسکے خلاف ہے۔ اسی لیے

کی قلیل ہے - جب مادۂ خلود پیدا ہوگا اوسکی تکمیل جو اوز کار ہوگی بذریعۂ مدت قیامت و عرب قیامت
کے ہوگی - یہہ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلا وجہ اسباب تکلیف و عذاب پیدا فرمائے ہین
بلکہ فضل عظیم ہے کہ ایک طرف ترقی کے اسباب پیدا کیے ہین دوسری طرف مدت امتحان
کو قلیل کر دیا ہے - افسوس ہے کہ بعض لوگ طبیعت کے (نیچر) خدا ہونے کے قائل
ہوے بعض آفتاب کے -

جناب رسول خدا کے ان نکات کو بطور ڈرانے کے بیان کرنے کی وجہ -

توضیح ہشتم - ان سب امور سے مثل آفتاب روشن ہے کہ اون لوگون کا خیال جنھون نے تکلیف و راحت کو محض خیالی قرار دیا
ہے کسقدر غلط ہے - جب تمام زمین اپنی اچھی بری سب چیزون کو باہر نکال دے غور
کرنا چاہیے کیا حالت ہوسکتی ہے ضرور ایک طرف جنت ہوگی ایک طرف دوزخ - اوسمین جب
ہمارا جسم قابل تمتع ہو ضرور مبتلای تکلیف یا متمتع براحت ہوگا - اس سے یہ خیال بعض لوگونکا
کہ جناب رسول خدا صرف ڈرانے والے تھے یا خوشخبری دینے والے کسقدر غلط ثابت
ہوتا ہے - یقیناً وہ اچھی چیزون کی خوشخبری دیتے تھے اور بری چیزون سے ڈراتے
تھے - اس مقام پر خیال فرمایے کہ لوگون سے خداوند عالم کی تراکیب ترقی بیان کرنا اور
ایسے لوگون سے جنسے عرب کا ملک بھرا ہوا تھا بہتر تھا یا ان چیزون کا اوس رنگ سے
بیان کرنا جس رنگ سے کیا گیا بہتر تھا - اگر اون سے اس طرح بیان کیا جاتا نہ وہ سمجھتے
نہ کچھہ فائدہ ہوتا -

ترقیان بذریعہ تغیر کے ہوتی ہین

توضیح نہم - ترقی کے مدارج پر غور کرنیسے پایا جاتا ہے کہ وہ بذریعۂ

تغیر کے ہوتے ہین - اور تغیرات اسطرح واقع ہوتے ہین کہ جب ایک حالت بقدر ضرورت انتہا کو پہونچ جاوے بدل جاسے دوسری حالت اوسی ذریعہ سے پیدا ہو جاوے - مثلاً پانی برسا کرتا ہے اوسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پہر سردی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پہر گرمی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - اور یہہ ایک ہی دفعہ ہوکر ختم نہین ہوجاتا - بار بار اسکی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالی نے ہر چیز مین یہہ ترکیب اس عالم فانی کے لیے رکہی ہے کہ جب بقدر ضرورت کمال ایک ترکیب کا ہوجاوے ہی اوسکا زوال اور ختم ہو - یہہ نہین ہے کہ ترقی ہونے سے لازم آتا ہے کہ جو حالت ایک دفعہ گذرلی پہر نہو اسکے مصالح عجیب ہین جنکے یہان بیان کرنے کی ضرورت نہین -

ترقی کے متعلق حق تعالی پر الزام نہین ہے -

توضیح دہم - مادہ کے متعلق بہی الزام ذات اقدس ایزدی پر نہین آسکتا - اس لیے کہ (۱) بنی نوع انسان بنی آدم ہین اونکا مادہ اتنا تیار کیا گیا تہا کہ وہ پہر قصور کے لیے مدتون رویا کیے ع تا بسی صد سال آدم گریہ کرد - اونکی اولاد سے جو اونکے صلب سے پیدا ہو یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اگر پہولے قصور کرین اور عمر وفا کرے ہزار برس ایک قصور پر روئین - اور دیدہ و دانستہ توکبہی گناہ کے پاس نہ جائین - چونکہ مادون مین ترقی کا اصول مانا ہوا ہے یہہ اولٹی ترقی کیسی ہوسکتی ہے کہ دیدہ و دانستہ گناہ کرین اور اوس پر بجاے منفعل ہونیکے اڑائین اور اڑاتے اڑاتے خدائی کا دعوی کرین - (۲) شیطان مین جو مادہ بہڑک اوٹہنے کا تہا اوسکا علاج خداوند عالم نے اوسکی مشق عبادت کے ذریعہ سے فرمایا - یعنی آدم مین جو ایسا مادہ ہے

اوسکا علاج بذریعۂ ولادت یعنی حضرت آدم کے ذریعہ سے پیدا کرنیکے کردیا۔ (۳) باوجود تفاوت قابلیتون کے کہ بعض آدمیون مین بھلائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی۔ بعض مین برائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی ہے۔ قصور مادہ کا نہین ہے کیونکہ (۱) ہر شخص مین فہم وادراک ہے اگر قصور مادہ کا ہوتا فہم وادراک کا مادہ نہوتا۔ (۲) ہر قابلیت کے آدمی سے اچھے اور برے افعال صادر ہوتے ہین اگر مادہ کا قصور ہوتا ان دونون مین سے ایک پر انسان مجبور ہوتا۔ (۳) طینت آدم مین روح ڈالی گئی ہے اور وہ حاکم ہے اور افعال کا نتیجہ تکلیف یا راحت ہے معنی یہہ ہین کہ افعال مادہ پر اثر کرتے ہین مادہ باعث صدور افعال نہین ہے بلکہ روح ہے حقیقت یہہ ہے کہ مادہ مین وہ تفاوت ہے جو عمدگی مین محدود ہے کوئی زیادہ عمدہ ہے کوئی کم ایسا مادہ انسان کا کہ اوسے برا کہہ سکین ہرگز نہین ہے۔ افعال کے اثر سے کم عمدہ زیادہ برے ہوجاتے ہین۔ زیادہ عمدہ برے نہین ہوتے یا کم برے ہوتے ہین اور اسلیے وہی ذمہ وار ہوتے ہین۔ خداوند عالم نے (چونکہ کمال مرتبہ مین رحیم ہے) قواعد ایسے نرم اور آسان بنائے ہین کہ جملہ مادون کو حاوی ہون۔ اور اونکی مختلف ضرورتون کو رفع کرین جیسے قواعد نکاح۔ اباحت محذورات۔ غسل و تیمم۔ ان سب پر عفو و غفران۔ اسی لیے محققین علما کا یہہ قول ہے کہ لواحق کے وجود مین سوابق کو دخل ہے اور شر شیطان بعد کی بات ہے جس وجہ سے ذات خداوند عالم پر الزام خلق شر کا عائد نہین ہوسکتا۔ تفصیل اسکی مقام مناسب پر کیجائیگی۔ یہان مختصر ابیان کیا جاتا ہے کہ اختیار اختیار نہوتا اگر اوسمین وسعت نہوتی۔

اوسمین یہہ وسعت بہی ہے کہ مختار کے افعال مؤثر ہون - پس یہہ تاثیرات ہمارے
افعال کے ہین اور معنی یہہ ہین کہ ہم اپنے افعال سے جنکی قدرت اللہ تعالی نے کمال
عنایت کی وجہ سے دی ہے - اوسکو الزام دیتے ہین اور عنایت کی عوض بجای شکر
کے شکایت کرتے ہین -

جواب اس شبہہ کا کہ عالم مین شر زیادہ ہے -

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جو طریقہ عالم کے ایجاد مین اختیار
کیا گیا اوسمین شر زیادہ ہے اسلیے بہتر نہین کہا جا سکتا - باب
دوم کے شبہہ اول مین جواب اس شبہہ کا باعتبار دین بہی دیا گیا ہے - چونکہ یہان آیات
کلام مجید کی نقل کے بعد جواب اس شبہہ کا دیا جاتا ہے اس لیے باعتبار اون نکات
کے بحث کیجاتی ہے جو ابہی بیان کیے گیے -

شر انسان کا خود فعل انسان ہے

جواب (۱) انسان کا یہہ شبہہ کرنا ابتدا ہی سے غلط ہے اسلیے
کہ معنی اس شبہہ کے یہہ ہین کہ وہ اپنے افعال سے اللہ تعالی پر اعتراض کرتا ہے -
کیونکہ اللہ تعالی نے نوع نوع کی مخلوق پیدا کی انسان کو تمام انواع سے افضل بنانا چاہا
دنیا کو اوسکے لیے امتحان گاہ بنایا جو ذریعہ حصول فضل کا ہے صاحب فضل کے ساتھہ
وجود مفضول لازم ہے اور امتحانی فضل کے لیے کثرت ناکامون کی - چونکہ یہہ امر
ایک طرف نہایت اعلی درجہ کا تہا دوسری طرف اوسمین ضرر تہا - ہر مخلوق کے مادہ سے
پوچہا کہ اس نوع کی مخلوق کون بننا چاہتا ہے سب نے انکار کیا انسان کے مادہ
نے اقرار کیا - اسلیے اللہ کا فعل اچہا بنانے کا ہے ہمارا فعل برا بن جانے کا پس

برائی اگر زیادہ ہے ہمارے سبب سے ہے۔ بھلائی اگر زیادہ ہے اوسمین مدد الہی کو ہمارے افعال کے ساتھہ دخل ہے۔

شر شیطان کا تعلق خلق انسان کے قلیل ہونا۔

(۲) انسان مین اول وہ قوت جسکا انبعاث بذریعہ اکل گندم واغوای شیطانی کے ہوا متعلق عورتین کے ہے۔ اسکے متعلق جب خیال فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ اس ذریعہ سے خیر زیادہ ہے شر ہرگز زیادہ نہین۔ غالبًا کوئی بشر شک نہین کرسکتا کہ خیر بہ نسبت شر کے بہت زیادہ ہے اور گویا کہ حد سے زیادہ ہے مقابلہ کیلیے اولاد زنا اور اولاد حلال پر خیال فرمایئے۔ شریعت نے عقود نکاح کفار کو جائز قرار دیا ہے اور اسلام نے کیا عجیب کوشش فعل مذکور کی برائی سے علیحدہ کرنے کے لیے کی ہے۔ سبحان اللہ۔

شر شیطان کا تعلق غصہ کے کم ہونا۔

(۳) اور قوتین جنکا انبعاث بذریعۂ اغوائے شیطانی کے بنی آدم مین ہوتا ہے (حضرت ابو البشر اوس سے پاک ہین) اوسمین بڑی چیز غصہ ہے۔ اوسکو حساب کیجیے کہ برمحل کسقدر آتا ہے اور بے محل کسقدر۔ کیا ہر وقت انسان سب بے موقع لڑا کرتا ہے؟ ہرگز نہین۔ اوسنے جو غیرت کا مادہ پیدا کیا ہے وہ کسقدر عظیم المرتبہ چیز ہے۔ بہت سے زن و مرد مین وہی باعث اجتناب قبائح ہے۔

شر شیطان کا تعلق سامان دنیا کے کم ہونا۔

(۴) اسکے بعد وہ چیز جو بذریعہ اغوائے بنی آدم پیدا ہوی ہے (حضرت آدمؑ اس سے بھی پاک ہین) وہ سامان دنیا کا عمدہ کر دکھانا ہے اوسکے اندر بھی خیر زیادہ ہے۔ اسلیے کہ وہ سامان کہ جو بعد اس پسند کے پیدا

ہوتے ہین (اور ایسے ہوتے ہین کہ اگر یہہ نہماک اور پسند نہوتے تو پیدا نہوتے) ضروریات زندگی مین داخل ہوکر اس پسند کو قبیح سے حسن بنا دیتے ہین۔ جیسے نہر اور ریل۔ اور تار اور بہت سی دوائین۔ اور بار جیات۔ اور ظروف وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزون مین اون سب کو جو باعث آرام و راحت ہین ضروریات زندگی مین بقدر ضرورت زندگی داخل فرمایئے۔ پس وہ سب چیزین جو ان دونون تفرقون مین داخل ہون مباح ہین۔ اون کا مقابلہ باعتبار تعداد کے اشیاء غیر مباح سے فرمایئے۔ یعنی آلات لہو لعب کو آلات و سامان اکل و شرب و سامان ملبوسات سے مقابلہ کیجیے اور تسکین فرما لیجیے کہ اس ذریعہ سے خیر بہ نسبت شر کے اسقدر زیادہ ہے کہ کوئی نسبت نہین۔ اسی ذریعہ سے نعمات کی تعداد بڑہ گئی ہے اور تعداد امور باعث شکر اور شکر گزارون مین شکر۔ یہہ کیسی بڑی خیر ہے۔

شر شیطان کا متعلق کفر کے کم ہوتا۔

(۵) کفر کا شر اس عالم مین باعتبار دین کے بہت زیادہ ہے لیکن وہ بسبب شیطان کے نہین ہے۔ اسلیے کہ حق تعالی نے صاف فرما دیا ہے کہ شیطان بعد اختیار کفر کے کافر کو حالت انبعاث مین کہتا ہے۔ پس یہہ شر نتیجہ خلق شیطان کا نہین ہے۔ البتہ شیطان اغوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اغوا بعد پیدا ہوجانے قابلیت قبول غوایت کے ہوسکتا ہے۔ اسپر بھی یہہ امر کہ دنیا مین کفار کی تعداد زیادہ ہے قابل بحث ہے۔ اسلیے کہ خلق عالم اولاً بذریعہ حضرت آدمؑ ہوئی۔ پھر بعد حضرت آدم کے کوئی زمانہ خلیفۃ اللہ فی الارض سے خالی نہین رہا اور ایک زمانہ دراز کی بابت خبر دی گئی ہے کہ وہ ہدایت کا زمانہ ہوگا۔ اور بتلایا گیا ہے

کہ وہ زمانہ گمراہی سے بہت زیادہ طویل ہوگا۔ پس زیادتی تعداد کفار کی صحیح نہین ہے سلسلۂ ترقی کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسانون مین جہالت زیادہ تہی۔ اور اسلیے خونریزی اور فساد بہی۔ جہالت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے جسکے ساتہہ خونریزی و فساد بہی اب بہت کم ہوگئے ہین۔ آئندہ ترقی یہی ہوسکتی ہے کہ رائین اسقدر صحیح ہوجائین کہ غلطی نکرین۔ اس ترقی کے لیے ابہی بہت وقت درکار ہے۔ خصوصاً رائے صحیح کے مطابق قوت عمل پیدا ہونے مین۔ جب آرا مین صحت آجائیگی وہ زمانہ زمانہ ہدایت کا ہوگا اور جب مطابق راے صحیح کے ہمیشہ افعال صادر ہونگے وہ زمانہ انتہاے ترقی اور ختم دنیا کا ہوگا۔ لیکن جب ترقی موجودہ اتنے زمانہ دراز مین ہوی ترقی باقیماندہ یقیناً زمانہ درازترین ہوسکتی ہے۔

جان و مال کے شر کا اتنا شر نہونا جتنا خیال ہوتا ہے۔

(۶) خونریزی کا اعتراض دلون مین ہے۔ اوسمین یہہ غلطی شامل ہے کہ لاکہون بندے اگر مر جائین۔ یا مال اونکا جاتا رہے یا بیسے قتل ہوجائین۔ اللہ تعالی کے لیے وہ یقیناً بُرائی نہین۔ بندون کے لیے بہی وہ حقیقت مین اتنی برائی نہین جسقدر خیال کیجاتی ہے۔ (واضح رہے کہ بدلا اور جزا مطابق خیال کے عنایت ہوتا ہے) کیونکہ جو ضرر ان تینون صورتون مین پہونچتے ہین وہ یہہ ہوتے ہین۔ (۱) موت متضرر اپنے مقیاس کے مطابق تہوڑی دیر پہلے وقت مقررہ موت سے مرگیا۔ ہم اس ضرر کو اسلیے محسوس کرتے ہین کہ ہمسے پہلے مرگیا۔ (۲) مال متضرر مال سے قبل از وقت جدا ہوگیا۔ ہم اسکو اسلیے محسوس کرتے ہین کہ ڈر

ہو جاتا ہے کہ ہمارا بھی نہ جاتا رہے۔ حالانکہ وقت موت باعتبار کیفیت ترکیب جسم مقرر ہوتا ہے۔ اور مال جانے مین کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ (۳) قتل۔ تلوار کی موت نظر بشریعت بڑے فائدون کی ہے۔ یہہ تینون صورتین یا فوائد کے لیے مقرر ہین یا سزا ہین۔

شر کا نتیجہ بسبب عفو کے کم ہے

(۷) یہہ امر بھی اس اعتراض مین نظر انداز ہے کہ افعال عباد کے متعلق قواعد بخشش بہت نرم ہین۔

اوسکا مقابلہ اختیار کی خوبی سے ہے

(۸) حقیقت مین اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے وہ اتنی عمدہ چیز ہے جسکا مقابلہ کوئی عمدہ سے عمدہ چیز بھی نہین کر سکتی۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو خراب نہین کرتے جب تک انسان خود اپنی خرابی کا سامان آپ پیدا نہ کرے تو اسمین قصور معطی اختیار کا کہان سے آیا جو لوگ اختیار کو برا سمجھتے ہین وہ اسبات پر غور نہین کرتے کہ کسی حکومت کے لیے کسی کا پیدا کرنا برا نہین ہے حاکم کو اختیار دینا برا نہین ہے یاد رہے کہ اختیار آپکا خود مانگا اور لیا ہوا ہے۔ ضرور اس اختیار مین تکلیف ہے لیکن غور فرمایئے کہ آپ کو وہ حالت پسند ہے جو بچپن کی ہوتی ہے یا وہ حالت پسند ہے جو ایک دنیا کی بادشاہت اور خود اختیاری کی ہوتی ہے وہ خوشی جو ایک بھٹ یا جنگل مین پڑکر ہو سکتی ہے کیا اوس راحت سے زیادہ ہوتی ہے جو ملک فتح کرنیکے بعد ہوتی ہے۔ اور حاکم ہونے کے بعد یہ خیال اون سست اور نکمے آدمیون کا ہے جو کام کرنا نہین چاہتے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہین کہ امتحان مین پڑنا لڑائیون مین کامیاب ہونا اور بڑے

مراتب حاصل کرنا اصلی غرض انسان کی ہے تو آپ اس اختیار کو برا نہین کہہ سکتے اگر آپ سمجھتے اور پسند کرتے ہین کہ جانورون کی طرح سے پڑے رہتے کچھہ کہاتے کچھہ پیتے مرجاتے تو آپ البتہ اختیار کو برا کہسکتے ہین ورنہ نہین - اس اختیار کے ذریعہ سے جو شرف انسان نے حاصل کیے ہین اونکو نظر انداز نہ کیجیے - جب انسان کے پیچھے ساتھہ ساتھہ ایک دشمن مثل شیطان کے قوی ہو - اوسپر لاکھون دشمنون کا یعنی اضداد کا مقابلہ درپیش ہو اوسپر اولاد یا لنی لازم ہو اور وہ طرح طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہو اوسپر وہ کام کر جائے اور اپنی مشق قوت صدور افعال حسنہ سے ایسی بات کر دکہلائے کہ کہان سے کہان پہونچے تب وہ ایسا ہو کہ سب سے بہتر ہو کر سب کا حاکم ہو - فرشتون سے بہتر ہو - فرشتون کے لیے نہ یہہ مصائب نہ اونکے یہہ مراتب اگر انسان فرشتون سے بہتر نہ ہوتا تو فرشتے ہی حاکم زمین ہوتے -

یہہ شبہہ جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اور اوسکا جواب مجموعی

(۹) یہہ شبہہ کہ عالم مین شر زیادہ ہے ایک بڑا دہوکہ ہے جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اچہون کی تکالیف کے متعلق برون کے اقتدار کے متعلق - کفر کے متعلق نافرمانی کے متعلق قلت شاکرین کے متعلق - خونریزیون کے متعلق اور عموماً جرائم کے متعلق اور اوسمین سب سے بڑہ کر یہہ بات دلمین آیا کرتی ہے کہ الہی مشیت کیون ہوی جو اوسکی ذات باکمال کے خلاف معلوم ہوتی ہے - اسلیے ہمیشہ یاد رکہنا چاہیے کہ مشیتِ اصلی نہایت اعلی درجہ کی ہے - یعنی انسان کا حاکم بنانا انسان کا فرشتون سے بہتر بنانا انسان کے لیے دنیا کا بنانا - انسان کو اوس سے قوت تمتع دینا - اس

مشیت کا عمل مین لانا بغیر وجود ان سب چیزون کے جو ہو رہی ہین اور باعث شبہات ہین
ناممکن تہا اس لیے حق تعالی نے اوسکو حجت تمام کر کے اور اوسپر بہی منع کر کے جاری
فرمایا۔ تاکہ یہہ الزام عائد نہ ہو سکے۔ اسپر بہی کوئی دقیقہ اوس بُرائی کے جو ہم کرتے ہین
کم کرنے مین اوٹہا نہین رکہا پس یہہ شبہات اصل امر سے غفلت کرنے کی وجہ سے دلمین
آیا کرتے ہین۔ اچہونکی تکلیف اونکے مراتب کی افزایش ہے۔ بُرون کا اقتدار اگر نہ ہوتا
تو وہ دنیا سے بہی محروم رہتے۔ اگر یہہ ہوتا غالب ہے کہ اللہ تعالی اونکو پیدا ہی نفرماتا
معنی یہہ ہین کہ دنیا مین اگر چاہو دنیا اختیار کرلو چاہے دین۔ ہم سب کو کچہہ نہ کچہہ بقدر مناسب
دینگے۔ ہر چیز مین کمال ہے اور خونریزیان کمال بُرائی کا۔ اللہ تعالی نے جو ان سب امور
کو ہونے دیا وہ کمال اختیار ہے۔ یعنی اختیار بشر۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جو امور اتنے مصالح
پر مبنی ہون اور الزام سے ذات ایزدی بری ہو تو ایسے شبہات کسقدر لغو ہین۔

حد وسعت اختیار کا بیان اور اسبات کا کہ برائیان بہلائیون سے بدلتی ہین۔

(۱۰) اس مشیت کی نسبت یہہ امر بہی کبہی نہ بہولنا چاہیے کہ اختیار
اوسی قدر دیا ہے جتنا دینا مناسب ہے۔ اور وہ اس طریقہ سے
محدود ہے کہ جب شر انسان کا اوس حالت سے بڑھ جاتا ہے کہ اوس سے ایسا ضرر پیدا ہو
جو مصلحت کے خلاف ہو ہین سے وہ اختیار کٹ جاتا ہے اور وہی ضرر واقع ہو سکتا ہے جو (۱) یا محض
سزا ہو۔ یا (۲) سزا بہی ہو اور اوس سے اور عمدہ کام نکلین۔ یا (۳) ضرر صرف نفع آیندہ
کے لیے ہو اور مثمر ایسے منافع کا ہو جو ضرر سے زیادہ تہا۔ مین نے مدت دراز تک اس اصول
کو نظر مین رکہا ہے اور ہمیشہ یہہ بات پائی ہے کہ کوئی ضرر انسان کا ان تین صورتون

سے باہر نہین - جو ضرر سزا کے طور پر پہونچتے ہین اور انسان کو ختم کر دیتے ہین وہ سزا عبرت ہوتی ہے جس سے اورون کو متنبہ ہونا چاہیے - جو ضرر سزا کے طور پر پہونچکر انسان کو ختم نہین کرتے اونسے سزا پانے والون کو آیندہ ایسا نفع ہوتا ہے جو ضرر سے زیادہ ہو - یعنی ضرر تہوڑا نفع بہت - جو ضرر سزا نہین ہوتے - (اور وہ بہت قلیل ہین) اون ضررون کے منافع تو اسقدر زیادہ ہوتے ہین کہ اگر آدمی غور کرے یہی خواہش کیا کرے کہ ایسے ضرر ہمیشہ ہوا کرین - وہ ایسے ہوتے ہین کہ وہ نفع عظیم جو حاصل ہوا بغیر اوس ضرر کے ہرگز حاصل نہو سکتا - اگر مثالین بیان کرون زیادہ طول ہوگا - اس لیے بعض کو بیان کرتا ہون -

پہلی مثال برائی سے بہلائی پیدا ہونیکی ملاقات خضر و موسی -

پہلی مثال برائی سے بہلائی پیدا ہونے کی تیمنا و تبرکا قرآن مجید سے لکھی جاتی ہے -

سورہ کہف پارہ ۱۵ ○

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ○ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا ○ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ○ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى
هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ○ قَالَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ○
قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ○ قَالَ
فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ○
فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ○ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِيَ صَبْرًا ○ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ
عُسْرًا ○ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ○ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ○ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ
اَهْلَ قَرْيَةِ اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا
يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ○
قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ○ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ○

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۚ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ ترجمہ۔ اور اوس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے جوان (یوشع) سے کہا کہ کبھی نہ ٹہونگا جبتک مین دونون دریاؤن کے ملنے کے مقام پر نہ پہونچ لون یا اسیطرح سالہا سال چلتا رہون پہر جب یہ دونون اون دو دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پر پہونچے اپنی مچہلی ہین بہول اوٹہے۔ تو مچہلی نے دریا مین سرنگ کی طرح کا اپنا راستہ بنالیا۔ پہر جب آگے بڑہ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ لاؤ جی ہمارا ناشتہ تو ہمکو دیدو ہمارے آج کے سفر سے تو ہمنے بڑی زحمت پائی۔ جوان نے کہا آپ نے یہہ بہی دیکہا جب ہم دریا کنارے اوس پتہر کے پاس ٹہہرے تو مین اوسی جگہہ مچہلی بہول ویٹہا اور شیطان ہی نے مجہکو بہلادیا کہ مین اوسکو یاد رکہتا اور مچہلی نے عجیب طور پر دریا مین جانے کا اپنا راستہ کرلیا۔ موسیٰ نے کہا کہ وہی تو وہ جگہہ ہے جسکی ہم جستجو مین تہے۔ پہر دونون اپنے پیرون کے نشانون کے کہوج لگاتے ہوے اولٹے پاؤن پہرے۔ تو دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پہونچکر اونہون نے ہمارے بندون مین سے ایک بندہ یعنی خضر کو پایا جسکو ہمنے اپنی طرف سے

رحمت دی تھی اور اپنی طرف سے اوسکو ایک علم سکھایا تھا۔ موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا کہ آیا پیروی کرون مین تمہاری اس بات پر کہ سکھاؤ تم مجھے اوس رہنمائی سے کہ جو تمہین سکھائی گئی ہے خضرؑ نے کہا۔ تم میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین کر سکتے ہو۔ اور جو چیز تمہاری آگہی کے احاطہ سے باہر ہے اوسپر تم کیسے صبر کر سکتے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا کہ انشاء اللہ آپ عنقریب مجھکو ضابط آدمی پاوینگے۔ اور مین آپ کے کسی حکم کی مخالفت نہ کرونگا۔ خضرؑ نے کہا اگر تمکو میری پیروی کرنا منظور ہے توجبتک مین از خود تمسے کسی بات کا تذکرہ نہ کرون تم مجہسے اوسکی بابت کچھہ نہ پوچھنا پھر موسیٰؑ اور خضر دونون ملکر آگے چلے یہانتک کہ راہ مین ایک دریا پڑا۔ جب دونون کشتی مین سوار ہوئے تو خضر نے کشتی مین شگاف کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے شگافتہ کیا ہے کہ کشتی کے لوگون کو دریا مین ڈبو دیجیے۔ یہہ تو آپنے بڑی ہی خطرناک بات کی۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے نہین کہا تہا کہ تمسے میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ آپ مجھسے میری بھول چوک پر گرفت اور میرے اس معاملہ مین میرے ساتھہ سخت گیری نکیجیے۔ پہر دونون اور آگے بڑھے یہانتک کہ رستے مین ایک لڑکے سے ملے۔ تو خضرؑ نے اوسکو مار ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو مار ڈالا۔ بغیر کسی جان کے بدلے کے۔ یہہ تو آپنے بہت ہی بیجا کام کیا۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے تمسے نہین کہا تہا کہ میرے ساتھہ تمسے ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اسکے بعد اگر مین آپ سے کچھہ بھی

پوچھوں تو آپ مجھکو اپنے ساتھہ نہ رکھئیگا کہ آپ میری طرف سے حد عذر کو پہونچ چکے - پھر دونوں روانہ ہوے - یہانتک کہ جب ایک گانوں والوں کے پاس پہونچے تو وہان کے لوگون سے کہانے کو مانگا اور اونہوں نے انکو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا - اتنے مین اونہون نے گانون مین ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی - تو خضر نے اوسکو سیدہا کر دیا - اسپر موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان لوگون سے دیوار کے سیدہا کر دینے کی مزدوری لیتے - خضر نے کہا کہ یہین سے جدائی ہے مجھمین اور تجھمین - جن باتون پر تمسے صبر نہو سکا مین ابھی تمکو اونکی اصلیت بتائے دیتا ہون - لیکن کشتی تو چند غریبون کی تھی وہ دریا مین مزدوری کرتے تھے - تو مین نے چاہا کہ اوسکو عیب دار کر دون - اور تھا اونکے عقب مین ایک بادشاہ کہ لے لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر - اور لیکن لڑکا تو اوسکے مان باپ دونون ایمان والے تھے تو ڈرے ہم کہ پیش آئے وہ اون دونون سے سرکشی اور ناشکری سے تو چاہا ہمنے کہ بدل دے اون دونون کو اونکا پروردگار ایک اور لڑکا کہ بہتر ہو اوس سے پاکیزگی مین اور قریب تر ہو مہربانی مین - اور لیکن دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکون کی تھی اور دیوار کے نیچے اونہین لڑکون کا خزانہ گڑا ہوا تھا اور اون لڑکون کا باپ ایک نیک آدمی تھا - پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونون لڑکے اپنی جوانی کو پہونچین اور دیوار کے تلے سے اپنا خزانہ نکال لین رحمت سے تیرے پروردگار کی نہین کیا مینے اوسے خود اپنے حکم سے - یہہ ہے تاویل اون واقعات کی جنپر تمسے صبر نہو سکا -

دوسری مثال یتیمی۔ اور مثالین اسکی ملاحظہ فرمائیے۔ ایک یتیمی ہے۔ یتیمی ہمیشہ بچون کے لیے موئلم ہوتی ہے اور بسا اوقات وہی بیکسی اور بے بسی اونکو اعلی درجہ کا آدمی بنانے کا سبب ہوتی ہے۔ اوسکی مثال ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین۔ کیونکہ نہ لکھے نہ پڑھے ہے نہ کوئی یاور نہ مددگار۔ باوجود اسکے اپنے زور بازو اور اپنی عقل سے کہان سے کہان پہونچے۔ واقع مین اتنا بڑا زور قوت عقلی کا اگر تعلیم آنحضرتؐ کو ہوئی ہوتی تو ظاہر نہو سکتا۔ دیکھیے اس عدم تعلیم مین کتنی بڑی وجہ ہے۔ اگر مان باپ زندہ ہوتے غالبًا تعلیم ہوتی اور پھر آنحضرتؐ کی یہہ قوت بدون اس سامان کے ایسی ہوتی کہ ہم آپ کو بہت سے شبہات مین ڈالتی۔ کوئی کہتا کہ تعلیم کا اثر ہے جس سے یہہ مرتبہ حاصل ہوا۔ کوئی کہتا کہ فلان طاقت کی مدد سے یہہ اقتدار پیدا کیا۔ اب سوائے حیرانی کے اور کوئی کچھہ نہین کہہ سکتا۔ ایسے امور کہتے ہین جیسے کوئی شخص ایک بات کہے دوسرا مضبوط دلیل اوسکے خلاف بیان کرے تو وہ اوسمین ایسی تاویلین کرے جو وہی شخص مان سکے جسنے کہی ہوئی بات کا دل مین ایسا اعتقاد جما لیا ہے کہ مین اوس سے کبھی نہ پھرونگا کوئی دوسرا نہ مان سکے۔

تیسری مثال موت۔ ایک مثال موت ہے جسمین بُرائی سے بھلائی پیدا ہوتی ہے اور بیان اوسکا ہو چکا ہے غالبًا یہہ موت خود باعث مغفرت گناہونکی ہوگی۔ مین نے موت کے متعلق ایک دفعہ ایک تقریر لکھہ کر مشتہر کرائی تھی وہ یہان نقل کیجاتی ہے۔

اے موت تو کیا چیز ہے؟ تو زندہ کو مردہ کر دیتی ہے۔ تو حالت کو بدل

دیتی ہے۔ تعلقات کو قطع کردیتی ہے۔ انسان جو انس سے بنا ہے کسی کا انیس نہین رہتا تو محلون اور عمدہ فرشون سے اوٹھا کر قبر کے تنگ و تار کونے مین سلا دیتی ہے۔ آدمی ہوتا ہے اور اوسکے اعمال۔ دوست ہوتا ہے نہ قریب۔ حتی کہ عیال و اطفال۔ یہہ تو تیری تکلیفین ہین اور بہت سی تکلیفین جو بیان مین نہین آسکتین۔ سچ بتانا تجھہ مین کوئی خوبی بہی ہے؟ حق تعالی جلشانہ نے جو بڑا رحمان اور رحیم ہے یہ تکلیف کیون دی ہے؟ اوسکا کوئی کام لطف و عنایت سے خالی نہین۔ موت کہتی ہے اے بیخبر اتنی ناشکری! اتو اوسکی صنعتون اور مہربانیون سے کیا واقف نہین ہے جو مین تجھے بتلاؤن۔ تو جان کہ تو نے جو اعمال خیر کیے تھے اوسکے منتفع ہونے کا وقت ہے۔ تو دنیا مین کسوقت آرام سے رہا؟ جب پیدا ہوا ایک مضغۂ گوشت تھا فرشی تکلیف تجھے دلاتی تھی۔ جب تو بڑا ہوا پڑھنے لکھنے کی تجھپر تکلیف رہی۔ جب تو جوان ہوا تجھے عیال و اطفال کی فکر نے تباہ رکھا۔ موسمون کے اختلاف تیرے دشمن رہے۔ ہمیشہ تیری جان کھٹکے مین رہی۔ تجھے اعمال خیر کے کرنے مین کاہلی ہوتی رہی۔ موت نے تجھے چھڑا دیا۔ ان سب تکلیفون سے تجھے نجات دیدی۔ اگر تو نے اعمال خیر کیے ہین اب اوسکی جنتین تیرے لیے بے غل و غش موجود ہین۔ اگر تو اعمال بد کرتا تھا۔ بندگان الہی کا دشمن تھا۔ تیرا کوئی حق نہین کہ تو اس سے زیادہ اور لوگون کو ستائے اب جا اور ان افعال بد کا جو کیے ہین مزہ چکھہ۔ اگر تو اچھا ہے موت سے تیرا بھلا ہے اگر تو برا ہے تیری موت سے اورونکا بھلا ہے اب بتلا کہ موت رحم ہے کہ نہین؟ اے

غافل تو یہہ نہین دیکھتا کہ اپنے نزدیک اگر تو حشر و نشر کا قائل نہین ہے تو موت کے بعد فنا ہو گیا اور سارے جھگڑون سے تجھے نجات ہو گئی۔ اگر تو قائل ہے تو دیکھہ کہ تو جو یون رہا ہے اور جو تعقل کر رہا ہے وہ تو مرتا نہین۔ جسم جو تیرے نفع کے لیئے دیا تہا وہ گلتا سڑتا مرتا ہے پس تو تو بحال خود ہے اور اون تکلیفون سے بچ گیا ہے جو جسم کے ساتھہ تیرے تعلق سے تجھکو پہونچتی تہین۔ پس تو پاک و صاف ہے اور یہہ کیا بڑی مہربانی نہین ہے۔ تو اولاد کو عیال کو اپنا جان رہا تہا وہ کیا ہین حقتعالی کے بندے ہین جنکو اوسنے تیرے ذریعہ سے پیدا کیا ہے۔ اوس نے پرورش کے لیے تیرے دلمین محبت پیدا کی ہے اور اوسمین تو اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ حقیقت پر نظر کر۔ تیرا کوئی نہین بجز اوس تعمیل حکم کے جو تو نے اونکے ساتھہ سلوک اور پرورش کرنے مین کی ہے صرف وہ اعمال اور دوسرے اعمال خیر جو تو نے اپنی ذات اور اپنے بنی نوع کی ذات کے ساتھہ کیے ہین وہی تیرے ہین۔ کیا تجھے یہہ بات پسند ہے کہ تو اور زیادہ مدت تک اونکے نفع اوٹھانے سے محروم رہے۔ تو نے جو اونسے دل لگا رکھا ہے اور اونکو اپنا جان کر سبکو بھولا ہوا ہے اور دنیا مین غرق ہے یہی غلطی ہے۔ اور یہی ایک امر غلط ہے جو تجھے موت سے ڈراتی ہے۔ حکمت الٰہی اسکی مقتضی ہوی ہے کہ تیری روح کو جسم مین پیدا کرے اور معمولی طریقہ سے جب تیری روح اسقدر تیرے جسم سے منتفع ہولے کہ تجھہ کو ضرورت جسم کی باقی نہ رہے تو اب اوس سے الگ ہو کر رہ۔ اب جو تو دیکھتا ہے آنکھہ سے دیکھتا ہے کان سے سنتا ہے۔ پھر سب پردے تیرے سامنے

سے اوٹھہ جائینگے - تیرے اعمال خیر تجھے اچھی جگہہ دینگے - اور وہ کیا عجیب و غریب نعمت نہین ہے جو تجھے مخفی معلومات کے حاصل ہونے سے اور آسمان و زمین کی چیزون کے دیکھنے سے حاصل ہوگی - ہان اعمال خیر کی ضرورت ہے ورنہ موت تیرا جیلخانہ ہوگا - تو عذاب الیم مین گرفتار ہوگا - اوسوقت تجھکو دنیا کا آرام جنت معلوم ہوگا اب جو تو زندہ ہے ہوشیار رہو (موت) مین ہر وقت سر پر ہون - تجھے کیا معلوم ہے کہ کتنی تیری زندگی ہے - یہہ پنڈت جہوٹے ہین - منجم کذاب ہین - اے غافل حق تعالی ہر تکلیف کا جو بندہ کو کسی مصلحت سے دیتا ہے بدلا دیا کرتا ہے جس حق تعالی نے تجھے پیدا کیا تہا اور آب و خاک و آتش و ہوا سے تجھے بنایا تہا - کیا وہ تیری روح کو ایسے جسم مین کہہ دیتا کہ جب ہوتا نکل سکتی - اوسکے لیے بہی اس سلسلۂ اتحاد کے موافق جسمین بہت سی مصلحتین موجود ہین (اور وہ سب سے بہتر طریقہ ہے) ضروری تہا کہ جسم سے جب روح جدا ہو کچہہ تکلیف ہو - اوسکا بہی تجھکو بدلا مل جائیگا - تیرے گناہ دور ہونگے - تو مرحوم ہوگا - تیری نیکیان وقت پائینگی - افسوس ہے کہ اسپر بہی تو شکرگزار اور میرے (موت کے) لیے طیار نہین ہے - افسوس ہے کہ تجھے ایسی بیخبری ہے کہ مین ہر وقت تجھے جگاتی رہتی ہون تو آنکھون سے دیکھتا ہے کہ آج وہ مرا - کل وہ دنیا سے چلا گیا - مگر تجھے کچہہ خبر نہین ہوتی - تو بظاہر سب کچہہ اعتقاد کرتا ہے مگر بتلاو وہ کیا چیز ہے جو تجھے غافل بنائے ہوے ہے - مین تجھے بتلاؤن وہ شامت تیرے اعمال کی ہے اور تیرے افعال کی سزا ہے - اوسنے

تجھے رحمت سے دور کر رکھا ہے اور توفیق تیری شامل نہین ہے اسمین سواے تیرے اور کسی پر الزام نہین - تو چھوٹی عمر کو بڑا سمجھتا ہے اور یہہ سمجھہ رہا ہے کہ سواے تیرے اور سبکو میرا (موت کا) مزہ چکھنا ہے مگر تو تو ساری عمر جیتا رہیگا - مین تجھسے وعدہ کرتی ہون تو اعمال خیر کر - تو بندون کے ساتھہ بھلائی کر - اگر امکان ہے بندگان الٰہی کے ساتھہ انصاف کر - اور پھر دیکھہ کہ میرے لحاق اور عمل سے تجھے کیا راحت ہوئی - تجھے مین نے کہان پہنچا دیا - تو بے تکلف آزاد ہو گیا تو بزرگونکی خدمات سے مشرف ہوا تو آنکھہ بند ہوتے ہی ایسی نعمتون مین پڑا کہ تجھے سارے عزیز و قریب بھول گئے - تجھے دنیا سے نفرت ہو گئی - تجھے معلوم ہو گیا کہ وہان تو محنت مین تھا یہان حقیقی آرام مین آگیا - افسوس ہے اگر تو اسپر بھی اپنی بھلائی کیطرف متوجہ نہوا اور (موت) مجھے محض رحم و عنایت الٰہی نہ جانے ؟ -

چوتھی مثال دنیا اور اوسکا امتحانگاہ ہونا -

ایک مثال بھلائی پیدا ہونے کے بعد ضرر کی بھی بحث ہے یعنی اللہ تعالی نے انسان کو سب مخلوقات سے اشرف اور اپنا خلیفہ بنایا ہے اور ذریعہ شرافت کا اپنے ذاتی افعال کو بنایا ہے وہ افعال موجود کرنے چاہئین ذریعہ اونکے وجود کا امتحان ہے ظاہر ہے کہ سب مخلوقات سے جبتک انسان مقابلہ کر کے برتری اپنی نہ دکھلائے وہ اشرف المخلوقات نہین لیکن تمام مخلوق کے ساتھہ مقابلہ کا جسے کام دیا جائے کیسی مصیبت ہے - اللہ تعالی نے جب اختیار کو ذریعہ ترقی کا بنایا تو سزا و جزا کا طریقہ بنایا اوسکے لیئے اتمام حجت لازم ہوا

تا کوئی یہ نہ کہے کہ ہمکو ناحق سزا ملتی ہے سزا مین ڈالنا کیسی مصیبت ہے۔ پس غور فرمایئے کہ انسان کا ہر مخلوق دشمن ہے یہانتک کہ وہ بھی جنکو وہ دیکھہ نہین سکتا نہ اونسے اپنی حفاظت کرسکتا ہے اور کس انسان کا جو ایک ضعیف البنیان ہے خُلِقَ الاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے کس انسان کا جو صدہا زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ باوجود اسکے افعال سے اوسی انسان نے دکھلا دیا ہے کہ میرے افعال مجھکو مستحق اشرف المخلوقات ہونیکا بناتے ہین۔ یہہ دشمن ضعف یہہ زنجیرین وسائل اشرفیت کے ہین۔ اور کس زور کی مصیبت یا برائی سے کس زور کی قوت یا بھلائی پیدا ہوی ہے۔ سب سے زیادہ کمال انسانی اسبات پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اس رتبہ پر پہونچ گئے تھے اونکی حالت یہہ تھی کہ سختیون مین پڑنے سے خوش ہوتے تھے تاہم یہ طریقہ نہایت ہی مشکل ہے یعنی اتنا مشکل ہے کہ جب انسان نے اوسمین پڑنا قبول کیا اللہ تعالی نے اوسپر ظلم وشقاوت کا اطلاق کیا گو بغیر تمام حجت وہ بھی اختیار نہین کرایا مگر اوسی کے سبب سے یہہ انعام بھی دیا۔

پانچوین مثال شیطان کا فرعون کو اکسانا۔

ایک مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شیطان کا فرعون کو اکساتا ہے اول تو کفر بری چیز ہے۔ پھر صاحب کفر کا حالت انبعاث مین رہنا بہت ہی بری چیز ہونا چاہیے مگر یہہ برائی بھی بھلائی مین بدل جاتی ہے اسلیئے کہ دین کی غرض اولًا عبادت الٰہی ہے اس ضرورت کے لیئے کہ دین ضائع نہو عبادت الٰہی کا ممکن ہو اوسکے لیئے فرصت حاصل ہو۔ دیندار

دنیا کا ہر کام کرتا ہے۔ دنیا دار ہر کام کو اسلیے کرتے ہین کہ دنیا حاصل ہو (جو دنیا دار مذاق دینی رکھتے ہین وہ دین سے خالی نہین ہوتے جو نہین رکھتے وہ مطلقاً خالی ہوتے ہین) جب مقصود بدل جاتا ہے افعال کی نوعیت مین تغیر عظیم واقع ہوا کرتا ہے اور نتیجہ مین بھی مطابق اُسکے فرق عظیم ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس فرق کو اسطرح ادا فرمایا ہے۔ ع

خوردن برای زیستن و ذکر کردنست		تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردنست	

غور کرنا چاہیے کہ جس شخص کا مقصود یہہ ہو کہ کھائے اور خوش رہے وہ کھانا اور طرح کا کھائیگا جسکا مقصود یہہ نہو وہ اور طرح کا۔ پس کفر یا ترک عبادت کی حالت مین غرض محض دنیا ہوتی ہے۔ ایمان کی حالت مین دنیا دین کے لئے ہوتی ہے اور اسلئے نوعیت افعال کی بدل جاتی ہے۔ جو لوگ متوجہ الی اللہ ہین صرف اوسکی یاد کا کام اونکے لئے اسقدر زیادہ ہے کہ اوس سے اونکو فرصت نہین ملتی۔ غالب

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن	بیٹھے رہین تصور جانان کئے ہوئے

یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر ایسے لوگون کو کوئی لطف حاصل ہوتا ہے جو اونکو اتنے بڑے لطف دنیاوی سے محروم کر دیتا ہے۔ اسکے سمجھنے کے لئے بنیون کی وہ حالت خیال مین لانی چاہیئے کہ اچھا کھاتے نہین پہنتے نہین مگر روپیہ کی کثرت کے وجود کے تصور سے وہ خوشی اونکو حاصل ہوتی ہے کہ موٹے ہوے چلے جاتے ہین۔ غم وہ چیز ہے جسکی حالت معلوم ہے یعنی ع ہمیشہ خورد گوشت آدمی۔

جب یہ فرق ہو تو وہ لوگ جو متوجہ الی اللہ ہین دنیا مین بحیثیت دنیا ترقی کرنیکی وہ قابلیت
نہین رکھ سکتے جو اون لوگون مین ہونی چاہیے جنکا مدنظر اور مقصود محض دنیا ہے۔
اور یہہ حالت ایسی ظاہر ہے جسکے لئے احتیاج بیان کرنے کسی دلیل کی نہین
ہے۔ پس کمال انہماک کی ترقی دنیا اور ایجادات کے لئے ضرورت ہے اور وہ کمال
انہماک بغیر اُسکاتے رہنے کے پیدا نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کی شناخت فطری ہے
انہماک اسباب عالم اوسپر پردہ ہے اگر اُسکانیوالا نہو ہمیشہ وہ پردہ اوٹھہ جایا کرے۔
اسکے لئے طول مدت کی بہی ضرورت ہے (جو ظاہر ہے) پس اس انہماک اور طول مدت
کی بُرائی سے یہہ بہلائی پیدا ہوتی ہے کہ عجائبات قدرت ظاہر ہوتی ہین اور نفع
اونکا دیندار اور غیر دیندارون کے لئے عام ہو جاتا ہے۔ حقیقت مین اون لوگون پر
جو متوجہ الی اللہ ہین یہہ عنایت خاص ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے کہ صنائع الٰہی کس قدر
نازک ہین) اس سے بہی زیادہ نفع شیطان کے کافرون اور گمراہون کو اُسکاتے رہنے
کی حالت کا یہہ ہے کہ جب طغیان فتنہ و فساد کا انتہا کو پہونچ جاتا ہے اوسوقت ضرورت
بعثت انبیا اور انبیا سے کامل اشخاص کے پیدا کرنے کی شدید ہو جاتی ہے۔ جب
سب سے زیادہ فتنہ و فساد ہوا اور اوسکا دبانا منظور ہو تو سب سے اعلی قابلیت کے
آدمی کا جو اوسے دبا سکے اور جڑ سے اوکہاڑنے کی تدبیر کر سکے پیدا کرنا چاہیے
یاد رہے کہ ہر چیز کارخانہ وسیع الٰہی مین اتنی ہے جو حد کمال کو پہونچی ہوئی ہے پس اگر
ایسا وقت نہو ضرورت ایسے آدمی کے پیدا کرنے کی نہین ہوگی کیونکہ فرض کیجئے کہ

لوگ خدا پرستی کرتے اور ایسے افعال کرنے مین مصروف رہتے تو وہان جناب محمد مصطفے صلعم سے لائق اور بے مثل نبی کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔ وہین ضرورت ہوسکتی ہے جہان قطعًا بت پرستی مروج ہوگئی ہو اسد تعالی کا نام بہی نہ لیا جاتا ہو اوسکا وجود جسکا ماننا فطری ہے اسباب کے یہان تک کہ بتون کے پردہ مین چھپ گیا ہو۔ زمانِ قرب ولادت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ کو اور دیگر انبیاء کے بعثت کے زمانون پر خیال فرمایئے۔ سب سے زیادہ زمانہ کفر وطغیان کا اور سب سے سخت ملک اور برا عرب کا تہا اسلیئے وہان سب سے اچہا اور سب سے حیم صاحب خلق عظیم نبی پیدا ہوا (ہماری روح اوپر فدا ہو) پس شیطان نے اسکا تے اسکا تے جب یہہ حال کردیا۔ یہہ ضرورت پیدا کی وہ سب ایسی حمت کا ہی دیکھیئے اس اسکانے کے بعد ہمکو کیسی نعمت ملی۔ اوسکا شکر اگر لاکھون برس ادا کرین ادا نہو سکے۔ یہہ بہی اضداد کا سلسلہ ہے ہم روز دیکھتے ہین جب شدت سے گرمی پڑتی ہے برسات شروع ہوجاتی ہے جب خوب برس لیتا ہے برس چکتا ہے جب شدت سے پانی گرم کیا جاتا ہے آخر کو برف ہوکر جم جاتا ہے۔ جب بے انتہا سردی پڑتی ہے اور برف جمتی ہے وہی برف گرمی پیدا کردیتی ہے۔ چنانچہ پہاڑیونکی یہ عادت ہے کہ جب بچے کو سردی کا خلل ہوجاتا ہے اوسے برف مین دباتے اور ڈہکتے ہین یہانتک کہ وہ گرم ہوجاتا ہے۔ اسیطرح پر جب شدتِ طغیان فتنہ و فساد ہوتی ہے رحمتِ الٰہی جوش مین آتی ہے اور وسائل عجیبہ ہدایت کے پیدا ہوتے ہین۔ پس اس شدت طغیان کے

بعد کیسا نفع عظیم ہوا اور اس بڑی بدی کے ذریعہ سے کیسی بڑی نیکی پیدا ہوی جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا کہ ضرر نتیجہ نفع ہے اس وقت اس ارشاد الٰہی کو پڑہنا چاہیے کہ تم کہو

تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اے اللہ تو جسکو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہاتہہ مین بہلائی ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے یہہ نہین فرمایا کہ تو شر پر قادر ہے باوجودیکہ پہلے ذلت کو بیان فرمایا ہے وجہہ یہی ہے کہ بعض بندونکے لئے جو چیز خلاف خیر معلوم ہوتی ہو واقع مین شر نہین ہے بجاے خود ایک فعل ضرر رسی ور با مصلحت ہے۔ چونکہ ہمارے لئے وہ فی الحال خیر نہین معلوم ہوتا اسلیے ہماری زبان سے بہی نہین کہلایا کہ تو خیر کی ضد پر قادر ہے۔

جواب اس اعتراض کا کہ شیطان مجسم بدی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ شیطان نہوتا تو عالم مین بدی نہوتی شیطان کی وجہ سے بدی پیدا ہوی اور وہی مجسم بدی ہے۔ یہہ غلط ہے شیطان نہوتا تو بہی کسی قدر بدی اختیار کے سبب سے ہوتی جسکو خود جناب ایزدی نے فرمایا ہے۔ اور بیان اسکا مفصل ہو لیا ہے شیطان کا مجسم بدی ہونا اسلیئے غلط ہے کہ اوسنے مدت تک عبادت کی تہی۔ بعد عبادت اگر وہ ابتدائی بدی مانا جاے تو اوسکا بہکانیوالا بہی کوئی دوسرا ہونا چاہیے۔ حالانکہ کوئی نہین مانا جاتا۔ جیسے سب جن انس مین نفوس مقام و محل شر ہین ایسا ہی نفس شیطان ہے اختلاف مادہ کے سبب سے فرق انسان اور شیطان مین یہہ ہے کہ انسان مین آگ کا ایک جزو ہوتا ہے شیطان مین بڑا جزو شیطان مین سے اسلئے انبعاث نہین جانا انسان مین

سے کم ہو جاتا ہے۔ اگر شیطان نہوتا بالکل جاتا رہتا۔ اور یہہ طریقہ مصالح بزرگ پر مبنی ہے جو بیان کیئے گئے۔ چنانچہ آیات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ شیطان کے وجود کو کفر و نفاق یا افعال قبیحہ میں ایسا دخل نہیں کہ وہ غالب ہے اور ہم مغلوب ہی پس صاف معنی یہہ ہیں کہ شیطان ایک بڑا بہکانے والا ہے اور اوسکا پیدا ہونا ایسا ہے جیسے اور بہت سے مرد یا عورتیں جو خلقت کے لیئے مضرت کا باعث سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو اُس ملک سے بسبب جرائم کے نکال دیے جاتے یا مار ڈالے جاتے ہیں۔ یا وہ بادشاہ جنکو قتل تماشا معلوم ہوتا تھا جیسے بعض قیاصرۂ روم قدیم۔ شیطان کے وجود سے ریر دہ بھڑک پیدا ہوتی ہے انکے افعال سے بلا پردہ یہہ بات افسوس کی ہے کہ سب جانتے ہیں کہ شیطان کا غلبہ مجبور کرنیوالا نہیں لیکن جب وقت غور کا آتا ہے اوس سے غفلت کرتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ شیطان کی وجہ سے بدی پیدا ہوی اختیار سے غفلت ستم ہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے

ایک شبہہ یہہ ہے۔ کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے اور چونکہ افعال اوسکے ناقع ہیں لہذا وہ عالی مرتبہ ہے۔ صاحب عرفان ہونے کا شبہہ جدید نہیں ہے۔ لیکن علوم تبہ الزامی تقریر ہے۔ صاحب عرفان ہونا ایسی چیز ہے کہ خود جناب ایزد متعال نے اسکی تردید فرمائی ہے۔ اور اس فعل کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ ایسی جا اوسکی جو بدی کہنی چاہیئے یہہ ہے کہ عرفان جب ذات اقدس الہی کا ہو اور جان لیا جائے کہ وہ حاکم علی الاطلاق ہے اور ایسا حاکم ہے جو ہر وقت ہر

چیز پر قادر ہے۔ اسباب کو توڑ سکتا ہے سخت سے سخت سزا اور بہتر سے بہتر انعام دینا ہر وقت اوسکے ہاتھہ مین ہے۔ لازم ہوگا کہ اطاعت کی جائے۔ نافرمانی اوسیوقت ہوسکتی ہے جب عرفان نہو اور ذات الٰہی اور اوسکی قدرت کا انکار ہو۔ چونکہ ذات الٰہی ذریعہ صفات پہچانی جاتی ہے اسلئے وہی عدم عرفان اور کفر ہے۔ جو لوگ اپنے آپ کو باوجود انکار قدرت مطلق داخل دائرہ اسلام سمجھتے ہین اونکو اس مقام پر زیادہ توجہ کرنی چاہیے اور جاننا چاہیے کہ یہہ اسد سے نہ ڈرنا ہے اور اوسکا نہ پہچاننا۔ ہر سلطنت کا بقا بذریعہ اوس خوف کے ہے جو رعایا کے دلون مین پیدا ہوجاتا ہے ورنہ تعداد لشکر باعتبار رعایا کم ہے۔ جو لوگ سلطنت سے منحرف ہوجاتے ہین اونمین کیا سُقم ہوتا ہے؟۔ یہی کہ قوت سلطنت سے غفلت کرکے نڈر اور بیخوف ہوجاتے ہین اونکی سزا سلطنت نے بھی موت قرار دی ہے یا حبسِ دوام۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے حاکم کے لئے یہ نہ ڈرنا انحراف نہین سمجھا جاتا۔ اور اس ڈر کی توہین کیجاتی ہے اور ڈرنے والون کا استخفاف۔ باقی رہی تقریر الزامی اوسکا جواب یہ ہے کہ افعال کا حُسن و قبح نیت پر موقوف ہے۔ جس کسی کی نیت خود نہ ڈرنے اور نڈر کراکے اسد سے باغی کرانے کی ہو لازم ہے کہ وہ اپنی نیت کے مطابق سزا پائے۔ یہہ امر کہ حاکم حقیقی یا مجازی اوسکی سزا کو ذریعہ انتظام بنالے اور اپنے کام مین لے آئے یہہ اوسکی حکمت اور عقل کی خوبی ہوگی فعل بغاوت کی ماہیت نہین بدلیگی۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ اور کچھہ کہنا ضرور نہین بلحاظ شدّت مقدار سزا مین عبرت داخل ہوتی ہے۔ اعتراض اپنے فعل انکار سجدہ پر سزا ہونے کا خود

شیطان کا ہے۔ اوسنے کہا ہے کہ یہہ قصور نہ تہا۔ اور اوسکا جواب خود حق تعالیٰ نے دیا ہے کہ تو دعوی عرفان مین صادق نہین۔ لیکن باقی افعال اغوا کے استحسان کا دعوی شیطان نے بہی نہین کیا جو اس تقریر سے لازم آتا ہے۔ اس دعوی سے تو شیطان کو بہی شرم آنی چاہیے۔ **حکایت** کہتے ہین کہ ایکدفعہ ایک شخص کو شیطان قریب ایک شہر کے ملا۔ جب معلوم ہوا کہ یہہ شیطان ہے تو اونہون نے کہا کہ میان شیطان تم تو بڑے ہی غضب کی چیز ہو سارا فساد تمنے ہی دنیا مین پیدا کیا اور پہیلایا ہے شیطان نے جواب دیا کہ واہ حضرت مین تو کچہہ نہین کرتا آپ ہی سب کچہہ کرتے ہین چلیئے میرے ساتہہ تماشہ دیکہیئے۔ جہان یہہ باتین ہوتی تہین شیرہ کا کارخانہ تہا شیطان نے شیرہ مین اپنی اونگلی ڈبوئی اور سب شہر کو چل دیے۔ جب شہر مین پہونچے حلوائی کی دوکان پر گئے۔ وہان فوج کے سپاہی پوریان بنوانے اور لینے کے لئے جمع تہے۔ حلوائی مصروف تہا۔ مٹہائی رکہی تہی اوسپر مکہیان جمع تہین شیطان نے آنکہہ بچا کر اپنی اونگلی کا شیرہ دیوار پر مل دیا۔ مکہیان اوس شیرہ کی طرف دوڑین اور جمع ہو گئین اون مکہیون کے لئے چہپکلی دوڑی اور کئی ایک چہپکلیان آکر جمع ہو گئین۔ ایک سپاہی کے پاس شکرہ تہا وہ چہپکلی پکڑنے کے لئے اوڑا چہپکلیان گہبرا کر بہاگین۔ ایک دو چہپکلیان جلیبیون کے تہال پر جا پڑین۔ تہال بہر کے جلیبیان خراب ہو گئین۔ حلوائی کو غصہ آیا اور چہوٹتے ہی شکرہ والے سپاہی کو بہن کی گالی دی۔ سپاہی نے جواب مین حلوائی کے ڈنڈا مارا۔ حلوائی کا سر پہٹ گیا۔ حلوائی نے غل مچایا اوسکی

برادری کے لوگ جمع ہو گئے سپاہیون مین اور حلوائیون مین لڑائی ہوی۔ شہر والون نے ہاتھدروی کرکے سپاہیون کو خوب مارا ہاتھہ پاؤن توڑ دئے سپاہی بہاگے اور اپنی فوج مین جاکر خبر کی۔ وہان سے پلٹن تیار ہوکر شہر والون اور حلوائیون کو سزا دینے دوڑی۔ شہر والون نے جب یہ یورش دیکھی جمع ہو گئے بڑا بلوہ ہوا صدہا آدمی مارے گئے بازار مین آگ لگا دی گئی۔ حاکم شہر کو خبر پہونچی اوسنے اور فوج اس فوج کی تنبیہ کو بہیجی۔ گولی چلنے لگی توپ لگائی گئی۔ مفسد فوج غالب ہوگئی۔ تمام شہر مع حاکم کے نیست ونابود ہوگیا۔ بادشاہ وقت نے بڑے خرچ اور صدہا جانین تلف ہونے کے بعد انتظام پہر درست کیا۔ اوسوقت شیطان نے کہا کہ آپ نے دیکہا کہ مین تو صرف ایک شیرہ بہری ونگلی لگانے کا اور وہ بہی دیوار پر قصوروار ہون۔ یہ سارا فساد آپ کی ذات کا ہے۔ یہہ حکایت اگرچہ مثال ہے مگر ممکن الوقوع ہے اور روزمرہ کی مثال ہے۔ تاریخ کو ملاحظہ فرمائیے۔ لڑائیون کی ابتدا کو دیکھئے۔ لڑائیان اکثر ایسی چہوٹی چہوٹی باتون سے شروع ہوتی ہین کہ تہوڑا سا اگر غصہ ابتداءً دبایا جاتا تو لڑائی نہوتی۔ تاہم اس حکایت سے یہہ خیال نفرمانا چاہیئے کہ شیطان کا شیرہ لگانا ہی بدی تہی۔ بلکہ شیطان نے قوتون مین بہڑک اوٹہنے کی عادت پیدا کر رکہی تہی۔ اور وہ لوگ آسانی سے اوسوقت بہڑک اوٹہتے تہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ انسان اشرف المخلوقات نہین ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات نہین ہے کیونکہ ہم جب بعض انسانون کو دیکہتے ہین اون کو ایسا پاتے ہین

کہ اونمین جانورون سے بہی صدور افعال نیک کی قوت کم ہے پس ایسے انسان کو
اشرف کہنا غلطی ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ کہتے مین ایک مادہ احسانمندی اور عشق
کا مالک کے ساتھہ ہے وہ مالک سے منحرف نہین ہوتا انسان اپنی نعمتون پر اپنے مالک
(اللہ تعالیٰ) سے منحرف ہے۔ یہ شبہہ غلط ہے اگرچہ افسوس ہوتا ہے کہ ہمنے ایسے
افعال کیئے کہ کتّے سے بدتر ہوگئے۔ غلطی یہ ہے کہ شرف باعتبار اختیار ہے جسمین
عقل نے وسعتِ عظیم دی ہے۔ مثال مین جس قوت یا خاصہ کا ذکر ہے وہ عقل حیوانی کے
متعلق ہے مسلم ہے کہ عقل انسانی افضل ہے۔ انسان مین جو عقل کی وجہ سے مادہ
جلب منفعت و دفع ضرر وہ اس شبہہ کا سبب ہے اور اسبات مین فرق نہ کرنے سے
یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض تمیزات حیوانون مین اسی ضرورت سے دیگئی ہین جسکے دینے
کی ضرورت انسانون مین نہ تہی مثلاً جانورون کے بچون کو جب ہم دیکھتے ہین تو انمین
اور انسان کے بچون مین ایک فرق پاتے ہین مرغی کے بچہ کے سامنے اگر وہ چیز ڈالدی
جائے جو اوسکے کہانے کی نہین یعنی ضار ہے وہ اوسے نہ کہائیگا انسان کے بچے کے
ہاتہہ مین اگر زہر دیدیا جائے وہ اوسکو منہ مین لیلیگا اور اگر مٹہائی مین ملا ہے کہا جائیگا اسلیئے
یہہ فرق رکہا گیا ہے کہ اوسکی جان کی حفاظت کا یہی طریقہ ہوسکتا تہا اسکی جان کی حفاظت
اسلیئے دوسرونکے ذمہ رکہی گئی ہے کہ انسان کو ابتدا سے خود اپنی قوت و زور بازو سے
ترقی کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ انسان مین وہی تعلیم اوسکی تمام خوبیون کا باعث ہے۔ پس
تقدم و تاخر عطاء قوت باعث شرف نہین ہوسکتا۔ اصل شے کو دیکہنا چاہیئے کہ وہ کسمین

بہتر ہے - اسلیئے کہ کتّا واقف نہین ہوتا کہ مالک پر اظہار احسانمندی کا آخر نتیجہ کیا ہے - وہ رات کو جاگتا ہے اور حفاظت کرتا ہے لیکن اکثر کتّے جب لکڑی سے ڈرائے جاتے ہین بھاگ جاتے ہین - روٹی ڈالنے سے چپ ہو جاتے ہین - اونکو علم نہین ہے کہ نتیجہ رات کی مزاحمت کا موت ہے جنمین غصہ زیادہ ہے وہ مارے جاتے ہین - اب انسان کو لیجیئے کہ وہ احسانمندی مین اپنی جان اوسوقت اوراسطرح نثار کر دیتا ہے جبکہ نتیجے کو جانتا ہے کہ یقینی موت ہے اور کوئی طمع یا کوئی غصہ اوسکو باعث جانثاری کا نہین ہوتا پس دیکھیئے کہ انسان کی احسانمندی بلحاظ عقل کے جسقدر اعلی رتبہ کی ہے وہ کتّے کی احسانمندی سے کہین اعلی ہے - اور اصل شئے کا یہہ فرق ہے - علاوہ بران کتّے مین ایک صفت ہے انسان مین ایسے ہزارون ہین - پس ایک بات کو جو دوسری وجہ سے بظاہر کم معلوم ہوتی ہے ذریعہ نوعی ترجیح کا بنانا بڑی غلطی ہے - کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ انسان پتھر سے مضبوط نہین اسلیئے پتھر سے بدتر ہے - وہ اوڑتا نہین جانور سے برا ہے لکڑی سی مضبوطی وسمین نہین ہے - اسلیئے وہ لکڑی سے کم درجہ کا ہے - شریعت مین جو حکم ہے کہ کتّے کے بعض خصائل انسان کو پیدا کرنے چاہیئن صحیح ہے اور یہہ معنی ہین کہ ان افعال کی ایسی مشق کرنی چاہیئے کہ مثل حیوانون کے مخالفت اوس عادت سے نہو سکے - اوس سے شرف مماثل کا لازم نہین آتا یہہ ایک طرح کا سمجھانا ہے اور حقیقت مین عبرت کا مقام ہے کہ ہم باوجود ایسے فضائل کے ایسے شبہات کا ذریعہ بنا تے ہین

جواب اس شبہہ کا کہ باعتبار اولاد

ایک شبہہ یہہ ہے - کہ بعض اوقات ہم مخلوقات کو

بعض لوگ بد بعض نیک ہوتے ہین

دیکھتے ہین تو اونمین ایسی قوت جو صدور افعال قبیحہ کے متعلق ہے بڑہی قوی پاتے ہین ایسی جو افعال حسنہ کی ہے کمزور پاتے ہین مثلاً بعض کامل چور ایسے ہین کہ اونمین ایسی قدرت ہوتی ہے کہ صاف دیوار پر مثل چھپکلی کے چڑہ جاتے ہین۔ بعض عورتین ایسی ہوتی ہین کہ اونمین مادہ بیحیائی کا خاص طرح کا ہوتا ہے اس سے یہہ کہنا جائز ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اونکو اسی کام کے لئے پیدا کیا وہ راہ راست پر نہین آسکتے مجبور ہین۔ اس کا بیان ہو چکا ہے۔ جو انسان مجبور معلوم ہوتے ہین وہ حقیقت مین مجبور نہین۔ مادّون مین جسقدر خصوصیت ہے وہ قبول اثر کی ہے۔ جو چور ایسے ہین کہ مثل چھپکلی کے دیوار پر چڑہ جائین وہ محتسب ہو سکتے ہین۔ یا فوج کے ملازم قلعون پر چڑہ جانے والے۔ اور جب بھڑکانا موجود ہے اور اوسکے ذریعہ سے شر پیدا ہوتا ہے اوسکا علاج پیدا کرنا ضرور ہے۔ بدون کا علاج بسا اوقات بدون کے ذریعہ سے بہتر ہوتا ہے۔ یہہ جو پیدا کرنے مادہ قبول اثر کی ہے۔ جو عورتین ایسی ہین جنمین مادہ بیحیائی زیادہ ہے وہ بہی ضرورتون کے وقت کام مین آنے کے قابل ہین اور اسی لئے اونمین یہہ مادہ ہے۔ چنانچہ فوجون مین زنان منکوحہ کا ساتھہ رکھنا ممکن نہین ہوتا۔ اور وہ اون کا وقت ہوتا ہے یہان تک یہہ ضرورت ضروری ہے کہ ہر مہذب سلطنت ایسی عورتون کی موجودگی مین مزاحمت نہین کرتی قبول اثر کے مادہ کے سبب سے اللہ تعالی نے اونکے لئے وسعت دیدی ہے (یعنی قاعدہ حسن و قبح افعال مین) چنانچہ متعہ کا جواز حقیقت مین اسی لئے ہے۔ ضرورت جواز متعہ مسلم ہے کہ یہہ تہی کہ عربی فوج کو عورتین نہ ملتی تہین۔ اپنی

عورتین ساتھہ رکہی نہین جاسکتی تہین اگر ایسی عورتین نہوتین یہہ کام نہ نکلتا جسکی ضرورت ابتک ہے - پس جسقدر تعلق مادہ کو ہے اوسی قدر حسن فعال مین گنجایش دیدی گئی ہے یہان اس فرق کو ملحوظ رکہنا چاہیے - جو قواعد الہی و قواعد مقرر کردہ انسان مین ہے -

جواب اس شبہہ کا کہ سلاطین جابر کو سلطنت دینا خلق شر ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب مانا جائے کہ بادشاہت قائم رکہنے مین اصلی سبب اللہ تعالی ہے تو جو حاکم دنیا نالائقون کو حکومت دیتا ہے قابل سخت الزام کے ہوتا ہے گو اوسکو علم صرف ظنی ہوتا ہے اللہ تعالی کا علم یقینی ہے - پس ایسون کا بادشاہ بنانا کیونکر اللہ کو الزام سے پاک رکہہ سکتا ہے جیسے فرعون کو بادشاہ بنانا اور اوسیطرح کے جو اور بادشاہ ہوئے اونکا بادشاہ بنانا تہا یہہ شبہہ غلط ہے اسلئے کہ حق تعالی نے یہہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے کہ انتظام آدمیونکا بذریعہ آدمیون کے ہو - ضرور ہر وقت خلیفۃ اللہ فی الارض موجود ہے لیکن اگر ہر وقت خلیفۃ اللہ فی الارض کو اقتدار ظاہری دیدیا جاتا تو ہدایت جبری ہوجاتی اور پہر جیسا بیان ہوا دنیا امتحان گاہ نہ رہتی - پس جبتک باعتبار بہت سی ضرورتونکے دنیا کا امتحانگاہ رکہنا لازم ہے خلیفۃ اللہ کو اقتدار ظاہری نہین دیا گیا لیکن انسانون مین انتظام بغیر بادشاہ کے نہین ہوسکتا اگر بادشاہ نہو کفار کا حالت انبعاث مین رہنا بیفائدہ ہوجائے کیونکہ پہر دنیا بجائے حالت ترقی کے حالت تنزل مین ہوجائیگی - اسلئے بادشاہ اونکا اونمین سے بنانا ضرور ہے - اور اسلئے مدد بہی اوسکی ضرور ہے - تاکہ برائی حد سے نہ بڑھ جائے اور اوسکے ساتھہ اور منافع بہی ہین - یعنی یہہ کہ اللہ تعالی کی شفقت و عنایت کا مقتضی

یہہ تہا کہ الیسون کو بادشاہت دے - کیونکہ اگر اللہ تعالے کافرون کو پیدا کرتا اور
اونکے لیئے بڑی سزا عقبی کی بناتا اور اونکو نعمات دنیادی سے بہی محروم کردیتا کسقدر سختی
ہوتی - یہہ بہی ہے کہ اوسنے مہلت دی کہ شاید کفار سمجہہ جاوین اسلیئے عذاب سخت مین
جلدی نہین کی جب کفر سے معافی دینی نہتی تو تاخیر ضرور تہی - چونکہ کفار کے لیئے
نعماتِ دنیا عوض نعمات دائمی آخرت کے ہین ضرور ہے کہ دنیا کفار کے لیئے ہو - تا کہ وہ
جسقدر فائدہ اوٹھا سکین اوٹھائین - اسی لیئے حقیقت مین دنیا کفار کے پاس
ہے - بادشاہ کثرت سے اونمین ہین - اسلام مین بادشاہت اس ضرورت سے
نہین ہے - صرف لبقار اسلام کی ضرورت سے ہے اور اسیلئے قلیل ہے - علاوہ
برآن بعض وقت ضرر کا مقابلہ ضرر سے کیا جاتا ہے - اسلیئے بادشاہت حاصل کرنے
مین ایسے لوگون کو مدد دی جاتی ہے جنہون نے اپنے آپکو برا بنا لیا ہے -
بدی اور نیکی کی بابت غالباً اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ یہان ضرورت اعادہ نہین ہے

جواب اس شبہہ کا کہ انسان مجبور ہے اور مسئلہ جبر و اختیار کا بیان -

ایک شبہہ یہہ ہے - کہ بعض امور وارشادات پر غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین کچہہ قوت نہین اور سب کچہہ
اللہ کرتا ہے اور انسان کے ہاتہہ پانون جکڑے ہوے ہین اوسپر حجت تمام نہین ہے
چنانچہ بعض آیات اور ارشادات الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت وغیر ہدایت اللہ کے
ہاتہہ مین ہے اور ذرہ بہی بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کرتا یہہ ایسا امر ہے کہ لوگون
نے اسمین بہت بحث کی ہے - خلاصہ اونکی تقریر کا یہہ ہے کہ جہان جہان یہہ ارشاد

ہوا ہے کہ جسکو ہم چاہتے ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کر دیتے ہین اسکے
معنی یہہ ہین کہ راستہ بہلائی برائی کا دکہلا دیتے ہین اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے کہ جو
چاہے ایمان لائے اور جو چاہے ایمان نہ لائے اوسکے معنی یہہ ہین کہ ہم منزل
مقصود پر نہین پہونچاتے۔ میرے نزدیک حقیقت یہہ ہے کہ جہان یہہ ارشاد ہوا ہے
کہ جسکو ہم چاہتے ہین ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کرتے ہین معنی اوسکے
یہہ ہین کہ یہہ بیان قدرت الٰہی ہے جسمین توفیق داخل ہے۔ اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے
کہ جو چاہے ایمان لائے یعنی ہدایت پائے اور جو چاہے گمراہ ہو یعنی ایمان نہ لائے
معنی اوسکے یہہ ہین کہ وہ بیان اختیار ہے جو بشر کو عنایت ہوا ہے اور یہہ مراتب اختیار
کے اوسیطرح ہین جیسے تمام اختیارات درجہ بدرجہ حکام وقت کے دیکہے جاتے ہین۔
بڑے حکام کے اختیارات چہوٹے حکام کو اختیار دینے سے سلب نہین ہوتے۔ نہ اونکے
اختیار سے چہوٹون کے سلب ہوتے ہین۔ صرف فرق یہہ ہے کہ اللہ تعالی جل شانہ کے
اختیارات بڑے زور کے ہین مگر وہ بشر کے اختیار مین ہر وقت مخل نہین ہوتا اسلیے اختیار بشر
بہی بحال خود باقی رہتا ہے۔ اور قدرت الٰہی بہی بحال خود باقی رہتی ہے یہہ بات بطور جمع
اضداد کے اور بظاہر محال عادی معلوم ہوتی ہے مگر واقع مین محال نہین ہے۔ آپ اس محال
کو حیثیت سے تعبیر فرما لیجئے کہ ایک حیثیت سے اختیار و قوت ہے ایک حیثیت سے
بے اختیاری و ضعف ہے اور دونون ایک جگہہ جمع ہین تفصیل اسکی شاید اس بیان سے
سمجہہ مین آسکے کہ انسان کے اختیارات جہانتک ہم دیکہتے ہین بڑے زور کے پاتے ہین

یادشاہونکا حکم ایسا ہے کہ ایک زبان ہلانے سے ملک کے ملک خاک سیاہ ہوجاتے ہین
ایک توپ چلانے سے صدہا آدمی ایکدم سے فنا ہوجاتا ہے مضبوط قلعے اوڑجاتے
ہین باوجود اسکے اسقدر اونمین ضعف ہے کہ ایک ذراسا خون اگر دماغ کے اعصاب مین
باریک رگون سے نکلکر فالج پیدا کرے تو زبان چل ہی نہ سکیگی - وہ ہاتھہ جو اتنی جانین
تلف کرسکتا تہا اوٹہہ ہی نہ سکیگا - یہانتک کہ ایک خیال نفع وضرر کا زبان اور ہاتھہ
دونون کو روک لیتا ہے - خیال ایسی چیز ہے کہ آدمی کے بس مین نہین ہے چہوٹی سی
رسی باندہنے سے ہاتھہ نہین چلتا ذراسے درد سے یا ایک ٹہنیسی سے بیکار ہوجاتا ہے
پس دیکھئے کہ کتنی قوت زبان اور ہاتھہ مین ہے اور کتنی کمزوری اونمین ہے یہہ دونون حالتین
اضداد ہین اور کس عجیب طرح سے ایک جگہہ جمع ہین - اسیطرح باوجود اسکے کہ انسان کو
اختیار ہے وہ مجبور بہی ہے اور ایسا مجبور ہے کہ جب بڑے اسباب پر نظر ڈالیگا تو یہہ
کہنا روا نہین ہوگا بلکہ حقیقت حال ہوگا کہ اللہ کی قدرت کے ستابع ہین اور اسلیئے کہہ
سکتے ہین کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے سیدہا راستہ دکہلاتا ہے
مگر باوجود اسکے ایک ایسی حد موجود رہتی ہے کہ اوسکی ذات پر الزام عائد نہین ہوتا اور وہ
اختیار جو مستلزم سزا و جزا کرتا ہے باقی رہتا ہے - مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص فرض
کیجئے کہ اوسکے اوپر اسلام کی خوبیان اسطرح روشن ہوئین کہ اوسنے مسلمانون کو دیکہا کہ رات
دن مصروف عبادت ہین اور سوائے بہلائی کے اور کچہہ کام نہین کرتے خدا کی ذات کو اونسے
بہتر کسی نے نہین پہچانا - جو بیان کرتے ہین اوسمین سچائی ہوتی ہے اور اس خوبی سے اوسے

پختہ کردیا کہ تحقیق کی تکمیل کرکے مسلمان ہوجانا چاہیئے اور فیصلہ کرلیناچاہیئے۔ وہ
مسلمان ہونیکے لئے ایک شخص کے پاس گیا اور جاکر بیٹہا۔ وہان کیا دیکہتاہے کہ
مولویصاحب کے پاس ایک شخص کہڑاہوا کہتاہے کہ رات جو تہیلی روپیون کی مین نے
آپکے پاس امانت رکہی تہی واپس عنایت فرمایئے۔ مولویصاحب فرماتے ہین کہ توجہوٹاہے
اور تونے کوئی امانت میرے پاس نہین رکہی وہ بیچارہ کان پکڑواکے نکالدیا گیا مولویصاحب
کے معتقدین نے اوسپر سختی کی۔ اس شخص کو شبہہ ہوا کہ حقیقت حال کو زیادہ دریافت
کرنا چاہیئے تب مسلمان ہونگا اوسوقت وہ چلاآیا یہہ مظلوم تہیلی والا ایک عورت کے پاس گیا
اوس سے حال کہا کہ مولویصاحب وہوکہ باز نکلے۔ اوس عورت نے کہا کہ مین تدبیر کرتی ہون
اونکو بہی دہوکہ دونگی۔ اوس عورت نے بعد نماز عصر ایک ڈولی کرایہ کی اور اپنے زیور کا صندوقچہ
ساتہہ لیا۔ مولویصاحب کے ہان پہنچی۔ اطلاع کرائی۔ عرض کیا کہ اوس بندی کا شوہر سفر مین ہے
اور پولیس کی غفلت سے چورون کا زور ہے۔ چاہتی ہون کہ یہہ زیور جناب کے پاس امانت
رکہون اور یہہ کہکر زیورات کا صندوقچہ جہٹ پٹ کہولدیا۔ مولویصاحب کی نظر جب
زیور کے قیمتی نگینون اور اونکی دمک پر کہ مثل گوہر شبچراغ چمکتے تہے پڑی آنکہین کہل گیئن
لوٹ گئے اور دل مین سوچے کہ بڑا شکار جال مین پہنسا۔ دکہلانے کو پہلے انکار کیا
پہر راضی ہوگئے کہ رکہہ لونگا۔ فہرست تیار ہونے لگی باہر یہہ عورت اوس تہیلی والے کو
کہڑا کرگئی تہی کہ جب مولویصاحب مصروف ہون تو حاضر ہونا اور تہیلی کا تقاضا کرنا۔
اس اثنا ے انتظار مین یہہ شخص بہی جو مسلمان ہونا چاہتا تہا آپہونچا۔ تہیلی والے کو مکان

مولویصاحب کے باہر دیکھہ کر پوچھا کہ بعد صبح کی ڈلت کے اب آنیکی کی وجہ کیا ہے
اوسنے ترکیب بتلائی شوق استعلام مین یہہ بھی باہر کھڑے ہوگئے کہ دیکھین اب
کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہہ شخص بھی اندر گیا اور مولویصاحب کے پاس پہونچا اور
پہر تقاضا کیا۔ مولویصاحب کو یہہ خیال ہوا کہ اگر اسوقت امانت واپس کردینے مین
حجت کی مبادا یہہ عورت بھڑک جائے اور یہہ سارا زیور ہزارون روپیہ کا ہاتہہ سے نکل جائے
اسلیئے فرمایا کہ اے شخص تو نے تو صبح ہی آنیکا وعدہ کیا تہا اب تک کہان رہا اپنی تہیلی
جلدی لیجا۔ مجھے اس امانت سے بڑی تکلیف ہوئی رات بھر مین اوسکی حفاظت کرتا رہا
چپکے سے مولویصاحب اوٹھے اور تہیلی لاکر حوالہ کردی وروہ تہیلی والا خوش خوش باہر آیا۔ ان حضرت
کو جو اسلام لانیوالے تھے اس حال کو دیکھکر تعجب ہوا اور نفرت ہوی اور اس سوچ مین انکو
خیال ہوا کہ یہہ عورت مفت ماری جاتی تہی۔ یہہ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک اور عورت
دوڑتی ہوی آئی اور جہٹ پٹ اندر چلی گئی اور اوسنے مطابق اوس اقرار کے جو پہلے سے
کرلیا تہا زیور والی عورت سے کہا کہ اے بی بی مبارک ہو آپکے شوہر سفر سے آگئے
جلدی گھر چلو۔ بی بی خوش ہوئین اور جلدی جلدی اپنے زیور کو صندوقچہ مین ڈال
یہہ جا وہ جا مولویصاحب کے مکان سے باہر نکل آئی اور ان حضرت کو جو مسلمان ہونے
آئے تھے بڑی خوشی ہوئی کہ عورت بھی خوب بچی اور تہیلی والے کا کام بھی ہوگیا
تاہم دلچسپی کے سبب سے اس مرد کا قصہ پوچھنے کو عورت کے ساتہہ ہوے۔ اوسنے
اونکا حال بتلایا کہ اس احمق نے کل اپنے گھوڑی سو روپیہ کو بیچی تہی۔ سارا روپیہ اسکا

ایک عورت نے اسطرح ٹھگ لیا تہا کہ یہہ میان روپیہ کو رومال مین لئے بازار مین گہومتے
تہے اور مارے شوق کے جہان ہو سکتا تہا رومال کہول روپیہ گننے بیٹھہ جاتے تہے
ایک عیارہ تاڑ گئی اور اوسنے ایک جگہہ ملی اور کہا کہ وہ بندی عجیب مصیبت مین مبتلا ہے
شوہر اوسکا برسون سے پردیس مین ہے اب نہ تحمل ہے نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہون
آپ چلیئے اور قاضی صاحب کے یہان چلکر کہئے کہ مین اسکا شوہر ہون سفر کو گیا تہا
وہان دوسری شادی کر لی اب اسے طلاق دیتا ہون اور قاضی جی کے سامنے طلاق
دیدیجئے مین اقرار کر لونگی کہ مین نے مہر اپنا پا لیا۔ اسکی مزدوری مین آپکو عه روپیہ دونگی
یہہ راضی ہو گئے اور قاضی کے یہان (کہ یہی مولویصاحب تہے) جا کر طلاق کو جاری
کیا۔ مہر کی تعداد ما عه روپیہ بتلائے عورت نے کہا کہ مین نے پا لیا یہہ عورت
انکو عه روپیہ دینے گہر لائی اور دے کر رخصت کر دیا۔ مگر جب یہہ باہر نکلے غل مچا دیا
کہ میرا روپیہ لئے جاتا ہے جو ابہی مہر کا دیا تہا۔ پہر قاضی صاحب تک نوبت پہونچی
اونہون پورا ایک سو دس روپیہ عورت کو دلا دیا۔ اتفاقاً یہہ شخص مجہے ملا روتا اور
گالیان دیتا جاتا تہا۔ مین نے حال پوچہا اوسنے بتلایا مین سمجہ گئی کہ یہہ فلان عورت
کا کام ہے۔ مین نے کہا کہ اگر روپیہ واپس کرا دون تو کیا دیجئیگا آخر عه روپیہ اپنی
اجرت قرار دیکر اسکو یہ ترکیب بتلائی کہ اس عورت کے دو بچے ہین اونپر تو قبضہ کرنے
وہ اسوقت مدرسہ مین ہین۔ چنانچہ اوسنے قبضہ کیا تب اوس عورت نے روپیہ واپس
دیا۔ پہر یہ کمبخت اونہین مولویصاحب کے پہندے مین جا پہنسا تہا۔ مین نے پہر اوسنے

نکالا ہے جسکا قصہ آپ نے بہی دیکہا۔ انکو بعد معلوم ہونے ان اتفاقات اور تدابیر کے اسباب کا خیال ہوا کہ ابہی جلدی نہین کرنی چاہیئے اور اہل اسلام کے حال کو زیادہ دریافت کرنا چاہیئے رات کو وہ سوئے سانپ نے کاٹا اور مر گئے۔ فرمایئے کہ اسوقت آپ کوئی اعتراض خصایل بشری پر کر سکتے ہین یا کوئی اعتراض اسباب پر بہی کر سکتے ہین کہ ہدایت اور غیر ہدایت اوسکے ہاتہہ نہین ہے اسلئے کہ یہ شخص جو مسلمان ہونے سے رہ گئے اون سے ممکن ہے کہ ایسے افعال قبیحہ سرزد ہوچکے ہون کہ اونکو سزا دینا اوسکی حکمت کے نزدیک لازم ہوا اور اسلئے اونکو نعمت اسلام سے محروم کہنا ضروری ہو۔ اگر حق تعالے اکو منظور ہوتا کہ یہہ مسلمان ہوجائے تو اس شخص کی عقل مین اسقدر قوت آجاتی کہ سمجہتے اور جانتے کہ ایک فرد کا فعل اصل اصول اسلام سے نفرت کا باعث نہین ہوسکتا۔ یہہ لوگ دین کے امتحان دئے ہوئے نہین ہین دنیا دار ہین جنہون نے دین کو ذریعہ دنیا کمانے کا بنایا ہے اور سخت نفرت کے قابل ہین۔ اسلام نے برائی اونکی زور سے بیان کی ہے۔ ایسے دنیا دار ہر مذہب مین ہین۔ اگر وہ ایسا کرتے اصل اسلام کی خوبیون کو دیکہکر خود مسلمان ہوجاتے۔ پس دیکہیئے کہ ایک وہ قوت تہی کہ اوس انسان نے بہلائی کو اسلام کی پہچانا ایک جگہہ یہہ ضعف ہوا کہ وصول الی المقصود یعنی منزل پر پہونچنے سے رہ گئے۔ دونون مین برائی نہین۔ اللہ تعالی پر کوئی حجت نہین اوسنے مادہ عقلی دیا اور اوسی نے اوسمین وہ سبب پیدا کیا کہ کچہہ نہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اس بات کی ایک عمدہ مثال ہے اللہ تعالی جل شانہٗ

فرماتا ہے جسکا حاصل ترجمہ یہہ ہے کہ وہ عورت تو یوسف کے ساتھہ ارادہ بد کر ہی چکی تھی اور یوسف کو اپنے پروردگار کی طرف کی دلیل "کہ میرا آقا ہے" اوسوقت نہ سوجھہ گئی ہوتی تو وہ بھی اوس عورت کے ساتھہ ارادہ بد کر بیٹھتے۔ ہمنے یوسف کو ثابت قدم کہا کچھہ شک نہین کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندونمین سے تھے" پس ملاحظہ فرمایئے اس مین کچھہ برائی نہین ہے۔ اگر مدد ترک کردیجاتی تو بھی حجت حضرت یوسف پر تمام تھی میرے نزدیک افعال قبیحہ ایسی چیز ہین کہ بہر مدد اسد کی باوجود ایسی قدرت اور زور کے اختیارات انسانی کے نہین ہوتی اور ہدایت پوری نہین ہوتی اور وہ سزا ہوتی ہے (یعنی توفیق اوٹھا لینا) جو ضروری ہے۔

شرح آیہ لاتحرک ذرۃ کی۔ ممکن ہے کہ معنی لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کے یہ ہون کہ ذرہ بھی بغیر اجازت اللہ تعالیٰ کے نہین ہلتا اور مقصود اس اذن سے حکم تھو اذن ہو یعنی اختیار کہ وہی اذن ہے۔ اور رفع تناقض اوسوقت یون ہوگا۔ کہ جب کوئی نتیجہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اجازت ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہین ہوتی اور یہ اجازت نتیجہ اختیار بشری جہانتک متعلق ہے" تاکہ اسباب بیکار نہون" عموماً ہوتی ہے جب اسباب کا بیکار کرنا ہو اجازت نہوگی۔ اسباب بیکار ہو جائینگے۔ یا یون رفع تناقض ہوگا کہ حکم سے اوسکی قوت مراد ہو اور اصل سبب اوسکی حرکت کا وہ قوت ہو۔ پس معنی یہہ ہونگے کہ حقیقت مین اذن وہی تھا جو ہلنے کی قوت حاصل ہوی تھی۔

ممکن ہے کہ معنی اسکے یہ ہون کہ غیر ذی روح بغیر اذن الٰہی کے حرکت نہین کرتے

ذرہ کو اوسی طرح ذکر کیا ہے جیسے معنی و بیان کا قاعدہ ہے اور اُردو مین کہتے ہین کہ
مکان مین چڑیا بہی نہین تہی - اور یہ بہی نہین ہلا معنی یہ ہوتے ہین کہ کوئی حتی کہ چڑیا
بہی نہ تہی - اور کسی قسم کا عمل نہین ہوا اسقدر بہی جتنا پتہ ہلنے مین ہوتا ہے پس معنی یہ ہوتے
ہین کہ جب ذرہ بہی بغیر حکم الہی کے نہین ہلتا - سورج اور چاند اور آسمان و زمین بغیر اوسکے اذن
کے کیسے گردش اور حرکت کر سکتے ہین - ذی روح جنمین ارادہ اور اختیار دیا گیا ہے یہان
مراد نہین ہو سکتے - پس لازم ہے کہ یا یون کہیے کہ اذن بمعنی اختیار کے ہے یا یون کہیے کہ ذی روح
مراد نہین ہین اور اس کلام مین اونکا بیان نہین ہے -

اس اذن و حرکت کا مین نے عجیب تماشہ دیکہا ہے کہ عقل حیران ہو گئی اور معلوم
ہوا کہ ذرہ بہی بغیر اللہ تعالی کی مرضی کے نہین ہلتا - وہ تماشہ یہ تہا کہ ایک دفعہ جونپور مین
وبا ہیضہ پیدا ہوئی - وبا کی بابت جسقدر تحقیقات ہوئی ہے معلوم ہوا ہے کہ
کچہہ کیڑے پیدا ہوے یا ہوا مین ایسی حرارت پیدا ہوئی کہ وہ جب جسم مین گُس گئی تو
اوسمین ایک زہریلا مادہ پیدا ہوا اور وہ ہلاکت اور دوسرونکی عبرت کا باعث ہوئی لیکن ہر
شخص وبا مین مرا نہین بعض کو کیڑون نے اثر نہ کیا یا اوس ہوا نے ضرر نہین پہونچایا
یا بعد اثر اچہے ہو گئے - اس سے ظاہر ہوا کہ وہ بعض جنکو اثر ہوا وہ بغیر اذن کے نہین
ہو سکتا تہا - ڈاکٹر کہتے ہین کہ بعض آدمیون مین ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ مادہ اونپر
اثر نہین کرتا تعدیہ اونمین ہوتا ہے جنمین قوت نہو لیکن مین نے اپنی آنکھون سے دیکہا
کہ ایک مکان مین چند شخص تہے اور ایک کنوئین سے پانی پیتے تہے - دو بیمار ہوے

اور کوئی بیمار نہوا - ایک مر گیا ایک اچھا ہو گیا اور کون اچھا ہوا جو مرنیوالے سے سخت تر بیمار تہا - مرنیوالے کے دل مین یہہ بات پیدا ہوی کہ دوا نہ پی جینے والے کو آلو بخارے نے قے - برد الطراف - وقعر عینین حالت محض بیہوشی مین بند کردی - اس بیمار کا دوڑ بحالت مرض کمزور بچہ سے پیاوہ بچہ کچہہ بہی متاثر نہوا - یہہ خاص میرے اوپر گذرا ہوا معاملہ ہے - نہ تعدیہ تہا نہ قوت اور غیر قوت کو دخل تہا - یہ دکہلائی دے رہا تہا - کہ جو اسد چاہتا ہے وہ ہو رہا ہے - پس میری سمجہہ مین بہی آگیا ہے کہ ذرہ بہی بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کرتا سب کچہہ اسد کے بس مین ہے - مگر بس مین کہنا اوسی حد تک عمل مین لایا جاتا ہے جہان تک اون اختیارات مین جنکی بنا پر سزا اور جزا کا استحقاق پیدا ہوتا ہے خلل نہ آئے -

مین جب اپنے حال پر غور کرتا ہون یہہ بات پاتا ہون کہ ضرور انسان کی قوت تام ہے مگر پہر بہی سب کچہہ اسد تعالےٰ کے ہاتہہ مین ہے اور قوت بہی بحال خود باقی ہے اور اختیار الٰہی بہی بحال خود باقی ہے اور یہی ذریعہ اختلاف مراتب کا ہے جس کی خوبیان مین اوپر بیان کرچکا ہون کہ وہ لازمی اور دوسری مصلحت سے ہین - مناسب ہے کہ جو مجہپر گذرا ہے اوسے اور بیان کرون میرے باپ کا اتفاق عین غدر ۱۸۵۷ء مین ایک انگریز کے ساتہہ نوکری کرنیکا ہوا جو نہایت سید ہے دل کے فوجی آدمی تہے بہت ہی نیک تہے - قوت حافظہ اور قوت چشم قوی تہی - خاندانی بہی تہے اسلئے اونکے احکام سے حکام تعرض کم کرتے تہے کرنیل آگسٹس ہنری ٹرنین اونکا نام تہا - میرے

باپ کی وفات ۱۸۶۰ء مین واقع ہوی جب مین کم سن تہا۔ جسوقت مجھکو شعور ہوا آٹھہ برس بعد قصد کیا کہ معاش تلاش کرنی چاہیے۔ مین اونکے پاس گیا اور اپنا حال کہا کہ یہہ نام ہے۔ یہہ والد مرحوم کا نام ہے وہ وہی تہے جنہون نے غدر مین آپکے ساتھہ جان نثاری کی اور عوض نہین لیا۔ پنشن پاکر آرام نہین کیا۔ مجھے حاجت ہے نوکری دیدیجیے۔ جواب دیا کہ ہمارے پاس کوئی جگہہ خالی نہین ہے۔ مین نے تبدیل مرام اور پی سے میرٹھہ واپس آیا۔ بعد دو تین سال کے مجھکو پھر اوس ضلع مین جانیکا اتفاق ہوا ایک صبح پھر اون صاحب سے ملا اور پہر حال بیان کیا۔ کہنے لگے کہ تم اوس شخص کے بیٹے ہو جو غدر مین ہمارے ساتھہ تہے تم وہی ہو جو پیچہے سے ہمارے پاس آیا کرتے تہے۔ مین نے جواب دیا کہ ہان وہی ہون۔ بولے کل کچہری کی حالت مین آنا دوسرے دن مین گیا اور جب سامنے پہونچا ٹرنین صاحب کو بہت خوشی ہوی اور سرشتہ دار سے پوچہا کہ کوئی نوکری خالی ہے سرشتہ دار نے جواب دیا کہ نہین پوچہا کہ کسی کو ہمنے امتحاناً مقرر کیا تہا۔ سرشتہ دار بولا کہ فلان نائب تحصیلدار کو دو سال ہوے آپ نے امتحاناً مقرر کیا تہا اوسکے استقلال کے کاغذات رکہے ہوے ہین سنکر بولے اوسکو اپنی اصلی جگہہ واپس کردو اور اس شخص کو مقرر کردو۔ مجھے ابتک حیرت ہوا کرتی ہے کہ وہی مین تہا۔ وہی ٹرنین صاحب تہے وہی حقوق تہے سنہ ۱۸۶۷ء مین کیا تہا کہ جواب صاف ملا سنہ ۱۸۷۰ء مین کیا ہوا کہ ایسی گہری ملی جو میری اوسوقت کی حالت کے لئے ایک عجیب نعمت تہی۔ حافظہ کا مین نے خود تجربہ کیا کہ تین سال کے بعد

اُردو مین جاری کیے ہوے احکام لفظ بلفظ بتلا دیتے تھے - میر اختیار اور قوتِ
صدورِ افعال ٹرنین صاحب کا یکسان تھے مگر ایک وقت ایک نتیجہ ہوا دوسرے وقت
دوسرا نتیجہ اور یہ بات سمجھہ مین آئی کہ باوجودیکہ قوت اور اختیار انسان کا ایک طرح سے
کامل ہے مگر دوسری طرح سے کچھہ بھی نہین نہایت ناقص ہے - اور دونون اسطرح کے
ہین کہ نقصان دونون کے کمال مین نہین ہے اور ایک دوسرے کے اسطرح تابع نہین
ہین کہ اللہ تعالی پر الزام رکہا جا سکے - دیکھیئے یہ قوت اور یہ حکمت صرف اللہ کے کامون
اور ایجادون مین ہے جو ہماری عقلون سے باہر ہے - سبحان اللہ - الغرض یہی معنی
ان ارشادات کے میرے خیال مین ہین اور میری سمجھہ مین یہہ ہے کہ یہ دہوکا ہے - اختیار
کا نقصان نہین ہے - انہین قوتون پر نظر کر کے بعض بڑے لوگون نے یون بیان کیا ہے
کہ جبر و اختیار امر بین بین ہے یہ بالکل سچ ہے مگر ضرورت تفصیل کی ہے کہ اختیار انسانی
بھی پورا ہے اختیار الہی بھی پورا ہے چنانچہ مثال اوسکی بھی بیان ہوی یعنی حکام چھوٹے
ہوتے ہین اور بڑے - دونون مین اختیار ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے پر - اور دونون
صاحب اختیار ہوتے ہین - اقتدار بڑے کا اور اقتدار چھوٹے کا بحال خود قائم رہتے
ہین جیسے بادشاہ کے احکام کی تعمیل مین بھلائی برائی ہوتی ہے اور بادشاہ اصل علت یا
سمجھا جاتا ہے وہی یہان ہے یا کچھہ زیادہ ہے مگر نہ اتنا کہ اختیار مین ایسا خلل ہو کہ ذمہ داری
اور تکلیف معدوم ہو جاین -

چونکہ یہہ بڑی بحث ہے مناسب ہے کہ بعض آیات نقل کیجاین تا کہ تسکین

ہوجائے اور شک باقی نرہے۔ پس ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ اس ہدایت وغیر ہدایت کی بابت ارشاد فرماتا ہے کہ۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ترجمہ دین مین زبردستی کا کچھہ کام نہین۔ گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہوچکی ہے توجو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اوسنے مضبوط رسّی پکڑ رکھی جو ٹوٹنے والی نہین اور اللہ سبکی سُنتا اور سب کچھہ جانتا ہے اللہ ایمان والونکا حامی اور مددگار ہے کہ اونکو کفر کی تاریکیون سے نکالکر ایمان کی روشنی مین لاتا ہے اور جو لوگ دین حق سے منکر ہین اونکے حمایتی شیاطین ہین کہ اونکو ایمان کی روشنی سے نکالکر کفر کی تاریکیون مین ڈھکیلتے ہین یہی لوگ دوزخی ہین کہ وہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے۔ اس سے صاف تر ارشاد دونون امر کا آپ اور کیا چاہتے ہین۔ انسان نہ کفر پر مجبور ہے نہ ایمان پر بلکہ پورا اختیار رکھتا ہے۔ جب وہ ایمان لاچکتا ہے تو اللہ اوسکا حامی اور مددگار رہوتا ہے اور پھر مدد کرتا ہے اور تاریکیون سے جو بعد مین بھی رہتی ہین کہ وہ مہالک ہین۔ نکال دیتا ہے دلکو روشن کردیتا ہے۔ اور جنھون نے کفر اختیار کیا ہے اونکی حمایت و مدد چھوڑ دیتا ہے تب شیطان کا دخل ہوتا ہے وحسیقدر اصلی روشنی ہے یعنی اللہ کو انسان خود پہچانتا ہے اوس سے نکالکر اندھیرے مین

ڈالدیتا ہے اور یہہ سزا ہے ۔ اور کسی قسم کی برائی اللہ تعالیٰ پر نہیں ۔ دونون امر موجود
ہین ۔ پھر ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ
وَاِلَی اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝ ترجمہ وہ اونکے اگلے اور پچھلے حالات کو جانتا ہے
اور سب کامون کی بازگشت اللہ کی طرف ہے ۔ ظاہر ہے کہ معنی اسکے یہہ ہین کہ
ہر ہر کے کام اللہ کی طرف بازگشت رکھتے ہین ۔ بازگشت سے الزام نہین ہوتا نہ مجبوری
پیدا ہوتی ہے ۔ مثال اسکی یہہ ہے کہ نہر جو بنائی گئی ہے پانی ایک رستہ سے جاتا ہے
اور کھیتون مین پہونچکر نفع دیتا ہے اوس سے پانی کی قوت و نفع دور نہین ہوسے
لیکن اوس مین خاصیت دینے سے رجوع اور بازگشت نفع کی اوسکی طرف ہے نہر کا
منبع ٹوٹ جانے سے جو نقصان ہوتا ہے الزام اوسپر نہین ہے بلکہ ما بعد کی سو تدبیر
ہے اور آخر کو بلا الزام سب امور اوسکی طرف رجوع ہوتے ہین ۔ اگر وہ مادہ پانی مین پیدا
نہ کرتا آب مین قوت نہ دیتا پانی کھیت تک نہ پہونچتا ۔ اسلئے امور کی رجوع بذریعۂ اختیار
اور باوجود اختیار اوسکی طرف ہے ۔ چنانچہ جہان اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡیٌ فَهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ۔ بہرے گونگے اندہے ہین پس وہ بازگشت
نہین کرتے ۔ وہان بہی لفظ بازگشت و رجعت ارشاد ہوا ہے غفلت نفرمایئے ۔
وہ بہی ترک بد ہے ۔ یعنی وہ لوگ جب خراب ہو جاتے ہین اصلاح پر نہین آنے پاتے
کہ یہہ سزا ہے مجبوری ابتدائی یا ایسی مجبوری کہ آہی نہ سکتے ہون نہین ہے ۔

تفسیر آیہ واللہ خلقکم و ما تعملون کی	ایک بزرگ نے اس مقام کو سنکر ارشاد فرمایا کہ یہہ تقریر خلاف اوس

اوس آیہ کے ہے جسمین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ خلق فعال عباد اللہ تعالی فرماتا ہے
چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ مناسب ہے کہ شرح اسکی بیان
کیجائے مبادا کسی اور کوبھی ایسا شبہہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ آیہ قصہ حضرت ابراہیم مین
سورہ وَالصّٰفّٰت مین ہے اور پوری آیہ یہہ ہے وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ
جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ○
اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ○ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ فَنَظَرَ
نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ○ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ○ فَرَاغَ
اِلٰۤی اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ○ فَرَاغَ
عَلَیْهِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ ○ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ○ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا
تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ اسکا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
نے یہ فرمایا ہے ۔ اور نوح ہی کے طریق پر چلنے والون مین سے ایک ابراہیم بہی
تہے جبکہ صاف دل سے اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوے جبکہ اونہون نے
اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کیا چیزین ہین جسکی تم پرستش کرتے ہو کیا خدا کے
سوا بنائے ہوے معبودون کے پیچہے پڑے ہو تو تمنے رب العالمین کو کیا سمجھہ
رکہا ہے پہر ستارون مین نظر کرکے یہہ حیلہ کیا کہ مین بیمار ہون تو وہ لوگ انکو چہوڑ کر چلے
گئے اونکا جانا تہا کہ ابراہیم چپکے سے اونکے بتون مین جا گہسے اور کہا کہ اونپر چڑہاوے
تمہارے سامنے رکہے ہین تم کہاتے نہین تمہارا کیا حال ہے کہ تم بولتے تک نہین۔

پھر تو ابراہیم بڑے زور سے اونکے مارنے پر پلے ۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ۔
لوگون کو خبر ہوی تو ابراہیم پاس دوڑے آئے کہا کیا تم ایسی چیزون کو پوجتے ہو جنکو
تم تراشتے ہو حالانکہ تمکو اور جن چیزون کو تم بناتے ہو اسد ہی نے پیدا کیا ہے ۔ اس سے
ظاہر ہے کہ اس آیہ مین وما تعملون سے مراد بت ہین اور معنی یہ ہین کہ بتون کے
مادہ کو جو پتھر ہے اسد تعالے نے پیدا فرمایا ہے چونکہ تمکو اختیار دیا ہے اسلیئے پتھر تمہارے
کاٹنے سے کٹکر بت بن جاتا ہے یا چونکہ تم مخلوق الٰہی ہو ۔ اور تمنے پتھر کے ہیولی
مین یہہ صورت پہنائی ہے اور اسد تعالی کیطرف جملہ امور کی بازگشت ہے اسلیئے یہ سب
مخلوق الٰہی ہین ۔ اس معنی مین اگر خلق افعال کی نسبت اسد تعالی جل شانہ کی طرف ہے
خلاف ہمارے مقصود کے نہین ہے اسلیئے کہ ہمارا مقصود یہہ ہے کہ اسد تعالی نے
قوت صدور افعال کی انسان مین عطا فرمائی ہے اور قابلیت انفعال کی بہت سے
اشیا مین عنایت کی ہے تاکہ اختیار جہان تک عنایت ہوا ہے چل سکے ۔ اگر یہہ
دونون چیزین نہوتین امتزاج اور ترکیب دینا یا ایجاد و صنائع مختلفہ پر قادر ہونا انسان
سے ممکن نہوتا اور یہہ اختیار ہے ۔ یہہ معنی کہ افعال بطور مجبوری انسان سے صادر ہوتے ہین
ممکن نہین ہے کہ اس آیت کے معنی ہون ۔

> جواب اس شبہہ کا کہ باعتبار تاثیرات نجوم انسان مجبور معلوم ہوتا ہے ۔

ایک شبہہ باعتبار علم نجوم ہے ۔ ممکن ہے کہ نجومی
کہین کہ ہمکو ستارہ شناسی مین وہ کمال ہے کہ اگلا پچھلا سب
حال انسان کا بتلاتے ہین ۔ اگر ستارون کی تاثیر سے اونکے

افعال پیدا نہوا کرتے تو ہم کیسے بتلا سکتے پس انسان مجبور ہے اور اس کارخانہ عظیم مین
اسباب سے جکڑا ہوا ہے جو زمین و آسمان چاند سورج مریخ اور زہرہ و مشتری وغیرہ مین
یہہ بھی غلط ہے۔ نجومی پر جو اعتقاد کرے میرے نزدیک اوس سے زیادہ کوئی
سخیف العقل نہین ہو سکتا اسلیئے کہ نجوم کی اوس تاثیر کو جسکا دعوے اہل نجوم کو ہے اہل دین
نے مانا ہے نہ اہل دنیا نے۔ اگر اسکی کچھہ بھی اصل ہوتی تو کوئی ضرور مانتا۔ نہ اوس سے
آج تک کوئی نتیجہ نکلا ہے اسلیئے کہ تمام ہندو سلطنتین ہندوستان کی ہمیشہ انکی معتقد رہتی
آئی ہین مگر کبھی کوئی فائدہ نہین ہوا۔ ہر شادی ہندؤنکی بذریعہ ستارہ شناس کے ہوتی ہے
پنڈت جی بیاہ ساده دیتے ہین اگر ذرا بھی نفع ہوا ہو تو بتلا دیجئے۔ مسلمانون کی عورتین
بھی بیوہ ہوتی ہین ہندؤنکی بھی اون مین بھی ناموافقت ہوتی ہے ان مین بھی۔ اہل دین
تو اونکو جھوٹا فرماتے ہین۔ اہل دنیا جو سمجھدار ہین اونکو مکار کہتے ہین۔ غور کیجئے کہ ابتک
ستارے پورے تو شمار ہوے ہی نہین اونکی تاثیرات کیسے شمار ہو گئین۔ کسی ایک یا ہر
ستارہ کی ایسی تاثیر جاننے کا جسکے منجم مدعی ہین ذریعہ ہی کیا ہے۔ صرف بعض کا تجربہ
اونکے راستون اور تاثیرون کی بابت سے ہے جو متعلق تغیر موسمون اور دوسری ایسی ہی تاثیرون
کے ہے جیسے چیچک نکلنا دانہ پکانا وغیرہ وغیرہ مگر اون بعض کا جو انگلیون پر گنے جاتے
ہین۔ یہہ ماننا کہ انہین ستارون مین تاثیر ہے اور کسی مین نہین بلا وجہ ہے ہم اسکے قائل نہین
کہ حاکم ہین۔ باعتبار دین بنی نوع خلیفۃ اللہ ہین اور اختیار رکھتے ہین باعتبار دنیا آفت
ارضی و سماوی کا علاج کر سکتے ہین۔ اگر اہل تنجیم کی باتین سنئے تو اپنی غلطیون کی ایسی

عجیب تاویلین کیا کرتے ہین کہ کوئی عاقل ونیز بعیر ہانسنے ہوے رہ نہین سکتا چنانچہ منقول ہے کہ حکیم انوری نے ایک دفعہ ایک زائچہ کھینچا اور معلوم کیا کہ اصفہان مین فلان تاریخ کو ایسی آندہی آئیگی کہ اوس سے تمام اصفہان متغیر ہو جائیگا مکانات جڑ سے اوکھڑ جائینگے باشندے شہر کے مر جائینگے اور بہاگ جائینگے ۔ بادشاہت خراب ہو جائیگی کوئی اپنے مال پر قابض نہ رہیگا اور ایسا تلاطم ہوگا کہ الامان ۔ حکیم کا اعتقاد لوگون مین کامل تہا ۔ ہزار ہا آدمی بہاگ گیا اور جلاوطنی اختیار کی ۔ صرف بادشاہ باقی رہا کہ مین کہان جاؤن شہر گویا کہ خالی ہو گیا ۔ جب وہ رات آئی تو بجاے تیز ہوا چلنے کے اسقدر بہی ہوا نہ چلی کہ پتہ ہلتا ۔ ایک بوڑہیا نے یہہ حال دیکہکر ایک چراغ جلایا اور اوس سب سے اونچے مکان پر رکہہ دیا وہ رات بہر جلتا رہا صبح تک نہ بجہا ۔ صبح ہی بادشاہ نے حکیم جی کا کالا منہ کر کے گدہے پر چڑہا کر تشہیر کیا اور نکال دیا ۔ منجم کہتے ہین کہ یہ غلطی نتیجے کے نکالنے مین واقع ہوی ۔ اوس شب کو ہلاکو خان پیدا ہوا تہا جسنے اصفہان کو تباہ کر دیا ۔ یہ کیسی لغو تاویل ہے ۔ اس لیے کہ ثابت نہین کہ اوسی شب ہلاکو خان پیدا ہوا اگر ہوا اوس شب مین تو اوسکا اثر کچہہ نہین ہوا ۔ وہ حکم متعلق اوس رات کے نکالا گیا تہا کہ وہ شب تباہی کی شب ہوگی وہ شب تباہی کی شب نہین تہی ۔ ایک بشر کے پیدا ہونیکی شب تہی جسکے افعال اختیاری تہے ۔ نہ وہ شیر تہا نہ اژدہا ۔ ایسے احکام پانچ چار دفعہ میری یاد مین بہی نجومیون نے لگائے اور کبہی صحیح نہین ہوے چنانچہ سنہ ۱۸۹۹ء کے لیے بہی دونون ہندی اور ولایتی نجومیون نے اسوقت تک

توکوئی اثر ہو نہین ۔ اگر یہہ سچ ہوتا کہ تاثیر نجوم افعال و ترکیب انسانی مین دخل رکھتی
ہے تو لازم ہوتا کہ جو لوگ ایک ہی وقت مین پیدا ہون اون سب کے افعال یکسان ہون
سب کی صورتین یکسان ہون ۔ ایسا نہین ہے ۔ اہل تنجیم نے کچھہ قواعد مقرر کئے
ہین اور حکم اون قاعدون سے نکالتے ہین وہ قاعدے ہمیشہ ٹوٹتے ہین پہلے بہلا وہ
قاعدے ہی کیا ہوے ۔ باوجود تسلیم کرنے اون قاعدون کے یہ ثابت نہین ہوتا
کہ انسان مجبور ہے کیونکہ ہر اہل تنجیم اس بات کا بہی قائل ہے کہ نحوست ستارونکی خیرات
سے اور انسانی تدبیرون سے جو اونکی بتلائی ہوی ہون ہلکی یا دفع ہوجاتی ہے اگر وہ
اسباب وقوع افعال کے ہوتے ایسا نہوتا سبب وہ ہے کہ جب پانی کو آگ پر رکھے
بخار ہو جائے کبہی اسکے خلاف نہین ہوتا یہان ہمیشہ خلاف ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے
مین نے خود دیکھا ہے کہ لوگ قواعد کے ذریعہ سے نام پوچھہ کر بتلاتے ہین کہ زوج
و زوجہ سے کون پہلے مریگا دو لڑنیوالون مین کون غالب ہوگا کون مغلوب ہوگا اور
وہ کبہی صحیح ہوتا ہے کبہی غلط ۔ ورنہ وہی قاعدے ذریعہ کمائی کا ہوا کرتے ۔ یہانتک
کہ شگون لینے والون کا گروہ بتلا دیتا ہے کہ کسی جانور کی آواز سے یہہ نتیجہ ہوگا ۔
چنانچہ دیکہا گیا کہ ایک عورت کی شادی ہوکر جسوقت اوسے گہر لاکے اوتارنے کے
وقت ایک خشک شاخ درخت نیب پر ایک کوا بولا ۔ ایک شگونی نے حکم لگایا کہ یہہ
عورت لاولد رہیگی ۔ ظاہر ہے کہ کوے کی آواز اس بابت کہ اولاد ہوگی یا نہین کچھہ
تاثیر نہین رکھتی ۔ لوگ ہاتہہ مین طاس کے بیٹے بتلاتے ہین ۔ ہاتہہ مین کسی پتے کا ہونا

بسبب اوس طریقہ کے نہین ہوتا جس سے بتلایا جاتا ہے پس اگر مان بھی لیا جاوے
کہ کچھ قواعد استعلام کے ہین جو کبھی سچے بھی ہوتے ہین تو وہ قواعد یا وہ چیزین سبب
صدور افعال کا نہین ہو سکتین۔ جیسے یہہ جو ابھی بیان کیگئی ہین نہین ہین ممکن ہے
کہ شگون جن چیزون سے لیا جاتا ہے وہ ہماری تاثیر اون چیزون پر ہو جنسے ہم شگون
لیتے ہین بہر حال ایسے امور سے مقابلہ بدیہیات کا نہین ہو سکتا یعنی اسبات کا کہ انسان
فاعل مختار ہے۔ خیالات منجم حقیقت مین انکار وجود اسد تعالی کا اور کفر ہین۔ بڑے
بڑے کاہن جو گذر گئے وہ بڑے شگون لینے والے ہو سکتے ہین۔ مین نے ایک
منجم سے پوچھا کہ تم ضمیر کیونکہ بتلاتے ہو تو اوس نے جواب دیا کہ اس ذریعہ سے بتلاتے ہین
کہ جو وقت کسی خاص ستارے کے عمل کا ہوتا ہے ویسے ہی خیالات دل مین پیدا ہوتے
ہین۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ چڑھتے دن مین گلابی پھول خیال مین آئینگے۔ آفتاب کا
رنگ سرخ ہے اسکے بعد منجم نے وہ پھول جو مین نے لیا تھا بتلا دیا۔ لیکن اگر یہہ بھی ہو
تو بھی مجبوری انسان کی اس تجربہ سے پیدا نہین ہوتی۔ اسلئے کہ اگر عمل آفتاب سبب اور علت
ہوتا آدمی مین اوسوقت دوسرے رنگ کے لینے کی قابلیت ہی نہین ہوتی۔ چنانچہ اس خیال
کی تصدیق کے لئے اوسکے بعد مین نے جسقدر پھول لئے یہہ خیال کرکے خلاف
وقت لئے اور چونکہ کوئی مطابق وقت کے نہ تھا اونکو منجم نہ بتلا سکا نہ پھر ضمیر دریافت
کر سکا اور صاف ظاہر ہوا کہ باوجود اسقدر مداخلت کے اگر مداخلت ہے مجبوری انسان
مین نہین ہے یہہ شبہہ منجمین کا شاید یون پیدا ہوا ہے کہ کارخانہ عالم مادّہ اور ذریعہ پیدا

کرنیکا ہے یہانتک صحیح خیال کرکے یہہ قیاس اور لگایا ہے کہ مادہ خلق افعال مخلوق بہی ہے۔ حالانکہ غلط ہے۔ جب ہر چیز بعد اجتماع اضداد الگ اور بالکل جدا چیز بنچکی تو آیندہ افعال اوسکے اوس بڑے مادہ کے تابع کیسے ہوسکتے ہین اوسمین وہ اجتماع اضداد دوسرے افعال پیدا کرنے کے لیے ہوا ہے پس تبعیت کیسی؟ اگر ایسا ہوتا تو خلق ہی تمام نہوتی وہی مادہ رہتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ عطاء قوت شر خلق شر ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب قوتون کا دینے والا حق تعالے ہو بہی خلق شر ہے۔ یہہ غلط ہے اسلیئے کہ اللہ تعالی نے جو کچہہ قوت دی ہے وہ کوئی شر اور بری نہین ہے۔ اضداد پیدا کیے ہین جو بجاے خود بہی اچہے ہین اور اون مین ہمارا نفع بہی ہے۔ اختیار دیا ہے اور اوسمین ہمارا نفع ہے وہ اختیار جتنی چیزونکا دیا ہے اونکو حیثیتون سے علحدہ کرکے دیکہیئے اور نسبتون سے معنی اسکے یہہ ہین کہ بعد عطاء قوت سے جو افعال صادر ہوتے ہین اون افعال کو فاعل سے جدا کرکے دیکہیے اور یہہ نہ دیکہیئے کہ وہ کسکا فعل ہے محض فعل و قوت کو لیجیئے۔ مثلاً ہلنے کی قوت۔ کہینچنے کی قوت۔ دور کرنے کی قوت۔ کاٹنے کی قوت۔ اور اسیطرح یہہ قوتین فی نفسہ بری نہین ہین برائی آپکی طرف منسوب ہونے سے اوسوقت ہوتی ہے جب آپ ہلتے ہین اور ہلنا ضرر کا باعث ہوتا ہے مگر کسکے؟ آپکے یا آپکے بہائی کے۔ آپ کاٹتے ہین جہان کاٹنا باعث ضرر ہے کسکے؟ آپکے یا آپکے بہائی کے۔ پس اصلی خلق جو خدا کا فعل ہے وہ صرف پیدا کرنا ہلنے کاٹنے کا

دور کرنیکی قوت کا ہے جو کسی طرح بُرا نہین - جواز بدی کا جب ہوتا جب سزا نہوتی - یہہ جاننا کہ بدی کو جانتا تھا اصلی معنی اوسکے یہہ ہین کہ جانتا تھا کہ آپ اپنا اور اپنے ساتھہ دوسرون کا بُرا کرکے اپنا برا کرینگے - اسکا جواز بُرائی نہین - لازمہ اختیار ہے بُرائی کیسی - جو ان تدبیرون کو اختیار کرے لازم ہے کہ ایسا کام کرے - اختیار اوسی قدر ہے جو اختیار کی حد مین ہے - جہان سے الزام شروع ہوتا ہے وہی وقت سزا کا ہوتا ہے تاکہ اختیار دینا رتبہ الزام تک نہ پہونچے - زیادتی بُرائی کی لازمہ پورا اختیار دینے کا ہے اختیار نا تمام مستحق سزا نہین بناتا یعنی حد وہان - اور اختیار کے تمام کردینے کے بعد بہی آدمی اسد کے بس مین ہے - یہہ امر کمال صنعت سے ہے کہ اتنی بُرائی ہوگی کہ جتنی آدمی کے خیال سے باہر ہے باوجود اسکے وہ نیکی مین مبدل ہوجائیگی - جسکے لیئے یہی تدبیر ہے - واضح رہے کہ افعال الٰہی کا قیاس افعال عباد پر جائز نہین یعنی انسان کے لئے فعل اور ترک فعل دونون گناہ ہوسکتے ہین - یہان بدی کا نہ روکنا ترک فعل نہین ہے اسلیئے کہ سزا مقرر ہے جب انسان ترک فعل کے ذریعہ سے گناہ کرتا ہے مستوجب پاداش ہوتا ہے اسد تعالی نے کوئی ترک فعل جسکا عمل مین لانا ضرور تہا نہین کیا تاہم خدای تعالی پر وجوب کسی چیز کا ہم آپ قرار نہین دیسکتے -

جواب اس شبہہ کا کہ علم الٰہی ذریعہ انسان کے مجبور ہونیکا ہے -

ایک شبہہ یہہ ہے کہ "علم الٰہی مین جو کچہہ گذرا ہے وہ ضرور واقع ہوگا" یہہ سچ ہے مگر یہہ غلط ہے کہ بسبب علم کے ہوگا اسلیئے

کہ علم مستلزم وقوع کا نہین ہے۔ یعنی جاننا اور چیز ہے اور سبب ہر چیز کے واقع کرنیکا
دوسری چیز ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہین کہ کُنین یا خوب کلان سے معمولی بخار اوترجائیگا
اور برنجاسف سے تب دق۔ مگر وہ کُنین یا خوب کلان یا برنجاسف سے اوترتا ہے
ہمارے جاننے سے نہین اوترتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ تقدیر سے مجبوری پیدا ہوتی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ "جب اللہ مقدر کر دے اور تقدیر کو
بنا دے تو انسان مجبور ہے" یہہ غلط ہے غلطی یہہ ہے کہ معنی
تقدیر کے غلط سمجھے ہین جو آگے بیان ہونگے۔

بیان اسباب کا کہ اتفاقات نہین ہین۔

بعض لوگون کو ان وقتون کی وجہ سے یہہ گمان ہوتا ہے کہ
نہین یہہ کچھہ نہین ہے دنیا مین آدمی پیدا ہوتا ہے اور اتفاقات
تنوع قوتہائے انسانی سے اور حالات سے ہوتے ہین۔ یہہ سخت غلطی ہے اسلئے
کہ اتفاقات اگر اس معنی مین ہون جنکو آپ سمجھتے ہین نظامِ عالم دوسرا ہو جائے۔ دہریت
اور اسلام مین یہی فرق ہے۔ متواتر ثابت ہے کہ بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ عرفتُ
رَبِّی بِفَسۡخِ الۡعَزَائِم۔ یعنی اللہ کو مین نے مصمم ارادون کے ٹوٹنے (یعنی اسباب
کے بدلنے سے) پہچانا ہے۔ معجزات اسی لئے صادر کئے گئے ہین کہ دہریت صاف
ٹوٹ جائے معجزات سے انکار دہریت ہے۔ جو لوگ محض اسباب کو ذریعہ وجود عالم
اور نتائج کا جانتے ہین حقیقت مین وہ دہریہ ہین۔ دہریون کے دلائل بڑے عام پسند
ہوتے ہین۔ اسلئے کہ دنیا عالمِ اسباب ہے جہان اونہون نے اسباب کو لیا اونسے

بحث کی نتائج کو اسباب مین محدود کردیا۔ مگر دہوکا نہ کہانا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہیے
کیونکہ کوئی کارخانہ جسمین چیزین تیار ہون بغیر بنانیوالے کے نہین بنتا۔ کارخانۂ عالم
کو ماننا کہ بغیر بنانے والے کے بنا ظاہر طور سے غلط ہے۔ اسباب سے ہمیشہ ایک
سے نتیجے نہین ہوتے۔ اونکو کہنا کہ تدبیر اچہی نہ تہی ایک حد تک صحیح ہے مگر اس سے
غفلت نہ کرنی چاہیے کہ جس چیز نے اسباب کو توڑا وہ اسباب ہی تہے یا کوئی دوسری
چیز تہی۔ مثلاً جزو کل پر قادر ہوگیا جسکی شرح بادشاہت مین بیان ہوئی۔ مثلاً بے
سکہلائے ہوئے کوئی بات آگئی جسکا نام بوعلی سینا نے الہامیات رکہا ہے یعنی
بکری کا ڈر بہیڑئے سے۔ طبیعت جس چیز کا نام رکہا ہے وہ اگر اس معنی مین ہے کہ کہانا
مُنہ سے کہایا جائے نہ دوسری راہ سے تو صحیح ہے اگر اس معنی مین ہے کہ یہہ بہی طبیعت
ہے کہ بکری بہیڑئے سے ڈرے غلط ہے اسلیئے کہ انسان اور حیوان طبیعت مین یکسان
ہین۔ کیون انسان کے بچے کو سانپ سے ایسا ڈر نہین لگتا جیسا بکری کے بچے کو
بہیڑئے سے لگتا ہے اگر آپ کہین فرق بنایا ہے ہم اوسی بنانے والے کو اسد کہتے
ہین اور دہریت کو بیخ وبن سے اوکہاڑتے ہین۔ بڑا افسوس اس بات کا ہے کہ جب
انسان سب بے بس ہوتا ہے وہ مالک کی طرف راغب ہوتا ہے اوس رغبت کو بہی یہ لوگ
اپنے خیال سے روکتے ہین۔ اب یہہ دیکہیے کہ یہہ رغبت آیا صرف الفت عادت سے
ہے یا کسی اور وجہ سے۔ میرے نزدیک اتنون کو الفت وعادت ہونا بہی بلا وجہ نہین ہے
عدد دہریون کا دنیا مین اقل قلیل ہے۔ پرستش اکثر کثیر ہے وہ حقیقت مین فطرتی ہے

دہوکا اسمین شیطان نے دیا ہے اس کتاب مین جو مثالین مین نے بیان کی ہین
وہ سب ایسی ہین کہ بلا اسباب بہی اسباب ٹوٹے اور اسباب کے ساتھہ ہی ٹوٹے
اور نتیجے ہمیشہ الگ ہوتے رہے۔ اگر اسد تعالی نہوتا اور قادر نہوتا ہمیشہ ہر سبب وہی
نتیجہ پیدا کرتا جو آپ چاہتے ا ختلاف نتیجون مین ناممکن ہوجاتا۔ اختلاف نتائج مین جو ایسا
ہوا وسے ہی آپ اپنے عجز اور ناواقفیت کو ذریعۂ جواب گردانتے ہین ہم کہتے ہین کہ
نہین وہ قدرت ہے۔ بعض مثالین بیان کرنا مناسب ہوگا۔ ایک مثال ۱۸۵۷ء کی
ہے۔ غدر مین مجھے اتنا ہوش تھا کہ بعض امور میرے خاص سامنے گذرے ہین
غدر سے پہلے ایک روٹی چلی۔ وہ روٹی ہر گانون مین کوئی شخص دیجاتا تھا اور دوسرا
گانون والا ویسی ہی روٹیان پکاکر آس پاس کے گانون مین چارون طرف بہیجدیتا تھا
یہان جہان وہ روٹی پہونچی غدر ہوا۔ اسکی وجہ مین حیرانی رہی اس سبب کو دیکھئے کہ
ہندوستان کی ایسی حالت ہے کہ یہہ روٹی تقسیم ہوجائے یہان کے عام گانون والونکو
ملکی معاملات سوچنے اور اونپر عمل کرنیکی قابلیت نہین۔ اس سبب کا سبب جو قدرت
الہی سے منکر ہین بتلائین۔ دوسری مثال قصہ فرانس کا بہی غور فرمایئے کہ جب بادشاہ
مارا گیا اور جمہوری سلطنت ہوی تو مؤرخون کو حیرانی ہے کہ صدہا آدمی پیدا ہوگئے
تھے۔ جو بر خلاف بادشاہ کے لوگون مین تقریرین کرتے پہرتے تھے اور کوئی حال
بادشاہ کا چہپ نہین سکتا تہا جو بات رات کو ہوتی تہی صبح کو اخبارون مین چہپی ہوی جابجے
صبح ہر شخص کی منبر پر ہوتی تہی۔ جب بادشاہ مارا گیا کوئی ان آدمیون مین سے پہر نہ دکھلائی

دیا۔ میرے خیال مین اگر کوئی شخص آنکھہ کھولے اور غور کرے تو یہہ بات پائیگا کہ باوجود قوت اور باوجود اسباب کے کہ ہماری قوت اسقدر ہے کہ ہم مستحق جزا و سزا ہین چونکہ اصلی انتظام عالم اوسکے ہاتھہ مین ہونا چاہیئے سب کچھہ اوسی کے ہاتھہ مین ہے اور وہ قوت ایسی طرح غالب ہے کہ پورا غلبہ ہے۔

باب چہارم
ساتون سولات کا جواب اجمالی۔

باب چہارم
اسمین ذکر ساتون سوال کے جواب اجمالی کا ہے

علامہ شہرستانی کی تقریر نسبت بیان جواب الہی کے

بعد اس بیان کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب اجمالی کا ذکر کیا جائے اور وہ وہی جواب ہے جو اللہ تعالی نے ان سوالات کا دیا ہے۔ ملا عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل مین لکھا ہے جسکا خلاصہ ترجمہ یہہ ہے۔ تیسرا مقدمہ = اوس شبہہ کے بیان مین جو سب سے پہلے مخلوق مین پیدا ہوا اور اس باب مین کہ ابتدا اوس شبہہ کہان سے پیدا ہوا اور بالفعل ظہور اوسکا کسکس فرقہ مین ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ سب سے پہلا شبہہ شیطان کا شبہہ ہے جو عالم مین پیدا ہوا۔ اور وہ اسبات سے نکلا کہ شیطان نے نص یعنی صریح حکم الہی سے موافق اپنی رائے کے لڑائی کی۔ خواہش کے مطابق حکم سے معارضہ کیا۔ اپنے مادہ کو کہ وہ آگ سے پیدا ہوا تھا بہت بڑا جانا اور تکبر کیا حضرت آدم کے مادہ کو جو خاک تھا حقیر سمجھا اس شبہے سے سات شبہے پیدا ہوے۔ یہہ شبہات خلقت کے دلون مین بیٹھہ گئے

اور ذہنوں میں در آئے یہانتک کہ انہیں سے بدعت اور ضلال کے کل مذاہب پیدا
ہوئے۔ یہہ شبہات چارون شروح انجیل لوقا و مارقوس (مرقس) و یوحنا و متی مین
مذکور ہین اور توریت مین متفرق بشکل مناظرہ شیطان و ملائکہ مندرج ہین (علی ما نقل)
علامہ شہرستانی نے ساتون سوال جو اول کتاب مین لکھے گئے ہین بیان کئے اور لکھا ہے
کہ شیطان نے تب کہا کہ جسکا مین نے دعوی کیا یہہ اوسکے دلائل بھی ہین یعنی
سوالات مدلل ہین پھر لکھا ہے کہ شارح اناجیل لکھتے ہین کہ اللہ تعالی نے ملائکہ
علیہم السلام پر وحی بھیجی کہ انك فی تسلیمك الاول انی الهك واله الخلق غیر
صادق ولا مخلص اذ لو صدقت انی اله العلمین ما احتکمت
علی بلم فانا الله الذی لا اله الا انا لا اسئل عما افعل والخلق
مسئولون یعنی تب فرشتون نے اسطرف سے جواب دیا کہ ای شیطان تو نے
جو تسلیم کیا ہے کہ مین تیرا اللہ ہون اور تمام خلق کا اللہ سچا نہین ہے اور خلوص اس تسلیم مین
نہین ہے اسلئے کہ اگر تو سچے دل سے جانتا کہ مین الہ العالمین ہون تو مجھہ سے وجہ نپوچھتا
کیونکہ مین ایسا اللہ ہون کہ سوا میرے اور کوئی اللہ نہین۔ اسلئے مجھہ سے کوئی
نہین پوچھہ سکتا اور نہ اعتراض کرسکتا ہے کہ مین کیا کرتا ہون۔ البتہ مخلوق سے بازپرس
کیجاتی ہے شہرستانی فرماتے ہین کہ انجیل اور توریت مین یہ سب کچھہ مذکور ہے۔ مین ہمیشہ
اوپر غور کرکے سمجھا کرتا تھا کہ اسمین شک نہین ہے جو کچھہ شبہات کہ بنی آدم ؑ کے دلمین
گذرتے ہین شیطان کے گمراہ کرنے سے گذرتے ہین جڑ سب وسوسونکی شیطان

سے کے شبہات ہین اور جب شبہات سات ہون تو سب سے بڑی بڑی بدعتین اور گمراہیان بہی سات ہی ہونی چاہئین۔ اس سے زیادہ نہونگی۔ گمراہ فرقون کے شبہات کفر بہی شبہات ہونے چاہئین اگرچہ عبارتین اور طریقے مختلف ہون کیونکہ یہہ شبہات سب گمراہیون کا بیج ہین۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ یہہ اعتراضات امر حق کا انکار کرنا اوسوقت ہے جبکہ اقرار اسبات کا ہے کہ یہہ حق ہے اور نیز خواہش کو ترجیح دینا ہے بمقابلہ نص کے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ اور ہودؑ اور صالحؑ اور شعیبؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ اور جناب محمد مصطفےٰ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین سے جسقدر مباحثات ہوے سب اسی طریقہ کے تہے۔ حاصل انکا یہہ تہا کہ جیسے شیطان نے سجدہ سے انکار کیا اونہون نے اسبات سے کہ بشر ہدایت کے لئے آیا ہے اوسکے ہادی ہونیسے اور اطاعت سے انکار کیا یعنی شیطان نے کہا کہ مین آدم سے بہتر ہون اور اوسکی ذریت نے کہا کہ ہم ان انبیا سے بہتر ہین آگے چلکر کہتے ہین کہ یہہ تشبیہ دینا کہ جو چیز ہمارے لئے برائی ہے وہ اللہ کے لئے بہی برائی ہے غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ مثل مخلوق کے ہو۔

امام فخرالدین رازی کی تقریر نسبت شرح جواب الہی کے۔

امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین بعد نقل ان سوالات کے فرمایا ہے۔ شارح اناجیل لکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے سرادق جلال و کبریا سے جواب مین ان سوالات کے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس تو نے مجھکو پہچانا نہین اگر تو پہچان لیتا البتہ جان لیتا کہ مجھپر کوئی اعتراض میرے کسی فعل

سے وارد نہین ہوتا مین اللہ ہون سوا میرے کوئی اللہ نہین جو کچھ کرتا ہون مجھسے کوئی اوسکی بابت جواب نہین لے سکتا واضح ہو کہ اگر اگلے پچھلے سب جمع ہون اور حسن و قبح کو عقلی قرار دین ان شبہات سے مخلصی نہین ہوسکتی سب اعتراض صحیح ہوجاتے ہین لیکن جب یہہ جواب دینگے جسکو اللہ تعالی جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے سارے شبہات زائل ہوجائینگے اور اعتراضات اوٹھہ جائینگے۔ اسلئے کہ جس طرح وہ پاک ذات اپنی ذات مین واجب الوجود ہے اپنی صفات مین بہی واجب الوجود ہے لہذا وہ اپنے افعال مین بہی مؤثرات مرجحات سے غنی ہے یعنی کس فعل کا کیا اثر ہوگا اسلئے اوسے اختیار کرنا چاہیئے۔ اسکا اوسپر اثر نہین ہوسکتا۔ اگر وہ ایسا ہوتا محتاج ہوتا غنی نہوتا۔ وہ اللہ تعالی جل شانہ ایسی چیز ہے کہ اورونکی غائتین اوس سے آگے نہین بڑہتین اوس تک پہونچکر ختم ہوجاتی ہین آخر کو اوسی سے مطالب حاصل ہوتے ہین۔ اور جب ایسا ہو لمیّت (یعنی یہہ کیون کیا یہہ کیون کیا) اوسکے افعال مین دخل نہین رکہتی اور کوئی اعتراض اوسکی خالقیت پر وارد ہی نہین ہوسکتا۔ بعض لوگون نے کیا اچھا کہا ہے کہ اوسکی جناب اس بات سے بلند ہے کہ اوسکا قیاس مذہب معتزلہ کے مطابق کیا جائے۔

تقریر بالا کی غلطیان۔ **راقم** لاریب اللہ تعالی کی ذات تمام احتیاجون سے منزہ ہے تاہم اسقدر گزارش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذات کا کمال و استغنا مستلزم افعال کے عدم افتقار کا اس معنی مین نہین ہے کہ خلاف غنی ہونیکے ہو بلکہ مستلزم

اعلیٰ درجہ کے افعال صادر ہونیکا ہے - بدی اور نیکی افعال مین ہونا افتقار
نہین ہے علت اور صفت اور وجہ افعال کی ہے اگر سبب نہو مجبونا نہ فعل ہوگا بلکہ ذات
جب کامل ہو افعال بھی اوس ذات کے کامل ہونگے برے یا قابل اعتراض صادر
ہی نہونگے - معنی اس ارشاد امام صاحب کے یہ پیدا ہوتے ہین کہ صفات چونکہ
واجب الوجود ہوگئے فرضی شے ہوگئے اور حد صفت سے نکل گئے کیونکہ صفت کی ذات
یعنی تعریف مین اچھائی اور برائی داخل ہین اور نیز یہ معنی ہونگے کہ اللہ کی ذات ایسی باکمال
ہے کہ باوجود افعال قبیحہ کے اوسکے کمال مین نقصان نہین - یہ ایک قسم کا تناقض ہے
کیونکہ کمال مین ہر خوبی داخل ہے اور یہ خلاف خوبی کے ہے - اگر مان لیا جائے
کہ افتقار کے یہ معنی صحیح ہین تو میرے نزدیک قطع نظر افتقار ہونے یا نہونے کے
اللہ تعالیٰ کے افعال چونکہ وہ حکیم علی الاطلاق ہے اسطرح کے واقع ہوے ہین کہ اون مین
کوئی برائی نکل ہی نہین سکتی اور بغیر افتقار کے بھی برائی سے پاک ہین خواہ معتزلیون
کیطرح خیال فرمایئے یا کسی دوسری طرح چنانچہ آپ دیکھتے ہین کہ نہ عطاے قوت
برا ہے نہ خلق اضداد نہ امتحان کو ذریعہ حصول کمالات کا بنانا نہ اونکے ذرائع پیدا کرنا
نہ سزا کا مقرر کرنا -

حسن و قبح مین عقلی یا نقلی ہونیکی بحث بیکار ہے -

باقی رہا حسن و قبح میرے خیال مین نزاع اسمین بیکار ہے کیونکہ
حسن و قبح کے موجود ہونیکا دونون طرح اقرار ہے اگر حسن و قبح
کو نقلی قرار دیجیے چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہے اور نبی اوسکے احکام پہونچانے

والے ہین وہ جس فعل سے منع فرمائے ہمارا ایمان یہہ ہے کہ وہ ہر طرح بُرا ہے عقلاً بہی اور نقلاً بہی ۔ اسلئے کہ نقل کیا چیز ہے بغیر وجہ بتلائے ہوے حکم دینا ۔ چونکہ وہ حکیم کے احکام مین ممکن نہین کہ عقلاً بہی بُرے ہون ۔ اوسکے یہ معنی لیناکہ حقیقت مین بہلائی اور بُرائی نہین ہے غلط صریح ہے ۔ یقیناً اون افعال مین جنکے کرنیکا حکم ہے اور نہ کرنے کی ممانعت ہے ہمارا نفع اور ضرر موجود ہے البتہ افعال خالق اور افعال مخلوق مین یہ فرق ہے کہ مخلوق کسی چیز کو ابتدائً پیدا نہین کرتی خالق ابتدائً پیدا کرتا ہے ۔ اصل شئے کو اللہ تعالی پیدا کرتا ہے مخلوق مخلوقات مین سے ایک یا زیادہ اشیاء کو ملا کر ایک اور چیز بنالیتی ہے اور وہ خاصہ امتزاج سے جو اللہ نے ہر چیز مین رکہا ہے تا کہ اختیار چل سکے ترکیب پا جاتی ہے جو بعد ترکیب انسان کے لئے کبہی مضر کبہی مفید ہوتی ہے ۔ جیسے ماکولات و مشروبات اور زہر اور ہا اشیاء یا افعال پس خالق کے افعال مین گنجایش قبح کی نہین ہے اسلئے کہ اوسنے بضرورت کوئی خلق نہین فرمائی بغیر ضرورت کے کوئی انعام نہین دیا ۔ تغیر نہین کیا ۔ اللہ کے کامون کو حیثیتون سے خالی کرکے اور نسبتون سے پاک کرکے بالذات خیال فرمایئے ہر فعل بجائے خود مستحسن ہے جسکی تفصیل بیان ہوی چنانچہ خلق اضداد بہی ایسا ہی ہے مضرت مخلوق نے اپنے فعل سے پیدا کی ہے ۔

افعال مخلوق افعال الہی نہین ہین ۔	افعال مخلوق کو افعال خالق قرار دینا بڑی غلطی ہے کیونکہ آدمی کل کی مثل مخلوق نہین ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اون ارشادات

پر نظر کرکے جسمین اسد تعالی نے بیان قدرت فرمایا ہے کہ سب کچھہ ہمارے ہاتھہ
مین ہے بغیر ہماری اجازت کے کچھہ نہین ہوتا ایسا خیال کیا ہے ۔ لیکن اجازت
دینے سے مراد عطاے قوت ہے بالفعل کی اجازت مراد نہین ہوسکتی اسلیئے کہ اللہ
تعالے نے آدمیون کے اختیار کو ذریعہ اونکے مستحق جزا و سزا بنانے کا قرار دیا ہے
اگر اسد تعالے مجبور کرکے انسان سے نیکی اور بدی کرائے تو وہ عادل نہین ہوسکتا
اگر طریقہ عدل کا یہی ہو تو نظام دنیا اوٹھہ جائیگا اور ایسی مثال ہوجائیگی جیسے آدمی بچون
سے کام کرائین یا آلات سے کام لین بچون اور آلات کو سزا دین نہ اونکو جنگلوب دیجاتی
ہے ۔ پس حقیقت مین اسد تعالی خلق افعال مخلوق نہین کرتا آدمی کے افعال
مین عقلی حسن و قبح ہے اسد تعالی کے افعال مین جب غور کیا جائے سواے بہلائی
کے اور کچھہ نہین ہے مثال اسکی یہہ ہے کہ اسد تعالی نے موت کو خلق فرمایا قوت جماع
کو پیدا کیا دشمن کے دفع کرنے کا انتہائی ذریعہ قتل کو بنایا موت کا ذریعہ جب انسان
ہو برائی ہے جب اسد تعالی ہو اچہائی ہے انسان جب اپنی عورت سے جماع کرے
اچہا ہے جب دوسری عورت سے جماع کرے اچہا نہین اسد تعالی اوسکو بہی ذریعہ خلق جو کرداتا
ہے وہ بہی برا نہین کیونکہ خلق کرنیکا فعل نیک ہے برائی آپ نے پیدا کی مگر وہ بہی جو
زنا سے پیدا ہوتے اپن مجبور پیدا نہین ہوتے اور اصلی خلق مین جو بہلائی ہے اور
اختیار مین جو بہلائی ہے اوسکا فیضان باوجود ہماری برائی کے بہی ہوتا ہے یعنی
اسد تعالی اس بدی پر بہی نیکی ہی کرتا ہے ۔ علاوہ اسکے قواعد متعلق اسباب جدا چیز ہین

جو بلا وجہ خاص توڑے نہین جاتے ۔

حسن و قبح نقلی کیون مانے جاتے ہین ۔

یہہ کہنا کہ حسن و قبح محض نقلی ہین ممکن ہے کہ اسی ڈر سے ہو کہ مبادا النسبت بدی کی اللہ تعالی کی طرف ہوگی سو ہرگز نہین ہو سکتی ۔ اللہ تعالی نے کوئی بدی بطور جسم یا مخلوق موجود کے پیدا نہین فرمائی جو ہمارے خیال مین آئے یا دکھائی دے نہ قوتین انسان کی ایسی ہین نہ شیطان صرف ہمارے افعال کو کمال آفت سے اختیاری پیدا کیا ہے اور اوسکے لئے بذریعہ رغبت طرف بلندی کے اور بذریعہ تقرر سزا کے روک کی ہے اختیار ہمارا بدون اوسکے اختیار ہی نہین رہتا ۔ پس غور فرمایئے اللہ تعالی کو بدی سے کیا واسطہ ہے ۔

حسن و قبح افعال عباد مین محدود ہے ۔

مختصر اس بیان کا یہہ ہے کہ افعال مین حسن و قبح کا پایا جانا صرف انسانون کے لئے ہے اور جسکا خیال واسطے درستی افعال کے ضروری ہے اور منفعت انسان تک محدود ہے پس برائی بھی اوسی تک محدود ہے اللہ تعالی نے جو افعال پیدا کئے اونکو حیثیتون اور نسبتون سے جدا اور الگ کرکے دیکھیے وہ کوئی بھی برا نہین ہے جیسے کاٹنا فصاد و حکیم کا بدی نہین ہے انسانونکا ایک دوسرے کو ضرر پہونچانا بدی ہے ۔ اختیار دینے کا فعل فی الواقع جواز اوس بدی کا جو آپکے خیال مین ہے نہین ہے یہ اختیار نہایت مستحسن چیز ہے اور وہ سوائے اس صورت کے اور صورت سے دیا بھی نہین جا سکتا اور وہ تصرف مالکانہ کا ایک صریح نتیجہ ہے

مولوی ناصر حسن جونپوری

جناب مولوی ناصر حسین صاحب جونپوری نے کتاب ناصر الاذ

کی تقریر جواب - مین جسکا ذکر دیباچہ مین کیا گیا لکھا ہے کہ جواب ان شبہات کا یہہ ہے کہ شر قلیل واسطے خیر کثیر کے یعنی چہوٹی بدی بڑی بہلائی کیلیئے جائز ہی نہین بلکہ ضرور ہے ورنہ شر کثیر پیدا ہو۔ پس پیدا کرنا شر کا اگرچہ نظر بہ نفس شر کے اچہا نہین معلوم ہوتا لیکن وہ سبب پہونچانے خیر کثیر کا خلق کو ہے کہ اوس سے بہت بڑی بہلائی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی صفت رحمت وعفو ظاہر ہوتی ہے -

اوسکی شرح - میرے نزدیک اطلاق شر کا افعال الہی پر جائز نہین ہے اور جو افعال اوس سے صادر ہوتے ہین وہ شر ہی نہین ہین جسکی شرح بار بار کی گئی - شاید اس خیال سے یہہ اطلاق ہو کہ مشیت الہی اسکی مقتضی ہوی کہ شیطان پیدا ہو کر افعال بد پیدا کرے اور خود افعال بد کا ارتکاب کرے - یہہ سچ ہے کہ وہ نتیجونکو جانتا تہا مگر اوسنے اجراء اس مشیت کا اس طریقہ سے فرمایا ہے کہ اوسکی ذات الزام سے پاک ہے یعنی اوسکی طرف باوجود اسکے نسبت شر کی نہین ہوسکتی کیونکہ اختیار دیا ہے اور اچہا بنانیکو دیا ہے نسبت شر کی مجبور پیدا کرنے کی صورت مین ہوسکتی تہی چونکہ وہ مالک ہے اوسے اختیار ہے کہ جس چیز کو جس مصلحت سے چاہے پیدا کرے اوسنے شیطان کو اپنی ذات کی شناخت دے دی تہی اوسنے سالہاے دراز تک عبادت کی تہی پس مجبوری نہ شیطان مین ہے نہ انسان مین - انسان سے پوچہکر اختیار دیا تہا - جو اس احتیاط سے مشیت جو ایسی ضروری تہی جاری فرمائے کبہی خالق سے شر نہین ہوسکتا حصول شر کا اس معنی مین کہ ہونے دیا خلق نہین ہے - چونکہ یہہ نازک مگر خطاہ

بات ہے اس سے اکثر غفلت ہو جاتی ہے۔ بحث مشیت مین آدمی کو غفلت نکرنی
چاہیئے صرور خلق اس عالم کا نظر با ضداد اور ان امور کے جو مذکور ہوئے میرے
خیال مین صرف اسی طریقہ سے بلا الزام ہو سکتا تہا۔ صفت عفو و رحمت کے ظہور کی
نسبت جو مولانا نے فرمایا ہے اوسپر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بعد گناہ کے گناہگار
توبہ کر کے معصوم کی برابر نہین ہوتا جب عصیان کو بطور شر قلیل خدا پیدا کرے۔
معاذ اللہ۔ تو اوسوقت معافی کی کوئی قدر نہین ہو سکتی نہ اوسمین خوبی باقی رہتی ہے
جواب اسکا یہہ ہے کہ اختیار کی حالت مین صفت رحم و عفو ابتدائی ہے کیونکہ اگر اختیار
ہو اور بخشش گناہ کی جو بسبب اختیار کے واقع ہو تو کیا الزام حق تعالی پر ہوتا یعنی
وہ محض عاقل ہوتا۔ پس صفت رحم ابتدائی ہوئی یہہ نہین ہے کہ اللہ نے شر پیدا کر کے
ذریعہ عفو کا پیدا کیا ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر جواب الہی کے متعلق۔

قاضی نور اللہ علیہ الرحمہ نے کتاب مجالس المومنین مین لکہا ہے کہ کتاب موصوف کے اوائل مین ہمنے ذکر اعتراضات
شیطان کا کیا ہے وہان ان اعتراضون کے جواب دینے کا موقع نہ تہا۔ اسلئے
لکہہ دیا تہا کہ جواب انکے بڑی کتابون مین لکہے ہوئے ہین جسکا دل چاہے دیکہہ لے
بعد مین اکثر بزرگوارونکی یہ راے ہوی کہ نہین۔ جواب ونکا لکہہ کر شامل کتاب کرنا
چاہیئے تاکہ دوسری جگہہ ڈہونڈنے کی تکلیف نہو۔ اسلئے اونکے جوابات لکہنے کا
قصد کیا اور جب جواب لکہنے کی نظر سے اون اعتراضون پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جو جواب

جناب باری تعالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ اور اوسکے معنی مطابق اصول فرقہ جبریہ کے ہین۔ علامہ شہرستانی اور امام فخرالدین رازی کا یہ لکھنا کہ اصول فرقہ عدلیہ کے مطابق جواب ان اعتراضات کا دیا ہی نہین جا سکتا بالکل غلط ہے اور ہم جواب اوسکے لکھتے ہین۔ راقم۔ بے اعتباری اس بنا پر صحیح رائے نہین ہے نہ جواب مطابق اصول فرقہ جبریہ کے ہے۔ قاضی صاحب نے بعد اس ارشاد کے اعتراضات شیطان کو نقل فرمایا ہے اور جواب کو بہر فرماتے ہین کہ خلاصہ تقریر علامہ شہرستانی کا یہہ ہے کہ اعتراضات شیطان کے بمنزلہ تخم کے ہین اور جسقدر دوسرے مذہب والون کی تقریرین ہین وہ سب اسی تخم سے پیدا ہوئی ہین اگرچہ طریقے بیان کے مختلف ہون مگر اصل سب کی ایک ہے اور خلاصہ سب کا یہہ ہے کہ یہہ ارباب مذاہب اپنی راے اور خواہشون کو باوجودیکہ وہ مخالف نص یعنی صاف حکم الٰہی کے ہین۔ اور مانتے ہین کہ مخالف ہین۔ مقدم رکھتے ہین اور اوسپر عمل کرتے ہین۔ سب سے بہتر وہی جواب ہے جو اللہ تعالی نے دیا۔ کیونکہ معنی ان سب اعتراضون کے یہہ ہوتے ہین کہ وہ اللہ تعالی پر عقل کا حکم جاری کرتے ہین جہان عقل کا حکم جاری نہین ہو سکتا اور اسکے معنی یہ ہوئے کہ یا مخلوق خالق کی طرح ہے یا خالق مخلوق کی طرح ہے۔ ظاہر ہے کہ یہہ دونون صورتین غلط ہین۔ پہلی صورت غلو ہے دوسری تقصیر ہے چنانچہ فرقہ حلولیہ و شیعیان غالی نے یہی کہا ہے کہ خالق مخلوق کی طرح ہے۔ اور فرقہ مجسمہ و قدریہ و جبریہ اہلسنت و معتزلہ نے کہا ہے کہ مخلوق خالق کی طرح ہے۔ مثال یہہ ہے کہ فرقہ مجسمہ صفت

اللہ تعالی کی اون چیزون کی سی کرتے ہین جنمین جسم ہے اور اونکا اثر ہوتا ہے اور اونپر اثر پڑتا ہے اور مثال یہہ ہے کہ فرقہ خوارج کہتے ہین کہ حاکم سوائے اللہ تعالی کے کوئی دوسرا نہین ہوسکتا۔ پس جیسے یہ اقوال ہین اسی طرح ابلیس کے اعتراضات ہین چنانچہ اوسنے کہا تھا کہ مین کیا آدمی کو سجدہ کرون جو سڑی ہوی مٹی سے بنا ہے مین تو صرف تجھے کو سجدہ کرونگا۔ پس ظاہر ہے کہ اولاً اعتراضات شیطان نے پیدا کیئے اور آخرکار اونکا ظہور ان فرقون مین ہوا۔

پس جاننا چاہیئے کہ جوجواب اللہ تعالی کی طرف منسوب ہے اور حاصل معنی اوسکے علامۂ موصوف نے بیان فرمائے ہین وہ سخت غلط ہین اور امام فخرالدین رازی اور نظام الدین نیشاپوری نے بغیر سوچے سمجھے صرف اسلیئے کہ اونکی رائے کے موافق یہ جواب تھا اوسکے حاصل معنی کی پیروی کی ہے۔ زیادہ تر تعجب یہہ ہے کہ امام فخرالدین نے اس جواب کی اسقدر تعریف کی ہے کہ فرمایا ہے کہ اگر اگلے پچھلے سب جمع ہون اور چاہین کہ اصول فرقہ معتزلہ کے مطابق ان اعتراضون کا جواب دین ہرگز ممکن نہوگا۔ سچ ہے کہ اللہ تعالی کی شان اس سے کہین بلند ہے کہ معتزلیون کے اصول پر اوسکا موازنہ کیا جائے۔ غلطی یہ ہے کہ خطا ابلیس کی وہ نہین ہے جسکو علامۂ شہرستانی نے سمجھا ہے یعنی شیطان نے عقل کا حکم اللہ تعالی پر جاری کیا۔ نہ اللہ تعالی کے جواب کے وہ معنی ہین جو علامۂ موصوف نے لیئے ہین اسلیئے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی بہت سے مقامات مین قرآن مجید کے اندر عقل کو شرف حاکم ہونے کا دے اور فرمائے

کہ اَفَلَا تَعْقِلُونَ اور مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُونَ - کیا تم نہین سمجھتے اور کیونکر حکم دیتے ہو اور یہان عقل کو بیکار قرار دے اور اوس فضیلت سے گرا دے جو خود عنایت فرمائی تھی - پس عقل کا حاکم نہ ماننا غلط ہے - بلکہ معنی جواب ایزدی کے یہ ہین کہ شیطان کی غلطی یہ تھی کہ اوسنے مصلحت اور وجہ ایسے اسد کے افعال مین پوچھی جسکی نسبت دل مانے ہوے ہین کہ وس سے زیادہ کوئی مدبر اور حکیم نہین - ضرور اسد تعالیٰ بُری چیزون کی بُرائی جانتا ہے اور بُرائی سے پاک ہے اسواسطے کہ ہماری عقلین محال جانتی ہین کہ وہ کوئی بُرائی کرے - جب بندہ یہ جان لے کہ جو کچھہ اسد تعالیٰ کرتا ہے سب صحیح ہوتا ہے - ظلم نہین ہوتا - بیکار کوئی کام نہین ہوتا پس اوسپر لازم ہے کہ فرمانبرداری کرے - مثال اسکی مریض کی حالت ہے کہ کوئی بیمار طبیب حاذق سے نہین پوچھا کرتا کہ یہ دوا کیون دی - اتنی کیون تجویز کی - ایسی غذا تجویز کرنے کی کیا وجہ ہے اسی طرح بندہ جسکو نادانی اور جہل کے سیکڑون مرض گھیرے ہوے ہین نہین پوچھہ سکتا کہ اسد نے یہ کام کیون کیا اور آیہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ کے یہی معنی ہین - نہ یہہ کہ اسد کے کامون مین عقل کو دخل نہین -

امام فخرالدین صاحب کے ارشاد کے اگر یہ معنی لیے جائین کہ اوس صورت مین جب حُسن و قبح اشیاء کو عقلی مانئے تو اعتراضات شیطان کا جواب تفصیلی نہین ہو سکتا یہہ بہی صحیح نہین ہے - اسلئے کہ ہمارے نزدیک معنی عقلی ہونے حسن و قبح کے یہ نہین ہین کہ ہماری عقل ایسی مستقل اور عمدہ ہے کہ ہر فعل الٰہی اور ہر حکم الٰہی کے نسبت جان سکتی

ہے کہ اوسمین بہلائی کی یہ بات ہے اور بُرائی کی یہ بات ہے - بلکہ معنی ہین کہ علی الاجمال
یعنی عام طور پر ہماری عقل جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل مین بہلائی ہے بعض احکام
وافعال کی نسبت توہماری عقل صاف بتلاتی ہے کہ یہہ حسن (اچہے) ہین بعض افعال
ایسے ہین جنمین غور کرنے اور دلیل کے ذریعہ سے اونکی خوبی اور عمدگی ظاہر ہوتی ہے
تاہم بعض امور ایسے ہین کہ عقل اونکی بہلائی دریافت کرنیسے قاصرہ جاتی ہے لیکن
جانتی ہے کہ اونمین بہلائی موجود ہے اگر وہ وجہ ظاہر ہوجائے ضرور عقل بہی اوسے
اچہا جان لے - پس اسیطرح اگر بعض احکام کی وجہ بیان کرنے سے عقل قاصر ہو اوسکو
قاعدہ حُسن وقبح سے کچہہ علاقہ نہین -

مثالین اون افعال کی جنکی اچہائی کو عقل صاف بتلاتی ہے یہہ ہین - واجب
ہوتا صدق وانصاف وشکر نعمت کا - واپس دینے امانت کا - قرض ادا کرنے کا
اچہے کامون مین کرتے وقت کسی کا خوف نہ کرنا - بہتر ہونا نیکی مین سبقت کرنے کا
اخلاق کا - بک بک نہ کرنیکی عادت کا - بات کو کان لگا کر سُننے کا - نرمی کا - جلدی
نہ کرنے کا - حلم کا - پاکدامنی کا نصیحت کا - اچہی صحبت کا - یگانون سے سلوک کا -
دوستی مین یکرنگی کا صبر کا - رضا کا - لوگون سے اُمیدین نرکہنے کا - سکہلانے کا - مدد کرنیکا
(یعنی اوسوقت بہی جب بدون اوسکے کام چل سکتا ہو) مناسب سفارش کو ماننے کا -
اچہے کامون مین اورون سے بڑہکر رہنے کا - اپنے سے بہتر کے پاس بیٹہنے کا - بُرون
کی صحبت سے بچنے کا - نیکون سے تواضع کرنیکا - بُرون سے تکبر کرنیکا جب ضرر نہو -

انجام سوچنے کا۔ گناہون سے دور رہنے کا۔ سلوک کے بدلے مین ابری جاہنے کا۔ قصور معاف کرنے کا۔ نفس کو بلند رکہنے کا۔ ہمت کو بلند رکہنے کا۔ جفا کو تحمل کرنیکا مدارات کرنیکا۔ امر بمعروف ونہی منکر کا۔

مثالین اون افعال کی جہان غور اور دلیل سے خوبی ظاہر ہوتی ہے یہہ ہین۔ اللہ نے عالم کو حادث کیون بنایا۔ رسول کیون بہیجے۔ وصی اونکے کس لیئے خود مقرر فرمائے گنہگارون اور خدائی کے دعوے والون کے نیست و نابود کرنے مین کس لیئے ڈہیل دی۔ الحمد نماز مین کیون پڑہتے ہین۔ تسبیح اور رکوع اور قنوت مین قرائت کیون سنت ہے درندون کا گوشت کیون حرام ہے اور گہریلو گدہون کا گوشت کیون مکروہ ہے۔

مثالین اون افعال کی جہان عقل قاصرہ جاتی ہے یہہ ہین عرفہ کا روزہ کیون سنت ہے۔ عید کا روزہ کیون حرام ہے۔ تاہم عقلی جوابات تفصیل کے ساتھہ بہی ان اعتراضات کے دیئے جاسکتے ہین۔ یہی نہین ہے کہ ان اعتراضون مین ہم کہین کہ علی الاجمال ہم جانتے ہین کہ ہر فعل اللہ تعالی کا اچہا ہے۔

تقریر بالا کی شرح۔ **راقم**۔ جناب قاضی صاحب نے افعال الٰہی مین احکام الٰہی کو (جو بندون کے عمل کے لئے ہین) بہی شامل فرمایا ہے۔ احکام مین تقرر ثواب اور استحقاق جنت بہی ایک وجہ ظاہر ہے۔ کافرون کے عذاب مین ڈہیل اسلئے ہے کہ برائی سے بہلائی پیدا ہوتی اگر ڈہیل نہ دیجاتی جس مصلحت سے اونکو پیدا کیا وہ باقی نہ رہتی کفر کے ساتھہ اللہ کسی کو پیدا نہین فرماتا۔ پس تاخیر کا فعل اصل مین عدم فعل ہے یعنی

مارنہ ڈالنا۔ اور وہ در اصل تمہارا اختیار رہے۔ تمہارا اختیار اچھا ہے۔ جب غور کیجئیگا
یہہ بات پائیگا کہ افعال الٰہی مین کوئی قبح نہین بُرائی صرف افعال عباد مین محدود ہے

راقم کی شرح جواب الٰہی کی۔ جب یہ تقریرین جواب الٰہی کی شرح مین آپ نے سن لین تو مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ مین نے جو سمجہا ہے اوسے بہی بیان کرون۔ میرے نزدیک
اس جواب کے (جو اللہ تعالیٰ نے دیا) یہہ معنی ہین۔ کہ ہم وجہ اور مصلحت نہین بتلاتے
وہ بات بتلاتے ہین جو تمہارے لئے کافی ہے اسکی بڑی وجہ یہہ ہے کہ انسان کی
عقل کی رسائی ماہیت اشیاء تک ہے وجوہ ماہیت تک ہوہی نہین سکتی۔ یعنی ہم یہ
جان سکتے ہین کہ گنا میٹھا ہوتا ہے۔ اوسکے یہ خواص ہین۔ یون امتزاج ہو سکتا ہے
تجزیہ کرکے جان سکتے ہین کہ فلان فلان اجزاء اسمین ہین۔ مگر یہ کوئی نہین جان سکتا
کہ گنے مین شیرینی کیون پیدا ہوئی اور جو اجزاء تجزیہ سے دریافت ہوتے ہین اون
اجزاء مین اونکے خواص کیون پیدا ہوے۔ پس شیطان کا دریافت کرنا کہ مین برا
کیون ہوا ایسی مثال ہے کہ گنا پوچہے کہ مین کیون میٹہا ہوا۔ یا ایلوہ دریافت
کرے کہ مین کڑوا کیون ہوا۔ پس ہم مین قابلیت اسکے فہم کی نہین ہے نہ یہہ
صحیح سوال ہے۔ اور جواب اسکا ہماری عقول سے بالا ہے چنانچہ اس اصول پر
تمام فلاسفہ کا اتفاق ہے ایسے ہی اون مصالح کا بہی بتلانا جو فہم مین آسکتے ہین تفصیل کے
ساتھہ یقیناً خلاف مصلحت ہے گو وہ وجوہ نہون۔ کیونکہ اول تو بنظر اوس تفاوت کے جو عقول مین
رکہنا لابد تہا عموماً ہر عقل مین وہ بہی آنے کے قابل نہ تہا دوسرے نہ کہولنا اتنے

پردہ کا بھی اسلیئے ضرور تھا کہ سارا نظام بیان کرنا پڑتا اور بھید بتلانا ہوتا آدمی کو وہ باتین بتلا دینی اور اوسکا مفاسد سخت مین ڈالدینا ہوتا جو اوسکے لئے ایسی مضر ہوتین کہ نظام بدل جاتا جسکا بیان پہلے ہوچکا۔

نسبت نظام وغیرہ کے مین نے جو بیان کیا ہے باوجودیکہ ارشادات الہی سے ماخوذ ہے اوس قدر ہے جس قدر مناسب طور پر بتلایا گیا ہے۔ اور وہ مصالح ہین مین مدعی نہین ہون کہ جو کچھہ مین نے عرض کیا وہ پورا ہے۔ البتہ کافی معلوم ہوتا ہے اس کافی کو بھی اوسوقت بتلانا اگر اللہ صریح بتلاتا تو اسقدر بھی خلاف مصلحت ہوتا۔ یہہ وہ طریقہ ہے جسکے پادشاہان دنیا تتبع کرتے ہین (چنانچہ فرامین مین یہی ہوتا ہے اور اکثر احکام سلطانی جو انگریزی مین جاری ہوتے ہین وہ اسیطرح جاری کیئے جاتے ہین کہ بادولت کی مرضی یہ ہے۔ یعنی رعایا کو مصلحت بتلانا خلاف شان حکومت ہے۔) وجہ نہ بتلا کر اطاعت کرانا اسلیئے زیادہ مصلحت ہے کہ عادت عبودیت سکہانا اچہا ہے اور ایسا اچہا ہے کہ بغیر اوسکے کمال ایمان نہین ہوتا حقیقت مین اس نہ بتلانے سے اللہ نے سب سے بہتر ذریعہ ہمارے کامل الایمان بنانے کا اختیار فرمایا ہے۔

تاہم بڑی خوبی اور معجزہ اس ارشاد کا یہ ہے کہ اگر غور فرمایئے جسقدر جواب ہے کافی اور شافی ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ (۱) اسبات پر زور دیا ہے کہ مین اللہ ہون۔ اللہ کے معنی ہین معبود۔ یہہ اسکی طرف اشارہ ہے کہ معبود کی عبادت کرنی چاہیئے اور حکم ماننا۔ اعتراض کرنا نہین چاہیئے کیونکہ وہ نقیض عبادت کی ہے۔ اسی لئے پہلے کہنا

ہے کہ ای شیطان تو تصدیق الوہیت مین صادق نہین ۔ (۲) یہ فرمایا ہے کہ میرے سوائے دوسرا معبود نہین ہے ۔ معنی یہ ہین کہ اگر کوئی ہوتا وہ قابلیت اعتراض کی رکھ سکتا تہا نہ عبد ۔ اوسکے لیئے یہہ فعل تکبر اور شک الوہیت مین ہے ۔ جب کوئی اس عالم سے دوسرا عالم بہتر پیدا کرکے دکہلاتا تب اعتراض کر سکتا تہا ۔ (۳) یہہ فرمایا ہے کہ میرا کوئی فعل اسلیئے کہ مین اللہ ہون قابل اعتراض نہین یعنی سب مین مصلحت ہے ۔ اپنی الوہیت کو زور کے ساتہہ ذکر کرنے سے یہہ امر ظاہر کیا ہے کہ صرف اسلیئے کہ وہ معبود ہے افعال اوسکے قابل اعتراض ہوہی نہین سکتے ۔ اگر وہ شر پیدا کرے یا خود شر کرے معبود اور معبود ہونیکے قابل نہوگا ۔ یہہ معنی نہین ہین کہ افعال الہی مین لمیّت نہین ہے پس یہ سب ارشاد جہان بیان اسکا ہے کہ اللہ تعالی اسلیئے قابل پرستش ہے کہ کوئی فعل اوسکا برا نہین اور وحدہ لاشریک ہے ۔ حکم اوسکا یہی ہے کہ بندہ کا صرف یہ مان لینا باعث تسکین ہونا چاہیے کہ اللہ معبود برحق ہے ۔ جو مشیت ہو ۔ جو حکم ہو ۔ بلا چون وچرا مان لے اور ایمان لائے کہ کوئی مشیت حکمت بالغہ سے خالی نہین خواہ ہمارے لیئے اوسوقت باعث نفع ہو یا باعث ضرر ۔ افسوس ہے کہ آجکل زمانہ مجبور کرتا ہے کہ مصالح بیان کیئے جائین ۔ اگر اسیطرح یہ عادت پیدا نہ کی جائے ہمارا حال کم از شیطان نہین سخت تر افسوس اسبات کا ہے کہ لوگ جنکو ذی رائے اور فلسفی جانتے ہین اونکے محض کہنے سے اونکی بتلائی ہوی بات مان لیتے ہین اور اوسوقت مان لیتے ہین جب اونکی عقل مین نہ آتی ہو ۔ خداوند عالم کا رتبہ کیا حکیم سے بہی کمتر ہے کہ اوسکی بات بلا وجہ نہین مانی جاتی

مجہے اس بات کا یقین ہے کہ جبتک آدمی بلا چون و چرا نہ مانے وہ مطیع اور فرمانبردار اور آخر کو صاحب ایمان نہین۔ اسلیئے کہ غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ آدمی جبتک دلائل مین پڑا رہتا ہے وہ کامل الایمان نہین ہوتا۔ مرتبہ ایمان کا بعد تکمیل دلائل کے اور تصفیہ کے حاصل ہوتا ہے مثال اوسکی ہر وہ چیز ہے جسکا ہم یقین کرتے ہین جیسے ہم جانتے ہین کہ ہماری ٹوپی ٹوپی ہے ہمارا گھوڑا ہے ہمارا ہاتھہ ہاتھہ ہے وقس علے ہذا پس ان چیزون کی بہی جب تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائیگا تو دلائل کا استعمال فرمائیگا لیکن بعد اونکے طے کرنیکے سب دلائل ختم ہوجاتے ہین چنانچہ جب ہم ٹوپی کو دیکھتے ہین بلا انضمام دلیل کے ٹوپی کا ٹوپی ہونا گھوڑے کا گھوڑا ہونا ہاتھہ کا ہاتھہ ہونا ہمارے ذہن مین آتا ہے اور اسطرح آتا ہے کہ احتیاج دلیل کی نہین رہتی تسلیم اور اذعان ہوتا ہے یہی حال ایمان کا ہے اور تکمیل اوسکی اوسی وقت ہوتی ہے جب ایسا اذعان اور تسلیم حاصل ہوجائے پس یہا الناس ایمان کو کامل کرو۔ دلائل مین مت پڑو یعنی ایکدفعہ اللہ کو اگر اللہ جان چکے ہو پہر ساری عمر شکوک مین نہ پڑے رہو۔ اگر پڑے ہوگے اسی طرح شک مین مرجاوٴگے اور نہ اودہر کے ہوگے نہ اودہر کے عقل ضرور حاکم ہے لیکن ہماری عقل چہوٹی ہے شناخت اللہ تعالی کی فطری ہے۔ پرہ بعد شناخت عقل کے کام مین لانیسے پڑا ہے اس بات پر غور کرو اور دفعتہ ایمان کی تکمیل کرکے بجاآوری احکام مین مصروف ہو اوسمین جلدی کرو مناسب ہے کہ ایک مثال بیان کرون وہ آجکل کا پریس ہے اور اوسکی آزادی چونکہ حکومت بندونکے ہاتھہ مین ہے اونکے لیئے مصلحت یہہ ہے کہ نفوس رعایا کی خباثت دریافت کرتے رہین اور اونکے علاج اس سے

رعایا کی جو حالت ہوئی اوسکی مضرتین ہم روز دیکھتے ہین - بہت سے ایڈیٹر بڑھتے بڑھتے
یہانتک بڑھ جاتے ہین کہ قید ہوتے ہین - یہہ اعتراض کی عادت بُرائی ہے یا نہین
ایڈیٹر جو معترض ہوتے ہین خیر خواہانہ اعتراض کمتر کرتے ہین اور وہ حقیقت مین عدم
اطاعت حقیقی سلطنت کی ہوتی ہے - سلطنت ایک حد تک اپنے نفع کے لئے
جائز رکھتی ہے ابتدا سے جائز نہین رکھہ سکتا - مگر سلطنت بہی جو جائز رکھتی ہے اوس
جواز کے بعد جب ارتکاب گناہ ہوتا ہے ظاہر سزا دیدیتی ہے اور باطناً ہمیشہ سزا مین
مبتلا رکھتی ہے - پس جو عادت ایسی بد ہو اوسکا اختیار کرنا ضرور بُرا ہے - اگر ہم اطاعت
سلطنت کی دل سے کرین اون منافع مین شریک ہون جو اوسوقت صرف اون
لوگون کو ملتے ہین جنپر سلطنت حقیقی خیر خواہ اور مطیع ہونیکا اعتبار کرتی ہے پس دیکھیے
کہ آج کل جو آپکو وجہ پرستی کی عادت ہے اور اعتراض کی وہ آپکے حق مین کیا کر رہی ہے
خداوند عالم کی سلطنت سب سلطنتون سے اعلی ہے اوسکو اس عادت سے کیا ناراض
نہونا چاہیے - وہ کسی طرح اوسے جائز نہین رکھہ سکتا - اور وہان اتنا جواز بہی نہین ہے
چنانچہ انبیاء نے جب وجہ پوچھی ہے صاف کہا ہے کہ بتلا دیجیے تا کہ اطمینان ہو جائے
یہہ کہنا کیسا اچہا ہے - اسکا مقابلہ اس کہنے سے کیجیے کہ آپ پر یہہ اعتراض ہے
ہماری عقل مین نہین آتا - ارے بہائی تو ہے کون جو وجہ پوچھے ؟ - پس یہی اللہ
تعالی نے اس جواب مین زیادہ تر ارشاد کیا ہے اور جواب کا وہی طریقہ اختیار کیا ہے
جو سب سے بہتر ہے یعنی مصلحت کے بہی مطابق ہے اور اپنی شان کے بہی موافق

او بندہ کے لئے توفیق ہدایت ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔

باب پنجم

باب پنجم

جوابات تفصیلی

اسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے

بیان ترتیب جو جوابات مین ہے

جناب سید بدرالدین علیخان بن نظام الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ جو میر سید علی کہلاتے ہین اور جناب قاضی نوراللہ شوستری رحمۃ اللہ کے جوابات تفصیلی نظر راقم سے گذرے ہین۔ مناسب ہے کہ اولاً ان علماء کے جوابات کا ترجمہ کیا جائے اور بقدر ضرورت شرح۔ اوسکے بعد وہ جواب لکھے جائین جو راقم کے خیال مین گذرے ہین

توضیح۔ (۱) شرح لفظ راقم سے شروع ہوی ہے۔ (۲) ہر سوال کی عبارت اصلی یعنی عربی کی صدر کتاب مین نقل کی گئی ہے یہان سہولت کے لئے صرف ترجمہ کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ (۳) ترجمے لفظی نہین ہین خلاصہ معنی ہین۔

سوال اول

پہلا سوال

شیطان کو کیون پیدا کیا

اللہ تعالی کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تھا کہ مجھسے کیا افعال صادر ہونگے پھر اوسنے مجھے پیدا ہی کیون کیا۔ میرے پیدا کرنے مین خصوصاً کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی کا جواب کہ شیطان جو شر ہے اوسکا خالق اللہ نہین ہے۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ شیطان کی غرض ان شبہات کے پیدا کرنے سے بہکانا جہال کا ہے کیونکہ جوابات انکے نازک ہین۔ اور وہ جوابات سمجھدار لوگون کے لیئے ہو سکتے ہین۔ پھر فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ شیطان دریافت کرتا ہے کہ میرے پیدا کرنے مین حکمت اور اوسکی وجہ کیا ہے۔ جواب اوسکا یہ ہے کہ جتنی چیزون مین ایسی قابلیت ہے کہ اونہین خلعت وجود پہنایا جائے اور وجود مین لانیکے اثر سے متاثر ہو سکین اون سب پر خداوند عالم افاضہ وجود فرماتا ہے۔ اس حیثیت سے شیطان کا خالق اللہ تعالی ہے اور جیسے اور تمام مخلوق کو اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے ایسی ہی شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔ باقی رہی خواصیت۔ یعنی وہ چیز جو ایک نفس کو دوسرے نفس سے جدا کرتی ہے اور وہ خواص مختلف نفوس کے کہے جا سکتے ہین۔ وہ خواص کسی کے پیدا کرنیسے پیدا نہین ہوتے بلکہ آخر مراتب جملہ نفوس مین سوائے نفوس اجرام سماوی کے خود عارض ہوا کرتے ہین۔ پس اسلیئے کہ شیطان نار سے پیدا ہوا تھا اور قوت شدید رکھتا تھا تکبر اور انانیت غالب آگئی اور اوسنے عاجزی سے انکار کر دیا۔

شرح تقریر سید صاحب

راقم - غرض اس جواب کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ شرارت یعنی افعال قبیحہ کے ارتکاب کی طرف میلان داخل ذات شیطان نہین ہے حق تعالی خالق ذات ہے خالق میلان صدور افعال نہین ہے اسلیئے کہ میلان بعد پیدا ہونے حالت تمیز کے نفوس مختلفہ

مین پیدا ہوتا ہے اور ضرور تمیز آنا بعد کی بات ہے - یہہ بہی ظاہر ہے کہ اسباب لاحقہ میلان مذکور کی طرف منجر ہوتے ہین مگر میلان اور مجبوری مین جناب پیر صاحب نے اختصار کو کام فرمایا ہے تاہم ایک عمدہ بات کہی ہے -

جواب قاضی صاحب کہ شر ایک خاصہ بطور غرض کے ہے اعراض بعد کو عارض ہوتے ہین

قاضی صاحب فرماتے ہین کہ جواب اس اعتراض کا یہہ ہے کہ اسد تعالی پہلے سے جانتا تہا کہ شر شیطان سے صادر ہوگا لیکن وہ شر اسد کے بنانے سے نہوگا بلکہ قابلیت ذاتی کا ایک لازمہ ہوگا جو لازمہ ہمیشہ ملزوم کے ساتھہ رہے اور جدا نہو سکے جیسے چار کا عدد جفت ہے زوجیت اوس سے جدا نہین ہوسکتی یہہ مذہب اکثر حضرات اشاعرہ کا ہے جیسے امام قشیری محقق دوانی نے فرمایا ہے کہ جو نقص اور قصور بعض ممکنات مین دیکہا جاتا ہے وہ منجملہ اسباب حصول صور اعراض کے مادہ مین ہے نہ بوجہ بخل فاعل کے - قابلیتین اور استعداد حکماء کے نزدیک اسقدر متعدد ہین جنکی انتہا نہین - نہ ایک جگہہ جمع ہو سکتی ہین - بلکہ یون ہے کہ واجب یعنی اسد تعالی مع ہر اوس چیز کے جو پہلے گذری علت موجبہ اون چیزون کی ہے جو آیندہ آئین یعنی واجب یعنی اسد تعالی ابتدا ہر چیز کی ہے اور اوسکی ذات کی طرف ہر واحد مخلوق کی نسبت کہ اوسنے اونکو بنایا مع اوس مخلوق کے ہے جو پہلے گذری - یہہ حاصل کلام محقق دوانی کا ہے اور اس سے وجہ اس بات کی ظاہر ہوتی ہے کہ بعض انبیاء کو اپنے مخالفون پر غلبہ ہو جاتا ہے بعض کو نہین ہوتا - کیونکہ غلبہ اوسی قدر ہوگا جسقدر قابلیت اور استعداد موجود ہین ہو - ممکن نہین کہ مقدار قابلیت سے کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو -

اگر کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو لازم آئیگا کہ یا حق تعالی جانتا نہ تہا - یا اوسنے ظلم (گڑبڑ) کردیا - معاذ اللہ - یہ خیال تو کفر ہے - مطلب یہہ ہے کہ علم تابع معلوم کا ہے - (یعنی وہ علم اون چیزون کا ہے جو آیندہ ہونگی) اور اللہ تعالی احکام مطابق معلوم کے دیتا ہے مطابق اوس اندازہ کے جو موافق اوس استعداد کے ہے جو خود بنتی ہے - پس شیطان کے لیے جو کچہہ اللہ تعالی نے فیصلہ فرمایا کہ وہ کافر یا بیایماندار ہوگا - وہ بوجہ اوسکی استعداد اور لازمہ وجود کے تہا جسے اللہ تعالی نے نہین بنایا - چنانچہ جو ارشاد ہوا ہے کہ فَمَا اَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ (یعنی جو برائی تمکو پہنچتی ہے وہ تمہارے نفسون کی وجہ سے پہونچتی ہے) اسپر دلالت کرتا ہے - اور جب یہہ حال ہو تو یہہ پوچہنا کہ مین کیون گنہگار رہا - کیون قابل سزا بنا - ایسا ہی غلط سوال ہوگا جیسے کوئی سوال کرے کہ چار کے عدد مین زوجیت یعنی جفت ہونا کیون ہے -

شرح اس جواب کی -

راقم - خلاصہ اس تقریر کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز تو اصل شے کا بنانا ہے - اصل چیز جو بنائی جاتی ہے وہ مادہ کہلاتی ہے - ایک چیز اوس مادہ مین بعد کو عارض ہوتی ہے یہ بعد کی حالت (جیسے صورت مین لینا اور عرض کہنا چاہیے جسکے عارض ہونے سے طرح طرح کی مخلوق بنتی ہے) دوسری چیز ہے - اعراض مین دخل اون چیزون کو ہوتا ہے جو پہلے ہو چکی ہین - پس بہلائی اور برائی مین دخل ان اعراض کو ہے - اصلی مادہ کے خلق مین نہین ہے - حق تعالی اصلی مادہ کا پیدا فرمانیوالا ہے اور اعراض کا بہی وہی ہے مگر اون تاثیرون کے ساتہہ جو مادون مین ان بہنائی ہوی

صورتون یعنی اعراض سے اور اونکے سبب سے آجاتی ہین اور پچھلون کے پیدا ہونے مین پہلونکو ایسا دخل ہوتا ہے۔

مثال اول اعراض کے بعد مین لاحق ہونیکے جیسے چار مین زوجیت

مثال اول اوسکی ایک تو یہ ہے کہ ایک دو تین چار۔ پانچ چھہ گنتے ہین گنتی مین چار زوج یعنی جفت ہے گنتی ایک چیز ہے اور جفت اور طاق ہونا دوسری چیز ہے مگر جفت اعداد مین (جیسے دو چار چھہ آٹھہ) زوجیت اسلیئے آگئی ہے۔ کہ دو ایک کے۔ چار تین کے۔ چھہ پانچ کے۔ آٹھہ سات کے۔ بعد آئے ہین۔ پس ایک تین پانچ سات کا پہلے آنا سبب جفت ہونے دو چار چھہ آٹھہ کا ہے۔ اور پہلون کا پچھلون مین اسطرح کا دخل ہے۔ یہ مثال محل بحث ہے کیونکہ اس عرض اور اعراض مبحوث عنہ مین فرق بین موجود ہے۔

دوسری مثال اعراض کی بذریعہ ولادت لاحق ہونیکے

دوسری مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کو پیدا فرماتا ہے مگر اب آدمی آدمی کے ذریعہ سے پیدا ہو رہے ہین۔ ضرور پیدا سب کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر ذریعہ ولادت کا اثر ہوتا ہے۔ پس جو اصلی مادہ وجود کا ہے یعنی مٹی اسمین جو صورت بیٹے کی ہیتائی جاتی ہے اور اعراض لاحق ہوتے ہین اونکے لحوق مین پہلے وجود یعنی باپ کو دخل ہے۔ مثلاً اگر باپ کے اعضاء دماغی قوی ہین اگر اور عوارض نہون۔ بیٹے کے بھی قوی ہونگے۔ اگر اور عوارض ہون۔ جیسے بالفعل کا ضعف یا سردی یا گرمی ایسے نہونگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو شیطان کو پیدا فرمایا ایک مادہ بنایا تھا اعراض جو اوس مادہ مین لاحق ہوے وہ اوس مادہ کے عوارض ہین جن کے

اسباب اور ہین - اور اوس خلق مین اسباب مذکور کو دخل ہے -

تیسری مثال اعراض کے بعد افعال انسانی لاحق ہونیکی

تیسری مثال یہہ ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے اوس سے کمہار گھڑے بناتا ہے اور اینٹ بھی - لوہا مٹی سے اور لوگ نکالتے ہین جس سے لوہار توا بھی بناتا ہے جسپر روٹی پکتی ہے اور تلوار بھی جس سے آدمی قتل ہوتا ہے - غور فرمایئے کہ لوہار اور کمہار کیا ہین - اونکی اصل مٹی ہے - اس مٹی نے دوسری مٹی سے لوہا نکالا - تو لوہے مین مٹی کے مادہ پر صورت پہن جانیمین پہلی پہنی ہوی صورتون یعنی لوہار والی مٹی کو دخل ہوا پس لوہے مین جو مادہ قتل کا پیدا ہوا یا کمہار کی بنائی ہوی اینٹ مین جو کیفیت سر پھوڑنے کی عارض ہوئی اوسکو پہلے بنے ہوے اسباب کے دخل کے ساتھہ اسد تعالی نے پیدا فرمایا ہے - مگر جہان تک دخل اصلی مادہ کے پیدا کرنے کو ہے اسد تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے - جہان سے دخل مادہ کے اندر صورت پہننے کو اور عوارض کو پہلے مادّون کے ذریعہ سے شروع ہوتا ہے وہی مقام الزام شروع ہونیکا ہے - چنانچہ وہ بعد کی بات ہے - اوس دخل کی وجہ سے اسد تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے اسیطرح شیطان کا حال ہے کہ اوسکی شرارت بعد کی بات ہے اسد تعالی کے بنانیکی نہین - جیسے لوہا تلوار بنکر صرف کاٹنے کے کام مین آتا ہے اسیطرح شیطان چونکہ شیطان آگ سے بنا او سمین تکبر و شر پیدا ہو گیا اور الزام شیطان کی ذات کا ہو گیا -

اس اعتراض کا جواب کہ اعتراض

ان سب تقریرون پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آخر کو الزام اسد تعالی پر

جب لازم ہوں الزام شریک ہیں حقیقت | رہتا ہے کیونکہ ان سب طرفقین کو جو اعراض کے ہیں اوسی نے
بنایا ہے۔ اور جب اسباب کو ایسا دخل ہو تو جو مخلوق ان اسباب کے ذریعہ سے بنے
مجبور ہوگی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ لازمہ ہے سوائے اسکے تاثیر اشیا مین اللہ تعالی
کی بنائی ہوی ہے۔ جیسے آگ ہین۔ پس جہان تک وہ تاثیرات پہونچین اور افعال جو
تاثیرات کے ہون اللہ تعالی پر الزام ہی ہوا۔ اور موثر مجبور ہی۔ مگر یہہ اعتراض غلط ہے
غلطی یہ ہے کہ مخلوق مین جہان بذریعہ اسباب کے پیدا ہوکر یہ خاصہ حاصل ہوتا ہے کمال
صنعت خدای تعالی کی یہہ ہے کہ جبر کی صورت اسپر ہی پیدا نہین ہوتی۔ پہلے غیر
ذی روح کو لیجیے تلوار اور اینٹ کاٹتی اور سر پہوڑتی ہے مگر وہ خود کوئی کام نہین کرتی۔
اسلیئے اوسکا ضرر محدود اور رکا رہتا ہے پھر ذی روح کو لیجیے۔ اونکے افعال کو جب ان
چیزون سے مدد ملتی ہے تب ضرر ہوتا ہے جیسے آدمی ذیروح تلوار غیر ذی روح کو لیکر قتل
کرتا ہے۔ آدمی کے افعال اختیاری ہین چاہے قتل کرے چاہے نہ کرے پس جبر
کہان ہوا۔ اسیطرح شیطان کے افعال اختیاری تھے۔

اس جواب کی دوسری تقریر | **دوسری**۔ دوسری تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے
اضداد کو جمع کر کے ہر متضاد قوت کو محدود فرمایا ہے اور اوس مجموعہ مخلوق مین جو مکلف
ہے ایک چیز عنایت کی ہے جسکا نام روح ہے مجموعہ متضاد قوتون کا اوسکا محکوم ہے کہ
جس طرح چاہے متضاد قوتون سے جو ایک نئی قوت بنی ہے اوس قدرت کو کام مین لائے
جب چاہے نہ لائے اسکے ساتھہ عناصر کی اصلی قوتین جنمین مجبوری ہے بحال خود باقی

نہین ہین - پس باوجودیکہ تاثیرات موجود ہین اس مجموعی حالت سے تاثیرات مین ایک اور تاثیر نزول کنے اور ہونے دینے کی اور خود رو کنے کی اسد تعالی نے پیدا فرمائی ہے - اور یہہ ظاہر ہے اسلیئے اسد تعالی کی ذات الزام خلق شر سے منزہ اور پاک ہے اور مجبوری سے وہ مخلوق جو مکلف ہے پاک ہے یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ شیطان چونکہ آگ سے بنا ہے اوسپر لازما خودی اور تکبر غالب ہو گئے -

اس جواب کی تیسری تقریر

تیسری - تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ جن عناصر سے مخلوق بنائے گئے ہین وہ عناصر اپنے افعال مین مجبور ہین - جیسے آگ جلانے مین - ہوا چلنے مین - پانی رطوبت مین - مٹی سکون مین - لیکن خلقت مخلوق بعناصر کی اسطرح واقع کیگئی ہے کہ اضداد قوتون مین ایک کی دوسرے سے روک لگائی ہے چنانچہ مخلوق یعنی مجموعۂ اضداد ایسا ہو گیا ہے کہ جو مجبوری اصلی عناصر مین تہی وہ اس مجموعہ مین باقی نہین رہی - اسپر ہی بعد متحد ہو جانے قوتون کے اور نیز اومین ایک نئی بات پیدا ہونیکے کہ وہ قابلیت روکنے کی ہے ایک مادہ عقل کا پیدا کیا گیا ہے کیفیت جدیدہ جو امتزاج سے پیدا ہوی اوسوقت تک کام نہین کرتی جبتک عقل اوسکو کام کرنیکی اجازت نہین دیتی اور مثال اوسکی ایسی ہو گئی ہے جیسے ایک گہوڑا فرض کیجیے اور باگ اوس گہوڑے کی سوار کے ہاتہہ مین دیجیے - گہوڑا جب چلیگا جب سوار ہانکے - پس مجبوری مخلوق مین یا لزوم شر نہین ہے - لزوم شر کے جو جناب قاضی صاحب و سید صاحب قائل ہوئے ہین مجہے اوس سے اتفاق نہین -

قاضی صاحب کا دوسرا جواب

قاضی صاحب - دوسرا جواب یہ ہے کہ شیطان کے پیدا کرنے

کہ حکمت خلق شیطان عبرت دلانا ہے اور مراتب بزرگ پر پہونچانا

کی غرض یہ تھی کہ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شرارت اوسکی استعداد کا مقصود تھا اور نفس کی بدی کہل جائیگی اور وہ اپنی بدی کے اظہار سے باز نہ آئیگا تب اوسکو دوسرونکی عبرت کا سبب گردانکر دونپر مسلط کیا جائیگا اوسکے وسوسہ کا اثر ہونے دینا اسلیے مصلحت ہوگا کہ جو اوس سے لڑائی اور مخالفت کرے اوسکو ثواب اتم یعنی درجے ملین اور جو اوسکی تابعداری اور موافقت کرے اپنی سزا کو بذریعہ عذاب کے پہونچے۔

قاضی صاحب کا تیسرا جواب کہ خلق شیطان باعث تکمیل عالم ہے گو نظر بر فرد کے بہتر معلوم نہو

یہہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ شیطان کا وجود جو شرارت انگیز ہے اسلیے ہے کہ اوسکا وجود ذریعہ تکمیل عالم کا ہے۔ ضرور یہ ایک ایک فرد یعنی آدمی کے لیے بہتر نہین لیکن خلاف حکمت نہین ہوسکتا چنانچہ علامہ دوانی نے اپنے بعض رسائل مین فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کی مہربانی متعلق کل عالم کے بحیثیت کل کے ہے اور دراصل مقصود وہی بہتری ہے۔ کلی مصلحتون کیطرف جزئی مصلحتین راجع ہوتی ہین اگرچہ بعض افراد کی نسبت وہ بہتری خلاف مصلحت معلوم ہو مثال اسکی مہندس ہے جو عمارت کا نقشہ ایجاد کرے اور اوسکے بنانے مین وہ طریقہ اختیار کرے جو ساری عمارت کے لحاظ سے عمدہ ہو۔ اور کل مکان کی مصلحت اور عمدگی کے لیے بعض عمارت مین عمدہ نشستگاہ بنائے دہلیز بنائے رفع حاجت کی جگہہ بنائے۔ اور اسیطرح دوسری چیزین بنائے۔ اس صورت مین نظر بتمام عمارت کی جو کچھہ اوسنے تجویز کیا ہے وہی سب سے بہتر اور صحیح ہونا چاہیے۔ اگرچہ یہہ کہا جاسکتا ہو کہ مثلاً اگر سارے مکان کو نشستگاہ بناتا بہتر ہوتا۔ مگر یہہ صحیح نہین ہے۔ اسی طرح جناب باریتعالی سے کاریگر نے عالم کی بناوٹ ایسی کی ہے کہ ساری عمارت بحیثیت

کل کے سب سے بہتر ہے اگرچہ بنظر بعض اجزا کے بہت بہتر معلوم نہو۔

اسبات کو اسطرح بہی بیان کیا گیا ہے کہ تمام عالم پر جب نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ وضع اور بناوٹ اوسکی طرح طرح کی ہے۔ کچہہ شک نہین کہ عالم باعتبار اوس نظر کے سب سے بہتر بناوٹ کا ہے کیونکہ افادہ اور استفادہ کا قاعدہ یہہ ہے کہ جسقدر فائدہ پہونچانے والے مین قابلیت ہو اوسیقدر فائدہ اوٹہانیوالے کو حاصل ہو۔ لیکن اس دلیل پر بڑی بحث ہوسکتی ہے جو ہمنے بعض کتب عقلیہ کے حاشیون مین بیان کی ہے یہان لکہنے کے قابل نہین مگر ائمہ کشف وشہود نے اس بات کو دوسری طرح بیان فرمایا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر دوسری صورت دنیا کے بنانے کی اس سے بہتر ممکن ہوتی اللہ تعالی اوسیکو اختیار فرماتا کیونکہ اگر ایسا نہو دو حال سے خالی نہوگا۔ یا اللہ تعالی بناسکتا تہا اور نہین بنایا یا اس سے بہتر بنانا نہین آتا تہا۔ یہ دونون غلط ہین۔ اسلیئے کہ اگر یہہ کہین کہ بنا سکتا تہا اور نہین بنایا تو معنی یہہ ہونگے کہ ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے بخل کیا۔ اس سے ذات الٰہی پاک ہے۔ اگر نہین آتا تہا۔ یہ کہنا اوس سے بہی بُرا ہے اسلیئے کہ کوئی نہین کہسکتا کہ اللہ تعالے جاہل تہا۔ معاذ اللہ۔ قاضی صاحب فرماتے ہین۔ کہ یہہ دلیل سب سے عمدہ ہے۔

تقریر جواب سوم کی شرح کہ نظر ہر فرد کے لئے نظام عالم بہتر ہے۔

راقم۔ حکمت نظام عالم کا ہر ایک فرد کے لیئے بہتر نہونا محل بحث ہے اسلیئے کہ عالم مین دو بڑی صنعتین ذریعہ نظم ہین۔ اول فضل۔ دوسرے اختیار۔ **فضل** ہمیشہ بالنسبت ہوتا ہے۔ ہر فرد کو اگر بالنسبت نہ

دیکھا جائے یعنی یہہ کہ وہ دوسرے سے کتنا اچھا ہے تو معلوم ہوگا کہ مادہ بشر مین جہان سے اچھائی (حسن) کے تمام ہونیکا مقام شروع ہوگا وہی مقام انسان کی انسانیت کے ختم ہونیکا ہوگا۔ اسکے لئے دلیل بیان کرنیکی ضرورت نہین کیونکہ نوعیت انسان مسلم ہے کہ نوعیت حیوانات و جمادات و نباتات سے بہتر ہے (شبہات کا جواب باب سوم مین دیا گیا) پس ہر فرد باعتبار ہر فرد کے بہتر ہے حقیقت یہہ ہے کہ حیثیت فیضل نے اذہان کو ایسا گیر کہا ہے کہ غلطی ہوتی ہے۔ اختیار کی نوعیت یقیناً اعلی درجہ کی ہے جو ہر فرد انسان کو عطا ہوا ہے۔ اختیار کی نوعیت مین تکمیل پیدا کرنے کے لئے جسقدر اوسکے اندر وسعت دی گئی ہے اور جزا و سزا کے ذریعہ سے اوسکا علاج کیا گیا ہے چونکہ اختیار مین ہر فرد شریک ہے اور وہ نعمت ہے اسلئے اس نظر سے اس نظم کو ہر فرد کی نظر سے بھی برا نہین کہسکتے۔ بلکہ بہتر سے بہتر ہے کیونکہ جزا و سزا ایک قانون ہے اور اوسکی خوبی مسلم ہے۔ اور قانون جزا جسقدر بہتر سے بہتر ہے اوسیقدر قانون سزا بھی بہتر سے بہتر ہے۔ اگر یہ کہین کہ قانون نظام عالم نظر بافراد اچھا نہین ہے تو یہ معنی ہونگے کہ نظر بافراد کوئی قانون اچھا نہین۔ یہ بداہتہً غلط ہے۔ یہہ شبہہ کہ نظر بجمیع افراد یہ نظام بہتر سے بہتر نہین ہے برابر اس خواہش کے ہے کہ ہم غیر مکلف ہوتے جیسے پتھر۔ یا لکڑی۔ اگر یہہ شبہہ اسلئے پیدا ہوا ہے کہ مادہ ن مین اختلاف ہے اور سخت قواعد امتحان کے ہر فرد کے لئے بہتر نہین ہین۔ پس جاننا چاہیئے کہ مطابق اوس اختلاف کے جو مادون مین ہے قواعد مین وہ نرمی جسکی اوسمین ضرورت تھی کی گئی ہے۔ اور امتحان ہر انسان کا باعتبار

اوس قابلیت کے ہے جو قابلیت ہر مادہ مین ہے اس نظم کا باعتبار کل و مجموع کے بہتر سے بہتر ہونا بغیر ان دونون فضل و اختیار کے ممکن نہ تہا بڑی خوبی صنعت الہٰی کی یہہ ہے کہ وہ باعتبار ہر فرد کے اس نظر سے کہ اپنی حد مین ہر انسان ایک مرتبہ تک پہونچ سکتا ہے اوس فرد کے لئے بہتر سے بہتر ہے لیکن جملہ افراد کے لئے اوسمین وہ بہتری ہے کہ اوسکے لئے کوئی صیغہ افعل التفضیل کا نہین ہے جو مناسب طریقہ سے استعمال کیا جائے کیونکہ یہ نظم بہتر سے بہی بہتر ہے افعال قبیحہ اور ناکامی امتحان سے جو خیال اوس ورد ہو کہ ہوتا ہے اوسکو یہہ جانکر دور کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے افعال سے نظم الہٰی کو بہتر سے بہتر نہین کہتے۔ جو صریحًا غلط ہے۔

جواب راقم۔ اور تفصیل اجزا سوال

جواب راقم۔ یہ سوال متعلق تین امر کے ہے۔ **اول** یہہ اعتراض ہے کہ حق تعالےٰ نے بذریعہ خلق شیطان کے خلق شر فرمایا **دوم** یہہ اعتراض ہے کہ باوجود علم ناکامی ناکامیون کے خلق شر فرمایا **سوم** یہہ استفسار ہے کہ اس طریقہ کے اختیار کرنے مین کیا حکمت ہے۔

جواب خلق شر کہ شر اختیار سے پیدا ہوا اور فعل شیطان یا انسان مین محدود ہے۔

امر اول۔ جواب خلق شر کا یہہ ہے کہ ذات اقدس الہٰی الزام خلق شر سے قطعًا مبرا ہے۔ کوئی خیر حکیم علی الاطلاق سے بطور جسم بدی کے پیدا نہین فرمائی۔ اضداد پیدا فرمائے ہین اور اضداد سے مخلوق تا کہ اضداد مین ایک حالت ترقی کی پیدا ہو جس مخلوق کو اختیار دیا ہے اوسکے افعال دو طرح کے قرار دیے ہین۔ اچہے اور برے۔ ورنہ اختیار اختیار نہوتا جیسے اون صحیح و درست

مین جنمین انسان مجبور ہے بقدر مجبوری اختیار جو مستلزم حسن و قبح ہے نہین ہے) پس وہ افعال اسلئے کہ اختیار عطا ہو چکا افعال مخلوق ہین اور خالق شر حق تعالی نہین ہے

پھر غور کرنا چاہئے کہ حق تعالی نے مختلف مادون سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ کسی مین انبعاث زیادہ ہے کسی مین کم اور مخلوق کو اختیار دیا ہے خلعت وجود دینا اور اختیار دینا نعمت ہے نعمت دینا صرف اسوقت قابل الزام ہے جب نعمت سے استفادہ کی قابلیت نہو۔ اسلئے قابلیت استفادہ بہی ہر مخلوق مین پیدا کردی ہے جنمین انبعاث زیادہ ہے اونمین بہی جنمین کم ہے اونمین بہی کہ وہ نعمت ہے۔ پس فعل خالق نعمت دینے مین محدود ہے۔ اپنا برا بنا لینا اور شر کرنا فعل مخلوق ہے اور بعد کی بات ہے جسمین انسان اور شیطان کی حالت مین سوا ے طول مدت اور نوعیت جسم کے اور کوئی فرق نہین۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے نفس پر غور کرے اور دیکھے کہ کسی وقت بہی ایسا ہوا تہا کہ وہ بدی کرنے پر مجبور تہا۔ اسوقت معلوم ہوگا کہ خواہش کے تدروکنے سے بدی کی تہی جب اپنے نفس پر غور کرلے تب شیطان کے حال پر غور کرے کہ اوسنے سالہاے دراز تک عبادت کی تہی اوسکو اختیار دیکر اسد تعالی نے بسبب زیادتی قوت انبعاث کے ستق بہی افعال نیک کرنیکی کرادی تہی تاکہ جو خاصہ اوسمین بڑہکر اوٹہنے کا تہا وہ خود اوسکا پورا علاج کرسکے۔ پس جب یہانتک حق تعالی انعام دے اور ہر طرح کے اختیار کو بہلائی کیطرف مائل کردے اور قوت استفادہ کو ہر طرح پورا کردے تو یہہ کہنا کسی مخلوق کا کہ اسد تعالے نے خلق شر فرمایا حقیقت مین سخت غلط اور بڑا دہوکا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو اختیار جناب حکیم مطلق نے عطا فرمایا ہے وہ ایسا نہین جیسے کوئی
احمق بچہ کے ہاتھہ مین آ جس کا چاقو دیدے۔ اسلیئے کہ جبتک افعال کے صدور کے
متعلق وہ وقت نہین آتا کہ پوری فہم اور پورا ادراک ماہیت کا ہو افعال مین وہ پختگی نہین
آتی کہ سوائے نتائج قریبہ کے نتائج بعیدہ یا ایک سے نتائج پیدا ہون۔ جو نتائج قریبہ
پیدا ہوتے ہین وہ ایسے اغلاط ہوتے ہین جسکی پاداش نہین نہ ذمہ داری۔ اوسکی مثال
حالت طفولیت و جنون ہے۔ پس وہ اختیار جو مستلزم شر یا خیر ہے اور مستوجب جزا یا سزا
اس حالت سے (جو اس مثال مین ہے شیطان اور انسان دونون کی) کوسون دور ہے۔

جواب اسکا کہ علم الہی علت افعال نہین ہے جیسے دوا کی تاثیرات کا علم ذریعہ صحت نہین ہے۔

امر دوم۔ اعتراض علم کے متعلق تفصیل جواب سوال دوم مین اوپر
تتمہ مین لکھ گئی ہی یہان یہ اعتراض تطفلی اور اجمالی ہی اسلیئے جواب بھی اجمالی
دیا جاتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ علم الہی علت افعال کی نہین ہے جیسے ہمارا علم کہ کنین یا خوب کلان
سے بخار اوتر جائیگا علت بخار اوترنے کی نہین ہے۔

جواب متعلق حکمت۔ اور اوسکا سوال غلط ہوتا کہ وجہ ماہیت اشیاء کا علم خارج از امکان ہے

امر سوم۔ حکمت کے متعلق اگر استفسار وجہ ماہیت اشیاء سے ہے
تو سوال غلط ہے۔ اسلیئے کہ ہمارا علم خواہ اوس علم کو لیجیئے جو حق تعالے
نے سوائے انبیاء و اوصیاء علیہم السلام نوع بشر کو دیا ہے۔ خواہ اوسکو لیجیے جو بعد تحقیقات
انسانون نے بنایا ہے یعنی اصلی یا اضافی جیسے علم ماہیت اشیاء اور منطق۔ خاصیتون
تک محدود ہے۔ کسی کو معلوم نہین ہوسکتا کہ خاصیتین مختلف اشیاء مین کن وجوہ سے پیدا
ہوی ہین۔ وہ حکمتین جو نتائج سے معلوم ہوتی ہین (بعض ایسی ہین جنکا بیان خود جناب

اقدس الٰہی نے فرمایا ہے بعض ایسی ہین جو بیان الٰہی پر غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین)
بیان اور انکا ابواب سابقہ مین ہو چکا ہے - یہان اونکو شمار کر دیا جاتا ہے اور اسقدر شرح
کیجاتی ہے جو بیان مقام کو ایک طرح سے پورا کر دے - یہی التزام جملہ اجوبہ مین ہے -
توضیح جسکو پوری تحقیق مقام اور تسکین خاطر کرنی منظور ہو ضرور ہے کہ وہ تمام ابواب کو پڑھ لے

حکمت اول - اشیاء بذریعہ اضداد پہچانی جاتی ہین -

حکمت اول - غور کرنا چاہیے کہ ذریعہ شناخت اشیاء کا کیا ہے غور کرنے سے صاف روشن ہے کہ ذریعہ شناخت ہمارے لئے وہ اختلاف ہے جو ہر چیز مین ہے جنمین اختلاف نہین وہ پہچانی نہین جاتین جیسے عناصر کے اجزا یا مکانون مین بھول بھلیان - یہی معنی **اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا** کے ہین - پس حکمت اول یہہ ہے کہ اگر دنیا مین ابتداءً دو نوع افعال کی نہو جاتین ایک نوع کا امتیاز دوسری نوع سے بذریعہ بیان کے نہو سکتا شیطان ابتداء اس امتیاز کے ذریعہ کی ہے - اور باعث قیام و بقاء ذرائع امتیاز ہے اور آخر کار اونمین حد درجہ کی ترقی دینے کا ذریعہ ہے تاکہ امتیاز پورا ہو جائے ورنہ پورا امتیاز نہو تا شرح اس اجمال کی یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ عالم کو پیدا فرمایا ہے وہ قدیم نہین ہو سکتا - پیدا ہونا خود دلیل حدوث کی ہے - پیدا ہونیکا لازمہ حد کمال پر پہونچنا ہے حد کمال پر پہونچنے کے بعد چونکہ غرض تمام ہو جاتی ہے (یعنی خلق کرنے کی) لہذا اوسکے ختم ہونے کے ساتھ وہ کمال اور مخلوق باعتبار اس عالم کے ختم ہو جانی چاہیے - وہی زوال نظریہ دنیا ہے - اگر یہہ زوال نہوتا مخلوق دنیا مین بعد کمال کے اوسکے کیفیت ابدی ہونیکی پیدا کرتی - ؎ درجہ ابدی

ہوتی اور بقاء کو دوام ہوتا آخرکار خلق کرنیکا کام بند ہوجاتا اس عالم مین گنجایش تمام مخلوق
کے سمانے کی باقی نرہتی۔ اور اس سبب سے جو اور مخلوق پیدا کرتی ہین اور اونمین قابلیت
وجود مین آنی کی ہے پردۂ عدم مین رہتین۔ لہذا اس زوال کے اسباب بنانے ضروری
ہوے۔ وہ اسباب اضداد ہین۔ طریقۂ خلق مین یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ باختلاف حالات
وہی اسباب ذریعہ کمال پر پہونچنے کا ہوتے ہین اور وہی اسباب زوال کے اسباب ہوجاتے
ہین جسکی مثال سنکھیا ہے کہ وہی مورث جذام ہے وہی دواے جذام۔ معنی یہہ ہوے
کہ ترکیب انسان کی اضداد سے ہے اونہین کا استعمال باعث ترقی ہے اونہین کا
استعمال باعث زوال اور فنا۔ ہر چیز کی ضد اللہ تعالی نے اس بڑی ضرورت سے بنائی
ہے۔ خیال فرمایئے تو موجود پائیگا۔ آخرکار جب افعال مین حسن و قبح (نیکی بدی)
کے مسئلہ کو سمجھئیگا تو نیکی کا ضد بدی کو پائیگا اور بدی کا ضد نیکی کو۔ نیکی کا وجود بغیر بدی
کے ناممکن معلوم ہوگا اور بدی کا بغیر نیکی کے ناممکن معلوم ہوگا بلکہ تصور بھی ناممکن ہوگا
پس مصلحت وجود شیطان مین یہہ ہے کہ وہ باعث وجود مین آنے اور شروع ہونے ایسے
ذرائع کا ہوا جنسے آخرکار افعال حسنہ اور قبیحہ مین امتیاز ہوا۔ اور افعال حسن افعال حسن ہوے
اگر شیطان نہوتا ہرگز یہہ فرق جو حد درجہ کا ہے نہوتا۔ جب یہہ نہوتا فعل حسن اتنا حسن نہوتا
نہ قبیح اتنا قبیح۔ بلکہ حسن و قبح اتنے کم درجہ کے ہوتے کہ امتیاز نہونیکا او سپر اطلاق
ہوسکے اسلیئے نتیجہ یہہ ہوا کہ وجود شیطان باعث قیام ہماری نیکی کا اور مدار نیکی کا ہے۔
نیکی نیکی نہوتی اگر بدی کا وجود نہوتا۔

حکمت دوم کہ وجود شیطان اقتدار مالکانہ کا ایک جزو ہے اور وہ بڑی حکمت ہے۔

حکمت دوم۔ وجود شیطان ایک سبب منجملہ اون اسباب اقتدار مالکانہ الٰہی کے ہے جو نوع بشر پر طرح طرح کے حق تعالیٰ نے ایجاد فرمائے ہین۔ یہ اقتدار دو کام مین آتا ہے۔ (۱) اس تدبیر مین کہ بشر بعد اختیار پانے کے اللہ تعالیٰ کے بس مین رہے۔ حکمت یہہ ہے کہ اگر ایسی تدبیر نہوتی کمال قدرت مین کمی ہوتی اور بشر ہر وقت اختیار مین حق تعالیٰ کے نہوتا۔ یہہ سقم مثمر نتائج قبیح کا خود انسان کے لئے ہوتا۔ اور شر و سکار و کنے کے قابل بعض صورتون مین نرہتا۔ ایک طرف وہ اقتدار خراب کر دینے کا ہر حالت مین انسان کے ساتھہ ہے دوسری طرف ملائکہ توفیق ہین کہ ہر وقت انسان کے ساتھہ ہین۔ جب ایسی بدی اختیار کی وجہ سے انسان کرنا چاہتا ہے جو خلاف حکمت ہو وہ روک دیجاتی ہے۔ جب بدی ایسی نہین ہوتی ہو جانے دیجاتی ہے۔ جسکے اور علاج ہین اگر یہ دونون اقتدار نہوتے اقتدار کامل اور نفع و ضرر ضروری اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہو جاتا۔ چنانچہ اسکی ایک مثال بیان کیجاتی ہے۔

ابھی حال مین یہہ واقعہ پیش آیا کہ نور چشم سید علی اوسط سلمہ بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ سے میرٹھہ کو جاتے تھے۔ لکھنؤ سے میرٹھہ کو ریل سہارنپور ہو کر جاتی ہے۔ مگر صبح کو جو میل آتا ہے سہارنپور مین اوس سے کوئی گاڑی نہین ملتی کہ فوراً آدمی میرٹھہ چلا جائے۔ ایسا برا وقت جولائی ۱۸۹۷ء سے مقرر ہوا تھا کہ لکھنؤ کی گاڑی پہونچنے سے چند منٹ پہلے پنجاب کی گاڑی میرٹھہ کو چلی جاتی تھی۔ یہہ شخص اپنے پیشہ کے متعلق ایک کام کو جاتے تھے کہ اگر اوس روز پہونچ جاتے چھہ سو روپیہ ملتا۔ لیکن اونکو معلوم نہ تھا کہ سہارنپور سے میرٹھہ کی ریل

اوسی وقت نہین جاتی اور یہہ آتا بیکار ہوگا۔ اونہون نے مجہے تار دیا تہا کہ روڑکی مین مل لیجئیگا۔ مین اس قصد سے چلا کہ اونکو اوتار لونگا کیونکہ وہ کچہری کے وقت میرٹھہ پہونچ ہی نہین سکتے۔ اور چہہ سو روپیہ مل ہی نہین سکتا۔ مین جو چلا تو بعض کامون کے سبب سے دیر ہوی مگر ایسے وقت چلا کہ دو تین منٹ میل کے آنے سے پہلے پہونچ جاتا تین جگہہ گہوڑے رُک گئے اور اوسوقت سٹیشن پر پہونچا کہ ریل مین صرف فتار پیدا ہوی تہی تاہم ملاقات نہوی اور سید علی اوسط چلے گئے اونکو یہہ اتفاق پیش آیا کہ پنجاب سے گاڑی دیر مین آئی اور اونکو یہین مل گئی اور کچہری کے وقت میرٹھہ پہونچ گئے اور وہ نفع بہی پہونچ گیا۔ مجہکو بڑی حیرانی ہوی کہ میرے تیز گہوڑے جو کبہی نہ رُکتے تہے رُک گئے مجہکو ملاقات نہونے اور اوتار نہ لینے کا سخت افسوس تہا مگر یہہ اقتدار مخفی اسد تعالی کا اس نفع کا سبب ہوا۔

(۲) اس اقتدار کی حکمت یہہ ہے کہ وجود شیطان دونون اچہون بُرون کے لئے باعث ترقی ہے۔ اچہونکی ترقی بذریعہ شیطان کے یہہ ہے کہ وہ اونپر معین ہے کہ اونہین خراب کرے اسلئے وہ ہمیشہ اوس سے بچنے کی فکر مین رہتے ہین اور خدا تعالی سے توفیق چاہتے ہین۔ اسد تعالی اونکو خاص ذریعون سے توفیق دیکر مضبوط کر دیتا ہے اگر یہہ ڈر کہ ہر وقت خراب ہو سکتے ہین نہوتا ترقی مراتب محدود رہ سکتی تہی۔ بُرون کی ترقی کی تکمیل یہہ ہے کہ جب وہ خدا سے پہرتے ہین اونکو دنیا و اسباب دنیا مین انہماک بڑہ جاتا ہے اگر انبعاث اون مین نہوتا انہماک نہوتا۔ انہماک نہوتا دنیا مین نعمتونکی تعداد نہ بڑہتی پس وہ اچہونکی ترقی کا ذریعہ باعتبار دین ہے۔ بُرون کی ترقی کا ذریعہ باعتبار دنیا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ زیادہ تر بُون کی ترقی انہماک دنیا کے لئے متعین ہے لیکن نفع اوسکا عام ہے۔

حکمت سوم۔ اگر شیطان نہوتا ذریعہ ترقی روح کوئی نہوتا

حکمت سوم۔ جب انسان کو اختیار دیا جائے اور اپنے زور بازو سے مدارج اعلی پر پہونچنے کا طریقہ مقرر کیا جائے اور حصول قوت مشق اضداد کے ذریعہ سے ہو لازم ہوگا کہ ہر چیز کی ضد بہم پہونچا دیجائے۔ ورنہ حسب مادہ کی ضد نہوگی اوسکے لئے ذرائع ترقی ناتمام رہینگے۔ انسان مین وہ چیزین بھی ہین جو اجرام فلکی کے اوپر والون مین ہین اور وہ چیزین بھی ہین جو اجرام فلکی کے نیچے والون مین بھی ہین یعنی روح اور جسم خاکی۔ پس اوس قوت کے حصول کے لئے جو متعلق روحانیات کے ہے ضد روح بہم پہونچانا ضرور ہوا۔ وہ شیطان ہے۔

حکمت چہارم۔ شیطان کی شر کا بڑا کار آمد ہونا۔

حکمت چہارم۔ کہ تکمیل خلق باعتبار دنیا کے ایک مرتبہ تک پہونچا دینا ہے اور اوسکے بعد فنا کر دینا ہے۔ (جیسا ابھی بیان کیا گیا ہے) فنا کرنیکے اسباب اضداد ہین۔ پس حکمت خلق شیطان یہہ ہے کہ جب اوسکے اضلال سے عالم مین شر حد کمال پر پہونچ جاتا ہے وہی سبب اون بڑی آیات الٰہی (اللہ کی نشانیون) کے پیدا کرنیکا ہوتا ہے جو شر عظیم کو فنا کر دین۔ اگر شیطان نہوتا شر کبھی اوس رتبہ عظیم کا نہوتا۔ نہ ایسے بین اور قوی آیات الٰہی کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی۔ غرض اس بیان کی یہہ ہے کہ جب کفر و طغیان کی زیادتی ہوتے ہوتے انتہائے مرتبہ کمال پر پہونچ جاتی ہے بعثت انبیاء کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالی ایسے لوگون کو

پیدا فرماتا ہے کہ وہ حضرت شیطان کی شیطنت کے تار و پود کو نیست و نابود کر دیتے ہین
ایمان کی روشنی پہیلا دیتے ہین۔ ایک جہان اوس قادر مطلق کی پرستش زور سے کرنے
لگتا ہے اور اوسوقت جب سوا ے بتون کے دوسرے کسی کو خالق نہ جانتا تہا۔ کیونکہ
اگر خلقت ایک طرح سے حق تعالی کی شناخت کر کے تہوڑے بہت افعال نیک بہی
کیا کرتی اور اسی حالت پر یکسان چلی جاتی کوئی ضرورت بظاہر ایسے زور سے انبیاء کی
بعثتون کی نہین معلوم ہوتی۔ گو اصل وجود نبی یا نائب نبی کا ہر زمانہ مین ضرور ہے۔ عرب کا
کفر و نفاق اونکے افعال قبیحہ۔ غلامونکی حالت۔ عورتونکی حالت۔ قتل و خونریزی۔
سکوت لیجیے۔ شیطان نے کہانتک اس قوم کو اپنا مغلوب بنا رکہا تہا۔ جناب محمد مصطفی
صلعم سا غالب پیدا ہوا کا یا پلٹ گیا قلب ماہیت ہوگئی۔ بری خاصیتین اچہی ہوگئین
وہی مادہ قتل جو ایک دوسرے کو آپس مین قتل کرا کے عرب کو حضیض پستی کی طرف لئے
جاتا تہا۔ عرب سب سے ذلیل قوم سمجہی جاتی تہی۔ سب قومین عرب کو حقارت سے دیکہتی
تہین۔ وہی عرب تہے جو مردار خوار تہے۔ یہانتک کہ فردوسی عجمیون کی طرف سے
کہتا ہے۔ ؎

زشیر شتر خوردن و سوسمار	عرب را بجائے رسید ست کار
کہ تخت عجم را کنند آرزو	تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

آنحضرت کے پیدا ہونے سے وہی عرب تہے جنکی زمانہ مین وہ دہاک تہی جس طرف متوجہ
ہوتے تہے دشمنون کے اور اونہین دشمنون کے جو اونکو ایسا ذلیل سمجہتے تہے چہکے چہوٹ

جاتے تھے۔ زہر سے آب ہو جاتے تھے۔ دیکھیے وہی مادہ قتل کیا منقلب ہو کر
کس کام مین آیا۔ وہی عرب تھے جنھین سے برکت اسلام نے ازواج کے تعدد کو بند
کر کے اور اونکی قوتون کے اعتبار سے چار پر محدود کر کے نکاح کے ساتھہ طلاق اور خلع
کا حکم دیکر ازواج مین عدالت کرنے کی قید لگا کر باوجود قوت اور غلبۂ نفس حیوانی کے جو
لازمہ گرم ملک کا ہے زنا سی بری چیز کو عربون نے بیخ و بن سے اوکہاڑ دیا۔ عرب کے اندر غلامی
مین جو برائی تہی اوسکو اونکے ساتھہ نیکیان واجب کر کے اونکی اکثر مواقع پر آزادی ضرور گردان
کر صرف اوسیقدر باقی رکہا جتنا سخت ضروری تہا۔ وہ عرب بجاے اسکے کہ ایسی
ناپاک چیزین کہائین اللہ کے نام پر ذبح کی ہوی پاک چیزین کہانے لگے وہ سرکشی خداے
قہار کے نام لینے اور اوسکی عبادت کرنے کی بدولت اطاعت مین بدل گئی۔ قوتین یکجا
جمع ہونے لگین۔ وہ ایک دنیا کے سردار ہو گئے اور جو کچہہ ہوا آپ پر اور سب پر ظاہر ہے
اون حضرت نے (درود اونپر اور اونکی آل اور اصحاب پر۔) بتلادیا اور دکہلادیا کہ نفوس
بہی ہین لیکن اونکا ایک بہکانے والا بہی ہے اوسنے اونہین اچہی قوتون کو جو عرب مین تہین
کیسا باعث ہلاکت اور بربادی کر رکہا تہا اونہین قوتون کو ایک ہادی نے کیسا باعث
نجات اور تمام برکتون کا نازل کرنیوالا بنادیا۔ کیا آپ اگر غور کرینگے تو اس سے انکار کر سکتے
ہین کہ سواے نفوس کے کوئی اور بہکانیوالا اور کوئی اور ہدایت کرنیوالا نہین ہے بلکہ
ہدایت ہو جاتی ہے پہر کیون وہی نفوس جو بہلائیون کو جان جاتے ہین کیسے مجبوراً برائی
مین پڑ جاتے ہین۔ نہین آپ پائینگے کہ سوای خواہشہاے انسانی کے دوسری اور

چیز ہے اور ضروری ہے البتہ ترکیبین اللہ تعالیٰ کی بزرگ اور نازک ہین۔ البتہ وہ بڑی ہین اور بہت ہی بڑی ہین۔

حکمت پنجم۔ بعض اضداد کا خلق مناسب ذات اقدس الٰہی نہین ہے اونکو خود حق تعالیٰ نے پیدا فرمایا

حکمت پنجم۔ ابتداے ایجاد عالم مین جب اضداد بہم پہونچانے ضرور ہون بعض اضداد ایسے نکلتے ہین جنکا خلق کرنا ذات اقدس الٰہی سے خلاف اوسکی شان عظیم کے ہو۔ جیسے خیر و شر۔ یا وہ خواص جو دونون کام دے سکتے ہین (یعنی اچھے مصرف اور بُرے مصرف مین کارآمد ہونے کے قابل ہین۔ لیکن پیدا کرنا اونکا بھی اتنی حکمتون کے لیے جنمین سے بعض کی طرف مین نے اشارہ کیا ہے لازم اور لابد ہو تو سوا اسکے اور طریقہ ایجاد جو بہتر سے بہتر ہو پیدا ہی نہین ہو سکتا کہ ایک مخلوق کو پیدا کیا جائے اور اوسکو اختیار دیا جائے اور وہ ذریعہ ان اضداد کے پیدا کرنیکا ہو۔ اگر غور کیجئیگا تو پائیگا کہ اس سے بہتر اور کوئی حکمت نہین ہے۔ چنانچہ شیطان نے حضرت آدم کو گندم کھلایا۔ اور طریقہ توالد اس ذریعہ سے پیدا ہوا۔ یہہ خاصہ دونون مصرف مین آتا ہے پھر غصہ کا مادہ پیدا کیا جو دونون مصرف مین آتا ہے۔ پھر سامان دنیا کو عمدہ کر کے دکھایا جو دونون مصرف مین آتا ہے یہہ سب چیزین ضروری تہین۔ جنکے ضروری ہونے سے اہل عالم انکار نہین کر سکتے۔

حکمت ششم۔ ذرائع امتحان کا دشوار ہونا امتحان دینے والونکی فضیلت کو بڑھاتا ہے۔

حکمت ششم۔ چونکہ دنیا امتحانگاہ ہے اسلئے ذرائع امتحان جسقدر دشوار ہونگے امتحان مین ورآئے ہوئے اوسیقدر کامل و بہتر ہونگے پس حکمت وجود شیطان ذرائع امتحان کا سخت سے سخت کر دینا ہے اور انسان کا اوس سبب سے

بہتر سے بہتر بنا دیتا ہے اگر سخت امتحانات نہوتے انسان فرشتون سے بہتر نہوتا۔ نہ وہ دکھلا سکتا کہ باوجود اسکے کہ وہ کیسی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ کس زور کی خواہشین اسمین موجود ہین کہ جب اونکا زور ہوتا ہے کچھہ دکھلائی نہین دیتا۔ اوسپر شیطان جُدا تیولا موجود ہے اسپر بہی اوسی انسان سے وہ افعال صادر ہوتے ہین کہ عقل حیران ہوجاتی ہے گویا انسان بطریق اعجاز دکھلاتا ہے کہ ہم سب سے افضل ہین۔ پس حقیقت مین یہ اعلیٰ درجہ کی تدبیر انسان کو فرشتون سے بہتر بنانے کی ہے اور ہمارے لئے عجیب حکمت ہے ۔

حکمت ہفتم۔ نظام عالم اس ذریعہ سے بہتر سے بہتر ہوا۔

حکمت ہفتم۔ اگر وجود شیطان نہوتا نظم عالم جواب ہے وہ نہوتا بلکہ قریب قریب اوسکے ہوتا جو حیوانات مطلق مین ہے۔ کیونکہ جب خواہشون تک فساد محدود ہوتے خواہشون کے بعد فساد ایسا ہی جاتا رہا کرتا جیسا اب حیوانات مین سے جاتا رہتا ہے۔ ترکیب عالم مین انسان بہترین مخلوقات ہے اوسکا نظم بہی بہتر سے بہتر ہونا چاہئے۔ بہتری ہر چیز مین قوتون کے طے کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جتنی قوتین زیادہ ہون بہتری زیادہ ہوگی لیاقت نظم انسانون کی قوتون پر غالب آنے سے ظاہر ہوتی ہے چونکہ خداوند عالم مین ہر صفت کمال کے ساتھہ ہے اور یہ عالم چونکہ کامل کا بنایا ہوا ہے ہر چیز مین ایک ایک طرح کا کمال موجود ہے اگر نظم مین کمال نہوتا خدا کا بنایا ہوا نہوتا۔ پس یہہ سب ذرائع اظہار کمال کے اور لازمی ہین جنکے اظہار کے ذرائع ہین بہی یہہ کمال ہے کہ ذات اقدس الٰہی الزام سے منزہ ہے۔ جب عالم مظہر تمام قدرتون کا ہو قدرت کمال انتظام کا بہی مظہر ہوگا۔ تمام صفات عدل و عفو اعلیٰ درجہ

کی اس دنیا مین بغیر اس ترکیب نظام کے دوسری طرح سے ظاہر ہو ہی نہین سکتی تہین ۔ اگر
اون لوگون کے مذاق پر جو خلق شر قلیل نسبت حق تعالیٰ کے جائز رکھتے ہین گفتگو کیجیے
تو یون کہا جائیگا کہ جو طریقہ بخشش کو پیدا کریگا وہ ضرورت بخشش کو بہی تو پیدا کریگا ۔
جو خالق اور ابتدا ہر چیز کی ہو گی اور وہ خالق معاف کرنیوالا ہو گا وہ اسباب آلات گناہ
بہی پیدا فرمائیگا ۔ اگرچہ مقصود بالاصالہ خلق گناہ نہو عجیب و غریب صنعت یہہ ہے کہ
اوسنے کمال رافت سے جو در باب عطاے اختیار ہے بتا کر اور جتا کر قوت بچنے کی دیکر
سب ذرائع ہر صفت کے ظہور کے پیدا کیے ہین ۔ اور عالم کے نظام کو کمال پر پہونچایا ہے
الغرض ۔ آپ اطمینان فرمایئے کہ شیطان کا وجود بڑی حکمت ہے اور حکمتین ایسی اونہین
بہت ہین ہماری عقلین چہوٹی ہین ہم مین اتنی فہم کہان کہ حق تعالیٰ کے رموز کی حکمت بیان
کر سکین ۔ افسوس ہے کہ آدمی جو برے ہوتے ہین لوگ اونکے خلق پر اعتراض نہین
کرتے شیطان کے خلق پر کرتے ہین جہان کوئی بڑی وجہ فرق کی نہین ہے سخت
افسوس ہے کہ اتنا نہین سمجھتے کہ دونون مین قوت ہے اور وہ قوت ایسی مخلوط ہے کہ
ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتی جیسے قوت ادراک درد کی اور قوت صدور افعال کی
ایک ہے اسیطرح افعال نیک و بد صادر کرنیکی ایک قوت ہے جس سے اختیار بنا ہے
پس خلق کرنے مین برائی داخل نہین ہے ۔ افعال نیک کے لئے جزا اور افعال بد کے
لئے سزا مقرر کی گئی ہے جسکے مختلف ذرائع ہین ۔ باوجود اسکے افعال بد کام مین لائے
جاتے ہین محض نکمے نہین ہین ۔ شیطان جو برا بد ہے بڑے کام کا ہے ۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال

تکلیف معرفت کیون دی۔

جبکہ اللہ تعالی نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجھے پیدا کیا تو پھر تکلیف معرفت اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تھا۔ کیونکہ اللہ کو بندون کی طاعت سے نفع اور اونکی نافرمانی سے نقصان نہین پہونچتا۔ اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ تکلیف معرفت ترقی نفوس کے لئے دیگئی ہے نفوس پر شل بہتر کے ہین۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ تکلیف معرفت اور اطاعت جب اللہ کا اسمین نفع نہین کیون دیگئی اور جواب دیتے ہین کہ عموماً تکلیف معرفت اور اطاعت کی اسلئے ہے کہ نفوس خواہشونکی قید اور اونکی تاریکیون سے چھوٹ جائین یعنی نفوس ہین سے خونخواری اور جانورپن جاتا رہکر اونمین آدمیت اور فرشتہ پن پیدا ہوتا کہ علم کی روشنی اور قوت اعمال حسنہ کے سبب سے کفر اور معصیت اور جہالت سے پاک صاف ہین۔ اشقیا مین تکلیف معرفت اور اطاعت کا غیر مؤثر ہونا اسکی غایت عامہ کا منافی نہین ہے۔ چنانچہ مینہ برسانے کی عموماً غرض یہ ہے کہ غلہ اور میوے پیدا ہون اور وہ کہائے جائین۔ اگر مینہ ناقص زمین اور پتھر کی چٹانون مین مؤثر نہو تو یہہ نہین کہہ سکتے کہ سب جگہہ کیون برسا۔ ہدایت خلق مین اللہ تعالی کا فائدہ نہین ہے۔ جیسے کہ اصل پیدا کرنیمین اللہ تعالی کا کوئی نفع نہین ہے۔ اوسی نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر چیز کو پیدا فرما کر اوسکو نیک راستہ بتلا دیا ہے اللہ تعالی

کی اس خلق وہدایت مین نہ ذاتی غرض ہے نہ وہ اسکے عوض کا خواستگار ہے ۔

شرح اور مثال بالا پر اعتراض

راقم ۔ جناب میر صاحب نے جو مثال دی ہے اوس سے مجھے اتفاق نہین ہے اسلئے کہ مینہ سے چٹانون کا بھی فائدہ ہے ۔ برسات کا موسم گرمی کا اختتام ہے ۔ اگر محض گرمی پڑا کرتی ہمکو ایسے بڑے بڑے پتھر نہ ملتے کیونکہ گرمی مین پتھر چٹخ جاتے ہین واقع مین کارخانۂ عالم کا ہر جزو اسطرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہے کہ عام نفعے ہر چیز کے دوسری چیز کو پہونچتے ہین گو خاص فی الحال کے نہون علاوہ بران بدآدمیون کو پتھر سے تشبیہ دینا محل بحث ہے اسلئے کہ اگر ایسے ہون مجبور فطری ہونگے ۔ مجبور فطری کے لئے تکلیف نہین ہے اگر مجبور فطری کے لئے بھی تکلیف ہو یقینا بیفائدہ ہوگی ۔

قاضی صاحب کا جواب کہ تکلیف مرتبۂ استحقاق کو پیدا کرتی ہے اور یہہ عظیم مراتب ہے ۔

قاضی صاحب نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ تکلیف (یعنی واجب کرنا اچھے کامونکا اور منع کرنا برُے کامون سے) جسکا حُسن عقلی اور نقلی دونون طرح کی دلیلون سے ثابت ہوچکا ہے اسلئے بنائی گئی ہے کہ مکلفونکو (جنھین تکلیف دیجائے) تعظیم ثواب کا استحقاق اوسکے ذریعہ سے حاصل ہو ۔ کیونکہ تعظیم بغیر استحقاق کے عقل سلیم کی نظر مین قبیح (برُی) ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ عقلمند لوگ بچون کی تعظیم کو قبیح (برُا) جانتے ہین ۔ علماء کی تعظیم کو حسن (اچھا) جانتے ہین لیکن مال کے غیر مستحق کو دینے کا یہ حال نہین ہے ۔ عقلمندون مین وہ دینا جود وفضل (بخشش اور مہربانی) کہلاتا ہے اور قبیح خیال نہین کیا جاتا ۔

جواب بالا کی دوسری تقریر

دوسری تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اسکی نعمتون کو حاصل کرنا اور اونسے منتفع ہونا دو طرح کا ہے - ایک تفضل (مہربانی) دوسرا استحقاق - پس ایک یہہ ہے کہ کسی نے ہمپر مہربانی کی دیدیا ہمکو مل گیا - دوسری یہہ ہے کہ ہمنے لینے کا حق پیدا کیا اور لیا (جیسے بھیک اور مزدوری) ظاہر ہے کہ استحقاق کا رتبہ تفضل کے رتبہ سے بہت برتر ہے - پس اللہ تعالی اگر ابتداءً مکلفون کو جنت دیدیتا تو معنی یہہ ہوتے کہ اوس جناب باری نے صرف تفضل کو کام فرمایا رتبہ استحقاق سے محروم کہا یعنی کمتر رتبہ کی چیز عنایت فرمائی برتر رتبہ کی چیز نہ دی - یہ بُرا ہے جسمین سے ایک برائی یہہ ہے کہ لازم آئیگا کہ جنکو اللہ تعالی جانتا تہا کہ بعد تکلیف اطاعت کرینگے اور اسلیئے ثواب کا استحقاق پیدا کرینگے اونکو استحقاق حاصل ہونے دیا - اور جو کچہہ مطیع کے لئے اصلح (سب سے بہتر) تہا نہین کیا - ادنی نعمت دیدی اعلی ندی اللہ تعالی سے سخی اور حکیم مالک سے ایسا خیال ہرگز نہین ہوسکتا - اس بنا پر جناب باری تعالی پر واجب آتا ہے کہ جب پیدا کرے سب کو اچہا کام کرکے اچہا ہوجانے کی تکلیف دے - کہ وہ اونکے لئے ایک امر جلیل کا پیش کرنا ہے تا کہ جو اطاعت کرین مستحق اوس ثواب کے ہون جو علم الہی مین پہلے سے تحقیق ہوچکا ہے جب بتلا دیا جائے اور پہنچوا دیا جائے اور معلوم ہوجائے کہ اس عمدگی کے لئے تکلیف ہے یقین ہے کہ سوائے اوس شخص کے جو اپنے نفس پر ستم کرے اور انجام کو نہ سوچے مخالفت تکلیف کی نہین کریگا -

جواب بالا کی تیسری تقریر اور

ایک اور تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اگر مانا جائے کہ نہ پیدا کرنا ہین

مثال تکلیف و عقل کی ۔ | کوئی حکمت ہے نہ تکلیف مین ۔ جیسا شیطان نے خیال کیا اور کہا
کہ اگر تکلیف نہ بنائی جاتی کوئی شخص مستحق عذاب ورخلود نار کا نہوتا ۔ تو چاہیئے کہ یہہ بھی
مانا جائے کہ دنیا مین عقل سے زیادہ کوئی چیز نکمی اور بری نہین ہے ۔ کیونکہ اگر آدمی مین عقل نہوتی
تو برائی اوسکے اندر کبھی نہوتی اور کوئی عذاب یا تادیب بسبب قصور کے اوسے نہ کی جاتی
صرف عقل کی وجہ سے وہ ان بلاؤن مین مبتلا ہے ۔ حالانکہ تمام عالم مسلمان ہون یا غیر مسلمان
سب مانتے ہین کہ عقل نہایت اچھی چیز ہے ۔ رتبہ اوسکا بہت ہی بلند ہے ۔ اسبات
پر دنیا کو ایسا ہی اتفاق ہے جیسا اسبات پر اتفاق ہے کہ ضد اور نقیض اوسکا یعنی عقل
نہونا نہایت کم درجہ کی چیز ہے ۔

مثال عقل تکلیف کا دفع دخل | اگر اس بیان پر یہہ اعتراض کیا جائے کہ عقل اون چیزون کا سبب
نہین ہوتی جو باعث ضرر اور تکلیف کا ہون بلکہ عقل برائی سے روکتی ہے ۔ صاحب عقل اگر چاہے
بھی برا کام نہین کرسکیگا ۔ علاوہ اسکے علم مین بہت سے اور منافع ہین جیسے عزت علم کی
شرف علم کا ۔ مزہ علم کا ۔ (پس قیاس عقل اور تکلیف کا ایک دوسرے پر غلط ہے تکلیف
سبب برے ہوجانے کا ہے ۔ عقل سبب برے ہونے کا نہین ہے ۔)
جواب یہہ ہے کہ جیسے عقل برائی کیطرف نہین لیجاتی تکلیف بھی برائی کیطرف لیجانیکا
سبب نہین ہوسکتی ۔ نہ اوسکی وجہ سے انسان مستحق نار ہوتا ہے ۔ بلکہ وہ تو اوس سے بچاتی
ہے ۔ اگر مکلف چاہے بھی تو کافر نہوسکیگا اطاعت کریگا اور استحقاق پیدا کریگا کہ ہمیشہ
جنت مین رہے ۔ حقیقت مین تکلیف اوس فایدہ کا پیش کرنا ہے کہ استحقاق کا رتبہ حاصل کرو

چنانچہ وہ عین حکمت اور اعلی درجہ کی بہتری ہے۔ اسکے سوا ہم کہتے ہین کہ یہہ کہنا کہ
ہمیشہ کا ثواب حاصل کرو۔ اللہ کو پہچانو۔ ظلم مت کرو۔ حماقت مت کرو۔ عقل کے نزدیک
اوسیقدر بہتر ہے جسقدر یہہ کہنا کہ ہلاک ہو جاؤ۔ ظلم کرو بدتر ہے۔ پس اگر مامور کی نافرمانی
اور اوسکا بدی اختیار کر لینا اور عالم کا جاننا کہ اسلیئے اوسے عذاب ہوگا حقیقت تعریض
بخیر وامر بحسن (یعنی اچھی باتون کے کرنیکے حکم) کی حقیقت اور ماہیت کو بدل دے
اور اوس حکم کو برا بنا دے تو لازم آئیگا کہ فرمانبرداری کرنا مامور کا اور استحقاق ثواب پیدا کرنا
اوسکا اور عالم کا جاننا کہ اس حکم سے مامور کی کیا بھلائی ہوگی ماہیت تعریض بشر اور بدی کرنیکا
حکم دینے کی حقیقت کو بھی بدل دے اور ایسے حکم بد کے دینے کو اچھا کر دے۔ ایسی
لغویات کوئی نہین کہسکتا کیونکہ۔ اگر اچھی باتون کے کرنے کا حکم دینا درحقیقت اچھی باتون کا
حکم دینا صرف اوسی صورت مین ہو کہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا تو لازم آئیگا کہ
بری باتون کا حکم دینا اور بری باتونکی طرف رغبت دلانا صرف اوسی وقت برا ہو جب حکم
دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا ورنہ برا نہو پس جیسے سب جانتے ہین کہ بری بات
کا حکم دینا کہ کرو برا ہے خواہ مامور تعمیل کرے یا نہ کرے۔ اسیطرح اچھی بات کا حکم دینا کہ
کرو اچھا ہے خواہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا یا نہ کریگا۔ اور یہ سبب بدل جانے
ماہیت حکم کا نہین ہوسکتا۔ پس بعض لوگون کے دوزخ مین جانے سے ماہیت تکلیف
کی نہین بدلی اور وہ سبب برے ہوجانے تکلیف کا نہین ہوی اللہ تعالی سب کو نیک
کامون کے کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔

راقم کا جواب۔ یعنی سوال کی شرح۔

راقم۔ الفاظ سوال پر غور کرنے سے یہہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ یہہ سوال عام طور پر استفسار حکمت تکلیف طاعت کا نہین ہے بلکہ شیطان بالخصوص اپنی نسبت سوال کرتا ہے۔ اور تکلیف طاعت پر یہہ اعتراض کرتا ہے کہ میری نسبت جب ارادہ اور مشیت یہ تھی کہ مین شر کرنے کے لئے پیدا ہون تو میرے لئے امکان طاعت نہین ہو سکتا پس میرے لئے حکم اطاعت ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی آدمی کو حکم دے کہ اپنی وہ سخت ہڈی جسمین جوڑ نہین موڑلو۔ جب مان لیا جائے کہ میرا فائدہ نہتا تو خود حاکم کا فائدہ ہونا چاہئے۔ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فائدہ کسی کی اطاعت مین نہین ہے پس یہہ حکم دونون یعنی حاکم و محکوم کی نظر سے بیفائدہ اور عبث محض ہے۔ اسلئے حکمت پوچھتا ہے۔ تاہم جب یہہ سوال شیطان کیطرف سے خصوصاً ہے ہر فرد بشر جسے ایسی شکایت ہو اپنی نسبت بھی کر سکتا ہے۔ اسلئے اسمین عموم پیدا ہوا ہے اور اس سوال سے نکلتا ہے کہ وجہ تکلیف طاعت ہر مکلف مین کیا ہے۔ جواب اسکا یہہ ہے۔

بیان اسبات کا کہ سوال مین ایک شق ظاہر فروگذاشت کی ہے۔

(۱) ایک بڑی شق کو اس سوال مین فروگذاشت کیا ہے۔ یعنی ایک شق یہہ ہے کہ حاکم کا فائدہ ہو دوسری یہہ ہے کہ محکوم کا فائدہ ہو۔ تیسری شق یہہ ہے کہ اورون کا سوا ذات حاکم و محکوم کے فائدہ ہو۔ حکم کو اسوقت عبث محض کہہ سکتے ہین جب اسمین کسی کا فائدہ نہو (حالانکہ یہان فائدہ عامہ خلائق کا ہے) پس یہہ سوال بھی غلط ہے۔

بیان وجہ تکلیف کا اور مشیت

(۲) خاص اور عام وجہ تکلیف کی دونون (شیطان اور نوع انسان

کے معنی کا بیان۔ کیلئے یہہ ہے کہ ارادہ و مشیت کے یہہ معنی غلط ہین کہ اللہ نے یہ قصد کرلیا تہا کہ
شیطان بدی کرے یا قصد کرلیا تہا کہ انسان بدی کرے اور بوجہ مشیت و ارادہ دونون
مجبور تہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالی نے اختیار دیا تہا کہ چاہے یہہ دونون بدی کرین چاہے
نیکی کرین۔ چنانچہ شیطان نے عبادت کی تہی۔ پس وہ مجبور نہین ہوسکتا۔ انسان کی نسبت
اختیار بدیہی ہے اللہ جسنے پیدا کیا اگر یہہ قصد کرلیتا تو ایسا پیدا کرتا کہ بدی کر نیکی قابلیت نہوتی
یا نیکی کر نیکی قابلیت نہوتی اوسوقت وہ صورت ہوتی جیسے آدمیون کی اڑنے کے متعلق ہے
طائرونکی طرح اوڑ نہین سکتا۔ یا آدمیون کے کہانے کے متعلق ہے۔ کوئی آدمی ناک
سے نہین کہا سکتا وقس علی ہذا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اختیار داخل ارادہ اور مشیت ہے۔
باقی رہا نفع اطاعت اور ضرر غیر اطاعت شیطان اور انسان کے لئے یہ دونون موجود ہین اور
اسقدر صریح ہین کہ انکار کرنا انکار بدیہیات ہے۔ شیطان اگر اطاعت سجدہ کرنے مین کرتا
اوسکے مراتب عرفان بڑہ جاتے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت مین رہتا۔ انسان کے لئے اطاعت
مین فائدہ ہونیکے متعلق پہلے چہوٹی باتون کو لے لیجیے۔ بے محل غصہ منع ہے کیجیے
آخر کو قتل کی نوبت پہونچیگی۔ بے بہوک کہائے بدہضمی ہو کر موت کی نوبت پہنچیگی۔ پہر
بڑی باتون کو لیجیے قتل اور زنا اور اکل میت وغیرہ وغیرہ۔ کیا اطاعت مین بہلائی سے
کوئی انکار کرسکتا ہے۔ اصل بات یہہ ہے کہ جتنی چیزین ہین اونمین اطاعت اوس چیز کو بنایا
ہے جو مطیع کے لئے مفید ہین۔ خواہ وہ فعل ہو خواہ ترک فعل۔ پس صریح ہے کہ اطاعت
مین مطیع کا نفع ہے۔ اللہ کی شناخت کامل اعلی درجہ اطاعت کا ہے۔ پس اطاعت بیکار

اور عبث نہین ہے فائدہ مطیع مین خواہ شیطان ہو خواہ انسان محدود ہے وہ تدبیرین جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے بس اور قدرت مین رکھنے کی ہین۔ منافی اختیار کی نہین ہین۔ جنکا بیان مفصل ہوچکا۔ جب اختیار داخل مشیت ہو اختیار دیکر بس مین رکھنا بدون اسکے ممکن نہین کہ اختیار دینے والا جانتا ہو کہ یہہ اختیار اس طریقہ مین صرف ہوگا تاکہ بُری طرح اختیار کام مین لانے کے بعد اوسکی اصلاح ہوسکے۔ ورنہ نظام بگڑ جائیگا اس سے لازم آتا ہے کہ علم اسباب کا کہ اختیار یون کام آئنگے پورا ہو اور وہ علم جہان ذریعہ اسباب کا ہو کہ کتنا اختیار دنیا مناسب ہے اسباب کا بہی ہو کہ ہزارون برائیون کے لئے وہ کون ذریعہ ہوسکتا ہے کہ وہ بہی کار آمد ہوجائین۔ وقوع بسبب علم کے نہو اختیار کے ہو۔ اگر یہہ بہلائی نہوتی اتنا بہی اختیار نہوتا۔ یہہ علم اور مشیت ہے۔ بدی کو نیکی مین پہیرنے کی حالت مفصل بیان کیگئی ہے ہر بدی کام مین آتی ہے۔ شیطان کی ہی بدی کام مین نہین آتی۔ پس مشیت کو صحیح معنی مین لیجیئے کوئی اعتراض نہین وارد ہوتا نہ طاعت جو بلا نفع خالق مخلوق مین محدود ہے بیفائدہ ہوتی ہے۔

اگر امام صاحب کے مذاق پر گفتگو کیجائے تو مین کہہ سکتا ہون کہ اگر اولین اور آخرین جمع ہون اور کہین کہ حق تعالیٰ خالق افعال ہے اور بندہ محض کاسب ہے حُسن اور قبح اشیا کو نقلی قرار دین اس شبہہ سے مخلصی نہین ہوسکتی لیکن جب یہہ جواب دینگے سارے شبہات زائل ہوجائینگے۔ اور اعتراضات اوٹھہ جائینگے۔

(۴۲) جب اس اعتراض کو صرف ذات بشر کے متعلق دیکہا جائے	بیان اسبات کا کہ اگر انسان

یہہ اعتراض کرے سخت تر غلط ہوگا۔	تو سخت غلط ہوگا اس لیئے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا تو ایک بچہ کا پیدا ہوتا ہے تکمیل خلق انسان کی دو حالتین ہین ایک

ابتدائی۔ دوسری انتہائی۔ ابتدائی تکمیل نظر بہ عالم ہے۔ وہ تکمیل متعلق جسم کے طرح طرح کے اسباب سے ہوتی ہے جسکا حصر کرنا دشوار ہے۔ یون کہنا چاہیئے کہ سارا کارخانہ عالم کا تکمیل مین دخل رکھتا ہے۔ مثلاً آب وہوا۔ غذا۔ آرام وراحت تعلیم وتربیت۔ ماں باپ ان اسباب کے اختلاف سے مادہ کے اختلاف کو جب ملایا جائے (کہ وہ بھی ایسے ہی اختلافات کی وجہ سے مختلف ہوا ہے) تو ظاہر ہوگا کہ ہر مختلف سبب کو تکمیل مین دخل ہے۔ اور سب سے بڑا دخل والدین کے افعال کو اور اپنے افعال کو ہے۔ ہدایت اور تکلیف طاعت اصلاح افعال ہے پس اس اصلاح کو ترقی جسم مین دخل عظیم ہے۔ لہذا سخت غلطی ہے کہ جو افعال انسان کی تکمیل مین دخل رکھتے ہون اونکو انسان بفایدہ کہے۔ انتہای تکلیف انسان کی جسکی شرح باب سوم مین کیگئی ہے۔ وہ بھی مطابق نتیجہ افعال کے ہوتی ہے۔ پس افعال کو اطاعت کے ذریعہ سے حسن کی طرف راجع کرنیکو کوئی عاقل بیفایدہ نہین کہہ سکتا پس حقیقت مین خلق کرنا اور تکلیف طاعت دینا ایسی ملی ہوی دو چیزین ہین جو ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتین۔ یہہ بڑی حکمت ہے۔ انسان کے متعلق اس نظر سے بھی یہہ اعتراض ایسا غلط ہے جسکی حد نہین کہ نوع انسانکے پیدا کرنیسے غرض پیدا کرنا بہترین مخلوق کا ہے جسکی اصل غرض عطاے حکومت عالم ہے اور وہ غرض نعمت جلیل القدر ہے۔ جب اسلیئے خلعت وجود عنایت ہوتو ہدایت ایسی ضروری ہے جیسے کسی معجون مین جزو اعظم ضروری ہوتا ہے۔ یعنی ہر مخلوق کو بتلانا چاہیئے

کہ تمہارے ہاتھ مین اچھا برا ہونا ہے۔ اگر تم افعال نیک کروگے فرشتون سے بہتر ہوگے اور اسلیئے کہ تم بہتر ہونے پیدا کیئے گئے ہو۔ یہہ بہتر ہونا تمہارے ہمیشہ آرام کا باعث ہوگا تم جنت مین ہوگے۔ یہانتک بتلائے اگر برے ہوگے تمہارے لیئے جہنم کی بڑی تکلیف ہوگی۔ اگر اپنے آپ آدمی مین اچھا بننے کی قدرت نہ دیجاتی اور یہہ سامان نہوتے وہ اسقدر اور اس اعلی درجہ کا اچھا ہو ہی نہین سکتا تھا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ نحمدہ ونشکرہ علی کثیر نعمائہ وجلیل آلائہ التی لا تعد ولا تحصے۔

تیسرا سوال

تیسرا سوال

سجدۂ آدم کا کیون حکم دیا

جب مجکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اللہ تعالی کو پہچان لیا اور اوسکی عبادت کرنے لگا اور فرمانبردار ہوگیا۔ پھر علی الخصوص سجدہ حضرت آدم کا مجھے کیون حکم دیا۔ اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے۔ کیونکہ آدم کی طرف سجدہ کرنے سے میرا عرفان اور طاعت زیادہ نہین ہوسکتی تھی۔

جواب

جواب میر سید علی صاحب اور مقصود سوال کا بیان

میر سید علی رح فرماتے ہین۔ کہ سوال یہہ ہے کہ میرے لیئے سجود آدم کے حکم مین کیا مصلحت تھی۔ اور جواب مین کہتے ہین کہ اس شبہہ کے چند جواب ہین۔

پہلا جواب کہ حکمت معلوم نہونا مستلزم حکمت نہونیکا نہین ہے

پہلا جواب۔ جاننا چاہیئے کہ باری تعالی کا کوئی فعل یا حکم فعل حکمت سے خالی اور لغو اور بیفائدہ اور اتفاقیہ نہین ہوتا اگرچہ اکثر

امور کی حکمت کی تفصیل ہمین نہ معلوم ہو لیکن اس مختصر کلیہ کے جاننے کے بعد کسی امر کے حکمت
کی پوشیدگی منافی اوسکے حکمت ہونے کے نہیں - یہہ جواب اس شبہہ اور اسیکے مثل اور
شبہات کا عمدہ جواب ہے -

دوسرا جواب - کہ حکم سجدہ عموماً تھا -

دوسرا جواب - در اصل حکم سجود عموماً ملائکہ کو صادر ہوا تھا -
ابلیس چونکہ اوسوقت فرشتون کے ساتھہ تھا اسلئے تبعاً وہ بھی
مامور ہوا - جب اوسنے اپنے آپ کو منجملہ مامورین سمجھہ کر دیدہ و دانستہ سرکشی اور نافرمانی
کی ملعون اور مردود بنا -

تیسرا جواب - تکالیف شرعیہ موجب ظہور کیفیت نفوس ہین

تیسرا جواب - احکام الہی اور تکالیف شرعیہ سے نفوس کی
جانچ کیجاتی ہے اور اونکے مرکوزات و مضمرات متعلق خیر و شر (یعنی
سعادت و شقاوت) کا اعلان ہوتا ہے تاکہ اتمام حجت کے بعد ہلاکت و نجات ناواجب
نہ خیال کی جائین -

شرح جوابات بالا -

راقم - جواب میر سید علی صاحب کا خلاصہ یہہ ہے کہ حکمت صحیح معلوم
نہین اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ ہدایت ضروری چیز ہے تاکہ عدم قبول ہدایت کے بعد نفس
کی حالت ظاہر ہو کر وہان پہونچایا جائے جہان پہونچنے کے لائق ہے -

قاضی صاحب کا جواب - فضل حضرت آدم اور نفس شیطان کی بدی کا ظہور وجہ حکم سجدہ ہے

قاضی صاحب - فرماتے ہین - اللہ تعالی کی غرض ملائکہ
کو سجدہ آدم کا حکم دینے مین یہہ تھی کہ ملائکہ کو معلوم ہو کہ حضرت آدم
اونسے بہتر ہین - اور اللہ تعالی کے خلیفہ بننے کے سزاوار ہین - اور نیز یہہ تھی کہ اس ذریعہ

سے شیطان کی استعداد کی برائی اور اوسکی شیطنت ظاہر ہو اور اس طریقہ سے جس جیسی استعداد ہے بہلائی یا برائی کی وہ اوس تک پہونچ جائیگا اور وہی ذریعہ اتمام حجت کا ہوگا کہ اللہ نے بعضوں کو کیوں ثواب دیا مہربانی کی۔ بعضوں کو کیوں عذاب فرمایا۔ اگر اللہ تعالی بغیر اسکے سزا دیدیتا اوس کا اور دوسرونکا اعتراض وارد ہوتا۔

شرح جواب قاضی صاحب

راقم۔ قاضی صاحب نے دو جواب دئے ہین (۱) یہہ کہ شرف حضرت آدم ظاہر ہو۔ (۲) یہہ کہ وہ ذریعہ شیطان کے وہان پہونچنے کا ہو جہان پہونچانے کے وہ خود لائق ہے وجہ سجدہ کی اس سے یہہ پیدا ہوتی ہے کہ حکم سجدہ سے قابلیت کہل جائیگی۔ اور یہہ ایک طریقہ تہا جو حق تعالی نے اختیار فرمایا۔

جواب راقم۔ اور بیان وجوہ اہمال سوال۔

جواب راقم۔ الفاظ سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ ایسا لغو اور مہمل سوال ان ساتوں سوال مین اور کوئی نہین ہے کہ اوسکا [illegible] ظاہر ہے۔ اسلئے کہ (۱) انکار اطاعت عدم اطاعت ہے پس یہہ [illegible] حکم سجدہ سے اطاعت زیادہ نہین ہوسکتی تہی بداہتًا غلط ہے۔ (۲) انکار بغیر عدم عرفان قدر حاکم کے عاقل سے خارج از امکان ہے۔ پس دعوے عرفان بہی غلط ہے۔ اور ازدیاد عرفان کا انکار غلط تر۔ (۳) حکم سجدہ کی خصوصیت دعوی بلاوجہ وبے اصل ہے۔ (۴) تکبر عظیم اس سوال سے ہر ظاہر ہے یعنی شیطان نے اپنے آپکو فرشتون سے بہتر جانا۔ کیونکہ بعد دعوی عرفان اور اوسپر انکار تعمیل حکم سجدہ کو اپنے ساتہہ مخصوص کر لینے کے یہہ معنی ہین کہ فرشتون کو ان دونون (عرفان وازدیاد اطاعت) کی ضرورت ہو تو ہو

مجھے نہ تھی۔ اور مین اوسنے بہتر تہا۔ جو کوئی تکبر کو اچہا جانے اور بربناء تکبر سوال کرے خود وہ سوال مہمل ہے۔

بیان ماہیت سجدہ۔

وجوہ سجدہ وحکم سجدہ ۔ یہہ ہین۔ **(اولاً)** سجدہ کی ماہیت یہہ ہے کہ جسم انسانی مین بعض اعضاء رئیس ہین بعض مرؤس۔ اور ترکیب جسم انسانی کی یہہ ہے کہ اعضاء رئیسہ بلند مقام پر واقع کئے گئے ہین اور مرؤس پست مقام پر۔ سب سے بہتر عضو رئیس سر ہے وہ سب سے اوپر ہے وہی مقام عقل ہے۔ انسان جب کسی کی طاعت کرتا ہے معنی یہہ ہوتے ہین کہ وہ اوسکو اپنے سے اعلی اور مرتبہ مین اوپر سمجہتا ہے۔ جب یہہ حالت ہو تکمیل اظہار کے لئے لازم ہوگا کہ افعال اور اقوال دونون سے بتلائے کہ میرا وہ مقام جو سب سے اونچا اور سب کا رئیس ہے تمہارے مقابلہ مین سب سے نیچا اور پست تر ہے۔ یہہ ایک خاصہ طبیعت ہے۔ چنانچہ ہر بشر جب حد درجہ کی خضوع اور فروتنی کی طرف مائل ہوتا ہے خود بخود جہک جاتا ہے اور آخر کار سجدہ کرتا ہے۔ اور وہ اس خاصہ کے ساتہہ چونکہ بندہ ہے مخلوق ہوا ہے تاکہ امکان حد درجہ کی اطاعت کا ہو۔ پس عام وجہ سجدہ کی پوچہنا طبیعات کی وجہ پوچہنا ہے جو یا غلط ہے یا سوال بدیہیات سے اور بیفائدہ ہے۔

بیان وجہ سجدہ شیطان۔ کہ مشق طاعت صاحب مادہ نافرمانی کے لئے ضرور تر ہے۔

شیطان کے لئے وجہ حکم سجدہ یہہ ہے کہ **(ثانیا)** اطاعت کی مشق اوس مخلوق مین جسمین قابلیت نافرمانی کی بیشتر ہو زیادہ تر اوسکی بہبود کا سبب ہے۔ اللہ تعالی کوئی دقیقہ اختیار دینے کے بعد کہ وہ تفضل وعنایت سے فضل پر فضل اور عنایت پر عنایت کرنیکا اوٹہا نہین رکہتا۔

بیان وجہ سجدہ کہ وہ پاداش تھی

(ثالثًا) جب حق تعالی نے قصد خلق خلیفۃ اللہ کو ظاہر فرمایا فرشتون نے اعتراض کیا اور دعوی کیا کہ ہم خلیفۃ اللہ ہونیکے قابل ہین شیطان اونمین تھا۔ اعتراض اور دعوی پیش کرنا اوس مالک عظیم الشان کے سامنے جو حکمتون کو مخلوق سے زیادہ جانتا ہے ایسا فعل تھا جو ایسے لوگون سے کہ عارف مراتب الہی و ذات خود ہون بعید ہے۔ اوس سے بوے تکبر آتی تھی۔ اسلئے حکم سجدہ پاداش تھی۔ تاکہ مراتب بزرگ کے لوگ اپنے مرتبہ بزرگ سے نہ گرجائین۔ پاداش انسداد اور حکمت عظیم ہے جسکی تفصیل غیرضروری ہے۔

بیان وجہ سجدہ کہ وہ اظہار جلالت قدر خلیفۃ اللہ تھا۔

(رابعًا) حکم سجدہ جیسے ایک طرح سے پاداش تھی دوسری طرح سے اظہار کمال جلالت قدر حضرت خلیفۃ اللہ عہ تھا۔ وہ اسکے لئے جسکو حاکم بنانا ہے بڑی حکمت اور لازمی امر ہے۔

بیان حکمت سجدہ بذریعہ انعدام اسباب تکبر کے۔

بیان حکمت یہہ ہے۔ کہ حق تعالی نے خلق بشر کو ایک سبب پیدا کیا ہے جس سے اسباب تکبر کلیتًا معدوم کئے گئے۔ تکبر [illegible] ہی ہے۔ اون اسباب کے امر کا عملی طور پر اظہار سجدہ کرانا ہے۔ شرح اس اجمال کی یہہ ہے صفت تکبر کی برائی باب اول مین بیان کیگئی ہے۔ آسانی کے لئے تھوڑی سی تفصیل کے ساتھہ اوسکا اعادہ کیا جاتا ہے۔ مسلم ہے کہ اللہ تعالی مین ہر گناہ کے معاف کردینے کی قدرت ہے اور وہ اوس قدرت کو کام مین لاتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے مگر شرک کا گناہ معاف نہین فرماتا۔ شرک یعنی کسی دوسرے کو اللہ تعالی کا ساتھی یا اوسکی مثال ماننا واقع مین بڑا ہی سخت گناہ ہے واقع مین وہی اصلی غلطی و صریح غلطی ہے

وہی ساری دنیوی اور دینی غلطیوں کی جڑ ہے اور وہ غلطی قابل معافی نہیں ہو سکتی۔ اسیطرح
وہ اسباب بھی جو اس غلطی کے متعلق ہوں یا اوسکا جزو ہوں یا اونمیں سے ہوں بھی اس غلطی کی
آتی ہو سب کے سب سخت سے سخت مضر اور قابل نفرت ہیں۔ اون اسباب اور متعلقات اسباب
مذکورہ میں سے ایک چیز تکبر ہے وہ برا ہے اور برائی اوسکی سخت قسم کی ہے۔ وہ حد سے زیادہ بری
چیز اسلئے ہے کہ بالکل جھوٹی چیز ہے۔ ہم جب دوسرے کے پیدا کیے ہوے ہوں
بڑے علی الاطلاق ہو ہی نہیں سکتے۔ ہم جب باوجود اختیار دوسرے کے بس میں ہیں بڑی چیز ہو ہی نہیں سکتے۔
سکتے۔ بالنسبت ایک دوسرے بہتر ہونا دوسری چیز ہے تکبر اسلئے برا ہے کہ وہ بتلاتا کہ ہم ہی چیز ہیں اور آخر کا
بتلانے بتاتے آدمی سے خدائی کا دعویٰ کراتا ہی اور بچا اسکے کہ دوسرے کو شریک الٰہی مانے خود کو شریک
الٰہی بناتا ہے۔ غور فرمائیے کہ یہہ فعل کسقدر برا ہوا۔ پس صفت تکبر سب سے مضر اور سب
سے بڑا گناہ ہے۔ اور ہمیشہ حقیقت میں ہر تکبر ابتدا اور مقدمہ ضرر اور شرک کا ہوتا ہے
جو ابتدا سے رد کرنے کے قابل ہے۔ اسلئے وہ حق تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ اور
ضرور ناپسند ہونیکے قابل ہے۔ یہانتک یہہ ناپسند ہے کہ جو ارشادات قرآنی میں نے
باب سوم میں درباب قصہ حضرت موسیٰ ملاقات حضرت خضر کے نقل کیا ہے اوسکی نسبت منقول ہے
کہ حکم ہونچنے خدمت حضرت خضر میں حضرت موسیٰ سے پیغمبر عظیم الشان کو اوسوقت ہوا تھا کہ
ایک شخص نے آنجناب سے پوچھا کہ دنیا میں کوئی آپ سے اعلم ہے حضرت موسیٰ نے
جواب دیا تھا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اسلئے وہ خدمت حضرت خضر میں بھیجے گئے۔ گو یہہ
جواب متکبرانہ نہ تھا اعتراف عدم علم یا قصور علم کا تھا تاہم اوسکے یہہ معنی ہو سکتے تھے کہ

کوئی مجھسے اعلم نہین ہے - اسلئے اس طرح کا ارشاد بھی حق تعالی نے ایسے بزرگ
سے بسبب اونکی بزرگی کے جائز نہ رکہا - یس جو صفت ایسی قبیح ہو لازم ہے کہ تمام ذرائع
اوسکے معدوم کیئے جائین ورنہ یہہ کہنا روا نہ ہوگا کہ ذرائع تکبر موجود ہین مگر اونکے اختیار سے
منع کیا جاتا ہے - جو چیز صحیح اور موجود ہے اوسکی صحت اور وجود سے انکار نہین ہوسکتا
اب غور کرنا چاہئے کہ جو مخلوق فی الواقع ایسی ہو کہ معصیت کرنے سے طبعاً و خلقتاً معصوم
یا محفوظ ہو جیسے فرشتے ہین اور وہ یہہ خیال کرین کہ ہم بہتر سے بہتر ہین اونکے ذریعہ تکبر کے
معدوم کرنے کا کیا ذریعہ ہوسکتا ہے - یہہ امر بھی یہان ملحوظ رہے کہ تکبر سے ایک صفت
عدم اطاعت کی بھی پیدا ہوتی ہے اور مطیع رکہنا ہر مخلوق کا جہان اونکی ذات کی نظر سے
ضرور ہے (ورنہ مستحق پاداش ہون اور حد عصمت سے نکل جائین -) بقار حکمت نظام
کے لئے بھی ضرور ہے - اسبات کو چھوڑنا چاہیئے - فرشتے جب خدمت کے لئے پیدا
کیئے گئے ہون اونمین اطاعت اور مادہ اطاعت کا پورا رکہنا اور بڑہانا ضروری چیز ہوگا -
امور مملکت مین دیکہنا چاہیے کہ جو امور ہم اُنکو چہوٹے معلوم ہوتے ہین جہوٹے نہین ہوتے مضبوطی سلطنت
اور انتظام کے برقرار رکہنے کے لئے اہم اور ضروری ہوتے ہین) وہ ذریعہ یہی ہوسکتا ہے
کہ ایسی مخلوق پیدا کیجائے کہ جسمین نوعاً دونون قابلیتین (اچہی بُری) ہون اور وہ
باوجود دونون قابلیت کے فرشتون سے بہتر ہوسکے - اوسوقت ذرائع تکبر حقیقت مین
معدوم ہوجائینگے - اور جب معدوم ہون اوسکا اختیار حقیقتاً غیر صحیح ہوگا - وہ مخلوق نوع بشر
ہے - اوسکی حالت یہہ ہے کہ بیچارہ مصیبت کا مارا - ہر طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا -

گناہون کے ارتکاب یا قابلیت کی حیا سے آنکہہ بہی تو اوپر اوٹہانے کے قابل نہین وہ
کیا تکبر کرسکتا ہے؟ - مگر جب وہ باوجود ان سب امور کے ایسے افعال کرتا ہے جو اعلی
سے اعلی درجہ کے ہون فرشتون سے بڑھ جاتا ہے - اسلیئے فرشتے یہہ نہین کہہ سکتے کہ حق تعالی
مین ہمسے بہتر پیدا کرنیکی قدرت نہ تہی - پس صاف معنی یہہ ہین کہ یہہ عجیب صنعت ہے کہ ایسی
پاک چیزون کے تکبر کو ایسے ذریعہ سے توڑ دیا جو قابلیت تکبر نہین رکہتا - اللہ اکبر - یاد رہے
کہ فرشتون کی نسبت حق تعالی نے فرمایا ہے کہ جسے تم چہپاتے تہے - وہ یہی امر ہو سکتا
ہے کہ فرشتے خیال کرتے تہے کہ ہم سے بہتر کوئی نہین ہو سکتا - پس جب وہ مان گئے
کہ ہمسے بہتر خلیفۃ اللہ ہین اظہار اثر عملی طور پر یہہ تہا کہ سجدہ کرلین - واقع مین حکمت اللہ تعالی
کی بڑی دور ہے کوئی اعلی سے ہو کر بہی نہین کہہ سکتا کہ مجہسے اعلی کوئی نہین - وہ ہر مخلوق
کو بتلاتا ہے کہ مین اوس سے بہی اعلی پیدا کرسکتا ہون - اور ظاہر کرتا ہے کہ حد قدرت
نہین سلا انتہا ہے - یہہ ہمکو جاننا تکمیل عرفان کرنا چاہیئے شیطان کا عرفان آپ ملاحظہ
کیجیئے کہ کسقدر ناقص تہا - وہ اعلی سے اعلی نہ تہا باوجود اسکے اپنے آپ کو اعلی سے
اعلی جانتا تہا - ایسے کا مردود ہونا ضرور الصاف ہے -

بیان وجہ خصوصیت اگر خصوصیت مانی جائے -

اس سوال مین وجہ خصوصیت بہی پوچہی ہے اس بیان کے بعد اوسکی شرح کرنے کی ضرورت نہین تاہم مختصراً بیان کرنا مناسب
ہے خصوصیت حقیقت مین نہین تہی لیکن شیطان کے لئے خصوصاً ضروری تہی اسلیئے کہ
(۱) وہ اچہا نہ تہا اور اپنے آپ کو اچہا جانتا تہا - (۲) اوسمین مادہ انبعاث زیادہ تہا -

(۳) اللہ تعالی نے تفصیل نہین فرمائی کہ موجد اس اعتراض کا کون ہے۔ میرے خیال مین حضرت شیطان ہی اصل موجد تھے جو معلم الملکوت مشہور ہین۔ فرشتون نے معقول سی بات سمجھا کہ وہ بہتر تھے اور لے آپکو بہتر سے بہتر سمجھتے تھے تھوڑی دیر کے لئے ہمزبانی کی تھی۔ پس جیسا اونکو حکم سجدہ ضرور تہا شیطان کے لئے ضرور تر تہا۔ اور یہہ وجہ شیطان کے لئے حکم سجدہ کی خصوصیت کے ساتھہ ہوسکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوال اتنی خصوصیت بھی ہوگا ہے۔ اگر نہین ہے وہ مثال ہے جسے کہتے ہین۔ چور کی ڈاڑہی مین تنکا۔

چوتھا سوال

چوتھا سوال۔

انکار سجدہ سوائے ذات الہی پر شیطان کو مردود کیون کیا

جبکہ مجکو عموماً کل احکام کی بجاآوری اور خصوصاً آدم کے سجدہ کا امر فرمایا پس اگر مین نے سجدہ نہ کیا تو پہر مجھپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا۔ مین نے کچھہ برا نہین کیا تہا۔ صرف یہہ کہا تہا کہ سوائے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ عذاب نتیجہ لازم افعال کا ہے اور بدن سے پیدا ہوتا ہے

میر سید علی صاحب رح کہتے ہین کہ یہہ سوال اس بات کا ہے کہ وجہ عذاب کرنیکی کیا ہے اور اسمین کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالی کافرون کو عذاب کرتا اور اونکو رحمت سے دور کرتا ہے۔ اور فرماتے ہین کہ جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ آخرت مین جو سزا دیجاتی ہے اوسکا باعث غصہ اور انتقام کہ اوس سے غصہ جاتا رہے یا ایسے ہی اور امور نہین ہین۔ اسلئے کہ ذات خداوند عالم کے یہہ امر ہرگز شایان شان نہین بلکہ وہ

صرف لوازم اور نتائج ہین جنکو اسباب و خلیہ نفسانیہ و احوال باطنیہ نے پیدا کیا ہے
اونہین نے یہانتک نوبت پہونچائی ہے کہ اون خواہشون کا انجام عذاب ہوا ہے
وہی جہنم کیطرف لیجاتی ہین ۔ اور جہنم کے سب سے نیچے طبقے مین پہونچادیتی ہین ۔
اور نیز اسکا سبب ہوتی ہین کہ سانپ اور بچھو اور دوسری ایسی ہی چیزون سے وے اسطرح پیدا
ہے ۔ مثال اوسکی اس دنیا مین بیماریان ہین ۔ ظاہر ہے کہ بیماریان جنسے بدن مین درد
اور تکلیف عارض ہوتے ہین ۔ بسبب اون بدپرہیزیون کے پیدا ہوتی ہین جنسے وہ
بیماریان پیدا ہوئین ۔ پس جسطرح کہ بدن کا درد نتیجہ اون حالات اور افعال کا ہے جو سبب
بیمار ہونیکا تھے ۔ (جیسے پرخوری یا افراط خواہشہاے دیگر وغیرہ وغیرہ) اونکے سوا
اور کوئی بیرونی سبب تکلیف پہونچانیوالا نہین ہوتا اسی طرح سے حال عذاب آخرت اور اون
چیزون کا ہے جس سے عذاب دائم اون بعضے نفوس کے لئے جو حق کا انکار کرتے ہین
اور آیات الٰہی سے روگردانی کرتے ہین پیدا ہوتا ہے وہ عذاب ہی آگ ہے جسکا ذکر اس
آیہ مین ہے ۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ باقی رہا یہ امر کہ بہت
سے اور آیات قرآنی و احادیث مندرجہ کتب احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ عذاب
جسمانی گنہگار کے بدن پر بذریعہ اسباب خارج از بدن کے ہوتا ہے جسکی تفصیل مفسرین نے
فرمائی ہے اُنکا منشار یعنی مقام پیدایش امور باطنیہ اور کیفیت نفوس کی ہے جو پیدا ہوکر
جو اندر سے باہر آجاتی ہین اور صورت مین جہنم اور سانپ اور بچھو اور لوہے کے گرزون وغیرہ
وغیرہ کی ظاہر اور معلوم ہوتی ہین ۔ اور یہی معنی آخرت مین اجسام اور اشکال و صورتون کے

باعتبار نوعیت افعال کے مختلف ہونے کے ہین۔ چنانچہ یہ امر بحث معاد جسمانی کیفیت
تجسیم اعمال مین تفصیل کے ساتھہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اسپر بہت سی آیات دلالت کرتی
ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ○ وَبُرِّزَتِ
الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ
إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ○ اگر یہہ بات مان لیجائے
کہ عذاب اسباب خارجی سے پیدا ہوتا ہے۔ پس یہہ بھی مصلحت عظیم ہے اسواسطے
کہ عذاب سے ڈرانا اکثر اشخاص مین نفع کرتا ہے۔ اور جب اس تخویف کو پورا کیا جائے
اور مجرم اور گنہگار پر عذاب جاری کیا جائے تو تخویف مین تاکید ہوگی۔ اور نفع بہت پہنچیگا
اس صورت مین اگرچہ عذاب کرنا اوس شخص کی نظر سے جسپر عذاب کیا گیا ہو شر کہا جا سکے
لیکن بنظر اکثر افراد نوعی کے منجملہ اسباب خیر کثیر کے ہوگا جسکو شر قلیل نے لازم کیا تھا
مثال اوسکی ایسے عضو کا کاٹ ڈالنا ہے جو ذریعہ تمام بدن اور سارے اعضاء کی تباہی کا ہو

شرح اس جواب کی کہ آیات کلام مجید سے اسباب عذاب کا بدن سے پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا۔

راقم۔ جو آیات جناب میر صاحب نے نقل فرمائی ہین اونکے اسقدر چھوٹے جملون سے نتیجہ نکالا ہے جو خلاف سیاق و سیاق کے ہے۔ پہلی آیت نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ
عَلَى الْأَفْئِدَةِ۔ کا سیاق وسباق یہہ ہے۔ (سورہ ہمزہ) كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي
الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى
الْأَفْئِدَةِ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (ترجمہ) ضرور حطمہ مین پھینکا

جائیگا اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے اﷲ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں تک کی جا خبر لیگی وہ بھڑ ستونوں میں دوزخیوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوگی۔ پس اس آیت سے کنار عذاب بدن میں سے پیدا ہوگی۔ استدلال نہیں ہوسکتا۔ اسلیئے کہ مقدم حطمہ مین پھینکنے کا ذکر ہے اور مؤخر مین بھی اسکی تعریف ہے۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ سے بھی اسیطرح استدلال نہین ہوسکتا ترجمہ اوسکا یہہ ہے اور کچھہ شک نہین ہے کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ یہ آیت اولاً پارہ دہم مین ہے اور ثانیاً پارہ (۲۱) مین۔ اور دونون سے استدلال مین یہہ سقم کہ آیہ پارہ دہم مین جہنم کا محیط کفار ہونا دلیل پیدا ہونے آلات عذاب کی جسم کے اندر سے نہین ہوسکتی بلکہ یہ آیت دلیل اسباب عذاب کی خارج از جسم ہونے کی ہے۔ پارہ (۲۱) مین صاف سیاق سباق اسکا خلاف مطلوب سید صاحب کے ہے۔ کیونکہ پہلے ارشاد ہوا ہے يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ یعنی تمسے عذاب کے لیئے جلدی مچاتے ہین اور کچھہ شک نہین کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ اور بعد مین یہہ ہے يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ جبکہ عذاب اونکے اوپر سے اور اونکے پاؤن کے تلے سے اونکو ڈہانکے ہوگا اور فرمائیگا کہ جیسے جیسے عمل تم کرتے رہے ہوا ونکا مزہ چکہو۔ یہہ وقت قیامت کا ذکر ہے اور ساری آیت کے یہہ معنی ہین کہ کفار جو بطور امتحان ایسے عذاب کی جلدی کرتے ہین اونکو سمجھانا چاہیئے کہ اونکی تو ایسی

حالت ہے کہ عذاب سے باہر جا ہی نہین سکتے۔ اور وہ ضرور قیامت کو ہوگا۔ آیہ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ۔ ترجمہ اسکا یہ ہے اور دوزخ سب دیکہنے والون کے سامنے باہر نکالکر کہہ دی جائیگی سباق یہہ ہے فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ترجمہ تو جب قیامت کبری آویگی جو کچہہ آدمی نے کیا ہے اوس دن اوسکو یاد آجائیگا۔ اور سیاق یہہ ہے وَأَمَّا مَن طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۔ ترجمہ۔ تو جسنے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم کہا تو ٹہکانا اوسکا دوزخ ہوگا۔ مین نے جو بیان اعتراضات باب سوم مین کیا ہے یہہ اوسکا ذکر ہے کہ زمین کی سب مخفیات ایک طرف جنت والی دوسری طرف دوزخ والی ظاہر جائینگی یہہ معنی میرے نزدیک نہین ہین کہ اعمال بصورت مار و کژدم متشکل ہوکر اندر سے باہر آجائینگے آیہ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ترجمہ۔ معلوم ہوجائیگا بات یہہ ہے کہ اگر تم انجام یقینی طور پر جانتے ہوتے تم ضرور دوزخ کو دیکہہ لوگے۔ پہر اوسکو یقینی دیکہنا دیکہوگے یہہ آیہ سورہ تکاثر کی ہے۔ اور دوزخ کا ذکر بعد قبور ہے زیادہ ضرورت تشریح کی نہین۔ آیہ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۔ ترجمہ۔ وہ لوگ جو قبرون مین ہین جب اوٹہائے جائینگے اور دلون مین جو باتین ہین ظاہر کردی جائینگی اس سے بہی تجسیم اعمال سے کوئی تعلق معلوم نہین ہوتا۔

اگر عذاب جسمانی ہو مغفرت	نتیجہ یہہ ہے کہ عذاب کا صرف بدن سے پیدا ہونا کسی آیت سے

دشوار ہوگی اور صرف جسمانی عذاب ہوگا۔ | ثابت نہین ہوتا۔ بلکہ اون آیات سے جنمین افعال کا ذکر ہے عموم اثر ظاہر ہوتا ہے اور اثر افعال جسم پر ایسا بدیہی ہے کہ بیان کی حاجت نہین۔ اگر مانا جائے کہ عذاب صرف جسم سے پیدا ہوتا ہے۔ اوسپر یہہ اعتراض بھی وارد ہوگا۔ کہ مغفرت ناممکن ہو۔ کیونکہ جب سانپ اور بچہو افعال کی صورت مین باعث عذاب ہون اور نتیجہ لازم ہون تو مغفرت کیسے ہوسکتی ہے۔ حق تعالی سوا‌ے ضرورت اظہار معجزہ کے نتائج لازم کے (کہ اوسی نے بنائے ہین) خلاف نہین کرتا۔ بڑی بات غور کرنیکے قابل یہہ ہے کہ اگر راحت یا تکلیف صرف جسم ہی سے پیدا ہو تو وہ ایسی ہی ہوگی جیسے صحت مین راحت یا بیماری مین تکلیف لیکن صحت مین جو انتفاع اور چیزون سے ہوتا ہے اور بیماری مین جو تکلیف اور چیزون سے ترقی پاتی ہے وہ نہو اور معنی یہہ ہون کہ تمام اسباب عالم جو ہمارے لئے پیدا کئے گئے ہین بیکار کردئے گئے۔ یہ اوس آیت توریت کے خلاف ہوگا جسکا مضمون یہہ ہے کہ خَلَقْتُ الْاَشْیَاءَ لِاَجْلِكَ اور نیز آیہ قرآن مجید کے خلاف ہوگا۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ اسواسطے کہ اشیای دنیا خداوند عالم کے نفع کے لئے نہین ہین۔ اگر ہمارے نفع کے لئے بھی نہون تو پہر اور کسیکے نفع کے لئے ہونگی۔ اس صورت مین لازم آیگا کہ ہم حیوانات سے بھی کمتر درجہ کے ہون۔

مین نے ایک حکایت بعض اہل دل سے سنی تہی جو تائید قول میر سید علی صاحب کرتی ہے اوس حکایت سے بھی ظاہر ہے کہ جہان اعمال مجسم ہوتے ہین اعمال نیک و بدکا

موازنہ ہوتا ہے۔ تاہم وہ حکایت خلاف موجودات آلات خارجی عذاب و آسایش کے نہین
ہے اور اوسمین فکر بعد کا نہین ہے۔

حکایت ایک کبوتر باز کی۔

حکایت

ایک بزرگ کو کبوترون کے پالنے کا شوق تہا۔ اونکو ایک جوڑا کبوترون کا ملا۔
وہ اوسے نہایت عزیز رکہتے تہے۔ اور اوسکو سب سے بہتر جانتے تہے۔ تہوڑے دنون
مین کبوتری اندہی ہوگئی اور جو دانہ اوسکے سامنے ڈالا جاتا تہا اوسے نہ اوٹہاتی تہی۔
اور پانی اگر رکہا ہو اوسکی طرف نہ جہکتی تہی۔ محبت کے مارے یہہ بیچارے اوسے خود بہرایا
کرتے تہے۔ اور دوائین ڈہونڈتے پہرا کرتے تہے کہ آنکہہ اس کبوتری کی اچہی ہوجائے
مگر اچہی نہ ہوتی تہی ایک دن یہ اتفاق پیش آیا کہ کابک جو کہولتے ہین یہ جوڑہ نکلتے ہی کبوتر
اوڑ جاتا ہے۔ پہلے تو یہ معمولی بات سمجہے۔ مگر پہر وہ کبوتر اونچا ہوا اور اونچا ہوتے ہوتے
اتنا اونچا ہوا کہ نظرون سے غائب ہوگیا اونہون نے بہتری ہوہا کی۔ لگی دکہلائی۔ مگر
کبوتر نہ آیا سمجہے کہین دوسری جگہہ اوترا۔ ڈہونڈا مگر کہین پتہ نہ پایا۔ اور آخر کو مایوس ہوگئے
گہر آکر کبوتری کو بند کرکے بیٹہہ رہے۔ وہ کبوتر کئی دن تک نہ آیا۔ اور یہہ کبوتری کو کہولتے
چہتری پر بٹہلاتے یا کوٹہے پر۔ اور بہتیری ہوہا کرتے۔ کیا ہوتا تہا۔ آخر کبوتری بند کردیا
کرتے تہے اور چپکے ہو رہا کرتے تہے۔ ایک دن جو حسب معمول کبوتری کو کہولتے ہین
تو کیا دیکہتے ہین وہی کبوتر چوبارہ پر آکر بیٹہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت دور سے اوڑکر آیا ہے
اور ہانپ رہا ہے۔ کبوتری کا کابک سے باہر نکلنا تہا اور کبوتر کا چوبارہ سے نیچے آنا

جب وہ اوترا تو اونہون نے دیکہا کہ اوسکی چونچ مین ایک چہوٹا سا پتّا ہے اور وہ اوسے
کبوتری پر پہیرتا ہے۔ اس ہیر پہیر مین وہ پتّا کبوتری کی آنکہون مین لگ گیا۔ لگتا تہا کہ
کبوتری نے دانہ ڈہونڈنا شروع کر دیا۔ اچہی ہو گئی۔ کبوتر نے وہ پتّا گرا دیا اور اونہون
نے اوٹہا لیا۔ دیکہتے تہے کہ یہہ پتّا کس چیز کا پتّا ہے۔ اس شناخت مین جو پتّہ پر غور کیا
تو اوسمین عجیب و غریب صنعت معلوم ہونے لگی۔ پہلے وہ پتّا روشنے دینے والا ہوا۔
پہر تو اوسنے عالم کو اوسمین دکہلانا شروع کیا جسقدر اوسکو زیادہ دیکہتے تہے اوسیقدر اوس
پتّے مین عجائب و غرائب عالم کے معلوم ہوتے تہے۔ یہان تک کہ پتّے نے اونکو اپنے
اندر محو کر لیا اور یہہ کبوتر کے جوڑہ اور اپنے کہانے پینے تک کو بہول گئے۔ تیسرا پہر
ہو گیا اوسوقت ایک شخص نے آکر کہا کہ فلان شخص نے جو اس شہر مین بڑے عالم باعمل
تہے انتقال کیا ہے آپ بہی تشریف لیچلیئے اور شریک ہو جیئے۔ انکو محویت سے کہان
فرصت تہی کہ جاتے۔ یہہ ہین۔ پتّا ہے۔ دیکہ رہے ہین یہانتک کہ پہر آدمی آیا کہ
چلیئے اب غسل ہوتا ہے۔ پہر آیا چلیئے اب کفن پہنایا جاتا ہے۔ پہر آیا کہ چلیئے جنازہ تیار ہے
پہر آیا کہ چلیئے جنازہ نکل آیا۔ اگر آپ نہ چلینگے بُری بات ہو گی۔ ناچار یہہ اوٹہے اور شریک
جنازہ ہوئے۔ اب پتّا ہاتہہ مین ہے۔ جب یہہ قریب جنازہ پہونچے اونہون نے دیکہا
کہ ایک بڑا سا کتّا نہایت سیاہ جنازہ کے نیچے چلا جاتا ہے آدمیون سے ڈرتا نہین۔
اونہون نے قریب پہونچکر کہا کہ حضرات اس کتّے کو تو ہنکایئے لوگون نے اونکی طرف
تعجب سے دیکہا۔ ایک آدہ چپ رہا ایک نے کہا کہ حضرت کتّا کہان ہے۔ یہہ سمجہے

کہ اونہون نے نہ دیکھا ہوگا۔ پہر کہا کہ دیکھیے یہہ کُتّا ہے۔ ہنکا دیجیے۔ تب تو وہ ہنسے
کہ آپ مجنون ہین کُتّا کیسا۔ یہہ چپ ہو رہے اور پہر اورون سے ذکر کیا۔ وہ پہلے ذکر کو
سُن چکے تھے اونکو ہنسی آگئی اور اور لوگ جو مشایعت جنازہ مین مصروف تھے سب کے
سب مُسکرانے لگے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حضرت کیا آپ پاگل ہین جو بار بار کہتے ہین کہ کُتّا
ہے کہین بہی تو نہین ہے۔ آج آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ تب تو یہہ بہت چپ ہوے اور
کچھ نہ سمجھے کہ معاملہ کیا ہے اب یہہ یاد نہین کہ پتہ ہاتھہ مین ہے اور یہہ سمجھہ مین نہین
آتا کہ پتے کی یہہ تاثیر ہے۔ آخر کو جب انکا اصرار اور لوگون کا مذاق بڑہا یہہ پیچھے پیچھے
چلنے لگے۔ جب نماز ہوی تو پہر اونہون نے کُتّے کے دور کرنے کو کہا۔ پہر مذاق
ہوا اور اب تو باوجودیکہ خلاف موقع تھا لوگ انکو چھیڑنے لگے اور کُھلم کُھلا مذاق ہونیلگا
تب تو یہہ نماز پڑہ کر الگ ہو بیٹھے۔ قبر مین دیر تھی۔ جنازہ بعد نماز رکھا رہا اور یہہ دیکھا کئے
کہ کُتّا ہر وقت جنازہ کے پاس ہے کسی طرح ٹلتا نہین۔ جب جنازہ نماز کے لئے
رکھا تھا وہ جنازے پاس تھا جب قبر کے پاس رکھا وہ وہین جنازہ سے ملا ہوا بیٹھا رہا
جب یہہ الگ جا بیٹھے پہر اونہون نے مٹھی کھول لی پتّا دیکھنا شروع کیا اور پہر محو ہو گئے
کبھی کبھی دیکھہ لیتے تھے کہ کب دفن سے فراغت ہو اور کب گھر چلیکہ بآرام سیر صنائع الٰہی
بذریعہ ایک برگ سبز کے کرین۔ ے

	هر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار	برگ درختانِ سبز در نظرِ هوشیار

یہان ہوشاری بہی پتہ سے پیدا ہوی ہے سبحان اللہ۔) الغرض اونہون نے

آخرکار دیکھا کہ مردہ دفن ہوگیا جب لوگ رخصت ہوگئے قبر کیلیرہ گئی دیکھتے کیا ہین کہ لوگان
کا قبر سے منہہ پھیرنا اور کُتّے کا قبر کھودنا۔ اب تو یہ حیرت زدہ ہوکر دیکھنے لگے کہ دیکھین ایہہ کیا
کیا ہے۔ دیکھتے کیا ہین کہ وہ کتا قبر مین گُس گیا یہ بارے ڈر کے وہان دم بخود رہ گئے
اور ہمہ تن منتظر ہوے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ تہوڑی دیر نہ گذری تہی کہ اوس قبر مین سے
ایک جوان رعنا لباس پر تکلف پہنے ہوے نکلا مگر آستینین کہنیون تک چڑہی ہوی تہین
اور ہاتہہ اوسکے زخمی معلوم ہوتے تہے۔ وہ شخص قبر سے نکلکر انکی طرف آیا اور سلام علیک
کی۔ انہون نے حال پوچہا تو اوسنے جواب دیا کہ مین صورتِ اعمال حسنہ میت مدفون
کی ہون اور وہ کُتا جو آپنے دیکہا تہا صورت مجسم افعال قبیحہ میت مدفون کی تہی۔ مین بہی
ساتہہ تہا آدمیون مین ملا ہوا تہا۔ خداوند عالم نے بعد جنگ و جدال کے جو ہمارے
دونون کے درمیان ہوی مجہکو فتحیاب کیا میت نے نجات پائی۔ چنانچہ میرے ہاتہو نپر
جو زخم ہین اوسی کُتّے کا اثر ہے۔ یہہ کہکر اوس جوان نے ان حضرت سے کچہہ ایسی طرح تملق
سے کہا کہ حضرت یہ تو ارشاد فرمایئے کہ آپ کی مُٹھی مین کیا ہے اونہون نے آو دیکہا
نہ تاؤ جہٹ مُٹھی کہول دی۔ اور دکہلادیا کہ یہہ پتا ہے اوس جوان نے انکی ہتیلی پر ہاتہہ مارا
کہ پتا غائب ہوگیا اور ساتہہ ہی وہ جوان بہی غائب تہا۔ پہر جو دیکہتے ہین کچہہ نہین ہے
نہ قبر کہدی ہوی ہے نہ وہان کوئی کتا ہے نہ آدمی۔ پتا کہوکر گہر چلے آئے شام کو کہانا کہا کر
کبوتر بند کئے۔ اور اوس دن سے لہو لعب چہوڑکر مخصوص بندگان الٰہی سے ہوگئے۔

بیان اقسام متعلق وجوہ حکمت	اگر یہہ سوال وجہ حکمت سزا کا پوچہتا ہے تو اوسکی ایسی حالت ہے کہ

سزا کے — آجکل کے مذاق کے مطابق اوسکے بیان مین زیادہ تطویل کی حاجت نہین ہے۔ مختصر یہہ ہے۔

وجہ اول۔ حق تعالی شر سے رضامند نہین ہے اس لیے سزا ضرور ہے — اول حق تعالی نے کوئی چیز بری پیدا نہین کی اختیار کے بعد اگر سزا نہ مقرر کیجاتی یہہ معنی ہوتے کہ وہ حکیم علی الاطلاق ایسا ہے کہ اوسنے بذریعۂ افعال انسانی شر کو پیدا کیا اور اوسکو پسند کیا تعالی شانہ عن ذلک علوا کبیرا۔ یہہ نہین ہوسکتا۔

دوسری وجہ سزا کی ضرورت انسداد و ترقی ہے — دوم۔ حق تعالی نے انسان کے لیے کوئی ذریعہ بہتر سے بہتر بنانے کا بعد دینے اختیار کے کہ وہ سب سے بڑا ذریعہ بہتر بنانے کا تہا اوٹہا نہین رکہا۔ سزا انسداد کا ذریعہ ہے ورنہ نظام عالم مین شر کی حالت ایسی نہ رہتی کہ اوس سے نتائج خیر پیدا ہوں لیکن سزا مین جن چیزون کا لحاظ رکہا جاتا ہے وہ سب سے مقدم تین ہین۔ اول بدلہ لینا۔ دوسرے مجرم کی ایسی حالت کردینا کہ اوسمین مبتلا ہونا اعادہ سے روک سکے۔ تیسرے اوس اثر کا کہونا جو عامۂ خلائق پر اوس جرم کے واقع ہونے سے پیدا ہوا۔ مثلاً ڈکیتی یا قتل مین اگر سزا سخت نہ دیجائے تو وہ امن جو ایک ذریعہ تکمیل صدور افعال کا ہے جاتا رہتا ہے اور یہہ مطالب صرف ڈرانے اور باتون سے حاصل نہین ہوسکتے۔ لازم ہوتا ہے کہ مرتکب کو اوس تکلیف مین ڈالکر لوگون کو دکہلایا جائے اور یہہ امر آج کل ایسا بدیہی ہے کہ اوسکی ضرورت سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا سزا کی ضرورت جزا سے لیئے مرتفع نہین ہوتی کہ سزا محض انسداد ہے وہ ذریعہ نہین ہے کہ لازمی

افعال حسنہ کے سوا او رافعال حسنہ بہی صادر ہون جسکی شرح باب اول مین کیگئی ہے اگرچہ سوال وجہ سزا کا پوچہنا ہے توبہی سوال از بدیہیات اور بیفائدہ ہے۔

جواب قاضی صاحب متعلق وجوب عدل کے

جواب قاضی صاحب عدل اسباب مے اوسمین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف کا ہے یا نہین۔ چنانچہ عقل سلیم بنسبت احکام الٰہی کے اور احکام بادشاہ کے بنسبت سپاہی کے اسپر گواہی دیتی ہے۔ علاوہ اسکے ضرر عذاب کا بسبب تکلیف کے نہین ہے۔ کیونکہ اس حیثیت سے کہ وہ تکلیف ہے بہتر اور فائدہ مند ہے۔ ضرر رسان نہین کہ بیان اوسکا ہوچکا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ مومن مطیع کی تکلیف بہی موجب مضرت ہو۔ بلکہ ضرر بسبب اختیار فسق اور ترک ایمان و اطاعت کے ہوتا ہے۔

اس جواب کی شرح

راقم۔ جناب قاضی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ عدل مین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف ہے یا نہین" مجہے اس راے سے اتفاق نہین ہے۔ اسلئے کہ بنسبت کفار کے صفت عدل متعلق نہین ہوسکتی۔ کیونکہ عدل مین تین شخص ہوتے ہین ایک ظالم دوسرا مظلوم تیسرا وہ جو ظلم کو جزا سے تولکر برابر کردے۔ جب کفر کی بحث ہوگی تیسرا ہوگا۔ ذات خداوند عالم اس سے بہت ارفع ہے کہ بمقابلہ کفار کے مدعی بنے اور تیسرے سے فیصلہ کرائے۔ اسلام کی صورت مین عدل متعلق ہوگا۔ اسلئے کہ ظالم کا ظلم اوسکی نسبت اوس خیر پہونچانیکا مانع تہا جو اوسکو بسبب اسلام کے پہونچنی چاہیے تہی۔ پس ہر عدل مین فائدہ مکلف کا ضرور ہے۔ کفار کے اوس معاملہ مین جب دونون فریق کافر ہون نفع عدل کا یہہ ہے کہ پہر اوس سزا کے سزاوار ہون گے جو کفر کی ہے۔ بعد سزا سے ظلم

سزا سے مزید بیچ جاینگے چنانچہ بحث حکم میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

راقم کا جواب و بیان معنی سوال معہ وجہ اہمال سوال

راقم کا جواب۔ ان الفاظ سے۔ پس اگر مین نے سجدہ نکیا مین تے کچہہ برا نہین کیا تہا صرف یہہ کہا تہا کہ سواے تیرے اور کسیکو سجدہ نکرونگا۔ یہہ معنی ظاہر ہین کہ میرا یہہ کہنا بیجا نہ تہا اور مین مستحق سزا نہ تہا۔ چنانچہ تائید مین معناً لکہتا ہے کہ مین تو ایمان لا چکا تہا اور عبادت کرتا تہا۔ اگر یہہ معنی ہون کہ یہہ فعل اتنی سخت سزا کا مستوجب نہ تہا تو اوسکی بہی گنجایش ہے دونون صورتون مین یہہ سوال وجہ تعذیب کا علی الاطلاق سوال نہین ہے اس سوال مین بہی مثل سوالات گذشتہ کے لغویت شامل ہے اسلئے کہ شیطان کا یہہ کہنا کہین مذکور نہین ہے کہ مین سواے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا بلکہ خداوند عالم نے فرمایا کہ شیطان نے جب سجدہ کرنے سے انکار کیا اوسوقت کہا کہ مین وہ نہین ہون کہ ایسے کو سجدہ کرون جسکو تونے کالے سڑے ہوے گارہ سے پیدا کیا۔ صاف معنی یہہ ہین کہ اطاعت سے مطلقاً انکار کیا۔ ایسا انکار صریحاً بغاوت ہے۔ چنانچہ افعال مابعد اور قصد اضلال اسکے دلائل روشن ہین۔ باغی کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہین کہ وہ آیندہ اطاعت کرتا۔ سجدہ تو بڑی اطاعت ہے۔ اگر جواب مین عجز شامل ہوتا تو اس کہنے کی گنجایش ہوتی کہ مطلب یہ تہا کہ سواے تیرے اور کسی کو سجدہ نہ کرونگا۔ اب نہین ہے۔ اور باغی کا وجہ سزا پوچہنا مہمل ہے۔ باقی رہا یہہ امر کہ شیطان اختیار بغاوت مین قصوروار نہین تہا۔ یہہ بہی غلط ہے۔ اوسکے فعل کے قصور ہونے اور سزا سے

سخت کا مستوجب ہونے کے وجوہ یہہ ہین ۔

وجہ اول ۔ جو حکم بعد اتمام حجت دیا جاے یہ مسلم ہے کہ اوسکی نافرمانی مستوجب پاداش ہے ۔

(۱) خداوند عالم نے حکم دیکر وجوہ حکم بتلا دئے تھے ۔ ایسی حالت مین باغی معذور نہین ہوسکتا ۔ کیونکہ یہی نہین کہا تہا کہ حضرت آدم مین صرف کالا سڑا ہوا گارہ ہے بلکہ یہ فرمایا تہا کہ اوسمین میری طرف کی پھونکی ہوی روح بہی موجود ہے ۔ پس جو روح ایسی ہو بعد حکم عارف کو اوسکی طرف سجدہ کرنا لازم ہوگا ۔ یہین تک اکتفا نہین فرمایا تہا بلکہ اونکا فضل اور علم بہی ظاہر کردیا تہا ۔ اسپر بہی اکتفا نہین فرمایا تہا ۔ یہہ بہی فرمادیا تہا کہ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہین ایسی حکم کی تعمیل نہ کرنا اسلئے قابل سخت پاداش کے تہا کہ جواب نہایت مرتبہ مین غلط تہا اور ایسا غدر تہا جیسے پاجی آدمی شرارت کرنیکی وجہ بیان کرنے مین سخن سازی کیا کرتے ہین ۔

وجہ دوم ۔ جب حکم دینے والا اعظم اور محکوم بندہ تو نافرمانی اور سزا مین عظمت پیدا ہوتی ہے

(۲) ہمیشہ مطاع کو مطیع کے اوپر ایک حق حاصل ہوتا ہے کہ بلا بتلائے ہوئے وجہ کے اطاعت کرائے ۔ اور جب وہ مطاع ذات جناب باری تعالی ہو اور مطیع اوسکا ایک مخلوق اس حق مین خود بخود ایک بڑی قوت پیدا ہوتی ہے ۔ عدم اطاعت خداوند عالم کے مقابلہ مین انکار حق عظیم ہے ۔ اور اسلئے مستحق پاداش عظیم ۔

وجہ سوم ۔ عدم اطاعت توہین ہے ۔ بڑے حاکم کی توہین مستوجب بڑی سزا کی ہے ۔

(۳) عدم اطاعت توہین ہے اسلئے کہ معنی اوس کے یہہ ہوتے ہین کہ تم مین قابلیت حکم دینے کی نہ تہی اور ہم تمسے بہتر مصلحتون کو سمجھتے ہین ۔ اسکے علاوہ وجہ توہین پیدا ہونے

کی یہہ ہے کہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہو یس اپنی طاقت کا قابل مقابلہ سمجھکر زیادہ سمجھنا دوسرے کی طاقت کا کم سمجھنا ہے۔ ایسا خیال (کوئی شخص شک نہین کرسکتا) کہ قابل سخت سزا کے نہین ہے۔

وجہ چہارم۔ جب حکم بلا واسطہ پہونچے عدم اطاعت کی سزا مین سختی پیدا کریگا۔

(۴) ان سب وجوہ کی بنا پر سزا دینے مین مبالغہ کرنیکی خاص وجہ یہہ پیدا ہوتی ہے کہ یہہ حکم بلا واسطہ پہونچا تہا اور اسلئے ایسا حکم تہا جسکی صحت مین کوئی شک نہین ہوسکتا تہا۔ اور اسلئے یہہ مقابلہ زیادہ بڑا تہا کہ دوبدو مقابلہ کرتا تہا۔ خداوند عالم نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ یہہ فعل تکبر کا تہا اور شیطان کافر ہوگیا۔ بعض علمار نے فرمایا ہے کہ شیطان پہلے سے کافر تہا بعض نے فرمایا ہے کہ اس فعل کے سبب سے کافر ہوا۔ دونون مین کوئی فرق نہین اسلئے کہ فرشتون کے ہمراہ اور مقام قرب مین ہونا خود دلیل عدم کفر کی ہے۔ پس جو علمار فرماتے ہین کہ وہ پہلے سے کافر تہا معنی اوسکے یہہ ہین کہ جسوقت اوسنے یہ نیت کی تہی کہ مین سجدہ نہ کرونگا کافر ہوچکا تہا اور اظہار انکار مطابق اوس نیت کے بعد کفر تہا سبق کفر اسطرح نکلتا ہے کہ آیہ سورہ اعراف اور آیہ سورہ بقر مین جو ذکر قصہ سجدہ کا ہے ایک کے معنی یہہ ہین کہ خلق آدم سے پہلے حکم سجدہ دیدیا تہا دوسرے کے یہہ ہین کہ جب ذکر خلافت کیا تب بعد اتمام حجت دوبارہ حکم سجدہ دیا۔ جب دودفعہ حکم ہو زمانہ فاصل کا وجود لازم آئیگا۔ پس جن علمار کی یہہ رائے ہے کہ دودفعہ حکم سجدہ ہوا اونکی یہہ رائے ہونی ضرور ہے کہ اول حکم کے بعد جب شیطان نے انکار کی نیت کرلی کافر ہوگیا۔ جب دوسرے حکم کے

بعد مطابق نیت کے انکار کردیا ظہور کفر کیا اور شیطان پہلے سے کافر تہا۔

جاننا چاہیئے کہ گناہ اور کفر مین ایک فرق ہے گناہ اوسوقت گناہ ہے جب وجوب سے انکار نہو مگر عمل وجوب بہ نہ کیا ہو۔ لیکن گناہ اوسوقت کفر ہے جب یقین ہوجائے کہ حکم الٰہی یون ہے مگر وہ حکم غلط ہے۔ اسیواسطے علما قائل ہوے ہین کہ جو شخص نماز نہ پڑہے اور نہ پڑہنے کو یہہ سمجہتا ہو کہ مین برا کرتا ہون تو وہ صرف گنہگار ہے۔ اور جو یہہ سمجہے کہ نہ پڑہنا اچہا ہے وہ کافر ہے۔ یقیناً یہ راے اسقدر صحیح ہے کہ کوئی عاقل اس سے انکار نہین کرسکتا اور اون لوگون کا ارشاد کہ احکام شرعی احکام ظاہری اور قابل ترک ہین یا جوازاً ترک ہوسکتے ہین بہت بڑے خطرہ سے خالی نہین ہے۔

وجہ پنجم۔ عدم اطاعت کا نتیجہ لازم مفرا ہے۔

(۵) سجدہ نشانی اطاعت کی ہے اور اطاعت سے عزت پیدا ہوتی ہے چنانچہ دنیا مین بہی مقربان بارگاہ سلطانی زیادہ مطیع ہوتے ہین اور وہی زیادہ عزت پاتے ہین۔ ذلت نقیض عزت ہے اسلیئے جب کوئی شخص نقیضین مین سے ایک نقیض کو اختیار کرے یقیناً وہ دوسری نقیض سے محروم ہوجائیگا۔ توحقیقت مین جو سزا شیطان کو دیگئی وہ نتیجہ لازم اوسکے فعل کا تہا جو اوس سے جدا نہین ہوسکتا تہا۔ چنانچہ خداوند عالم نے بہی ارشاد فرمایا ہے کہ تو بہی فی نفسہٖ ذلیلونکا ایک ذلیل ہے بہشت سے نکل باہر ہو۔ اس صورت مین یہہ سوال اسلیئے بہی مہمل ہے کہ مثال اوسکی ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوال کرے کہ مین نے جمال گوٹے کہائے تہے دست کیون آنے لگے۔

اس سوال کی خاص مضرتون

یہان مجہکو علامہ شہرستانی کا وہ قول یاد آتا ہے کہ شبہات شیطان نے

کا بیان۔

طرح طرح کے ضرر پیدا کئے۔ چنانچہ اس شبہہ نے بہی وہ ضرر پہونچایا ہے جسکے تصور سے رونگٹے کہڑے ہوتے ہین۔

پہلا ضرر کہ شیطان بڑا عارف سمجہا جاتا ہے۔

پہلے خیال کرنا چاہیئے کہ فعل شیطان مقابلہ صریح اور کفر عظیم تہا کیونکہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہوگی اگر شیطان ایسا احمق تہا کہ بغیر طاقت کے مقابلہ کرتا تہا تو ایسے احمق کی بات قابل توجہ کے نہین ہوسکتی۔ اگر سمجہا تہا کہ طاقت مقابلہ کی ہے تو یہی حماقت محض تہی۔ خالق کے مقابلہ مین مخلوق کی کیا طاقت۔ لیکن ایسا سمجہنا اپنے آپ کو خدا کا مدمقابل سمجہنا ہے اور یہہ دعوی خدائی ہوا۔ یہہ دعوے یقیناً آخر مرتبہ کفر کا ہے۔ لیکن بعض حضرات اس آخر حد کفر کو کمال عرفان سمجہتے ہین۔ اور حضرت شیطان کو سید العارفین۔ یہہ ضرر عظیم ہے مناسب ہے کہ مین یہان حقیقی سید العارفین کا ذکر کرون جنکی جانب تمام اولیاء اللہ کا سلسلہ بالاتفاق منتہی ہوتا ہے وہ ذات بے مثل و نظیر جناب امیر (علی ابن ابیطالب) صلوٰۃ اللہ علیہ کی ہے اونکے عرفان کا یہہ حال تہا کہ جب وقت نماز آتا تہا ہاتہہ پاؤن مین رعشہ پڑجاتا تہا اور وہ بدن جو پہلوانون کو مثل چنیٹی کے مارڈالنے کا زور رکہتا تہا۔ اور در قلعہ خیبر سی بہاری اور سخت چیز کو اوکہاڑ ڈالنے کی طاقت رکہتا تہا موم کی مثال ہوجاتا تہا۔ چنانچہ روایت مشہور ہے کہ آنجناب کے پاؤن مین ایک تیر کسی لڑائی مین لگا اور ٹخنے کی ہڈی مین سے نکل کر رہ گیا اوسکے نکال لینے مین آنجناب (روحی فداہ) کو ایسا الم ہوتا تہا کہ لوگ سمجہتے تہے کہ تحمل سے زیادہ ایذا ہوگی جسوقت وہ جناب مقدس نماز کو کہڑے ہوئے وہ تیر نکال لیا

گیا اور اسطرح نکلا کہ خبر بہی نہین ہوئی - وجہہ یہ تہی کہ بدن اور بدن کی ہڈیان خوف الٰہی سے مثل موم کے نرم ہوگئی تہین - یہہ مرتبہ عرفان کا ہے - یہہ عرفان نہین ہے کہ مزے مین پڑے رہے اور جو چاہا کیا - **توضیح** - میری مجال نہین ہے کہ ایسے سرار کے سلسلہ والون کو بُرا کہون - اعتراض اون لوگون کے متعلق ہے جو جوشِ عرفان مین اپنی سید کی راہ سے جدا ہوجاتے ہین -

دوسرا ضرر قیاس مذموم کا پیدا ہونا -

ایک ضرر عظیم یہہ ہے کہ اس استحسان سے قیاس مذموم پیدا ہوتا ہے جسکی مثال خوبی بحث ہے یعنی آدمی کی طرف سجدہ کرنا گناہ عظیم ہے جو سجدہ نہ کرے مستحق ثواب ہے - پس فرض کرلیا گیا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا بہی مستحق ثواب تہا غلطی قیاس کی یہہ ہے کہ عموماً سجدہ نہ کرنا (آدمی کو) مطابق حکم کے ہے جسکی تعمیل نے ثواب پیدا کیا - شیطان کا انکار خلاف حکم کے ہے جسنے عذاب پیدا کیا - ہمکو جو سوائے اللہ تعالی کے سجدہ کی ممانعت ہے بڑی وجہ اوسکی یہہ ہے کہ مابین ہمارے اور خدا کے کوئی ہم سے بہتر نہین ہے - اگر ہم دوسرے کو سجدہ کرین معنی یہہ ہوتے ہین کہ ایکطرف ہم انعام الٰہی کا انکار کرتے ہین دوسری طرف ایسا فعل کرتے ہین جس سے شبہہ ہو کہ ہم دوسرے کو خدا جانتے ہین - مابین شیطان اور خدا کے ایک دوسرا بہتر موجود تہا - اگر خداوند عالم کسی کو ہمسے بہتر بناتا اور یہ حکم دیتا کہ تم اسے سجدہ کرو اور وجہ اوسکی صرف یہ ہوتی کہ وہ تمسے بہتر ہے تو شبہہ دوسرے کے خدا ماننے کا جاتا رہتا اور سجدہ جائز ہوجاتا - اور جب حکم دیا جاتا واجب ہوجاتا جسکا ترک مستوجب عقاب ہوتا - پس جہان قیاس مذکور کو کام فرمایا گیا ہے اسبات سے بہی غفلت

کیگئی ہے کہ حکم سجدہ شیطان کے لئے بنا بر تکمیل عرفان کمال قدرت کے تہا۔ ہمارے
لئے سجدہ کا حکم اس بنا پر نہین ہے۔ اسی قیاس سے وہ سارے قیاسات پیدا ہوے
ہین جو حکم کی عظمت و مصلحت ترک کرنیکے بعد کئے جاتے ہین۔ یہانتک اس قیاس نے
وسعت پیدا کی ہے کہ اگر آجکل کے قیاسات کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اوسی
کی وجہ سے تمام افعال تعبدی معطل اور بیکار ہوگئے ہین اور ایک مادہ سرکشی کا پیدا ہوا ہے
جسکے ضرر بہت ہی بڑے ہین اونکی تفصیل اپنے مقام پر بیان کیجائیگی۔

دفع دخل اسبات کا کہ شیطان کا وجود جب حکمت ہو سزا غلط ہوگی۔

اس سوال کے سبب سے یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ فعل شیطان
ذریعہ وجود مین آنے اون حکمتون کا تہا جنکے لئے وہ پیدا کیا گیا
تہا اسلئے قابل سزا نہ تہا۔ یہہ غلط ہے۔ اسلئے کہ افعال کا مدار نیت پر ہے شیطان
کی نیت اضلال کی تہی حکمت الٰہی سے کہ اوسکو بہی کام کا بنالیا نیت شیطان کو
کچہہ تعلق نہین ہے۔

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو گیہون کہلا سکا۔

جبکہ مجکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً خصوصاً فرمائی مگر مین
نے اطاعت نہ کی اور مجہے ملعون کرکے نکال دیا تو پہر مجہے اسطرح
کیون چہوڑ دیا کہ مین جنت مین جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر گیہون کہلایا
اور پہر اونکو بہی جنت سے نکال دیا۔ اگر مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے
اور مجہسے محفوظ رہتے۔ اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب
میر سید علی کا جواب کہ اس طریقہ میں منفعت عظیم شروع ہونے دنیا کی ہے۔

جواب

میر سید علی صاحب۔ فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہ ہے کہ اللہ نے شیطان کو کیون جنت مین جانے دیا۔ اوسنے حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر وہ چیز کھلادی جس سے ممانعت ہوی تھی اور جنت سے نکالے گئے اسمین کیا فائدہ ہے۔ جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ اسمین تو بہت ہی بڑی منفعت ہے کیونکہ اگر حضرت آدم جنت مین ہمیشہ رہتے تو وہی اکیلے رہا کرتے اور اوس مرتبہ مین رہتے جو اول وجود مین حاصل ہوا تھا یہ کمال جو بذریعہ حاصل کرنے دوسری فطرت کے جو پہلی خلقت سے بلند ہے حاصل ہوا ہرگز نہوتا۔ جب وہ زمین پر اوترے اونکی صلب سے اسقدر اولاد پیدا ہوی جنکی گنتی نہین ہوسکتی۔ وہ اولاد اللہ کی عبادت اور اوسکی اطاعت قیامت تک کرینگے اور انمین سے ہر زمانہ کے لوگ اپنے علم وعبادت کی قوت سے جنت مین جائینگے۔ انبیا کے پیدا ہونیسے اور اولیاء کے جنمین سے ہمارے پیغمبر سید المرسلین صلعم اور اونکی اولاد حقہ مین ہے اور تمام انبیاء دیگر کے وجود مین جو فائدہ ہے اوس فائدہ سے کون فائدہ برتر اور بہتر ہوسکتا ہے۔ ضرور حضرت آدم کے زمین پر تشریف لانے سے دنیا شروع ہوی اور وہ وقت شروع ہوا کہ درجہ برگزیدگی کا حاصل کرین اور یہ بڑی حکمت اور بڑی نیکی ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ مصلحت حضرت آدمؑ کا مرتبہ بلند پر پہونچانا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب مصلحت اس بات کی کہ اللہ تعالی نے شیطان کو جنت مین جانے دیا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالنے دیا یہہ تھی کہ حضرت آدم اور حوّا اوس سے مجاہدہ و مقابلہ کرین اور اوس ذریعہ سے مرتبہ

عالی پر پہنچین۔ چنانچہ حضرت آدم اور حوا ہمیشہ شیطان سے بچتے رہے تہے اور مخالفت کرتے تہے یہانتک کہ شیطان نے بہیس بدلا اور دوسرے روپ مین آکر جہوٹی قسم کہائی اور اون دونون بزرگون کو مبتلا ربلا ارتکاب ترک اولے کر دیا۔

راقم کا جواب کہ روکنا خلاف مقصود تہا۔

راقم کا جواب سوال مین وجہ اعتراض کا بیان یہہ ہے کہ اگر جنت مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجہہ سے محفوظ رہتے اگر یہی وجہ اعتراض کی ہے تو جواب اوسکا اجوبہ سابقہ مین بیان ہو لیا یعنی وہ خلیفة اللہ زمین پر جانیکے لئے خلق ہوئے تہے اس سامان کے بعد جانا بنظر تکمیل کار خلافت بہی اور بنظر حضرت آدم بہی اور بنظر بنی آدم بہی اور نیز بنظر حکمت عالم بہی ضروری تہا۔ اور بنظر اون ترقیون کے جو انسان کو دینی تہین ضرور تر تہا۔ پس جسقدر حکمتین ترقی انسان اور وجود شیطان کی بیان کی گئی ہین وہ سب یہان متعلق ہین۔ شیطان کا جنت مین جانے دینا مطابق اون حکمتون کے شروع عمل تہا اور ضروری و لازم اور محفوظ رکہنا خلاف مقصود۔ اس صورت مین یہہ سوال بہی اعادہ بیفائدہ ہے۔

بیان ایک اشکال کا جو اس سوال مین پیدا کیا گیا ہے کہ ایکطرف عہد لیا دوسری طرف سامان عہد شکنی کیا۔

فی الحال اس سوال مین اور شاخین لگائی جاتی ہین اور یون اعتراض کیا جاتا ہے کہ حق تعالی نے ایکطرف حضرت آدم کو درخت گندم کے کہانیسے ممانعت کر کے عہد لیا دوسری طرف شیطان کو جنت مین پہونچنے سے نہ روکا یہہ قابل اعتراض ہے جسکی مثال یہہ ہے کہ چور سے کہے چوری کر ساہ سے کہے جاگتا رہ۔

جواب کہ خدا نے سامان عہد شکنی نہین کیا۔

جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ مثال اس جگہہ دینا قیاس کی غلطی ہے وہ غلطی یہہ ہے کہ عہد لینا اور ممانعت حضرت آدم کو کمال مصلحت اور کمال شفقت پر مبنی تہا جسکا بیان باب سوم مین کیا گیا۔ جو لوگ اس مثل پر عمل کرتے ہین ساہو کے جاگتے رہنے کی نصیحت اسلیئے کرتے ہین کہ اونکے اوپر اعتماد پیدا ہوا اور بسبب اعتماد کے الزام آیندہ سے محفوظ رہین۔ یعنی وہ فعل بد کے اخفا کی تدبیر ہے یہ حقیقت مین شفقت اور بہلائی ہے۔ باقی رہا چور سے کہنا چوری کر حق تعالی نے ہرگز ایسی صلاح شیطان کو نہین دی۔ یہانتک کہ جب اوسنے قصد ضلال کو ظاہر کیا اوسپر رضامندی بہی ظاہر نہین فرمائی بلکہ فرمایا کہ جو جو تیری پیروی کریگا ہم بلا شبہہ اونسے جہنم کو بہر دینگے۔ باقی رہا ایسی تدبیر کا ترک کرنا کہ شیطان کے ضلال کو معدوم کیا جاتا وہ ترک اسلیئے کیا گیا کہ اضلال مین بڑی مصلحت تہی جسکا بیان جواب سوال اول مین مختصراً اور ابواب سابق مین بسط کے ساتہہ مذکور ہے جسمین سب سے بڑی بات یہہ ہے کہ نیکی نیکی نہوتی اگر بدی نہ ہوتی۔

بیان اسکا کہ قاعدہ ترک فعل کے گناہ ہونیکا حق تعالے کے افعال متعلق نہین ہوسکتا۔

یہہ سوال آجکل اسلیئے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جیسا فعل جرم سمجہا جاتا ہے ویسا ہی ترک فعل بہی جرم جانا جاتا ہے حالانکہ ترک فعل اوسوقت جرم ہوتا ہے جب فعل واجب ہو۔ جیسے پولس کے لیئے مجرم کا گرفتار کرنا۔ ہر ترک جرم نہین ہوتا۔ اس بحث مین خود بخود یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ حق تعالی نے جو شیطان کو جنت مین جانے سے روکنے کا فعل ترک کیا وہ فعل واجب رو کنا

واجب تھا۔ حالانکہ ہرگز واجب نہ تھا پس اول وجوب ثابت کرنا چاہیئے تب ترک پر اعتراض
کرنا چاہیئے۔ علاوہ برآن وجوب الٰہی اور وجوب عباد مین ایک فرق ہے اوسکو بھی ملحوظ
رکھنا چاہیئے۔ وجوب الٰہی اس معنی مین واجب ہے کہ حق تعالی سے کوئی فعل خلاف مصلحت
اور حکمت کے صادر ہونیکا امکان نہین ہے۔ انسان پر وجوب بذریعہ قاعدہ کے ہوتا ہے
جو دوسرے نے مقرر کیا تھا۔ مسلم ہے کہ ہر قاعدہ متعلق نظم اپنے جملہ افراد کے لئے بہتر
سے بہتر نہین ہوتا۔ کیونکہ اچھے سے اچھے قاعدہ سے بھی ناانصافی لازم آتی ہے۔
پس فرق یہ ہے کہ قاعدہ الٰہی کا معیار مصلحت ہے قاعدہ انسانی کا معیار قاعدہ ہے
خواہ مصلحت ہو یا نہو۔ اس اصول سے لازم آئیگا کہ جو کچھ حق تعالی نے کیا خواہ وہ ترک
ہو یا فعل وہی واجب تھا اور اسلیئے اوس کے افعال کے متعلق کسی ترک کو خلاف
وجوب کہنے کا امکان نہین ہے۔

ترک ممانعت دخول جنت کام
جنت کے محافظون کا تھا
نہ حق تعالی کا۔

اگر ان سب امور سے بھی قطع نظر کرلیجائے تو یہ امر غور کے قابل ہوگا
کہ شیطان جنت مین کیونکر جانے پایا۔ قرآن مجید مین اسکا ذکر
نہین ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اپنا بھیس بدلا اور ایسی صورت بنائی
کہ حضرت آدم نہ پہچان سکے کہ یہی شیطان ہے۔ اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ طاؤس جنت کے مونہہ مین چھپکر گیا تھا۔ پس روکنے کے فعل کا ترک کرنا متعلق اون فرشتون کے
ہوا جنکا روکنے کے لیئے متعین ہونا خیال کیا جاسکتا ہے۔ پس اس صورت مین ترک فعل
متعلق ذات الٰہی کے نہوا اور فرشتون نے نہین روکا۔ اونکے لیئے اسلیئے جرم نہوا کہ وہ

دہوکے مین تہے - اس صورت مین صرف یہہ امر باقی رہیگا کہ خداوند عالم نے مطابق اپنے علم غیب کے کیون نہین عمل کیا - علم غیب کے مطابق ہر جزی فعل کی نسبت عمل کرنا خلاف حکمت ہے اس لئے کہ اوس صورت مین علم علت افعال مخلوق ہو جائے گا اور مخلوق بری الذمہ ہو جائے گی - مآل جسکا یہ ہے کہ یہ عالم عالم ہو - نہ نظام نظام موجود خلاصہ اس تقریر کا یہہ ہے کہ جو افعال متعلق اضلال یا تمکن ضلال واقع ہوئے وہ افعال الٰہی نہ تہے - افعال شیطان یا فرشتگان یا بنی آدم کے تہے پس ایسے امور کو افعال الٰہی کے اعتراض مین پیش کرنا غلط محض ہے -

بیان مصالح دخول شیطان کا جنت مین عام فہم طرح سے

یہہ جواب عوام کے سمجہنے کے قابل نہین ہے لیکن اعتراض زبان زد عوام ہے اسلئے مناسب ہے کہ ایسی تقریر بیان کیجائے کہ عوام کے مذاق کے مطابق ہو -

نہ روکنا خدا کا فعل نہ تہا اگر یہ بات خیال مین نہین آسکتی اور اسے خدا ہی کا فعل جانتے ہو تو جاننا چاہئے کہ یہہ مصلحت کہ حضرت آدم دنیا مین آئین اونسے اولاد پیدا ہو جنمین انبیا اور اولیا ہون اتنی بڑی مصلحت ہے کہ اوسکے لئے شیطان کو جنت مین جانے دینا برا نہین ہو سکتا ایسی ہی تدبیر ہے جیسے دواؤن مین ضرورت ہوتی ہے کہ اونکو آگ پر کہکر اوبالتے ہین اونکو کوٹ پیسکر اعلیٰ درجہ کا بنا لیتے ہین - یہہ اعتراض کہ پہول آنچ پر رکہنے سے تکلیف مین پڑے - اونکی صورت بگڑگئی دوا ہوکر اونکی لطافت جاتی رہی غلط ہے - اسلئے کہ وہ صورت اور نوعیت طریقہ وجود مین آنیکا تہا یہہ حالت کام مین آنکی ہے وہ ہانتک فوائد جو بڑے

اور اوس طرح کے تھے اوس وقت سے اور طرح کے اور زیادہ عمدہ شروع ہوتے ہین - پس آنچ پر رکھنا پہولون کا جسطرح قابل اعتراض نہین حضرت آدم کے لئے ذرائع امتحان مین ڈالنے کی تدبیر کرنی بہی قابل اعتراض نہین - تہوڑی سی سمجہہ کا فرق ہے - ظاہر ہے کہ تغیر فائدہ کے لئے شروع ہوا تہا اور تغیر متعلق روحانی قوتون اور روح کے بدون شیطان کے شرکے نہین ہوسکتا تہا اسلئے شیطان کو جنت مین جانیکی ممانعت نہین کیگئی کیا آپ نہین دیکہتے کہ جب روٹی پکاتے ہین آگ ڈہونڈہ کر لاتے ہین کوشش سے پیدا کرتے ہین - عداوت کی آگ حضرت آدم سے شیطان کے دل مین تہی اور وہ تلاش کرتا تہا کہ کسی طرح آدم اور اولاد آدم کو جنکے بہکانے کا اوسنے بیڑہ اوٹہایا تہا ذریعہ ملے - اس مصلحت سے خداوند عالم نے اوسے روکا نہین اور یہ برا نہ تہا کیونکہ ایکطرف یہ فوائد تہے دوسری طرف یہ علت تہی کہ اگر روک دیا جاتا تو مار ہی کیون نہ ڈالا جاتا - دونون مین یعنی روکنے اور مار ڈالنے مین یہ برائی تہی کہ شیطان نے بعد اس سزا کے بہی غرور کیا تہا - کہ مین سکہ بہگا دونگا یعنی تو تو اچہائی کے لئے دنیا بناتا ہے مین تیری تدبیر توڑون گا - مخلوق کو تجہہ سے پہیر کر برا کر دونگا - اگر خداوند عالم اسکو جائز نہ رکہتا عجز تہا یعنی تدبیر کا مقابلہ تدبیر سے نہ تہا اسلئے خدا نے شیطان کو نہ مارا نہ اوسکی تدبیر روکنے کا سامان پیدا کیا تاکہ ظاہر ہو کہ ہم مین یہ قوت ہے کہ تمہاری برائی کو بہلائی مین بدل دینگے اگر ایسا نہ ہوتا شیطان کا غرور نہ ٹوٹتا - دیکہئے اس فعل مین کیسی مصلحت ہے اللہ تعالی کی نسبت یہ اعتراض اسلئے زور کا معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر یہہ تدبیر بری معلوم ہوتی ہے - حقیقت مین بری نہین مسلم ہے کہ نکر جسوقت ضرورت کے لئے کیا جائے وہ اچہی چیز ہے

چنانچہ لڑائی جب ہوتی ہے مکر کیا جاتا ہے اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ مشہور ہے یہہ خدعہ برا نہین ہے اسلئے کہ بغیر اپنے آدمیون کے مارے جانیکے فتح کا ذریعہ ہوتا ہے اور بہت بڑہی بہلائی پیدا ہوتی ہے جب مکر تک جائز ہو جو فعل ہے یہہ جاننے دین کہ ترک فعل مطابق مصلحت کے ہے ضرور جائز ہوگا۔ آپ وزیر پلیس والون کو دیکہتے ہین کہ مجرمون سے اندرونی میل کرکے وعدے کرتے ہین جو جہوٹے ہوتے ہین یہہ فعل اسلئے جائز کہا جاتا ہے کہ وہی فعل مجرم کے سزا پانے کا باعث ہوتا ہے اور اوس سے چوریون اور دیگر افعال بد کی روک ہوتی ہے مجسٹریٹون کو آپ ملاحظہ فرمایئے کہ اس عہد تو ڑینگا کہ مجرم سارا حال کہدے اور شرکائے کے نام بتلا دے اوسکا قصور معاف کر دیتے ہین۔ اس افشار کا جو بدعہدی ہے یہہ انعام ہوتا ہے کہ بدعہد پہانسی اور حبس دوام سے نجات پاجاتے ہین آپ ملاحظہ فرمایئے کہ کوئی شخص اگر صلاح کرے کہ کسی بادشاہ کو ہلاک کرون اور صلاح کرنے والے قسم سے سخت عہد کرلین کہ راز افشا نکرینگے مگر کوئی اُنمین سے اس بات کی توفیق پائے کہ اس راز کو کہول دے تو کوئی اوسے برا نہ کہیگا بلکہ انعام دیگا نقض عہد برا معلوم ہوتا ہے یہان ہرگز برا نہین اسلئے کہ عہد مبنی بر شر تہا۔

چہٹا سوال

چہٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکہہ سکتے۔

جبکہ مجکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدہ آدم کی خصوصاً تکلیف دی اور نافرمانی پر نکال دیا اور پہر جنت مین جانے دیا اوسوقت مجہہ مین اور حضرت آدم مین دشمنی تہی۔ پس مجہکو اونکی اولاد پر کیون مسلط فرمایا۔ اور وہ بہی

اسطرح کہ مین اونہین دیکھتا ہون وہ مجھے نہین دیکھتے - میرا وسوسہ اونمین اثر کرتا ہے اونکی قدرت و قوت و استطاعت مجھہ مین اثر نہین کرتی - آخرین کیا حکمت ہے کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا - پاک زندگانی عبادت و اطاعت کے ساتھہ بسر کرتے - زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا -

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ ضرورت نظم اسکا باعث ہے اور حدیث قدسی کا بیان

میر سید علی صاحب - فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ باوجود اسکے کہ شیطان اولاد آدم کا دشمن سخت ہے اسکو اسطرح کیون غلبہ دیا کہ وہ انکو دیکھتا ہے اور ذریت آدم اوسکو نہین دیکھتی - اور جواب دیتے ہین کہ نفوس آدمیون کے جب پیدا ہوتے ہین ضعیف اور کمزور ہوتے ہین - ضرور بعضون مین مادہ نیکی کرنیکا اور افعال کی روشنی مین آنیکا زیادہ ہوتا ہے بعضون مین مادہ بدی اور خواہشہاے نفسانی پر عمل کرنیکا زیادہ ہوتا ہے - پس اگر اغوا اور رہبر کا نہوتا تو نفوس جیسے پیدا ہوتے ویسے ہی الگ الگ رہجایا کرتے پہر ترکیب کیسے ہوتی - اس مادہ مین مٹی ہی تو شامل ہے جو خواہشونکی طرف لیجاتی ہے - پس دنیا مین بدی اور نیکی جو دونون مین ملی ہوی ہین اگر نہوتین دنیا نہوتی چنانچہ حدیث قدسی مین وارد ہوا ہے کہ معصیت آدم کو ہمنے سبب دنیا کے پیدا کرنیکا گردانا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالی تمکو اوٹہا لیتا اور تمہاری جگہہ دوسری دنیا پیدا کرتا -

راقم کی شرح حدیث قدسی کے متعلق

راقم - اس جواب مین صرف اس بات کی شرح کرنیکی ضرورت ہے

کہ مقصود حدیث قدسی کا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ عباد اسقدر پسند ہے کہ اگر ہم گناہ نکرتے مستوجب سزائے موت ہوتے بلکہ مقصود یہہ ہے کہ یہہ عالم جونکہ ترقیگاہ ہے جو بذریعہ اختیار دیجاتی ہے اگر وسمین اضداد شامل نہوتے تو عالم اس ترکیب کا نہوتا۔ چونکہ اضداد مرکب کا قیام بذریعہ اضداد ہے جب کوئی ضد نکل جاتی خود بخود فنا ہونا لازم آجاتا۔ چونکہ گناہ اور ثواب اضداد ہین جب ایک ضد اسمین سے بہی نکل جاتی فنا لازم آجاتا جیسے گورکدھندے مین سے ایک جزو نکال لینے سے سارا گورکدھندا کہل جاتا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ جواب پہلے بیان ہولیا ہر امر ہونا ذریعہ ظہور صفت غفاری ہے

قاضی صاحب۔ فرماتے ہین۔ جواب اس سوال کا وہی ہے جو پانچوین سوال بلکہ پہلے سوال کے جواب مین بہی بیان ہوا۔ صرف اس اعتراض کا جواب دینا باقی ہے کہ اسمین کیا حکمت ہے کہ انسان کو وس فطرۂ صحیحہ پر جسپیر پیدا کیا تہا نہ رہنے دیا۔ وہ یہ ہے کہ اگر شیطان کے وسوسے آدمی مین نہوتے نیک وبد کا ظہور نہوتا۔ جب یہہ ظہور نہوتا اللہ تعالیٰ کی صفت عفو وغفران کا ظہور نہوتا کہ یہ دونون صفتین بڑے کمال کی صفتین ہین۔

راقم کی شرح کہ ظہور صفت غفاری علت ابراء کردینی کی نہین ہے

راقم۔ اگر اس جواب کے یہ معنی ہین کہ نیک و بد کا ظہور اظہار صفت عفو وغفران کی نظر سے کیا گیا تو اس سے مجھے اتفاق نہین ہے بیان اسکا باب چہارم مین کیا گیا ہے کہ اگر بعد دینے اختیار کے خداوند عالم مغفرت کرنا اختیار نفرماتا تو کوئی الزام نہ تہا اسلیئے صفت عفو وغفران ابتدائی ہے۔

شرح سوال۔

جواب راقم۔ یہ سوال دوم کا استفسار ہے اور ایک وقع دخل مقدر ہے

پہلا اجزو سوال کا یہہ ہے کہ اولاد آدم پر مجھے باوجود علم اسبات کے کہ مین اونکے باپ کا دشمن ہون کیون مسلط کیا۔ **دوسرا** جزو سوال کا یہہ ہے کہ اس طرح کیون مسلط کیا کہ وہ مجھے نہین دیکھہ سکتے مین اونہین دیکھہ سکتا ہون۔ یہہ بڑی سختی ہے۔ **دفع دخل مقدر** یہہ ہے کہ جواب ان دونون اعتراض کا اوسنے یہ فرض کیا ہے کہ دفع شر نہ کرنا موجب نظام عالم کا ہوگا اوسکا یہہ جواب دیتا ہے کہ اگر انسان مطیع ہوتے زیادہ بہتر اور شایان حکمت نظام ہتا۔ **توضیح**۔ سوالات ماضیہ مخصوص اپنے اور حضرت آدم کے تہے۔ یہہ سوال ورساتوان متعلق اپنے اور اولاد آدم کے شیطان نے کئے ہین۔

جواب اسکا کہ شیطان کو اوسنے بنی آدم پر کیون مسلط کیا۔

جواب جزو اول کا یہہ ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو بنی نوع انسان پر مسلط نہین کیا۔ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بعد مردود ہونیکے شیطان نے مہلت مانگی کہ مجھے قیامت تک زندہ رہنے دے۔ اور جب ملی تو ظاہر کیا کہ مین جملہ بنی نوع انسان کو باستثنا اون لوگون کے جو تیرے خاص بندے ہین ضرور گمراہ کرونگا۔ حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ جو تیری طاعت کریگا۔ اون سب سے جہنم کو بہر دونگا۔ اس سے ہرگز یہہ نہین نکلتا کہ اللہ تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے۔ بلکہ یہہ فعل ہی کہ مسلط ہوگیا خود شیطان کا ہے جسکا تمکن اوسکو اپنی نوعیت کی وجہ سے ہوا اپنے فعل سے حق تعالی پہ اعتراض کرنا شرارت محض ہے۔ شبہہ نہو کہ بعض ادعیہ مین ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے اسلئے کہ مقام دعا مقام بیان حقیقت نہین ہے۔ چونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بازگشت جملہ امور کی

ہماری طرف سے ہے اسلئے وقت دعا ہر خیر کا بلا بیان وجوہ بطرق اوسکی طرف نسبت کرنا بہتر ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف اظہار و اعتراف کمال قدرت ہے دوسری طرف اپنی ہر طرح مجبوری کا اظہار - جو دعا کے لئے ضروری ہے - یہی معنی آیہ سورہ مریم کے ہین - اگر یہہ اعتراض مہلت دینے پر ہے تو جواب اسکا باب سوم مین ذکر کیا گیا ہے مختصر یہہ ہے کہ جب وجود شیطان مبنی بر مصالح ہے بقا مصالح لازم ہے - اور یہہ اعتراض بہی ہو کا ہے -

جواب اسکا کہ اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ دکہلائی نہین دیتا -

جواب جزو دوم - یہہ امر کہ شیطان اسطرح کیون مسلط ہے کہ انسان اوسے نہین دیکہہ سکتے جواب وسکا کئی طریقہ سے دیا جا سکتا ہے

وجہ اول کہ قلب ماہیت کرنی پڑتی -

(۱) یہہ کہ شیطان اگر اسطرح مسلط کیا جاتا کہ انسان اوسے دیکہہ سکتے اوسکی نوعیت و ماہیت بدلنی پڑتی یعنی اوسے دیکہنے کے قابل بنانا پڑتا - پس یہہ جزو سوال کا بہی مہمل ہے - اسلئے کہ جو مخلوق قابل رویت نہین اگر یہہ سوال کرے کہ مجہے دکہلانے کے قابل کیون نہین بنایا تو معنی یہ ہین کہ آدمی سوال کرے کہ مجہے پر کیون نہین دیے یا سانپ سوال کرے کہ مجہے پانون کیون نہین دیے پس یہ سوال لغو ہے اسلئے کہ متعلق قلب ماہیت کے ہے -

وجہ دوم - کہ وہ دشمن روح کا نہوتا

(۲) اول بموجب ارشاد الہی کے انسان دو چیزون سے مرکب ہے جسم و روح - یعنی اوسمین وہ چیز بہی ہے جو کرہ ارض سے لیگئی ہے اور وہ بہی جو عالم بالا سے لیگئی ہے جسم کے دشمن یعنی باعث ترقی ارضیات ہو سکتے ہین - روح کا دشمن یعنی باعث ترقی کرہ ارض مین سے نہین ہو سکتا ورنہ ارضیات مین سے ہوتا اور روح کا دشمن نہوتا اور

مرئیات مین سے نہین ہوسکتا پس یہہ لازمہ اوس ترکیب کا ہے جو ذریعہ ترقی وجود انسانی ہے - یہہ بیان ہوچکا ہے کہ ذریعہ ترقی ہر جزو کا اور ہر خاصہ کا موجود کرنا چاہیے ورنہ جس جزو کا نہوگا بلا اسباب ترقی رہیگا - باقی رہا یہہ امر کہ افعال روح علیحدہ کیا ہین اور افعال جسم علیحدہ کیا ہین بتلانے چاہئین - تاکہ دونون کے دشمن کے وجود مین لانیکا نفع ظاہر ہوجائے - پس جاننا چاہیے کہ روح جسم انسانی مین ایسی ترکیب واقع کی گئی ہے کہ ایک کے افعال دوسرے پر موقوف ہین - اسلیئے جدا کرکے بتلانا کہ یہہ فعل روح کا ہے یہہ جسم کا دشوار ہے تاہم افعال انسانی دو قسم پر اسطرح منقسم ہوسکتے ہین کہ ایک قسم وہ ہے جسمین نفع روح کا مقدم ہے اور نفع جسمانی بالتبع ہے دوسری قسم وہ ہے جسمین نفع جسم کا مقدم ہے اور نفع روح کا بالتبع ہے مثلاً علم کا عرفان ذات الہی کا - یہہ ایسے منافع ہین جسمین روح کا نفع مقدم ہے - مثلاً کہانا پینا اور دیگر خواہشون کا بطریق جائز برلانا یہہ ایسے منافع ہین جنمین نفع جسم کا مقدم ہے - جب یہہ تقسیم ہوجائے تو جاننا چاہیے کہ اگر دشمن روح کا نہوتا وہ افعال روحانی جو یقیناً افعال متعلق جسم سے بہتر اور برتر ہین اونکا ذریعہ ترقی معدوم رہتا - اگر یہہ تقسیم نہ مانی جائے تو ہم کہینگے کہ تقسیم الہی یہہ ہے کہ انسان روح و جسم سے مرکب ہے - فلاسفہ نے اسمین طباعی فرمائی ہے اور جو خواص اس ترکیب سے پیدا ہوتے ہین اونکو جدا کیا ہے - مثلاً عقل و طبیعت وغیرہ - جب عقل روح مین شامل ہو ظاہر کام اور جدا کرکے کام روح کا یہہ ہے کہ وہ جسمانی خواہشون کی حاکم ہے - اور معنی یہہ ہین کہ روح حاکم ہے جسم محکوم - پس حاکم کے لئے دشمن نہوتا اور محکوم کے لیئے ہونا ضرور تھا اون تدابیر کا نام نفس رکھنا ہے جو انسان کے مراتب اعلی پر فائز کرنے کے لیئے ایجاد کیئے گئے ہین -

یہان یہہ شبہہ ہوگا کہ حکومت عقل کی اگر بغیر دشمن کے کیجاتی نافع تہی لیکن غلط ہے۔ اسلئے کہ ذریعہ ترقی استعمال اضداد و مشق ہے۔ اگر حکومت عقل کی بغیر ضد کے ہوتی وہ تنزل کی طرف منجر ہوتی جیسے ہاتہہ اوپر اوٹہائے رہنے سے بیکار ہوجاتا ہے خصوصاً اوسوقت جب خواہشون مین نمو در نہ ہتا۔ علاوہ بران عقل کامل کی حکومت نافع ہوسکتی ہے عقل کامل کا وجود بجز استثنائے صورتون کے یعنی اہل دنیا مین نہین ہے ورنہ ترقی حد کمال پر پہونچ چکی ہوتی۔ عقل ناقص کی حکومت نقصان پر قائم کردیتا اور اوس مین محدود کرتا ہوتا اور یہ برا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ایسی عقل کیون ہے۔ اوسکا جواب ابواب سابقہ مین خصوصاً باب دوم مین دیا گیا ہے ضرورت اعادہ نہین۔

وجہ سوم کہ اقتدار مخفی کا اظہار مصلحت نہین۔

(۳) توفیق وعدم توفیق دو جدا چیزین ہین اگر شیطان نہوتا توفیق بلا ضرورت ہوجاتی۔ جب دونون نہوتین اقتدار مخفی اللہ تعالی کا بشر سے اوٹہہ جاتا۔ جو چیزین مصالح کی بنا پر مخفی ہین کیسے ظاہر کردیجا سکتی ہین۔

وجہ چہارم۔ اگر شیطان دکہلائی دیتا آدمی کا اختیار سلب ہوجاتا۔

(۴) اگر شیطان و فرشتگان توفیق دکہلا دئے جاتے دکہلانا موجب سلب اختیار بشر ہوجاتا۔ وہ وہی حالت ہوتی جیسے آدمی کی شیر کے سامنے ہوتی ہے۔ جب اوسکا سامنا ہوتا ہے آدمی مارے ڈر کے گردن بہی تو نہین ہلا سکتا۔ اگر اب بہی دو آدمی حکم دیکر سرقت انسان کے ساتہہ کردیے جائین آدمی قیدی ہوگا۔ پس اگر شیطان ظاہر ہوتا آدمی کے لئے قید کی حالت پیدا ہوتی۔ یہہ صریحاً خلاف اختیار ہے۔

وجہ پنجم - کہ اگر ظاہر ہوتا بیکار رہتا

(۵) شیطان اگر دکھلائی دیتا خلق کرنا اوسکا بیفایدہ محض ہوتا اسلیئے کہ تو تمہارے شہوانی کے ٹہرکانیوالے اب بہی نظر آرہا ہین - وکھلائی دیتا تو دو نہین مین سے ایک ہوتا - یا وہ ایک عورت ہوتا یا امرد - جب اوسے بیجان لیتے نکما تہا - کیونکہ اون دونون سے تو ایک خواہش پوری ہوتی ہے - اگر فرض کیجیئے کہ اوس سے بہی پوری ہوتی تو بیچارہ کا کیا حال ہوتا - یہہ نا ممکن ہے - اگر نہوتی تو جاننے کے بعد کہ یہہ حضرت دیکہنے ہی کے ہین کوئی اونکی طرف رغبت نہ کرتا - انتباہ ملحوظ رہے کہ قابلیت رویت پیدا کر لینا ایک چیز ہے - ایسا ہونا کہ ہمیشہ دکہلائی دے اور قابلیت عدم رویت جاتی رہے دوسری چیز ہے - سوال مین جو اعتراض ہے وہ یہی ہے کہ شیطان ایسا کیون نہوا کہ برابر دکہلائی دیتا - چور جب چوری کرتا ہے اپنے آپ کو چہپاتا ہے - پس قابلیت سلب کر دینا ضرور اوسکا بیکار کر دینا تہا - جیسے چور کو لالٹین دینا - اب غور فرمایئے کہ یہ سوال کس قدر لغو ہے -

جواب دفع دخل کہ یہہ نظام زیادہ بہتر ہے -

باقی رہا دفع دخل مقدر - یہہ بہی غلطی ہے - اسلیئے کہ اگر انسان پاک زندگانی بسر کرتے ضرورت دنیا مین بہیجنے کی نہوتی - جسکی طرف میر صاحب نے اشارہ کیا ہے اور تفصیل ترقیات باب سوم مین بیان کیگئی ہے حقیقت مین معنی اس اعتراض کے یہہ ہین کہ خیر اس رتبہ کا نہوتا جس رتبہ کا اب ہے -

سا تواں سوال -

ساتوان سوال

شیطان کو قیامت تک مہلت

یہہ سب کچہہ مین نے تسلیم کیا کہ مجہے پیدا کیا اور تکلیف معرفت دی

کیون دی اگر ندی جاتی تقا عالم خیر محض پر ہوتا۔

اپنی ذات کی اور سجدۂ آدم کی۔ اور جب مین نے فرمانبرداری نہ کی نکال دیا۔ اور پہر جب مین نے جنت مین جانا چاہا مجھے جانا ملا۔ اور پہر جب مین نے اپنا کام کرلیا پہر نکال دیا۔ پہر مجھے بنی آدم پر مسلط کردیا لیکن جب مین نے مہلت مانگی تو مجھے مہلت کیون دی یعنی یہ عرض کیا کہ مجھے مہلت دے قیامت تک۔ تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اسمین کیا حکمت ہے۔ اسلئے کہ اگر اوسیوقت تو مجھے ہلاک فرما دیتا تو نسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر عالم مین باقی نہ رہتا۔ کیا عالم کا بقار نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون ملی ہوی ہون بہتر نہین ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ بقار شیطان تابع بقائے بشر ہے۔

میر سید علی صاحب۔ فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ شیطان پوچھتا ہے کہ مصلحت اور فائدہ قیامت تک مہلت دینے مین کیا ہے۔ اور جواب دیتے ہین کہ جواب اس سوال کا وہی ہے جو ہمنے اوپر بیان کیا۔ یعنی بقار شیطان تابع بقائے بشری کے ہے۔ جبتک آدمی پیدا ہوتے رہینگے یعنی قیامت تک۔ شیطان کا وسوسہ اور اوسکا فائدہ بہی باقی رکہنا ضرور ہوگا۔ یہہ جو شیطان نے اعتراض کیا ہے کہ عالم کا بقار نیکی پر بہ نسبت اسکے کہ نیکی بدی ملا کر ہو بہتر تہا۔ سو جواب اوسکا یہہ ہے کہ اوس حالت مین دنیا دنیا نہوتی۔ اگر کل دنیا نیکی در محض نیکی بنائی جاتی تو اوسوقت بنائی جاتی کہ دنیا سے جاکر آخرت مین رہنا نہوتا۔ وہ عالم جسمین خیر و شر دونون ہین دوسرا ہے

(یعنی پہر دنیا مقام امتحان کیسی ہوتی)-

قاضی صاحب کا جواب کہ بقاء شیطان خود اوسکے اور انسان کے لئے اصلح تہا-

قاضی صاحب - فرماتے ہین کہ ابلیس کا اوسکے حال پر برقرار رکہنا ممکن ہے کہ اوسکے لئے اصلح ہو اوس سبب سے اوسکے عذاب مین تاخیر ہوتی تہی - یعنی جتنے دن بچا اوتنے ہی دن سہی - چنانچہ اسی لئے اوسنے خود اللہ تعالیٰ سے مانگا کہ مجہے باقی رہنے دے - اور یہہ بہی ممکن ہے کہ باقی بندگان الٰہی کے لئے بہی اصلح ہو چنانچہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے کہ بندے اوس سے مقابلہ کرکے بڑے بڑے رتبے پائین اونکی فضیلت فرشتون پر ظاہر ہو کیونکہ اونکا سیدہی راہ پکڑے رہنا اوس حالت مین کہ شیطان سا مزاحم اونکے ساتہہ ہو آسان کام نہین - سخت سے سخت دشوار ہے اور یہی وہ بات ہے جسکے سبب سے بڑی سے بڑی فضیلت حاصل ہوتی ہے - بخلاف ملائکہ کے کہ شیطان اونکا مزاحم نہین - اونکی جبلت یہہ ہے کہ سیدہی راہ پر قائم رہین - وہ جبلت اونسے اوسی طرح جدا نہین ہوتی جیسے ہمارے زوجیت جدا نہین ہوتی بعض لوگون نے یہ جواب دیا ہے کہ حکمتین شیطان کے مہلت دینے مین دو ہین اول یہہ کہ شیطان پر ظاہر ہو کہ جو کچہہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسنے اچہا کام کیا ہو اللہ تعالیٰ اوسکا اجر ضائع نہین فرماتا - سچا ارشاد ہے - اللہ کا دشمن ہونے کے بعد بہی اللہ اجر دیتا ہے - پس اوس حالت مین کہ دشمن نہو اجر کو کبہی ضائع نفرمائیگا دوسرے یہہ کہ گنہگار بہی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قبول دعا سے ناامید نہون جیسے کہ باوجود اس کفر و گناہ کے شیطان ناامید نہوا اور سوال پورا ہوا -

قاضی صاحب کا استدلال ایک حدیث سے جسمین ذکر کثرت مغفرت کا ہے۔

حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب شیطان نے کہا کہ اے اللہ مین تیرے سب بندون کو بہکاؤنگا تو جواب ملا کہ ہم توبہ کا دروازہ کھول دینگے۔ ابلیس نے کہا کہ مین توبہ ہی نہ کرنے دونگا۔ جواب مین ارشاد ہوا کہ اگر تو آدمیون کو توبہ سے منع کرنے پر قدرت رکھہ سکیگا کچھہ مضائقہ نہین تجھکو یہ تو طاقت نہین ہو سکتی کہ ہمکو اونکے گناہ بخش دینے سے روک سکے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اے اللہ تعالی ہم سب گنہگارونکو بخشدے اور شیطان کو شرمندگی کی بھی سزا دے۔ آمین۔

راقم کا بیان بنسبت شرح حدیث مذکور کے۔

راقم۔ جناب قاضی صاحب نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اوسمین بلا توبہ بخشش کے یہہ معنی ہین کہ ہم ایسے ذرائع پیدا کرینگے جو بلا توبہ بخشش کا باعث ہون وہ قواعد بحث رحم و غفران مین مفصل بیان کئے گئے ہین جنمین سے ایک[۱] شفاعت دوسرے[۲] یہہ قاعدہ کہ نیکی کا بدلہ دس گنا اور بدی کا ایک گنا دیا جائیگا۔ تیسرے[۳] یہہ قاعدہ کہ اجتناب از کبائر کفارہ صغائر ہوگا۔ اگر تفصیل سے دیکھنا ہے تو بحث رحم و غفران مین دیکھیئے۔ اور یہی ممکن ہے کہ قواعد ہون مگر اللہ بیقاعدہ کوئی کام نہین کرتا

راقم کا جواب کہ جب وجود شیطان مین حکمت ہے بقاے حکمت لازم ہے۔

راقم کا جواب۔ یہ سوال نتیجہ سوالات ماضیہ کا ہے اور اعادہ بیفائدہ۔ ویسے ہی اسکے اجزا تقریبًا ہین جیسے سوال ششم کے مین لہذا یہ سوال تو محض بیضرورت ہے۔ جواب اسکا اونکے جوابات سے ظاہر ہے مصلحت جب وجود شیطان مین ہے بقاے مصلحت تا قیام قیامت یعنی تا وقت فناے عالم ضرور ہے دونون کے بقا مین نسبت لازم و ملزوم کی ہے۔ اگر شیطان مار ڈالا جاتا تو عجز الہی بھی تھا

اور مفقود کر دینا اون اسباب کا بہی تہا جو ذریعہ عالم کے امتحانگاہ ہونیکے تہے۔ دونون
وجہ سے شیطان کو مہلت دی گئی۔ بقاے عالم خیر ہونا ضرور اچہا ہے مگر خیر ایک شے
بالنسبت ہے۔ ایک خیر سے دوسری خیر بڑہی ہے اور جب بڑی سے بڑی خیر کو چہوڑ کے
سے چہوٹی خیر سے ملائیگا خیر معلوم نہین ہوگی۔ مثال اسکی یہہ ہے کہ اعراف بہشتیون کو دوزخ
معلوم ہوتا ہے دوزخیون کا وہ بہشت ہے۔ پس خیر جو اعلی درجہ کی خیر ہو اوسپر بقاء عالم بہتر ہے
یا اوس چہوٹی خیر پر جسے لوگ حقارت کے سبب شر کہہ دیتے ہین۔ خیر جسے شیطان نے
سمجہا ہے وہی خیر ہے جو حیوانون مین بوجہ بے اختیاری کے پائی جاتی ہے معنی اس
اعتراض کے یہہ ہین کہ انسان انسان نہوتا گدہون کے مثال ایک جانور ہوتا۔ یہہ خیر
ہی اللہ اوسکے ساتہہ نکرتا۔ یہہ سوال معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح نکلا ہے کہ دشمنی جو شیطان کو
ہے اوسکی وجہ سے وہ جلا ہے کہ ایسی خیر کیون انسان کے ساتہہ اللہ نے کی۔ نعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم انتباہ۔ حق تعالی جلشانہ کی شان اس سے ارفع
تہی کہ ایسے لغو سوالون کے جواب کی طرف توجہ فرمائے۔



خاتمہ

خاتمہ

حقیقت شیطان تاویلات اور دوسری ضروری چیزون کا بیان۔

اوس مین ذکر حقیقت شیطان کا اور اوسکے وجود کا ہے اور یہی بیان ہے کہ شیطان کے وجود کے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے۔ اور اوسکے وجود کے متعلق تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنے کی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کے تاویلات کرنے کی بہ نسبت کام اچھا چل سکتا ہے۔

وجوہ بیان دلایل وجود شیطان

اب تک جو کچھ مینے بیان کیا وہ اس بنا پر تھا کہ شیطان کا وجود خارج مین ہے۔ اوسکے وجود کو تقریباً جملہ اہل مذاہب مانتے ہین۔ یعنی وہ لوگ جو مذہب کے اوپر اعتقاد رکھتے ہین۔ خواہ مسلمان ہون خواہ نصاریٰ ہون خواہ یہود ہون۔ مگر ان سب مین سے وہ لوگ نہین مانتے جو اپنے آپکو آزاد راے کا سمجھتے ہین۔ اسلئے ضرور ہے کہ شیطان کے وجود اور ایسے اعتقاد کی نسبت کچھہ ذکر کیا جائے۔

یہ حالت کچھہ آجکل پر موقوف نہین ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے آے ہین اور اختلاف شیطان کی ماہیت اور وجود کی نسبت نیا نہین ہے - جو وجود شیطان کو مانتے ہین او نمین بہی نسبت ماہیت کے اختلاف ہے - بعض تو کہتے ہین کہ وہ فرشتہ ہے بعض کہتے ہین کہ وہ جن ہے - بعض کہتے ہین کہ وہ ہمزاد ہے بعض کہتے ہین کہ آدمیون کی روحین ہین - آجکل اسکا زور ہے کہ شیطان کچھہ نہین صرف اپنی خواہشون اور نفس امارہ کا دوسرا نام شیطان ہے - انکار وجود شیطان سب سے بہتر ذریعہ اعتراضات سے تفصی اور چھٹکارہ کا سمجھا جاتا ہے اسلئے اوسکا بیان کرنا بہی ضرور ہے - کیونکہ اگر وجود شیطان کا بطور ایک وجود مستقل کے نہ مانا جاے تو ایمان پورا نہین ہوسکتا - اتنی بڑی مصلحت کی چیز سے غفلت ہوتی ہے - اوسی سے فرشتونکا انکار پیدا ہوتا ہے اور وحی ایک خیالی چیز ہوجاتی ہے حالانکہ اوسکا پہونچنا بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام کے گویا کہ متفق علیہ اہل اسلام ہے -

پہلے مین بیان کرونگا کہ اگلے لوگون نے اس باب مین کیا فرمایا ہے - پہر جو کچھہ مجہے کہنا ہے کہونگا -

میر سید علی صاحب فرماتے ہین اور پہلے لفظ شیطان کی تحقیق کرتے ہین -

لفظ شیطان کے معنی

لفظ شیطان مین دو احتمال ہین اول یہ کہ نون اصلی ہے	تحقیق معنی لفظ شیطان

ثانی یہ کہ نون زائد ہے۔

بتقدیر اول) یہ لفظ بموزن فیعال شطن سے ماخوذ ہے جسکے لغوی معنی بعد اور دوری کے ہین۔ چونکہ یہ خبیث اللہ تعالی یا خیر سے خود دور ہے اور متقرب الی اللہ کو خدا سے دور کرنیکا قصد کرتا ہے کیونکہ اونکی بدولت خود دور کیا گیا اس لئے شیطان کہلایا۔

اور بتقدیر ثانی بموزن فعلان شیط سے بنایا گیا ہے جسکے حقیقی معنی بطلان اور ہلاک اور احتراق کے ہین۔ چونکہ یہ مردود خود باطل ہے اور اپنے اور اون لوگون کے مصالح کو بھی باطل کرتا ہے جنکی وجہ سے انجام کار ملعون ہوکر ہلاک ہوا۔ اور جنکے سبب سے ملعون ہوا اونکے ہلاک کرنیکا قصد کرتا ہے اور جب اونکا تقریب خدا سے دیکھتا ہے غضب اور غصہ سے جلگیا ہے اسلئے اوسکا نام شیطان ہوا۔

بعد اسکے فرماتے ہین کہ شیطان کے متعلق چند مسئلے ہین جنکا بیان کرنا مناسب ہے

پہلا مسئلہ شیطان موجود ہے یا نہین

دلائل منکرین وجود شیطان

شیاطین کا وجود مختلف فیہ ہے۔ ایک گروہ چند وجوہ سے منکر ہے اونکے دلائل یہ ہین۔

پہلی دلیل کہ اگر موجود ہوتے

پہلی دلیل اگر وہ موجود ہوتے تو دو حال سے خالی نہین

یا دکھلائی دیتے یا موجود نہ ہوتے ۔

اجسام لطیفہ ہوتے ۔ یا کثیفہ ۔ یہ دونون (شقین) باطل ہین لہذا وجود اونکا باطل ہے۔ **شق اول** تو اسلئے کہ بتقدیر لطافت اجسام لازم آتا ہے کہ شیاطین اون اعمال شاقہ پر قادر نہون جنکو مثبتین وجود اونکی طرف منسوب کرتے ہین علاوہ برآن اس صورت مین ضرور ہوگا کہ اون کے اجسام ادنی سبب اور قوت سے جو خارج سے اونپر ہوپہنچے (جیسے تند ہوا) پراگندہ و وریدہ ہوجائین حالانکہ یہ خلاف مثبتین ہے۔ **شق ثانی** اسلئے باطل ہے کہ کثافت جسمانی سے یہ لازم آتا ہے کہ سب لوگ جنکے حواس درست ہین اونکو دیکھین مگر ہم نہین دیکھتے اگر ہم مان لین کہ اجسام کثیفہ ایسے ہی ہوتے ہین مگر دکھلائی نہین دیتے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہمارے سامنے پہاڑ اور ٹیلے ہون اور ہم اونکو نہ دیکھین بگل اور طبل بجین اور ہم نہ سنین یہ بالکل وہو کا ہے ۔

جواب سید صاحب کا کہ موجود ہین مگر قابل دکھلائی دینے کے نہین ہین۔

جواب یہ ہے کہ شیاطین اجسام لطیفہ ہین مگر اون کی لطافت بمعنی شفافیت کے ہے یعنی بیرنگی کے ۔ پس اس صورت مین نہ تو اعمال شاقہ سے اونکی عدم قدرت لازم آتی ہے نہ تھوڑے زور ہوپہنچنے پر پراگندگی ۔ کیونکہ جائز ہے کہ جسم بیرنگ اعمال شاقہ پر قادر ہو اور جلد متاثر نہو اور باوجود اسکے ہم اوسکو نہ دیکھین ۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ ہوا باوجود کمال لطافت کے بڑے بڑے پتھرون کو پہاڑون کی چوٹیون سے لڑھکا کر گرا دیتی ہے اور اونچے اونچے درختون کو توڑ ڈالتی اور اوکھاڑ ڈالتی

ہے۔ اور نیز رفیع الشان عمارتون کو ویران کر تی اور گرا دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے
کہ اگر لطافت سے تمہاری مراد شفافیت ہے تو ہم ہی اونکی لطافت کے قایل
ہین مگر اسصورت مین قوت ہونا لازم نہین آتا۔ اور اگر لطافت سے اونکا جلد
متاثر ہونا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور رقت قوام مراد ہے تو ہم اونکی عدم لطافت کے
قایل ہین لیکن اس صورت مین اونکو دیکھنا لازم نہین آتا۔ جیسے افلاک کہ عنیہ
لطیف بمعنی مذکور ہین دکھلائی نہین دیتے۔ خداوند عالم نے باوجود لطافت اور
رقت افلاک کے اونکو بڑی قوت عنایت فرمائی ہے۔ اسلئے قوت قوام کو
رقت اور غلظت اور جثہ کے بڑے چھوٹے ہونیسے کچھہ تعلق نہین چنانچہ انسان کا
قوام لوہے اور پتھر کے قوام سے کمزور ہے مگر بعض آدمی ایسے ہین کہ لوہے
کو سوت اور رسے کی طرح مروڑا اور پتھر کو توڑ سکتے ہین اور اونسے ایسے افعال صادر
ہوتے ہین جو غلیظ القوام سے نہین ہوتے۔ حیوانات کی قوت مین وہ اختلاف
ہے جو باعتبار اختلاف قوام اور جثہ کے نہین ہے جیسے شیر کی قوت گدہے
کے مقابلہ مین۔

جواب راقم کا کہ یہ کلیہ غلط ہے کہ جو دکھلائی نہ دے موجود نہین۔

راقم خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ شیطان اگر موجود ہے
اوسکے لئے جسم کا ہونا ضرور ہے۔ جب جسم ہوگا یا
لطیف ہوگا یا کثیف۔ کثیف اگر ہو ممکن نہین کہ دکھلائی
ندے۔ لطیف اگر ہو ممکن نہین کہ زندہ رہ سکے۔ اسلئے کہ جتنی چیزین لطیف

ہین وہ تھوڑے سے صدمے سے پھٹ جاتی ہین۔ جسم جاندار کے لئے
پھٹ جانا موت اور انعدام ہے۔ اصلی غلطی اس اعتراض مین یہ ہے کہ اجسام
ارضی اور اجرام سماوی کو ایک دوسرے پر قیاس کیا ہے۔ اور مجرد وجود کا ابطال بذریعہ
ابطال نوعیت کے چاہا ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ شیطان موجود ہے اور جسم لطیف
ہے مگر نوعیت جسم اوسکی ہماری فہم سے باہر ہے۔ اسلئے کہ ہم صحیح طور سے
ماہیت اون چیزون کی دریافت کرسکتے ہین جنپر اتنا دسترس ہو کہ ہم اونکا تجزیہ کرسکین
ایسا دسترس فلکیات پر نہین ہے جنمین سے ایک شیطان ہے۔ جب ہم
ماہیت دریافت نہین کرسکتے تو قیاس بھی نہین کرسکتے۔ کیونکہ قیاس اوسی وقت
کرسکتے ہین جب ماہیت معلوم ہو۔ ورنہ وہ قیاس مختلف ماہیتون کا قیاس ایک
دوسرے پر ہوکر غلط ہوجائیگا۔ پس اعتراض فلاسفہ کا ابطال مجرد وجود نہین ہے۔
اور جب تک وہ مجرد وجود کا ابطال نکرین محض وجود کا عدم امکان ثابت نہین ہوگا نہ
ایسی ناتمام دلیل سے جو قیاس مع الفارق پر مبنی ہے ہوسکتا ہے۔ چونکہ ہم وجود
شیطان کو بذریعہ ارشاد الٰہی کے مانتے ہین پس جب تک وجود ناممکن ثابت نکیا
جاے ضرورت تاویل کی کلام الٰہی مین نہوگی۔ اگر ہم بعد اسکے کہ معترض ابطال مجرد
وجود نہ کرسکے مجرد وجود کے دلایل عقلی بھی بیان کرین اور اون دلائل سے مجرد وجود
کو ثابت کردین تو لازم ہوگا کہ ارشاد الٰہی کو صریح معنون مین لین۔ اور وجود
شیطان کا اقرار کرین۔

علاوہ بران اس دلیل مین زیادہ تر اعتراض بر بنار رویت ہے جسکا آلہ چشم سر ہے
اور بعض اعتراض کے آخرکار یہ پیدا ہوتے ہین کہ جسے ہم دیکھ نہین سکتے اوسکا
وجود نہین مانتے۔ یہ تو حد سے زیادہ غلط ہے۔ اسلئے کہ بہت سے اعراض ایسے
ہین کہ موجود ہین مگر دکھلائی نہین دیتے۔ جیسے کشش زمین کی۔ یا قوت مقناطیسی
یہ امر کہ اعراض کا وجود اسلئے مانا ہے کہ ہیولیٰ کا وجود بذریعہ چشم سر کے دیکھا ہے۔
شیطان عرض نہین ہے اسلئے اوسپر قیاس نہین ہو سکتا۔ یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ ہیولیٰ بغیر اعراض
کے قابل رویت نہین ہو سکتا ہے ہیولیٰ کو بذریعہ اعراض کے دیکھتے ہین۔ پس جیسے
اعراض کا وجود بذریعہ ہیولیٰ کے مانا جاتا ہے ہیولیٰ کا وجود بھی بذریعہ اعراض کے
مانا جاتا ہے۔ کسی مین منفرداً منفرداً شرط رویت نہین ہے۔

اس اصول مین کہ جو چیز موجود ہے ضرور قابل رویت ہے فاحش غلطی یہ ہے کہ
بڑی شرط رویت کی یہ ہے کہ جسم مری (جو دیکھا جاوے) قابل رویت ہو۔ جب لطافت
حد درجہ کی ہوگی یہ شرط فوت ہو جائیگی۔ چنانچہ اسے اعتراض مین مان لیا ہے کہ اجسام
لطیف قابل رویت نہین جیسے ہوا۔ اب بھی ہوا کا تجزیہ کیا جاتا ہے مگر مجموعہ کی
رویت نہین ہوتی۔ پس ہم بھی کہتے ہین کہ شیطان باوجودیکہ عنصر سے مرکب ہے
قابل رویت نہین۔ اور چونکہ دست رس اوسپر نہین اسلئے ہم نہین بتلا سکتے کہ اس
جسم مین یہ خاصیت کیونکر پیدا ہوئی ہے کہ شفاف بھی ہو اور تھوڑے صدمہ سے
دریدہ بھی نہوتا ہو یہ امر وہ عجز نہین ہے کہ ہماری بات ماننے کا مخل ہو۔ کیونکہ وجوہ

ماہیت ہم کسی ایک چیز کی بھی نہین بتلا سکتے - اگر دعویٰ کرین ہمسے زیادہ کوئی جاہل نہوگا -

شبہ نہو کہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ آگ سے بنا ہے - یہ مستلزم رویت ہے اسلیے کہ ترکیب مانع رویت ہے - مثلاً آدمی مٹی سے بنا ہے مگر جب تک آدمی زندہ ہے اوسمین مٹی اسطرح دکھلائی نہین جا سکتی کہ یہ مٹی ہے دیکھکر پہچان لو اور مٹی آدمی مین چھپی ہے - اسی طرح شیطان آگ سے بنا ہے مگر ترکیب کے ذریعہ سے وہ آگ ایسی چھپ گئی ہے کہ ہم اوسے دکھلا نہین سکتے کہ یہ آگ ہے اوسے دیکھ لو - اور پوری مثال اوسکی عنصر ہوا ہے - کہ اوسمین آکسیجن ہے جب ہوا کا تجزیہ کرین وہ جدا ہوکر قابل رویت ہو جاتی ہے مگر بحالت مرکب نہین ہوتی - پس آگ سے بنا مستلزم رویت نہین ہے - علاوہ برآن مادہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ لُون کی گرمی سے بنا ہے - وہ بھی قابل رویت نہین ہے - اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی -

حق یہ ہے کہ جو لوگ فلسفی بنکر انکار وجود شیطان کرتے ہین خود اپنے اصول سے یا غفلت کرتے ہین یا ناواقف ہین - اور یہ بات کہ جو موجود ہے اگر دکھلائی نہین دیتا موجود نہین - ایک عام پسند غلط بات ہے اس سے دھوکا نکھانا چاہیئے -



پھر سرسید علیہ صاحب فرماتے ہین

دوسری دلیل کہ اگر ہوتے تو کہلائی دیتے۔

دوسری دلیل اگر عالم مین اونکا وجود ہوتا تو آدمیون سے ضرور ملتے جلتے اور اونسے دشمنی اور دوستی ظاہر کی جاتی حالانکہ ایسا نہین ہے۔ ندامت زدہ لوگ جیسا اپنے افعال سے تائب ہوتے ہین تو جن امور کا انتساب شیاطین کی طرف کر رہے تھے اونکی بابت خود اپنے نفوس کی تکذیب کرتی ہین (یعنی مانتے ہین کہ وہ ہمارے افعال ہین)

جواب سید صاحب کہ دو کہلائی دیتے ہین۔

جواب اسکا یہ ہے کہ بطلان اور کمزوری اس دلیل کی ظاہر ہے کیونکہ شیاطین اور جنات کا اختلاط اور اونکی عداوت اکثر اشخاص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ الی آخر الآیہ یعنی اے نبی یاد کرو جب ہمنے پھیر دئے تمہاری طرف تھوڑے سے جن قرآن کو سنتے ہوئے اور فرماتا ہے۔ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یعنی جنون مین سے وہ تھے کہ جو حضرت سلیمان کے سامنے کام کرتے تھے حدیث مین آیا ہے کہ شیطان آدمی مین خون کی طرح جاری اور ساری ہے۔ الغرض پیغمبرونکے ایک بڑے گروہ کا شیطان کو دیکھنا اور اوسکی آواز کا سننا بتواتر اخبار و احادیث ثابت ہے علاوہ اسکے اللہ تعالی جلشانہٗ کی عادت یہ ہے کہ سب کام اسباب کے ذریعہ سے فرماتا ہے۔ اور جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اُسکا ایک خاص سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دیوارین گھر کی روشن اور چھت کالی ہو جانا جائیگا کہ روشنی اور سیاہی کے اسباب

جدا جدا ہین - یہی حال دل کے روشن ہونے اور سیاہ ہونے کا ہے کہ کبھی وہ طلب بصیرت
کرتا اور کبھی حیران رہتا ہے - پس روشن کرنے والا اللہ کا فرشتہ ہے آیندہ کے منافع کے
لئے جو حق کو کھول دیتا ہے اور خلاف اوسکے شیطان ہے جو حیرت مین ڈالتا ہے -

تیسری دلیل کہ اون پر اعتقاد کرنے سے معجزات پر وثوق نہ رہے گا -

تیسری دلیل یہ کہ وجود شیاطین کا بر تقدیر تسلیم معجزات پر وثوق کرنے مین خلل ڈالتا ہے اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ
کہا جاے کہ جتنے معجزات انبیا سے ظاہر ہوئے تو وہ جنون کی مدد سے یا شیطانون کی
مدد سے ظاہر ہوئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حنین جذع یعنی تنہ درخت خرما کی آواز
کرنے کا معجزہ جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے لئے ہوا تھا اس سبب سے
ہوا ہو کہ تنہ درخت خرما مین کوئی جن یا شیطان نفوذ کر گیا ہو اور وہ بولتا ہو - جو فرع کہ اصل
کو باطل کرنے کی طرف لیجاے خود باطل ہے -

جواب میر صاحب کا کہ جب صحت معجزات ثابت ہو معجزہ کے ارشاد سے وجود شیطان ثابت ہوگا -

جواب اسکا یہ ہے کہ معجزہ اور غیر معجزہ کا فرق اس احتمال
کی نفی کرتا ہے جیساکہ اپنے محل مین ثابت کیا گیا ہے - سوائے
اسکے جس دلیل سے انبیا کی نبوت ثابت ہے وہی دلیل اسبات
کی ہے کہ جو خبرین انبیا نے بتلائی ہین سچی ہین اور منجملہ اون باتون
کے جنکی انبیاے کرام نے خبر دی ہے وجود جن اور شیاطین کا ہے اسلئے اونکا وجود اور یہ خبر
صحیح ہے -

جواب راقم کا کہ اطاعت ایسی مخلوق کی خود معجزہ ہے

راقم جنات کا تابعدار ہونا دو حال سے خالی نہین - یا

قبل نبوت ہوگا یا بعد نبوت کے۔ قبل نبوت اطاعت کیون ہو؟ اگر اطاعت ہو اغراض نفسانی کے لئے ہوگی نہ خداوند عالم اور ہدایت اور راستبازی کے لئے۔ اگر بعد نبوت کے ہو منکرین کی دلیل تمام نہین ہوتی۔ جو لوگ جانتے ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ جنات بذریعہ قرآن مجید کی آیات کے تابعدار ہوتے ہین۔ یہ اعتراض ناواقفیت سے پیدا ہوا اور محض خیالی ہے۔ ارواح خبیثہ جو ذریعہ سحر کا ہوتی ہین وہ اوسی وقت تابعدار ہوتی ہین جب آدمی نجس رہتا ہے اور جہان قرآن مجید ہوتا ہے وہان سے وہ ارواح بھاگ کرتی ہین حضرت سلیمان کی جو جنات اطاعت کرتے تھے ذریعہ اطاعت ظاہر ہے کہ کچھ اور تھا ورنہ اطاعت ابتداءً کہان سے آتی۔ پھر سید صاحب فرماتے ہین۔

دوسرا مسئلہ شیاطین کی حقیقت مین

سید صاحب کا بیان حقیقت شیطان

مثبتین وجود جن وشیاطین اونکی حقیقت کی تحقیق مین مختلف ہین۔ متکلمین فرماتے ہین کہ وہ شفاف اجسام ہین جس شکل مین چاہین متشکل ہون (یعنی جیسا جسم چاہین اونمین پیدا ہوجاوے) وہ بواطن حیوانات مین حلول کرنے پر قادر ہین اور تنگ منافذ مین ہوائی مستنشق (ناک سے ہوا کھینچنے والی) کی طرح گھس جاتے ہین۔

دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ وہ خاکی نفوس ہین جو عناصر مین تدبیر اور تصرف کرتے رہتے ہین بعض نے کہا ہے کہ وہ نفوس ناطقہ ہین جو اپنے ابدان سے الگ ہوگئے ہین (یعنی مُردونکی روحین) اونمین سے جو نیک ہین اونکو اچھے زندہ لوگون سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے

پھر خیر اور راستبازی پر اونکی اعانت اور امداد کرتے ہین اور وہی جن ہین اور اونمین سے جو بد ہین نفوس شریرہ سے جا ملتے ہین اور شر و فساد پر اونکی مدد کرتے ہین اور وہی شیاطین ہین۔ بعض کہتے ہین کہ وہ ہین تو نفوس مجردہ مگر اجسام سے متعلق ہوکر اپنے تصرفات جاری کرتے ہین اور کرۂ نار اونکا آلۂ ادراک ہے اونکی آگ سے مخلوق ہونیکے یہی معنی ہین۔ مگر جملۂ فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان ایک خاص وہم ہے جو عقل کی مخالفت پر حکمرانی کرتا ہے۔ اوسکی فوج کفار اور فاسقین کی ساری وہ قوتین ہین جو اسکے ماتحت ہوکر متعلق احکام الٰہی عقل سے لڑا کرتی ہین۔ غرض وہم قواے بدنیہ کا سردار ہوتا ہے۔ پھر سب قوتین عقل کے سامنے اور وہم کی تبعیت مین ابلیس کی فوج اور اسکی ہم جنس ہو جاتی ہین۔ بعض فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان اور اوسکے ہم جنس کے ناری الخلقت ہونیکے معنی یہ ہین کہ وہ ارواح حیوان قوتون کی حامل ہین ایسے اجسام لطیفہ ہین جو لطافت اخلاط سے پیدا ہوتے ہین۔ اور یہ اخلاط یقیناً گرم اور مائل بافراط حرارت و ناریت ہین اور ہوائیت کا اون پر بیشتر غلبہ ہو ایسے اجسام لطیفہ کی پیدایش ان اخلاط سے بہت آسان ہے۔ یہ اجسام بہ نسبت اور اجزاء بدنیہ کے زیادہ گرم ہین اسیطرح قلب جو منبع ارواح ہے بہت گرم ہے پس یہ ارواح ان قوتون کے لئے بمنزلہ ابدان ہین اسی وجہ سے شیاطین آگ کی طرف منسوب ہوئے یعنی آتشی کہلاتے ہین۔

راقم کا بیان نسبت حقیقت شیطان کے۔	**راقم** اس بحث کو کہ شیطان فرشتہ ہے یا جن۔ روح انسانی ہے یا ہمزاد اس طرح قطع کر لینا چاہیے کہ وجود اوسکا ارشاد الٰہی سے

ثابت ہوا ہے اور ارشاد الہی یہ ہے کہ وہ جن ہے ۔ ضرورت زیادہ بحث کی نہین ۔

بیان وجہ انکار وجود شیطان ۔ نسبت دلائل انکار وجود شیطان کے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ضرورت انکار وجود شیطان یہ ہے کہ وجود اوسکا دلائل فلسفیانہ سے ثابت نہین ہوتا عرصہ دراز سے یہ کوشش جاری ہے کہ مسائل اسلام کو دلائل فلسفہ کے مطابق کر دیا جاے اسلئے یا ایسے مسائل فلسفہ کا جو خلاف اسلام ہون غلط ہونا ثابت کیا جاتا ہے یا مسائل اسلام مین تاویل کیجاتی ہے تاکہ وہ مطابق دلائل فلسفہ کے ہو جائین مین آگے تفصیل کے ساتھ بیان کرونگا کہ یہ کوشش غلط ہے اس مسئلہ مین جو خاص غلطی ایسے تاویلین کرتے ہین اول یہ ہے کہ کوئی چیز مطابق ارشاد الہی کے نہین مانتے اور بیشتر ایسے دلائل بیان کرتے ہین جنکے معنی یہ ہین کہ جو ہماری عقل مین نہ آئے غلط ہے ۔ یہ اصول کہ جو ہماری سمجھ مین نہ آئے باطل ہے ایک حد تک صحیح ہے مگر عموماً صحیح نہین ہے ۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ تاویل نہین کرتے ایسے معنی کلام الہی کے کہتے ہین جو اوس کلام کے جسکے کہتے ہین کہ یہ معنی ہین نہین ہوسکتے ۔ اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی ۔

شیطان کے وجود کی دلیل عقلی کی پہلی تقریر ۔ **اب** ہم مجرد وجود شیطان کو بدلائل عقلی ثابت کرتے ہین اور بتلاتے ہین کہ جو سمجھ مین نہ آیا تھا غلط نہ تھا ۔

اول یاد کرنا چاہیے کہ کام شیطان کا کیا ہے ۔ اور کس طرح معلوم ہوا ۔ ظاہر ہے کہ وہ کام حسب ارشاد الہی خود شیطان نے بیان کیے ہین یعنی کہا ہے کہ جیسے تو نے میری راہ ماری مین بھی تیرے سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی

دنیا کے ساز و سامان کو اونہین عمدہ کر دکھاؤن او پیدا کرا و نکے آگے سے آؤن اونکے
پیچھے سے آؤن - اور اونکے داہنی طرف سے اور اونکے بائین طرف سے اور
جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون - اور اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گذار نہین پاویگا -
اسکی تفصیل نکات ششم و دوم مین خصوصًا اور جملہ نکات باب سوم مین عمومًا کی گئی ہے
اوسکے ملاحظہ کے بعد کوئی منصف انکار نہین کر سکتا کہ وجود شیطان جداگانہ مستقل نہین
ہے ورنہ فطرت (نیچر) مین انسان کے خدا سے پھر جانا اور بوجہ چیزون کو عمدہ جاننا ہرگز
نہوتا - حضرت آدم کی فطرت مین نافرمانی اور نقض معاہدہ داخل ہوتا اور اطاعت اور عبودیت
داخل فطرت نہوتے - اونکی اولاد باعتبار اثر ولادت ایسی ہی ہوتی جیسے والد ماجد تھے
ظاہر ہے کہ تخم سے جو درخت پیدا ہوتے ہین وہ اثر زمین کے ساتھ مختلف ہوتے
ہین مگر اصل فطرت کسی مین سے نہین جاتی - پس تمام اولاد حضرت آدم کی قابیل ہی
ہوتی اور بعد اونکے دنیا بسبب نقصان فطرت کے ضایع ہو جاتی - یہ پسند اور انہماک
نہوتے جو لوگ دہوکا کہاتے ہین وہ اس لئے کہاتے ہین کہ
بنی بنائی دنیا کو دیکھتے ہین ابتدا سے غفلت کرتے ہین - اسی بیان سے دلیل
الزامی یہ پیدا ہوتی ہے کہ وجود شیطان خارج مین نہ ماننے سے تنزیہ ذات باری
تعالی ناممکن ہو جائیگا کیونکہ یہ معنی ہونگے کہ خداوند عالم نے انسان کے نیچر و فطرت
کو بدی پر مجبول پیدا کیا تھا مدعیان تحقیق زمانہ حال زور سے اثبات کے قائل ہین کہ اسلام
مطابق فطرت کے ہے - اس طرح اسلام مطابق فطرت کے نہین رہتا - چنانچہ

علماء متقدمین کی یہ راے بہت صحیح ہے اور نہایت غور کے قابل ہے کہ اگر شیطان نہوتا یہ نظام عالم کا نہوتا - نہ اتنا شر زیادہ ہوتا اور چونکہ خیر و شر ایک دوسرے پر موقوف ہین نا خیر اس درجہ پر ہوتا - پس منکرین وجود شیطان عقلا بہی غلطی کرتے ہین اور صریح خلاف نص بہی - نص قرآنی جس مین گنجایش تاویل کی نہین یہ ہے چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چہوڑ رکہا ہے کہ اونکو بہڑکاتا ہے - اور فرماتا ہے کہ جب جزا اور سزا کا معالمہ ہوئیگا تو شیطان کہیگا کہ مین قصوروار نہین ہون - اس سے وجود شیطان کا علحدہ وجود انسانی سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ کہا جاے کہ شیطان کوئی چیز نہین انسانکی قوتین شیطان ہین تو وہی قوتین کیسے الگ ہوکر الزام دے سکتی ہین - وہی تو ملزم ہین - یہ آیات صریح ہین کہ شیطان صرف بہڑکاتا ہے جسکے سبب سے انسان ذمہ داری سے جدا نہین ہوتا -

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقلی دلیل وجود شیطان کی تفصیل کیجاے وہ اسباب کے متعلق ہے کہ امتیاز کیا جاے کہ نفس کا انبعاث کہان سے ختم ہوتا ہے اور دوسرے کا انبعاث کہان سے شروع ہوتا ہے -

ایک طرح بیان اوسکا یہ ہے کہ آپ اسکے قائل ہین کہ انسان جب پیدا ہوا امتزاج عناصر کی وجہ سے اوس مین ایک قوت پیدا ہوئی جسکا نام جان ہے اور وہ جسم کے ساتہ بڑہی ایک نے دوسرے کو نفع پہونچایا اور جسم کے ساتہ وہ فنا

ہو گئی۔ اسکے بعد ہر قوت کے فعل کو جدا جدا خیال فرمائیے جب جدا جدا ہوں ایک اونکا حاکم ہونا چاہیئے تاکہ وہ اس مجموعۂ جسم انسانی کو باقی رکھے۔ مسلّم ہے کہ دماغی قوتین حاکم ہین۔ ارادہ نہو تو کچھہ نہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جب عقل کا حکم ہوتا ہے اعضا کام کرتے ہین خواہ وہ حکم بسبب زور کرنے خواہش دوسرے اعضا کے ہو یا اپنی قوت محض کی وجہ سے۔ یعنی محض خیال سے۔ اب دیکھئے کہ انسان غلطیان کیون کرتا ہے بیشتر وہ غلطیان اسلئے ہوتی ہین کہ قوتون مین اسقدر زور ہوتا ہے کہ عقل دب جاتی ہے اور مطابق اون خواہشون کے باوجود جاننے اسبات کے کہ بر لانا ان خواہشون کا موجب ضرر ہے عقل اعضا و جوارح کو حکم دیتی ہے کہ خواہش کو پورا کرو اس سے لازم آتا ہے کہ جب قوتونکا زور نہو عقل غلط حکم نہ دے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہین اور صریح ہے کہ قوتونکا زور اور ایسا زور کہ عقل کو مغلوب کردے باقی نہین رہا مگر عقل اوسی طرح حکم غلط باوجود علم کے دئیے جاتی ہے جبکہ وہ مجبور نہین ہوتی پس یہ حالت ظاہر ہے کہ بغیر دوسری چیز کے نہین رہے جو عقل سے ہمیشہ غلطی کرایا کرتی ہے۔ اگر ایسا نہوتا غلطی کرنا عقل کا کام نہوتا۔ اور عادت غلطی کی پیدا ہی نہوتی۔ یہی حال ہوتا کہ جب ہاتھہ تھک جائے اوٹھہ نہ سکے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب قوت جو عقل پر متقاضی تھی دوسرے اعضا مین سے جاتی رہی تو وہ عقل سے کہتے نہین کہ تو غلط حکم دیدے۔ پھر عقل کیون غلط حکم دیتی ہے۔ ضرورت عقل کو باقی نہین کیونکہ اکثر صورتون مین وہ اچھا برا جان چکی ہے رغبت بھلائی کی طرف خود انسان مین

پائی جاتی ہے اگر نہین پائی جاتی کیا ایسی صورتین نہین کہ اچھی تعلیم سے مشق
قوت صدور افعال حسنہ کی پیدا کی گئی ہے اور الف عادت یا conscienie
ایمان قوی کر دیا گیا ہے اگر اونہین بسبب ضرورت کے ایک دفعہ یہ کمزوری ہو کم سے
کم ایسے لوگون مین کبھی عقل غلط حکم جب ضرورت ہونگی حالانکہ دیتی ہے جو
اس سے انکار کرے منکر بدیہیات سے ہے۔
مثال اونکی حالت اون لوگون کی ہے جو جرائم پیشہ ہین۔ ٹھگون کیحالت کے
لئے امیر علی ٹھگ کا قصہ جو ٹیلر صاحب نے لکھا ہے دیکھئے وہ جھوٹا قصہ نہین
ہے۔ مینے کرنیل ہاروی صاحب جنرل سپرنٹنڈنٹ انسداد ٹھگی کا محکمہ دیکھا تھا
اونمین کتابین ٹھگون کے جرائم کی جو خود اونہون نے تبلائے اور وہ ذریعہ اونکے
جرائم کھلنے کا ہوئے دیکھی تھین۔ سوانح عمری کے لقب سے وہ اوس دفتر
مین کہی جاتی تھین۔ وہ بھی ایسے ہی قصص تھے۔ الغرض ہر فرقہ جانتا ہے کہ ہمارے افعال بُرے ہین مگر اون افعال
سے بعد اسکے کہ عقل قوی ہو جائے ضرورت نے سے جدا نہین ہوتا یہان تک
کہ اولاد کو اپنے پیشہ کے لئے تیار کرتا ہے۔ جسطرح یہ فرقے تبنے ہونگے
اونکی حالت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ بنانیوالا کسی فرقے کا احمق کبھی نہین
ہوتا۔ اوسنے کبھی بُرائی کو نہین چھوڑا سزا اون پر یہ لوگ باز نہین آئے۔ یہ دوسرے
کا بھڑکانا ہے یا نہین۔ کیون رنڈیان بالعموم جب قوت یا سخت ضرورت اور بھڑک
نہین رہتی تائب نہین ہو جاتین۔ مجرم لوگون نے جب اقرار جرائم کئے ہین اونسے

معلوم ہوتا ہے کہ اونکے آپس مین ذراسی بات مین سیل شروع ہو جاتا ہے مخلی بالطبع ہو کر جرائم کرتے ہین - اچھی بات کے لئے ایسا میل برسون نہین ہوتا بچے جب جمع ہوتے ہین فوراً اونکو رغبت ہوتی ہے کہ شرارت کرین - چار چار سال کی بچون کو مینے بُری طرح کہیلتے ہوئے دیکھا ہے - یہ سواے بدی پر انبعاث کرنیوالی کے دوسرے سبب سے نہین ہوسکتا - اونمین قوت شہوانی اوسوقت کہان ہی ٹھگون کی تہوڑی سی تفصیلی حالت لیجے - ایک شخص ہمیشہ اونکے ساتہ ٹھگون تبلانے والا ہوتا ہے وہ ہر مسافر کی جیب کے روپیہ جان لیتا ہے کہ کتنے ہین - زنانون کی حالت یہ ہے کہ جب قوت جاتی رہتی ہے تب بہی افعال بد سے توبہ نہین کرتے وہ قوتین جو اصلی سبب اونکے افعال کا ہین جاتی رہین عقل پوری ہوگئی مگر افعال کو نہین چھوڑا - شہدے جنکا معاملات مین سخت ایماندار ہونا معلوم ہے افعال بد کرتے ہین آجکل اسکے متعلق یون سمجھا جاتا ہے کہ آدمی مین ایک مادہ الف عادت اور کمزوری conscience یعنی ایمان کا ہے وہی وجہ عدم ترک افعال قبیحہ کی ہوتی ہے - یہ غور فرمائے کہ یہ دونون کیا چیز ہین - الف عادت یا کمزوری ایمان کی اگر ایسی ہے جیسے رسّی تو اوسمین بعد کمزوری کے پہر قوت کا آنا ناممکن ہو جانا ضرور ہے اگر ایسی نہین ہے بلکہ عقل مین مادہ پہرنے کا طرف افعال حسنہ کے ہے تو پہر وہ قوت کے انحطاط کے بعد کیون اپنا صحیح کام نہین شروع کرتی - سبب جب باقی نہین مسبب کیسے باقی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کمزوری کو

رسی کی مثال کی کمزوری سمجھتے ہین - بطلان دونون صور تو نکا آدمی کی توبہ اور ترک افعال قبیحہ سے بخوبی ظاہر ہے اسلیئے کہ اگر کمزوری اور الف عادت اس طرح کے ہوتی کہ وہی باعث اور علت عدم ترک کا ہوتی تو ترک کبھی نہین ہوتا - وہی حال ہوتا جیسے ہاتھ کا بعد بیکار ہونے کے ہوتا ہے حالانکہ گنا ہگار توبہ کرتے ہین اور تائب پھر گناہگار ہوتے ہین - اسباب توبہ پر جب خیال کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسباب ایسے طور پر اثر نہین کرتے جیسے آگ مین ہمیشہ جلانے کا خاصہ ہے بلکہ اثر اوسکا کبھی ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا پس اختلاف آثار صاف دلیل دوسری شے کے وجود کی ہے - اسباب سے ہمیشہ لوگ دہوکا کہاتے ہین اوس سے غفلت سم ہے -

الغرض الف عادت اور کمزوری ایمان کے سبب اصلی اور علت افعال قبیحہ کی ہرگز نہین ہے - اگر پھڑکانے والا نہوتا لازمہ یہ تھا کہ برُے افعال مین سے جب ضرورت نفسانی جاتی رہا کرتی ہمیشہ ترک ہو جایا کرے - کوئی سبب اسباب مین سے یا کوئی الف عادت روک ترک کی نہوتے بلکہ الف عادت اور کمزوری ایمان Conscience کا وجود ہی نہوتا - آپکو الف عادت اور کمزوری ایمان کی جو اس وجود کے ماننے کی مانع ہے خدا کے لیئے تھوڑی دیر کے واسطے اوسے دل مین سے نکال ڈالئے - اور حقیقت کو دیکھیئے اوسوقت صاف معلوم ہوگا کہ الف عادت کیسی پیدا ہوئی کمزوری کہانتے آئی یہ دو نام آپنے کس چیز کے رکھ چھوڑے ہین

مین جب تفصیلی حالت پر فرق مذکورہ بالا کے غور کرتا ہون یہ بات پاتا ہون کہ ایمان
کی کمزوری ہرگز دلیل صحیح نہین ہے اسلئے کہ جب ایمان کمزور ہو جائے ہر چیز
مین کمزور ہونا چاہیے لیکن ان فرقون مین جو عہود اور مواثیق ہوتے ہین وہ اونپر بڑے
زور سے عمل کرتے ہین اور اون پر پابند ہوتے ہین - پس ایمان بطور ایک شے
کلی کے کمزور نہین ہوتا - رنڈیون کی حالت ظاہر ہے کہ باوجود بقار قوت اونہون
نے پوری توبہ بلا وجہ کی ہے یعنی اس طرح کہ پھر اُس قوت کو کبھی کام مین نہین لائین - کیا
ایسی مثالون سے کوئی انکار کرسکتا ہے - ضرور نہین ہے کہ مین نام لیکر پردہ دری
کرون - اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمزوری اور الف عادت ایک فرضی نام
ہے جسکو اون لوگون نے اختراع کیا ہے جو حقیقت سے بے خبر ہین - ظاہر ہے
کہ صدہا آدمی جو نہایت خراب ہون ایک بات مین درست ہو جاتے ہین وہی باتین
ہزارون پر اثر نہین کرتین - بہت سے آدمی جو اچھے تھے بگڑ جاتے ہین اور بہت سے
آدمیون پر وہی باتین کچھ اثر نہین کرتین اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ اتفاظ اور وہ غفلت
اون اسباب یا قوتون سے نہ تھی دوسرے سبب سے تھی ورنہ ایک سا حال ہوتا
ترک گناہ اور توبہ کی نسبت یہ خیال بعض وقت ہوتا ہے کہ وہ بذریعہ خاص اسباب کے
واقع ہوتے ہین اسباب مذکور اور اونکا اثر طبایع کے تفاوت کے ساتھ مختلف ہوتا
ہے وہی الف عادت اور کمزوری ایمان کو دور کرتا ہے - اسباب کی تفصیل آگے
بیان کیجاتی ہے طبایع کا اختلاف غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت ساتھ

اعضا کے اور اونکے نفع کے لئے مخلوق ہوئی ہے یہ تفاوت طبیعت کا باوجود تفاوت کے اپنی خلقی غرض مین محدود ہونا چاہیئے۔ اسباب کا اثر بعد خواہشون کے بڑہنے یا کمزور ہونے کے اوس رتبہ کا ہونا ہی نہین چاہیئے۔

دلیل وجود شیطان کی دوسری تقریر

دوسری طرح بیان اوسکا یون ہوسکتا ہے کہ انسان مین ہرطرح کی قوتین ایام نمو مین بڑے زور کی ہوتی ہین اور بعد نمو کے اونمین سے زور جاتا رہتا ہے۔ پہلے اونمین بہڑکنے کی بڑی قابلیت ہوتی ہے بعد مین بہڑکنے کی قابلیت بالنسبت اسقدر کم ہوجاتی ہے کہ گویا نہین رہتی۔ انسان بعد تمیز آجانے کے جانا کرتا ہے کہ بعض اوقات خواہش ہاے نفسانی کا پورا کرنا خلاف عقل ہے مگر قوت خواہش کی اور اوسکا زور اور بہڑک عقل کو مغلوب کردیتی ہے لیکن جب قوت ہاے مذکورہ مین سے زور جاتا رہے لازم آتا ہے کہ عقل کے مطابق ہمیشہ آدمی کام کرے لیکن ہم صریحًا دیکھتے ہین کہ ایسا نہین ہوتا انسان بغیر بہڑک کے بھی افعال خلاف عقل کرتا ہے یہ بغیر دوسرے بہڑکانے والے کے نہین ہوسکتا وہی شیطان ہے الف عادت نہین ہے۔

عرب کی حالت جو جواب سوال اول مین بیان کی گئی ہے یہان بطور مثال خیال فرمائیے اوسمین تقریر بالا دوسری طرح بیان کیجاتی ہے۔ اگر محض قوتین انسان کی اور نفس کا ہمیشہ بلا بہڑکانے والے کے ہی کام ہوتا تو اصلاح عرب یا کسی اور ملک کی جب انتہائی مرتبہ کو پہونچ جائے خارج از امکان ہوجاتی۔ کیونکہ اس صورت مین

کہ وجود بہڑ کانے والے کا نہ مانا جاے لازم آیگا کہ نفوس کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ ہمیشہ
بدی کی طرف چلے جایا کرین اور وہ بدی پر مجبول پیدا ہوے ہون حالانکہ ایسا نہین پایا
جاتا - وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان کی عقل وہ چیز ہے کہ نفس کو روک کر قوت کو اچھی جگہ
کام مین لاتی ہے عرب کی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ ادنمین صاحب عقل پیدا ہی
نہ ہوے تہے کیونکہ بعد کی حالت اسکے خلاف ہے - حالت عرب کے ساتھہ اور عام
طور پر بہی اگر عقل اور نفس پر غور کیا جاے تو چار حالتین پیدا ہوتی ہین - (۱) عقل قوی
نفس قوی (۲) عقل ضعیف نفس ضعیف (۳) عقل قوی نفس ضعیف (۴) عقل
ضعیف نفس قوی - یہ قوتین یعنی دونون عقل و نفس کی جب کم ساتھہ پیدا ہوتی ہین -
اگر یہ خلقی طور سے بدی اور نیکی کرتین تو ایام انحطاط مین ایک طرح سے گہٹا کرتین حالانکہ
اب دیکہا جاتا ہے کہ ایام انحطاط مین قبل اوس حالت کے کہ بیہوشی ہو نفس گہٹ جاتا
ہے عقل بڑہ جاتی ہے - پس صورت اول و دوم مین جب عقل بڑہ جاے انسان
کو کوئی فعل برا نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ جب عقل ہی ہمیشہ قوت نفس کے مقابلہ کے لئے
موجود ہو تو خاصہ الف عادت کا وجود نہو گا - صورت سوم مین جب انحطاط قواے نفس کا
ہوگا تو ابتدا سے بدی انسان مین نہین ہوگی اور اوسوقت معصوم ہو جایگا - صورت
چہارم مین جب انحطاط ہو تو زمانہ نمو مین کمزور عقل ایسی کمزور ہو گی کہ کبھی نہ ابھر سکے -
الف عادت ایسی زنجیر سخت ہوگی کہ قید ہوا و ہوس سے نجات ناممکن ہو - ان سب کے
ملانے سے لازم ہوگا کہ تغیر اور اصلاح ناممکن ہے - یہان اصلاح کی حالت بتلائی ہے

کہ عدم امکان نہین تہا۔ ان چارون صورتون کے ساتہ اگر اسباب کو لیجئے۔ صورت
اول مین اسباب اگر قوی جمع ہون جو نفس قوی کو عقل قوی کے مقابلہ مین لاتے رہین تو
بہی جب نفس کو ساتہ قواے جسمانی کے اختلاط ہو تو عقل غالب آجائیگی۔ اور ساتہ
ہی چونکہ عقل قوی ہے ہمیشہ نفس اور عقل مین لڑائی رہے گی الف عادت کبہی نہو گا
صورت دوم مین جب عقل اور نفس دونون کمزور ہون اسباب کا اثر ہی نہین ہوگا۔ صورت
سوم مین اسباب کا اثر ابتدا ہی سے ناممکن ہوگا صورت چہارم مین عقل ایسی مغلوب ہو گی
کہ کبہی اوسمین قوت پیدا نہو سکے گی۔ عرب کی نسبت اب اسبات پر غور فرمائے کہ وہ
ملک گرم ہے اوسمین جب قواے نفس قوی پیدا ہون ساتہ ہی عقلی قوت کا بہی
قوی پیدا ہونا لازم آتا ہے اسلئے کہ عقل اور ذہن کی قوت حرارت سے ہے بڑے ذہین
آدمی اکثر کم عمر ہوتے ہین یعنی جلدی مرجاتے ہین جب قوی عقل کے آدمی زیادہ
پیدا ہون تو وہ قسم سوم مین داخل ہونے چاہئین نہ چہارم مین۔ پہر لازم آئیگا کہ عرب
مین اتنی بدی نہو اگر مان لیا جائے کہ قسم چہارم کے زیادہ پیدا ہوئے تو بہی ناممکن
ہونا چاہئے کہ اتنے بد نفوس سے نئے پیدا ہوکر جو اسباب کثیر جمع کئے وہ ایک بشر سے
نہ ٹوٹ سکین۔ ان امور پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفوس بشری
مین اصلی قوت جو عقل کے ساتہ جمع ہے طبعاً و خلقتاً بدی پر مجبول نہین
ہے اور خاصہ اوسکا بدی نہین ہے۔ بدی بڑکانے والے کا فعل ہے۔ جب
شیطان مغلوب کیا جائیگا اصلی نیکی بڑہ جائے اور جب اسباب ترقی کو قوت

دیجاے سبت بڑہ جاے چنانچہ یہان یعنی مثال عرب مین کتنی بڑہگی۔

غور فرمائیے کہ اگر اسبات کومان لیجئے کہ نفوس کا بہڑکانے والا اور بہڑک مین روک لگانے والا سواے قوت عقلی کے اور نہین ہے تو انسان کی وہی حالت ہوجانی لازم آئیگی جو حیوانون کی ہے ایسے زور کی تغیرات ناممکن ہونگی۔ کیونکہ وہ جبلت ہوگی اور جبلت سے عدول ناممکن ہے۔

یہان اسبات سے دہوکا نہ ہونا چاہئیے کہ جو بیان اول رسالہ مین عقل کی خوبیون کا کیا گیا ہے یہ دلیل اوسکی نقیض ہے اسواسطے کہ یہان بیان نفوس کے بہڑکانے والے کا ہی اور روکنے والے کا۔ وہ ذکر عقلی قوتون کا ہے جو متعلق ایجادات اور صنایع کے ہین نیکی کے لئے سبب مددومانی جاے اوس سے بہی نقیض عقل کی لازم نہین آتی اسلئے کہ مدد اور روک اسطرح کی نہین ہے کہ عقل کی ماہیت موجودہ کو منقلب کردے۔

اس حالتِ عرب مین اگر خاص حالت جناب رسول خدا صلعم کو غور سے دیکھئے کہ اونمین دونون قوتین عقلی اور نفسانی قوی تہین اور وہ ہرطرح فردِ کامل تہے تو صاف معلوم ہوگا کہ ابتدا سے ایسی قوتون کو جو ہمیشہ عقل کو مغلوب کرتی رہے کوئی اور مدد بہی شامل تہی۔ اوس سے اونکی عقل کی نقیض نہین ہوگی۔ آنحضرت صلعم پر جو ایک قوت خاص کے متعلق اعتراض ہوتا ہے وہ ملاحظہ فرمائے کہ کسقدر غلط ہے کیونکہ تمام عمر آنحضرت صلعم نے صرف ایک عورت کے ساتہہ بسر فرمائی۔ آخر مین تعدد ازواج اس

مصلحت سے تھا کہ بعض قبایل عرب کے سردار بغیر اسکے قابو مین نہ آسکتے تھے آپ ہندوستان مین اکبر بادشاہ کی حالت کو دیکھیے جب اوسنے راجگان ہند سے بیٹیان لین اوسکی سلطنت کسقدر مضبوط ہو گئی۔ اکبر عقلمند تھا اوسنے اس فعل کی پیروی کی۔ آپ خدشات پیدا فرماے۔ وہ اصل ضرورت کی وجہ سے غفلت کرجانے سے پیدا ہوے ہین افسوس ہے کہ اکبر کا حال چونکہ معلوم ہے اوسکے فعل کی مدح ہوتی ہے۔ یہان باوجود علم غفلت ہے تاہم بعد رفع اعتراض قوت کے کمال کا وجود ظاہر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وجود شیطان اور یہ کہ اوسکا کام کیا ہے ارشاد الہی سے معلوم ہوا ہے۔ تاویل بات بتانا ہے اوسکی ضرورت نہین۔ کیونکہ وجود شیطان خلاف عقل ہرگز نہین۔ بلکہ آثار اوسکے ہماری چھوٹی سی سمجھ مین بھی آتے ہین ہم بعض چیزون کے وجود کے قائل ہین اور صرف آثار سے قائل ہوے ہین۔ اون چیزون کو علحدہ اور مجسم کرکے نہین دکھلا سکتے مثل کشش زمین کی۔ اور بہت سے خواص۔ اسی طرح شیطان کا وجود نتیجون سے سمجھ مین آتا ہے فلسفی کو ہماری بات کا یقین کامل اوسوقت ہوتا جب سامنے دکھلایا جاتا کہ یہ شیطان ہے ملاقات فرماے اب تو ہٹ دھرمی ہو رہی ہے۔ ہان کوئی فلسفی اگر کہدے تو مانا جائے۔

آپ اس مقام پر پہونچ کر یہ خیال دلمین نہ لاے کہ جب مدد الہی ایک چیز ہوا اور شیطان کا بہڑکانا دوسری چیز تو انسان ذمہ داری سے بچ گیا اسلیئے کہ اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کنوئین مین گرنے کا قصد رکہتا ہے ایک بدآدمی نے آگے اوسکے راستہ نیچا کردیا

اور وہ اوسمین لڑھک کر جا پڑا۔ دوسرے نے گڑھے سے نکلنے کا ارادہ کیا ایک نیک شخص نے اوسکے لئے تدبیر کر دی مثلاً ڈھال کر دیا اور کنارے گڈھے کے نیچے کر دیے اور یا رسی ڈالدی۔ تو یہ دونون ذمہ داری سے پاک نہین ہوئے دوسرے کی مدد سے فعل کا فاعل ذمہ داری سے جدا نہین ہوتا۔

وجود شیطان کی دوسری دلیل

وجود شیطان کی ایک ظاہر دلیل یہ ہے کہ اگر مان لیجئے کہ انسان کی ولادت حضرت آدم کے اور حضرت نوحؑ کے ذریعہ سے ہوئی تو اگر شیطان نہوتا آدمی کافر کبھی نہوتے۔

بیان اسبات کا کہ تاویلات نے آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ امور دین مین عموماً اور اونکے متعلق **تاویلون** سے جو اپنی راے کے موافق ہون آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔ اور اوسمین کیا غلطی ہے۔ ان تاویلات کو تاویلات نہین کہا جاتا تطبیقات نام رکھا گیا ہے۔

وجہ زیادتی رواج تطبیقات کی حقیقت مین خیرخواہی اسلام کی ہے۔ اور وہ اسطرح سمجھہ مین آئیگی کہ علم کی دو بڑی شاخین قرار دیجئے ایک علوم دین دوسرے علوم دنیا دین کے علم کا موضوع یہ ہے کہ آدمی خدا کے صفات کو پہچانے تاکہ بندگی پوری ہوا اور دنیا کو بطریق دین چلائے۔ علوم دنیا کا موضوع یہ ہے کہ جتنی چیزین ہمارے سامنے ہین اونکی حقیقت اور اوس حقیقت سے منافع کو جانکر اوسکو صحیح کام مین لائین جو شخص بقدر قوت بشری اشیا کو جیسی کہ وہ ہین جانتا ہے اور مطابق علم کے عمل

کرتا ہے حکیم کہلاتا ہے اوسے فلسفی بھی کہتے ہین - یہ لفظ آجکل بعض اصطلاح مین اُن لوگون کی نسبت استعمال ہونے لگا ہے کہ جو منکر وجود الٰہی ہونیکے سبب سے برے سمجھے جاتے ہین - یہان لفظ فلسفی سے وہ غرض نہین ہے بلکہ فلسفی کو بمعنی حکیم کے استعمال کیا جاتا ہے یعنی عالم علوم - ڈاکٹر پس فلسفی جب علوم کو سیکھتا ہے اوسوقت اوسکو یہ سکھلایا جاتا ہے کہ ماہیت اشیاء کی یہ ہے اور اوسنے صحیح کام اسطرح لیا جا سکتا ہے - اوسکے لئے مشاہدات کرائے جاتے ہین اور ہر چیز کے تجربے اوسوقت یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے کہ جو کچھہ سیکھا ہے صحیح ہے اسکے سوا کوئی چیز صحیح نہین ہو سکتی - اوسکے بعد جب حکیم اون اشیاء کے بیان کو دیکھتا ہے جسمین سے بعض کو دین نے بطور ثبوت وجود اللہ تعالےٰ کی ذات باکمال کے بیان کیا ہے اور اون اصولون کو دیکھتا ہے جپر دین نے دنیا کا چلانا بتلایا ہے اونمین اپنی تحقیقاتون اور اپنے مقرر کئے ہوئے اصولون سے اختلاف پاتا ہے تو حیران ہوتا ہے اور وہ غلط معلوم ہوتے ہین - اور یہ معلوم ہونا لازمی امر ہے - جب جوش اسلام پیدا ہوتا ہے تب مسلمان حکیم یہ چاہتا ہے کہ جو ایسی غلطیان ہون اونکو رفع کر کے بیانات مذکور کو اور اصول ہاے مذکورہ کو مطابق فلسفہ کی کر دینا چاہیے -

پہلی غلطی اصول تاویل و تطبیق فلسفہ و اسلام کی

اب دیکھنا چاہیے کہ اسمین کیا غلطی ہے میرے خیال مین وہ دو طرح کی ہے - **اول** یہ ہے کہ فرق اسابت نہین کیا جاتا تاکہ علوم حکمت دراصل کس چیز کے متعلق ہین اور علم دین دراصل کس چیز کے متعلق ہے

پس جاننا چاہیے کہ علم حکمت متعلق اون مصنوعات الہی کے اور اونسے کام لینے کے
ہے جو بذریعہ محسوسات معلوم ہوتے ہین۔ علم دین اولًا متعلق صانع کے اور شناخت
صفات صانع کے ہے جسکے صفات عین ذات ہین۔ ثانیًا متعلق چلانے دنیا
کے ہے جسمین وہ اسباب داخل ہین جو اوس علم سے باہر ہین پس جو علم مصنوعات کے
متعلق ہو صانع کے متعلق نہین ہوسکتا حکمت (یعنی حکمت طبیعی جو آجکل زیادہ
تر محل بحث ہے) محسوسات مین محدود ہے اللہ تعالٰی محسوسات مین نہین ہے۔ اوسکے
اسباب خاص کا دریافت کرنا اوس علم مین داخل نہین اسلئے فلسفہ ذریعہ شناخت اللہ تعالٰے
کا نہین ہوسکتا۔ چنانچہ حال جناب رسول خدا کو دیکھئے۔ اونہون نے کوئی علم نہین پڑھا
ممکن ہے کہ یہی وجہ اونکے نہ پڑھانے کی ہو۔ مگر یہ بات سب مانتے ہین کہ وہ بہت ہی
بڑی مضبوط عقل کے آدمی تھے ایسے شخص نے کیا کیا! برسون حق تعالٰے کی مصنوعات
کو سوچا اور دنیا سے علحدہ پہاڑ مین بیٹھہ کر۔ تب ایسی عقل کے آدمی کو عقلًا یہی ثابت ہوا
کہ خدائے واحد اس عالم کا خالق ہے اکثر حکمار کو جب مصنوعات کی خوبیون کی طرف
توجہ ہوئی ہے وہ بھی وجود الہی کے قایل ہوئے ہین۔ الغرض اوسوقت جب اسقدر
استعداد پیدا ہوئی تب افاضہ انوار الہی ہوا۔ اور حضرت جبرئیل اونپر نازل ہوئے اور شرح صدر
کیا اور تمام علوم اوسکے ذریعہ سے ذات جناب رسول خدا مین در آئے۔ اوسوقت وہ نبی
ہو گئے اور ہدایت کا کام اونکے سپرد ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی علوم اللہ تعالٰی
کے صفات اور احکام جاننے کے لئے کافی ذریعہ نہ تھے۔ چنانچہ اوسکے آثار بذریعہ

معجزات سے کے آنحضرت صلعم نے بتلاکر ثابت سکئے ۔ اور جو طریقے حکمت اور خاصیت
اشیاء کے تھے اونکو باطل کر کے دکھلایا۔ پس جو علم اسطرح حاصل ہوا ہو اور مافوق حکمت کے
ہو حکمت اوسکا ذریعہ نہین ہوسکتی ۔ ضرور اہل حکمت کو جونکہ اعتقاد اپنی معلومات کی صحت
کا ہے وہ اونکو یقین نہین کرتے مگر غلطی اونکی اصول علم مذکور سے پائی جاتی ہے اور پوری
ثابت ہے ۔ نسبت معجزات کی دہوکا ہوتا ہے کہ معجزات اور بازی گری مین فرق نہین مگر غور
کرنے سے بڑا فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً بازی گر مردہ نہین جلا سکتا ۔ اگر بازی گر مردہ
جلادے توہم اوسے بہی رسول کہنے کو تیار ہین بازی گرون کے تمام افعال اور جناب
رسولؐ مقبول کے تمام افعال پر غور فرمائیے ۔ سوائے بازیگری کے بازیگرون کے افعال
کیسے ہوتے ہین یہان کیسے تھے یعنی وہ نیکی سکھلاتے تھے اونہون نے عرب کو کہان
سے کہان پہونچا دیا ۔ ایسے شخص کے افعال کیا بازی گری تھے ؟ ہرگز نہین ۔ تہوڑے
سے امتیاز کی ضرورت ہے انکار مردہ جلانے سے جو کیا جاتا ہے وہی اعتقاد ہے جو
مینے بیان کیا کہ ہمارے اصول کے موافق جو چیز مجرب نہوا اور ہمنے نہ دیکھی ہو صحیح نہین ہے
حالانکہ تواتر ایک شے ہے جب تواتر سے بہت سی چیزین پائی جاتی ہین جسکی مثالین
اوپر مذکور ہوئین اسکو بہی ماننا چاہیے ۔ لیکن اس زور مین حکما ر تواتر سے انکار کرتے ہین
جو صریح غلط ہے اور غلطی اصول حکما سے پائی جاتی ہے ۔ آنحضرت نے بعد اس فاصلہ
کے بیان کیا کہ فرشتے ہین ۔ شیطان ہے خدا قادر مطلق ہے ۔ اسباب اور بلا اسباب
سب کچھہ کرنا قدرت الٰہی مین ہے وہ کیسے بذریعہ حکمت معلوم ہوتے ۔

دوسری غلطی اصول تاویل و تطبیق کی

دوسری غلطی یہ ہے کہ اہل حکمت کو جو ہمیشہ اپنی تحقیقاتون اور نتیجون پر ایسا بہروسہ ہوتا ہے کہ خلاف اوسکے ہر چیز غلط معلوم ہوتی ہے یہ بہروسہ اور اعتماد اصول حکمت کی رُو سے بہی غلط ہے اسلیئے کہ ہر حکیم مانتا ہے اور ہر اہل علم کو یقین ہے کہ علوم کی تکمیل ابتک نہین ہوئی اور اونمین جو نقصان ہے اوسکے پورا کرنے کی کوشش بڑے زور سے جاری ہے۔ باوجود اسکے ہر وقت یقین ہے کہ ہمنے جو اسوقت سمجہا ہے وہی صحیح ہے اور اوسکے سوا اور کچہہ صحیح نہین ہو سکتا غلط ہونا چاہیئے۔ چنانچہ جب بعد مین خود حکیم کو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی راے غلط تہی اور اونہین ذریعوت سے جو تحقیقات ہوئی اونکی غلطی ثابت ہوتی ہے خود قائل ہوتا ہے۔ اگر غور فرماے تو اُسکی ایسی مثال ہے جیسے سیڑیون پر چڑہنے والے کی ہو۔ انسان ایک سیڈہی پر چڑہے اور دیکہے اوسکو کچہہ نظر آئیگا اور وہ دیکہیگا کہ بعض چیزین ایسی ہین یا بعض ایسی ہین۔ جو چیزین یا اوسی وہان سے نہ دکہلائی دیتی ہون تو سمجہیگا کہ اوسیقدر موجود ہے جتنا دکہلائی دیا۔ اور ایسا ہی ہے جیسا دکہلائی دیا۔ اوسکے بعد دوسری سیڈہی پر چڑہیگا اور چیزین دکہلائی دین گی اور معلوم ہوگا کہ پہلے جو خیال تہا کہ اوسیقدر ہے غلط تہا اور ہر سیڑہی پر چڑہنے مین کچہہ ترقی ہوگی۔ اسوقت کی بجنسہٖ یہی حالت ہے کہ ہر سیڑہی کا آدمی یہ جانتا ہے کہ بس جو مجہے دکہلائی دیا اوسی قدر ہے اور ایسا ہی ہے جب اور ترقی ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا علم ناقص تہا۔ پس ہر زمانہ کے علم کے موافق تطبیقات غلطی فاحش ہوئین۔ ہم اوس شخص کے معتقد ہین جو ہمارے نزدیک سب سیڑہیون کو طے کر کے اعلی اسی اعلی

مقام پر اور سب سے اونچے کوٹھے پر بیٹھا ہے اور وہان سے دیکھہ کر سب کو بتلاتا ہے
اگر کوئی کہے کہ یہ اعتقاد کہ وہ سب سے اونچی سیڑہی پر ہے غلط ہے اوسکا جواب یہان بیان
کرنے کی ضرورت نہین اسلیئے کہ ہمارا خطاب اون لوگون کیطرف ہے جو دین رسول خدا
کو صحیح دین مانکر تاویلین کرتے ہین -

تاہم اسقدر بیان کرنا کافی ہوسکتا ہے کہ جو شخص خبر دے کہ روم جواب مفتوح ہوگیا ہے
جسکی پہر فتح پانے کا کوئی ذریعہ اوسوقت نہ تہا (دیکہو تاریخ) وہ بالیقین بتلا دے کہ اب
تہوڑے دن بعد پہر اوسکو فتح نصیب ہوگی اور مطابق بتلا دینے کے نصیب ہوجاے
اوسکے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوجاے - مردون کو زندہ کرے - فصاحت و بلاغت
مین یقیناً کہدے کہ ایک چہوٹی سی عبارت کا بہی (آیۃ) جواب نہین ہوسکتا اور سب
مان بہی لین کہ نہین ہوسکتا - وہ ایک سخت بیکسی کی حالت سے ساری دنیا کا فاتح ہوسکے
بے تعلیم ظاہری کے ایسی شریعت قایم کرے کہ جو بالکل مطابق فطرت کے ہے اور نہایت
صحیح ہے جسکی صحت تیرہ سو برس مین ابتک نہین ٹوٹ سکتی - اوسکے مخالف اوسکے
معجزات کو لاچار ہوکر سحر کہین (معاذ اللہ) - کہ یہ امر شاید سب سے بہتر دلیل صدق معجزات
کی ہے ایسے شخص مین ضرور وہ مادہ ہونا چاہیے جو فلسفی کے علوم سے باہر ہے - وہ
ضرور سب سے اونچی سیڑہی پر بیٹہا ہوا ہونا چاہیے -

اب مین دو ایک مثالین فلسفیون کے اغلاط کی جو ایسا اعتقاد کرنے سے ہوئی ہین
بیان کرتا ہون -

پہلی مثال غلطی دلائل فلسفہ کی نسبت نظریات کے

پہلی مثال دلائل فلسفہ ایسے ہین کہ اسباب کو دیکھہ کر نتیجہ نکالتے ہین جب تک کوئی سبب دریافت کرنے کا نہین ہوتا

مگر نتیجہ معلوم ہوتا ہے اوسکو خلاف عقل جانتے ہین اور نہایت لغو سمجھتے ہین - اوسوقت جب تصویر عکسی کا طریقہ نہ نکلا تھا اگر کوئی شخص فلسفی سے کہتا کہ عکس کو روک سکتے ہین اور کاغذ مین اوسوقت رکھہ سکتے ہین کہ عکس و معکوس عنہ مقابل نہون تو وہ ہنستا اور بلا تامل کہدیتا کہ بکتے ہو - اسی طرح اگر اب کسی فلسفی سے جسکو طریقہ عکسی تصویر لینے اعضاء اندرونی جسم کا معلوم نہو کہا جاوے کہ شئے کثیف کا حائل ہونا مانع انعکاس نہین ہے آدمی بعد حائل ہونے کسی چیز کے عکس لے سکتا ہے ایسا فلسفی سمجھیگا کہ قائل عقل سے خارج ہے - اب ملاحظہ فرمائیے کہ جو نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ صندوق کے اندر رکھے ہوئی چیز کا عکس اوسیطرح اوتر آتا ہے کہ ڈہکنا صندوق کا اور اوسکا مخفی ہونا مانع اخذ عکس نہین ہوتا اندرونی اعضا کے تصویر بعد حائل ہونے جلد کے اسی طرح لیلی جاتی ہے جیسے بلا حائل ہونے کے - باریک سی رگون کا خون چلتا ہوا دکھلائی دیجاتا ہے - اوسے فلسفی کو دکھلاوے اور پہر فرماوے کہ یہ ایک طریقہ سے انعکاس بلا ارتفاع حائل کثیف ہے یا نہین اوسوقت وہ فلسفی جو ایسے لوگون کو جو معجزات و کشف کے قائل ہین خارج از عقل فرماتے تہے بتلاوے کہ صحیح عقل سے وہ خارج ہین یا فلسفی کہ اپنے ناتمام علم پر بہروسہ کیے ہوئے اہل ایمان اور اللہ کی قدرتون اور صنعتون کو خلاف عقل سمجہتے تہے - فرق اسیقدر ہے کہ یہان بذریعہ ترکیب ثابت ہوا ہے وہان اوس ترکیب سے بے وجود اوسکا مانا جاتا تہا جو اوسوقت معلوم نہین تہی -

دوسری مثال حرکت شمس کی

دوسری مثال نظام فلکی پہلے ایک حکیم کی راے کے مطابق
مانا جاتا تھا پھر دوسرے کی راے کی مطابق مانا جاتا رہا۔ اب اور حکمار کی راے کے مطابق
مانا جارہا ہے۔ اونکی راے ہی متغیر ہو رہی ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے
جو ارشاد فرمایا ہے کہ آفتاب مین گردش ہے والشمس تجری لمستقر لھا یعنی سورج چلا جاتا
ہے اپنی مستقر کی طرف۔ مدت تک ہیت والون کا یہ مذہب رہا کہ سورج مین گردش نہین
ہے اور مسلمان ہیت دان تاویل کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مطابق فہم مخاطبین
کیا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ نہین شمس مین حرکت ہے اور معلوم ہوا کہ کلام الٰہی بیان حقیقت
تھا۔ اوسوقت فلسفی سے کوئی کہتا کہ حرکت شمس اسلئے مان لو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
وہ ہرگز نہ مانتا۔ اب جب فلسفی نے بتلادیا بیچون وچرا مانتا ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے
کہ اب حکمار فرنگ نے ثابت کیا ہے کہ زمین مین تین حرکتین ہین ایک اپنے محور پر
دوسری افتاب کے گرد جو ایک سال مین ختم ہوتی ہے تیسری کل نظام شمسی کی حرکت
طرف Constelation Hercules کی اور اومین بھی اب فرق ثابت ہوا ہے
اسپر بھی اب معلوم ہوا ہے کہ آفتاب کی ہی ایک نہین دو حرکتین ہین۔ ایک
اپنے محور پر دوسری جانب Constelation Hercules
کی۔ اس حرکت دوم مین نہ صرف کل نظام شمسی بلکہ جملہ نظامات متعلق نجوم شامل ہوتے
ہین چنانچہ دوربینون سے ثابت ہوا ہے کہ آفتاب کی سطح پر دھبے ہین اور وہ ہمیشہ
ایک ہی جگہ پر نہین رہتے بلکہ آفتاب کے سطح پر حرکت کرتے ہین۔ آجکل کے ہئیت

والون کو وجہ اوسکی پورے طور سے دریافت نہین ہوئی - تاہم یہ رائے قوی قرار پائی ہے کہ آفتاب کے سطح پر ہمیشہ بہت شدت کے طوفان رہتے ہین اسقدر شدت کے کہ اسقدر اور ستارون مین نظام شمسی کے نہین پائے جاتے - بلکہ سکون ہوا کا زیادہ رہتا ہے یہانتک کہ اوس ستارہ مین جسکا نام مارس Mars ہے ہماری زمین کے مثل بھی پائے نہین جاتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آفتاب مین ایک سے زیادہ قسم کی حرکت موجود ہے اور اسقدر ہے اور اوسیقدر بڑے درجہ کی ہے جتنا آفتاب بڑا ہے یہان ملاحظہ فرمائیے کہ سیدھی کی مثال کسقدر چسپان ہے -

تیسری مثال پہاڑون کے وتد ہونے کی -

تیسری مثال پہاڑون کے وجود کی ہے - خداوند عالم فرماتا ہے - اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ترجمہ - کیا نہیں زمین کو فرش (مہارا) اور پہاڑون کو زمین کی میخین نہین بنایا - یہ بیان مخالف زمین کے کرہ ہونے کے ہے اور جب زمین کرہ ہو تو میخ کی ضرورت نہین ہے - اسباب مین فلسفی کو یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین باوجود کرہ ہونے کے اگر ہے ہمارا فرش ہے اور میخ کی اُسمین سخت ضرورت ہے کیونکہ میخ کا کام یہ ہے کہ وہ جس چیز کو جہان ہے برقرار رکھے - اس سے بقدر فرش میخ کی ضرورت رفع نہین ہوتی جیسے جہازونکو بوجبل کرتے ہین اسی طرح زمین بوجبل کی گئی ہے اور فائدہ اوسکا خصوصاً زلزلون کے وقت ظاہر ہوتا ہے اگر پہاڑ نہوتے زمین اسقدر زیادہ ہلتی کہ کوئی چیز اوپر کی برقرار نرہتی - سب ضایع ہوجاتین - اب چھوٹے زلزلے محسوس نہین ہوتے ہین - ایک یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین اندر سے نرم ہے اور بخارات

پیدا ہوتے ہین اورمین بقدر ضرورت پہاڑ کہونٹون کی طرح گڑے ہوئے ہین تاکہ بخارات
اور زمین اندرونی طور پر ایک جگہ رہین اگر ایسا نہوتا تاثیر ملکون کی بدل
جاتی جسکا رکنا ضروری تہا کیونکہ اندر زمین کے جزر و مد ہے۔
مہد کے دو معنی ہین گہوارہ اور فرش۔ لفظ جَعَلَ بمعنی خَلَقَ
کے نہین ہے یعنی مرادف اوسکا اور معنی یہ ہین کہ فرش اور میخ کا کام لیا ہے یہ
معنی تاویل نہین ہین لغوی اور حقیقی ہین ایک یہ غلطی ہے کہ بوجھ جب ایک جگہ مجتمع ہو
جیسے پتہر مین اور جو متفرق اور پہیلا ہوا ہو جیسے روئی اور ہوا مین اوسکے اثر مین بڑا فرق ہوتا ہے
چنانچہ اگر دو کہونٹون پر تختہ رکہا جاوے تو ایک پتہر جس وزن کا کسی خاص مقام پر اوس تختہ کو
توڑدیگا روئی کا وزن دوچند اوسکو توڑیگا۔ ۲/۷ کی نسبت ہوتی ہے۔ لوہا پہاڑون سے جسقدر
نکالا گیا ہے آپکو معلوم ہے ریلو مین اوسکا صرف اور ریلو مین اور ہر ضرورت زندگی مین ملاحظہ
فرمائیے اوس نکالنے سے زمین پر جو بوجھہ کا اثر پہاڑون کے ذریعہ سے تہا وہ کم ہو گیا ہے۔ یہ
سچ ہے کہ وہ بوجھہ کہین گیا نہین مگر اثر کم ہو گیا ہے۔ اس سے زمین میری راے مین اپنی
جگہ پر باقی نہین رہی۔ چنانچہ اب جو تین سو برس سے مختلف ملکون مین Observations
معائنے ہو رہے ہین اونسے نسبت Variations اختلافات کے صاف
پایا جاتا ہے کہ مقناطیسی سوئی ہمیشہ مغرب کی جانب چلی جاتی ہے اسکے علاوہ بہی مقناطیسی
سوئی مین فرق ہوتا ہے گو بہت تہوڑا ایک درجہ کا یا اوس سے کم ہوتا ہے مگر ہوتا ہے چنانچہ
ہر رصد مین جب حساب کیا جاتا ہے اس فرق کے لئے کچہہ عدد بڑہاے گہٹائے جاتے ہین

یہ سب امور دلیل اپنی جگہ پر زمین کے باقی رہنے کے ہین سوائے انکے اور کوئی امر معلوم نہین ہوتا - ورنہ سوئی ٹھیک رہا کرتی - پس یہ فائدہ بوجھ کا تھا - اور وہ وتد تھے - لوہے کی تعداد بمقابلہ کل زمین کے ضرور کم ہے مگر اسقدر کم نہین ہے کہ اثر نہو - کیونکہ وہ بوجھ ہے اسلئے امید ہے کہ تھوڑے دنون مین فلسفی قائل ہونگے کہ باوجود کرہ ہونے کے زمین ہمارا فرش ہے اور پہاڑ اوسکی میخین ہین - پہلے بالکل سنتے تھے - میرا خیال یہ ہے کہ اگر یہی حالت رہی نظام شمسی اور عالم کا نظام اوس کے ذریعہ سے تباہ ہوجائیگا -

چوتھی مثال فلسفیون کا خدا پرست ہوجانا -

چوتھی مثال ہم دیکھتے ہین کہ اہل فلسفہ اپنی تدبیرون مین ایسے منہمک ہوتے ہین کہ وہ قدرت کو نہین مانتے لیکن بعض مین وہی اعتقاد وجود خالق عالم سے بالکل پھیر کر آدمی کو منکر مطلق بنا دیتا ہے بعض کو محض موحد اور ایسا کہ دنیا کو چھوڑ کر صرف اللہ کی پرستش کرکے فقیر ہوجاتا ہے یہ دونون امر ثبوت اسکا ہین کہ خود فلسفی اپنی غلطی کا قائل ہوتا ہے -

پانچوین مثال - دور و تسلسل کی غلطی

پانچوین مثال یہ ہے کہ منطق مین یہ قرار پایا ہے کہ دور اور تسلسل باطل ہین لیکن فلسفی جب خدا سے انحراف کرتا ہے قاعدہ دور و تسلسل سے جو اسقدر مضبوط ہے خود انحراف کرتا ہے ورنہ منکر وجود الہی کبھی نہوتا -

چھٹی مثال متعلق انکار بدیہیات کے

چھٹی مثال غلطی کی یہ ہے کہ بدیہیات سے انکار کرتا ہے مثلاً فلسفی سے اگر کوئی کہے کہ تاثیر روح و الفاظ موجود ہے اور وہ مثل اسکے تاثیر رکھتی ہے جیسے زنجیر اور قوت ظاہری تو گو کیسا ہی ثبوت اوسکا آنکھ سے دکھلایا جاے منکر ہی رہتا ہے -

حسن خان جنی کا قصہ مشہور ہے جب وہ ۱۸۶۵ء مین وارد دہلی ہوا اوسنے کوئی بات ایسی پیدا کی ہتی کہ جس چیز کو وہ ہاتہہ لگادے اوسکے پاس آجاے چنانچہ جب یہ خبر کرنیل ہملٹن صاحب بہادر کمشنر دہلی کو پہونچی تو اونہون نے اوسے بلایا۔ اور اپنی انگوٹھی اوسکے ہاتہہ مین دیدی اور پہر لیکر ایک ڈبیہ مین بند کرلی۔ اور ڈبیہ کو اپنے ہاتہہ مین جسکا ڈہکنا مضبوط بند تہا لیلیا اور اوسے زور سے دباے رہے۔ تہوڑی دیر نہ گذری ہتی کہ انگوٹھی حسن خان کے پاس ہتی۔ ڈبیہ خالی تہا اوسوقت کرنیل صاحب کو تعجب ہوا کہ بلا خرق والتیام و نظر آنے کے انگوٹھی کیسے حسن خان کے پاس پہونچی مگر اونہون نے کہا کہ وجہ نہین معلوم ہوئی اسلئے اسے ہم نہین مانتے۔ ایک مثال وہ ہے جو مینے صدہا مرتبہ دیکھا کہ ایک شخص سانپ پکڑتا تہا اور جب پکڑکے لاتا تہا کچہہ پڑہ کر اوسپر دم کردیتا تہا۔ یا کنکری پڑہی ہوئی ماردیتا تہا چنانچہ سانپ کے لئے ممکن نہوتا تہا کہ منہ کہولے جہان اوسنے دوسری کنکری پڑہی اور ڈالی سانپ منہ کہولتا تہا۔ اسوقت موضع چرتہاول ضلع مظفرنگر مین ایک شخص ہین کہ کچہہ پڑہا اور دستک دی جسقدر سانپ آس پاس ہوتے ہین ایک دو نہین سو دو سو سب آے اور پاس آبیٹہے۔ جب دوسرے دستک دی چلے گئے۔ یہ قوت مقناطیسی نہین ہے ورنہ سانپ پر محدود نہوتی اور کہتے ہی وہ چلے نجاتے۔ سواے سانپ کے اور اونکو اسباب مین کچہہ نہین آتا۔ اور اسکی ہزارہا مثالین ہین۔

بیان ضرہاے تاویلات

اب مین بیان کرتا ہون کہ ضرران تاویلات و تطبیقات کا کیا ہے وہ بہی بہت طرح کا ہے بعض ضرر بیان کئے جاتے ہین۔

ضرر اول - دین اسلام اسلام نہین رہا۔

پہلا ضرر یہ ہے کہ دین بدل گیا اسلام اسلام نہین رہا کیونکہ اوس اعتقاد سے جو آجکل ایسے حضرات اور اونکے مقلدین کا دیکھا جاتا ہے صریح مخالفت احکام الہی کی لازم آتی ہے اور وہ مخالفت انسان کو اصل دین پر باقی نہین رکھتی اسلئے کہ دین یہ ہے کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے۔ عادل ہے۔ اوسنے نبی بھیجے۔ اون پر وحی بھیجی۔ اونکو خود حضوری مین بلایا۔ اوسنے اونکے جانشین بنائے اوسنے موت پیدا کی۔ اوسنے روح کو پیدا کیا جو باقی رہیگی۔ اوسنے قیامت کی خبر دی ہے اوسنے نماز واجب کی۔ اوسنے روزہ واجب کیا۔ زکوۃ واجب کی خمس واجب کیا حج واجب کیا۔ اہل فلسفہ اللہ تعالی کو علت العلل مانتے ہین اور کہتے ہین کہ نتائج جو عالم مین پیدا ہوتے ہین محض اسباب سے پیدا ہوتے ہین۔ یہ انکار قدرت مطلق ہے۔ یعنی اسباب مانع نفاذ قدرت ہین۔ وہ فرشتون سے انکار کرتے ہین اسلئے وحی کوئی چیز نہین رہتی القا اور الہام ہو جاتی ہے۔ اور جب ایسا ہو کوئی شخص اعتماد نبوت پر نہین کرسکتا۔ کیونکہ القا اور الہام خیال ہے۔ اور خیالات اچھے برے اوس اعتقاد کے موافق ہر شخص مین پیدا ہوتے ہین وہ روح کا وجود نہین مانتے۔ اس سے قیامت کا انکار ہوتا ہے اور سزا و عدل باطل ہوتی ہین۔ وہ جنات کا انکار کرتے ہین اس سے لازم آتا ہے کہ کلام الہی مین کذب شامل ہے اور ان سب اعتقادات سے ساری عبادات نماز روزہ خمس زکوۃ حج سبکے سب باطل ہوتے ہین۔ مجھے جو کچھ اسبابت معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اپنی تطبیقات کے ثبوت مین اقوال علما بیان کرتے ہین وجہ اسکی یہی ہے کہ ہمیشہ سے کوشش تطبیق

فلسفہ اور اسلام کی چلی آئی ہے اسلئے اپنے سے خیالات کے لوگون سکے قول اونکو اپنی تائید مین ملجاتے ہین - حالانکہ اونمین اور امین کوئی فرق بظاہر نہین ہے -

دوسرا ضرر - تاویلات سے کمزوری دین کی ظاہر ہوتی ہے

دوسرا ضرر یہ ہے کہ جو اون تاویلون کو دیکھے گا جانیگا کہ مذہب اسلام نہایت کمزور مذہب ہے اسلئے کہ تطبیق امکان سے باہر ہے مسلمان عجب لوگ ہین کہ اونکے بڑے بڑے ایسی باتین بناتے ہین -

تیسرا ضرر - اسلام سے زور کا جاتا رہنا -

تیسرا ضرر یہ ہے کہ تاریخ اسلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً اہل اسلام مین عموماً ایک زور تہا جواب نہین ہے - وہ اسلئے گہٹ گیا کہ عرب مین جہانسے اسلام کی بنا رہے ہے فلسفہ داخل ہوا جب لوگون سے فلسفہ پڑہا اور بیانات اسلام کو جو دلائل وجود جناب باری تعالی مین مذکور ہوے تھے دیکہنا شروع کیا تو اونمین شکوک پڑنے لگے اور یہ کوشش ہونے لگی کہ شکوک رفع کئے جائین - ظاہر ہے کہ بحالت شک اون اصول کے مطابق عمل کرنے مین جنمین شک راہ پاجاے وہ زور نہین رہ سکتا جو اوسوقت ہوگا کہ اصول مذکور مین شک نہو - یہ حالت ابتدائی تہی - جسکا ضرر بہی ابتدائی ہونے کی وجہ سے چہوٹا تہا - چونکہ بیج ان شکوک کا دلون کی زمین مین پہونچ چکا تہا آخر کو وہ بڑے بڑے اشجار ہوکر ظاہر ہوا اور ضرر بہی اوسکے بہت ہی ترقی پاگئے - نتیجہ یہ ہوا کہ شکوک نے اسلام کو بدل دیا اور جتنی عام قابلیتن ترقی کی اسلام نے بخشی تہین سب کی سب جاتی رہین - یہانتک آخرکار نوبت پہونچی کہ امور دینی مین خصوصاً اور جملہ امور مین بہی عموماً عادت بزرگون کے استحقاق کی پیدا ہوئی اور اطاعت معدوم ہوگئی لنکا مین سب

باون سر کے ہوگئے۔ چونکہ منافع عامہ بغیر اطاعت کے حاصل نہین ہوسکتے ترقی کا مادہ ختم ہوکر تنزل کا مادہ پیدا ہوگیا جسکی آجکل بڑی واویلا ہے۔ افسوس ہے کہ اصل سبب سے یعنی عادت اطاعت پیدا کرنے مین کوشش نہین کیجاتی اون اسباب مین ترقی دیجاتی ہے جنہون نے اولاً مادہ ترقی کو روکا ثانیاً مادہ تنزل کو پیدا کیا۔

چوتھا ضرر۔ افعال تعبدی کا ترک ہوجانا۔

چوتھا ضرر یہ ہے کہ اون خرابیون کے بعد جو ضرر سوم مین بیان کی گئین لازم نتیجہ یہ ہوا کہ عبادت کی عادت جاتی رہی۔ بلکہ عادت ہوگئی کہ اعمال وافعال مطابق احکام شرعی کے صادر نہون۔ وجہ اسکی ظاہر ہو یعنی یہ کہ دلائل افعال تعبدی کے بیان نہین کیے گئے۔ اور دلائل سے نتیجہ صحیح نکالنا ہر شخص کا کام نہین۔ (وقت دلائل کی مین شرح کرچکا ہون۔) اب عادت یہ ہے کہ بغیر دلیل کوئی کام نہین کرتے۔ بغیر دلیل کسی کی بات نہین مانتے پس عبادت کہان رہ سکتی ہے۔ عبادت ایک بہت بڑی چیز ہے اسلئے کہ جو قوت ابتدا اہل اسلام مین تھی ذریعہ اوسکا وجود باری تعالی کا اذعان تھا۔ جنت و دوزخ اور عقبی کا اذعان تھا۔ عبادت کرانا ہر وقت اوس اذعان پر عمل کرانا اور اس ذریعہ سے اوسکا باقی رکھنا اور بڑہانا تھا۔ وہی ترقی اذعان ایک چیز تھی جسنے اذعان کے ساتھ جمع ہوکر اسباب ترقی پیدا کیے تھے۔ ظاہر ہے کہ اوس عادت کا ترک ہونا بہت ہی بڑا ہے۔ جو چیز غیر ضروری ہو اوسکی طرف اور اوسکے احکام کی طرف اور اون علوم کی طرف جو ذریعہ اونکے دریافت کا ہین لازماً بے توجہی ہوگی۔ اور لازم ہوگا کہ وہ علوم غیر پڑہے جائین۔ اونمین توغل نہو۔ اس عدم توغل نے اور اپنے بنائے ہوئے آسان

ولائل ناتمام پر عمل کرنے نے ایک نئی قسم کا ضرر پیدا کیا - وہ یہ ہے کہ اعتقاد ہو گیا کہ عبادت
دراصل واجب نہین ہے - دلیل اسکی یہ قرار دی گئی کہ اللہ تعالےٰ رحیم ہے وہ عذاب نہین کریگا
پس کیون عبادت کرین - اس دلیل کو اس زمانہ کے لوگ عبادات مختلفہ مین بیان کرتے
ہین یہان تک کہ ممتاز لوگ بہی ان شکوک مین پڑے ہوے ہین - بلکہ بعض حضرات سیپر
یقین کرکے اہل عمل پر استہزاء و تمسخر کرتے ہین -

توضیح - یاد رہے کہ جیسے اعتراضات شیطان کے حکمت نظام عالم پر بذریعہ اللہ تعالےٰ
کے قادر و حکیم ماننے کے ہین یہ اعتراض احکام شریعت و اعمال تعبدی پر بذریعہ اللہ کے
رحمن و رحیم ماننے کے ہے - اون اعتراضات کے جواب مین جیسے بسط بیان کی
ضرورت تھی اسمین بہی ضرورت ہے - اوسی مین تاویل کی تعریف بہی بیان کیجائیگی کہ وہ مقام
زیادہ مناسب تہا -

ممکن ہے کہ یہ بیان جدا رسالہ بنالیا جاوے -



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ والہ واصحابہ الی یوم الدین

ستائیس برس کے قریب زمانہ گذرا کہ ایک بزرگ نے مجھسے سوال کیا۔

سوال

سوال۔ اللہ اگر رحیم ہے اتنے بندون کو عذاب نہین کر سکتا۔

تم اللہ تعالیٰ جلشانہٗ وعم نوالہٗ کو رحیم جانتے ہو یا نہین۔ مینے جوابدیا کہ ضرور۔ بلکہ اوسے ارحم الراحمین جانتا ہون۔ تب اونہون نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا رحیمی ہے کہ معدودے چند جنّتی ہون اور سارا عالم آتش دوزخ مین جلنے کے لئے ہو۔ اگر سارا عالم دوزخ کے لئے ہو اللہ تعالیٰ رحیم نہین ہے۔ اگر رحیم ہے تمام عالم دوزخ کے لئے نہین ہے۔

غرض اس سوال کی یہ تھی کہ اہل مذاہب صرف اپنے ہم مذہبون کو ناجی اور اس وجہسے جنّتی جانتے ہین۔ باقی جملہ اہل مذاہب کو ہالک اور اسوجہسے دوزخی۔ تعداد کسی ایک مذہب کے معتقدین کی بمقابلہ تعداد جملہ مذاہب کے معتقدین کے بہت تھوڑی ہے گویا کچھہ نہین لہذا معنی یہ ہوئے کہ بہت تھوڑے جنّت کے لئے بنائے گئے اور بہت زیادہ دوزخ کے لئے۔ یہ خلاف رحم ہے۔

اس زمانہ مین ایک اور بزرگ کی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا اوسمین یہ تقریب دلچسپ عبارت مین لکھی تھی۔



عبارت یہ ہے

یہ وہ زمانہ تہا کہ مذہبی خود پسندی کے نشہ مین سرشار تہے۔ خدا کی تمام مخلوق مین صرف مسلمانون کو اور مسلمانون کے تہتر فرقون مین سے اہل سنّت کو اور اہل سنّت مین سے صرف حنفیہ کو اور اونمین سے بہی صرف اون لوگون کو جو صوم وصلوٰۃ اور دیگر احکام ظاہری کے نہایت تقید کے ساتہ پابند ہین نجات اور مغفرت کے لایق جانتے تہے۔ گویا دائرہ رحمت الہی کو کوئین وکٹوریہ کی وسعت سلطنت سے بہی جسمین ہر مذہب وملت کے آدمی بامن وامان زندگی بسر کرتے ہین زیادہ تنگ اور محدود خیال کرتے تہے جسقدر کسی کے ساتہ محبت یا لگاؤ زیادہ ہوتا تہا اوسیقدر اسبات کی تمنا ہوتی تہی کہ اوسکا خاتمہ ایسی حالت پر ہو جو ہمارے زعم مین نجات اور مغفرت کے لئے ناگزیر ہے۔

جواب

جواب

تقریر اعتراض کی غلطیان

مناسب ہے کہ پہلے اس تقریر کی غلطیان بیان کرون پہر یہ تفصیل کرون کہ یہ غلطیان کیونکر پیدا ہوئی ہین یعنی اسباب کیا ہین۔ پہر اون غلطیون کی غلطیان ہونے کے وجوہ بیان کرون۔ وہی جواب ہوگا۔

غلطیان اس تقریر مین یہ ہین۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ جب آدمی کوئی مذہب اختیار کرے اور اوسپر پختہ ہو اوسے خود پسندی قرار دیا ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ احکام شرعی کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ معنی مغفرت کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے دایرہ کو غلط طور سے وسیع سمجھا ہے۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ معنی رحم کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے وسعت دایرہ کو بھی غلط سمجھا ہے

پانچوین غلطی یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے مواقع استعمال کے متعلق غلطی کی ہے۔

غلطیونکے اسباب	اسباب ان غلطیون کے یہ ہین
پہلی غلطی کے اسباب	پہلی غلطی یون پیدا ہوئی ہے۔

پہلا سبب تقلید سلطنت ہے۔ (ا) ہم لوگ ایسے بادشاہ کی رعیت ہین جسکی تدبیر سلطنت یہ ہے کہ کسی مذہب وملت سے سروکار نہو۔ آدمی بادشاہ اور اہل حکومت کے خیالات واطوار کو طبعاً پسند کرتا ہے اس پسند مین اس طرح غلطی ہو جاتی ہے کہ تدبیر سلطنت دنیا اور خدا پرستی مین جو فرق ہے وہ نظر سے نکل جاتا ہے۔

دوسرا سبب حفاظت ضرر ہے ہم لوگ ایسے ملک مین آباد ہین جہان مختلف قوم ومذہب کے آدمی رہتے ہین اور اوس حالت مین کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے مذہب کی رسوم بغیر کسی مداخلت کے ادا کرسکتا ہے۔ صرف یہ قید ہے کہ دوسرون کے رسوم مذہب مین ہرج نہو اور اونکو رنج نہ پہونچے۔ سخت پابندی رسوم مذہب کی ہرج

اور رنج کی طرف منجر ہوتی ہے اور رنج ڈالنے والون اور رنج پہونچانے والونکو ضرر پہونچتا ہے

لہذا وہ لوگ اچھے سمجھے جاتے ہین جو رنج نہین ڈالتے اور رنج نہین پہونچاتے۔ ضرر سے بچنے

کی خواہش مین یہ غلطی اسطرح ہوتی ہے کہ امتیاز نہین کیا جاتا کہ اصلی پابندی مذہب و

بجا آوری صحیح رسوم مذہب کی کیا ہے اور اوسکو بطریق رنج وہی اور رنج دوسرون کے

بجالانا کیا ہے۔

تیسرا سبب خیالات ازادی ہے (۳) آجکل زبان حکام سیکھنے کی سخت ضرورت ہے اوسکی

ساتھ خیالات لبرٹی کے (آزادی) جو ایک مشہور اور نہایت پسندیدہ لفظ اوس زبان کا

ہے دل مین جاگزین ہوتے ہین اور آزادی کے حصول کی اسقدر عظیم خواہش ہوتی ہے کہ

صحیح آزادی اور غلط آزادی مین امتیاز باقی نہین رہتا۔

چوتھا سبب خواہش تاویل ہے (۴) آجکل بعض حامیان دین کی یہ راے ہوئی ہے کہ اون اعتراضات

کے جواب دینے کا جو عموماً اسلام پر کیے گئے یا وارد ہوتے ہین (یعنی حمایت حوزۂ اسلام کا)

سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ صرف قرآن مجید سے تمسک قرار دیا جاے اوسمین تاویل کرلیجایگی

اور احادیث نبوی سے یہ کہکر پیچھا چھوڑا لیا جاے کہ اونمین اختلاف اسقدر ہے کہ صحیح سے

سقیم کو پہچاننا ایسا دشوار ہوگیا ہے جسے ناممکن کہہ سکتے ہین۔ اونکی وجہ سے تاویل کی

گنجایش نہین۔ پیچھا چھوڑا لینے سے جواب آسان بھی ہوجائیگا اور مضبوط بھی معلوم ہوگا۔

اس طریقہ کا یہ لازمہ ہے کہ مذہب مین پختگی نرہے۔ یہ غلطی اس سبب سے ہوئی ہے کہ

(۱) یہ کام اون لوگون نے اختیار کیا تھا جنکو فن حدیث مین دخل ہی نہین تھا۔ (۲) اسکے

ساتہہی وہ طلب دنیامین منہمک تہے۔

دوسری غلطی کے اسباب عدم فہم تصوف وغیرہ ہین۔

دوسری غلطی یون پیدا ہوئی ہے کہ ایسے لوگون نے نہ تصوف کو صحیح طور سے سمجہا تہا نہ مذہب کو متعلق سمجا اور نہ احکام صوم وصلواۃ وغیرہ کے۔ اسکے ساتہہ وہ اسباب شامل ہوگئے جو پہلی غلطی کے اسباب کے ضمن مین ابہی بیان کئے گئے۔

تیسری اور چوتہی غلطی کا سبب ناواقفیت اور حیرت ہے

تیسری اور چوتہی غلطی کے دو سبب ہین (۱) ناواقفیت کچہہ تو ناواقفیت صحیح معنی سے ہے لیکن جسقدر واقفیت ہے اوسمین سے بہی نتیجہ غلط نکالا جاتا ہے (۲) حیرت کارخانہ الہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ اکثر لوگون کو اوسپر غور کرنے سے ایسی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ وہ حیرت عقل اور فہم صحیح کو اپنا عمل کرنے سے باز رکہتی ہے۔

پانچوین غلطی ان اسباب کا لازمہ ہے

پانچوین غلطی ان سب اغلاط کا لازمہ ہے تاہم غلطی اول کا دوسرا سبب اسکا خاص ذریعہ ہے۔

تفصیل اسکی کہ یہ غلطیان کیون غلطیان ہین۔

اب ان غلطیونکے غلطیان ہونے کی تفصیل بیان کیجاتی ہے۔

پہلی غلطی کی نسبت اول اسباب مین اغلاط کے شمول کی تفصیل کرنا ضرور ہے اسکے بعد حقیقت غلطی اول کی بیان کیجائیگی یعنی اوسکے غلطی ہونے کے وجوہ۔

سبب اول مین غلطیون کی تفصیل - اور بیان فرق تدبیر سلطنت و مذہب -

سبب اول تدبیر مملکت بادشاہت اور حکومت کی تدبیر ہے - مذہب عبودیت اور بندگی کی - حکومت مین غرض یہ ہوتی ہے کہ سلطنت مضبوط ہو - اور بندونمین جہانتک ایک کو دوسرے سے تعلق ہے امن باقی رہے - ہر واحد کی ذات بحیثیت ذات متعلق نہین ہوتی مذہب مین غرض یہ ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے پہچاننے کے ذریعہ سے اور اوسکے یاد کرنے کے ذریعہ سے اپنی ذات کی اصلاح کرے جسمین اصلاً مقصود اپنی ذات ہے تبعاً دوسرون کی - پس اصول مملکت مین جب اپنی ذات کی درستی اصلاً داخل نہین تو اصول مذہب مین اصول مملکت داخل کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ ہمنے اپنی ذات کی درستی سے قطع نظر کرلی ہے - افسوس ہے کہ لوگ ہوس پسند افعال حکام وقت و تدابیر سلطنت مین ایسے منہمک ہوئے ہین کہ اپنی خبر یعنی ذات کی نہین لیتے - ہمارے حکام وقت وہ تدبیرین سلطنت کی کرتے ہین جو عمدہ ہین اور ہندوستان کے لئے خصوصاً مناسب ہین - مگر ہماری نظر مین اونمین سے بہت سے اپنی مذہبی درستی سے غافل ہین - گو اپنے نزدیک وہ اس سے ہی غافل ہون یا نہون - پس پسند و تقلید کرتے وقت یہ بھول جانا نہین چاہئے کہ ہم کس بات مین تقلید کرتے ہین - اگر اونکی تقلید ہر امر مین کرنا مقصود ہے تو اس بحث مین داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ رحیم ہے اور دوزخ ہے یا نہین - جیسا اونکا خیال ہے اوسپر پورا عمل کرنا چاہیے کہ خدا صرف سبب اول ہے آیندہ دُنیا سے بے دخل ہے - اونمین سے بہت سے ایسے بھی ہین کہ باوجود بڑے مُدبرانِ سلطنت ہونیکے

مذہب مین پختہ ہین چنانچہ جناب گلیڈاسٹون صاحب - کہ اونکی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ وہ مذہب نرکہتے تہے اور اوسپر پورا عمل نہ کرتے تہے -

سبب دوم کی غلطیون کی تفصیل اور اسلام مین ریچ دہی کا منع ہونا

سبب دویم آجکل ضرور یہ ہورہا ہے کہ جو لوگ بیجا اوری رسوم دیگر مذاہب مین ہرج ڈالتے اور رنج پہونچاتے ہین وہ مذہبی خیال کئے جاتے ہین - مگر حقیقتہً دیکہنا چاہئے کہ وہ لوگ نافہم متعصب ہین یا صحیح طور پر مذہب مین پختہ ہین - اور تعصب و پختگی مذہب حق مین فرق کرنا چاہیے - تعصب یاری کردن و پشتی کردن کو کہتے ہین جسکی غرض یہ ہے کہ بلا امتیاز صحیح و غلط اپنی بات کی پچ کرین - امر حق کی تائید خود اوسکی حقیت اور صحیح ہونے سے ہوتی ہے - پچ کرنے کی ضرورت نہین - یہ ضرورت صرف امر ناحق کے لئے ہوتی ہے - چنانچہ ہمارے زمانہ مین بہی تعصب کا مفہوم کہینچا اور تائید امر غلط کی کرنا ہے - امر صحیح کو صحیح ماننا اور اوسپر سختی سے عمل کرنا ہر صحیح ماننے والے کے لئے لازم ہے - ورنہ جسقدر اوسمین سختی نہوگی اوسیقدر اوسکی صحت مین یقین کی کمی ہوگی - مثال دونون حالت کی یہ ہے کہ ہمنے اپنے گہوڑے کو مان لیا ہے کہ ہمارا گہوڑا اچہا ہے - لوگ کہتے ہین کہ وہ اچہا نہین اسلئے کہ وہ کہڑا ہوکر اولٹ جاتا ہے - دوردم نہین - ہم نہین سنتے - جواب دیے چلے جاتے ہین کہ وہ اچہا ہے - اعتراضات غلط ہین - اولٹ جانے مین گہوڑے کا قصور نہین جب تم لگام سخت کہینچوگے اولٹ جائیگا - دوردم ہونا عیب نہین - وہ گہوڑا امیرانہ ہے قاصد تو نہین ہے - ظاہر ہے

کہ جس گھوڑے مین یہ عیوب ہون وہ اچھا گھوڑا نہین - سواری مین خطرہ ہے اور وہ پوری سواری نہین - پس ایسی تائید تو تعصب ہے - لیکن اگر وہ گھوڑا حقیقت مین اچھا ہے تو اوسپر اعتراضات اگرچہ ہون رنگ جواب دوسرا ہوگا - یعنی کہینگے کہ گھوڑا اولتا نہین - چڑھ دیکھیئے - دور دم ہے ساٹھ کوس لیجا کر دیکھئے - اسکے یہ معنی ہین کہ خوبی گھوڑے کی خود ظاہر ہوکر سچی بات کی تائید کریگی اور اوسکی نسبت جو جواب ہوگا او سمین سختی اور زور موجود ہوگا اور وہ تعصب نہوگا - پس غلطی یہ ہے کہ جو لوگ ناقہم متعصب ہین اونکے افعال ذریعہ اوس پختگی کے چھوڑنے کا گردانے جاتے ہین جو امر حق کے ساتھہ لازم و ملزوم ہے کبھی جدا نہین ہو لی جدائی اوسیوقت ہوتی ہے جب امر حق کو صحیح جاننے مین شبہ ہو -

اب یہ بتلانا چاہیے کہ مذہب اسلام مین ایذادہی و رنج دہی ممنوع ہے - جو ایسا کرے وہ مذہب پر عمل نہین کرتا - اللہ تعالی نے نسبت اہل کتاب کی ارشاد فرمایا ہے وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ترجمہ اور مسلمانون اہل کتاب کے ساتھہ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی عمدہ ہو - اور فرماتا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ترجمہ یعنی مت برا کہو ان لوگوں کو جو پکارتے ہین سوا اللہ کے پس برا کہنے لگینگے اللہ کو تعدی سے بغیر علم کے - جناب رسولخدا صلعم نے جس طریقہ رحیمانہ کا برتاؤ کیا قرآن اور تاریخ دونون اوسکے شاہد ہین - قرآن کی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا

من جوالك ترجمہ اور بیشک آپکا اخلاق بہت ہی بڑا ہے - اگر آپ سخت اور درشت قلب
ہوتے تو لوگ آپکے پاس نہ پھٹکتے تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اعجاز التنزیل مین متعلق
فتح مکہ کے تاریخ کا یون خلاصہ کیا ہے - اب مکہ اور اہل مکہ سب آپکا مال تھے اور جو ظلم اونہون نے
آنحضرت اور صحابہ پر کیے تھے وہ ہر کسیکو معلوم تھے پس آپ چاہتے تو سب کو لونڈی
غلام بنا لیتے اور جسکو جو سزا چاہتے دیتے - مگر اللہ رے رحم و کرم - کہ آپ نے اون باتون
کو بھلا دیا - اور اہل مکہ سے وہی برتاؤ کیا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیون سے کیا تھا
اور اونکو مخاطب کرکے فرمایا - لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ
ترجمہ یعنی آج سے مینے اپنے قصور تمکو معاف کیے خدا جو سب سے زیادہ رحم والا ہے وہ بھی
معاف کرے - اور پھر فرمایا - اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ یعنی جاؤ مینے تم سب کو آزاد
کیا دیگر معاملات مین آنحضرت صلعم کی یہ حالت تھی کہ مورخ عظیم الشان جناب
گستاولی بان نے لکھا ہے کہ حضرت نہایت نیکنام تھے اور آپکی نیکی اور آپکے اخلاص
نے قریش مین آپکو امین کا خطاب دلوایا تھا" - اونکے مطیعون کی نسبت اسی عالم نے
لکھا ہے - "وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب و رسوم و اوضاع
کی پوری طرح سے حرمت کیجائیگی" پس جو لوگ صحیح طور سے پیرو دین محمدی کے ہین
اونسے بیخ دہی اور جھگڑے سے کیا تعلق ہے -

مجھے وہ قصہ یاد ہے کہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے ایک نواسہ میری یاد کے زمانہ
کے قریب دہلی مین رہتے تھے - ایک شخص نے جو چوک کے قریب جہان ہنود آباد ہین

رہتا تھا بعد اپنے ایک مکان چھوڑا اور اوسکی نسبت وصیت کی کہ اسکو کارخیر مین مولویصاحب موصوف صرف کرین۔ مسلمانون نے کہا کہ اس مکان کو منہدم کرا دیجیے تاکہ ہم لوگ یہان مسجد بنواوین۔ اہل ہنود کو وہان مسجد بننے سے تکلیف تھی اور فساد کا اندیشہ۔ سب ہندو لوگ مولویصاحب کے پاس جمع ہو کر آئے اور درخواست کی کہ مکان کی بیع ہمارے ہاتھہ کر دیجائے۔ مسجد نہ بنائی جائے۔ مولویصاحب اوس مکان پر تشریف لے گئے اور اوسے دیکھہ کر مسلمانون سے فرمایا کہ بھائیو تم یہان مسجد نہین بناتے لڑائی کا گھر بناتے ہو۔ اور یہ فرما کر مکان کی بیع کا تکملہ ہندون کے نام کر دیا۔

جہاد کی بابت مجھے بیان ذکر کرنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ جسقدر جہاد جناب رسول خدا صلعم نے فرمائے وہ ذریعہ بقا اسلام کا بذریعہ بقا اہل اسلام کے متارنج وہی لو کار ہدایت مین مارج ہوتا ہے۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام کی وہ حکایت مشہور ہے کہ آپنے جب ایک کافر کو زیر کیا اوسنے آپکے ساتھہ گستاخی کی اور روے مبارک کی طرف لعاب دہن پھینکا۔ آپ فوراً جدا ہو گئے اور اسلیے وہ مسلمان ہو گیا۔ پس یہ جہاد ہے۔ اور یہ نفس کُشی ہے۔ اور یہ ہدایت کی رسوم ہین۔ جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی یعنی ہر حال مین انصاف کرو کہ وہ پرہیزگاری سے بہت قریب ہے جو مسلمان ہے وہ اس حکم سے باہر اور جدا نہین ہو سکتا۔

سبب سوم پہلے آزادی کے معنی کی تحقیق ضرور ہے حریت[۱]۔ آزادی[۲]۔ لبرٹی[۳] liberty تین مختلف زبانون کے لفظ ہین۔

سبب سوم کی غلطیون کی تفصیل

آزادی کے معنی لغت عرب سے

حرار کے معنی صراح مین آزاد شدن بندہ کے ہین۔ یعنی غلام کا آزاد ہونا حُرّیّۃ کے معنی آزادی اور آزاد مردی و اصلی شدن کے لکھے ہین۔ حر کے معنی آزاد و آزادہ کے ہین۔ وما ھذا بحر منك کے معنی یہ ہین کہ کیا یہ تجھسے بہتر اور خوبصورت نہین ہے۔ صاحب قاموس نے لکہا ہے خلاف العبد وخیار کل شی رجل بین الحروریۃ یعنی حر ضد غلام کی ہے۔ اور ہر چیز مین سے جو بہتر ہو اوسے کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین رجل بین الحروریۃ یعنی فلان شخص سے حروریت ٹپکی پڑتی ہے۔

آزادی کے معنی لغت فارسی سے

آزاد کے معنی لغات فارسی مین یہ لکھے ہین (۱) وہ شخص جو جو مملوک نہو۔ (۲) راست یعنی سیدہا جیسے سرو۔ (۳) مجرد۔ (۴) بے عیب (۵) کامل۔ مصرع۔ سرو ہرگز چنین نرفت آزاد۔ کے معنی مین اختلاف ہے کہ سرو بسبب سیدہا ہونے کے آزاد کہلاتا ہے یا اسلئے کہ اوسے آسیب خزان نہین پہونچتا۔ اسیطرح سوسن کو آزاد کہتے ہین۔ یا اسلئے کہ سفید ہے اور بار رنگ سے آزاد ہے یا اسلئے کہ پتے اوسکے سیدہے ہوتے ہین۔ آزاد اوسے کہتے ہین جو دوسرے کے قبضہ سے چہوٹ کر آزاد ہوا ہو۔ آزادہ اوسے کہتے ہین جو اس طرح آزاد نہوا ہو مگر خود مختار ہین اوس مین ہو۔

آزادی کے معنی لغت انگریزی سے

Freedom Liberty

لغات انگریزی وار دو مین آزادی ترجمہ لبرٹی اور فریڈم کا ہے لغات انگریزی مین کافی ہوگا کہ ویبسٹر صاحب کے معنی نقل کیے جائین۔ (۱) معنی عام اس لفظ کے یہ ہین کہ جسم اور طبیعت یا افعال ذہنی اون چیزون سے

پاک ہون جو اونکے افعال پر بطور بالغ اثر کرتے ہون مثلاً جسم کی آزادی یہ ہے کہ اوسے آزار یا ضعف نہو۔ طبیعت یا قوت فکری کی نسبت آزادی کا اطلاق اوسوقت ہو گا جب اوپر کسی چیز کی روک نہو۔ یا اوپر کوئی حاوی نہو۔ چنانچہ نعمت آزادی حاصل ہونا اوسوقت کہین گے جب کوئی جسمانی قوت اون قوتون کے روکنے کا یا ذہن پر موثر ہونے کا عمل نہ کرتی ہو۔

Naturalliberty
(۲) نیچرل لبرٹی یعنی قدرتی آزادی اوس حالت کو شامل ہوتی ہے جسمین قوت ابسات کی حاصل ہو کہ جو فعل مناسب معلوم ہو اوسکو بغیر کسی روک کے یا دوسرون کی حکومت یا اقتدار کے عمل مین لاسکین۔ باستثنار قانون قدرت کی روک یا اقتدار کے۔ یہ آزادی اوس حالت کا نام ہوا جسمین کسی دوسری کا دباو نہو اور اصلی قوانین یا قواعد تمدن کا بھی نہو۔ اس قسم کی آزادی جب کوئی گورنمنٹ قایم ہوتی ہے محدود ہو جاتی ہے۔ قدرتی آزادی مین جب اس قسم کے قیود قایم کئے جائین جو عامہ خلایق کے لئے مصلحت نہون سختی یا ظلم ہونگے۔

Society Society Civil liberty civil
(۳) سول لبرٹی وہ آزادی ہے جو نظر بحالت سوسائٹی یا نیچرل لبرٹی کے حاصل ہو اور وہین تک وہ آزادی محدود ہو جہان تک نظر بہ آسایش و اغراض سوسائٹی کے اور سلطنت یا قوم کے ضروری ہو۔ وہ روک جو قدرتی آزادی مین لگائی جائے جسکی ضرورت نہو یا مناسب نہو ظلم یا دباؤ ہوگا پس معنی سول لبرٹی کے وہ حالت ہوئی کہ دوسرون کی اون خواہشون سے جو نامقید ہون انسان بچا ہوا ہو۔ یہ بچنا اور استثنار وہ ہے جو بذریعہ

قوانین کے محفوظ رکھا جاتا ہے اور جس ذریعہ سے کوئی شخص دوسرے شخص کو ضرر نہین پہونچا سکتا۔ اسلئے قانون کی روک سول لبرٹی کے لئے ضرور ہے۔

Political
(۴) پولٹیکل آزادی (یعنی ملک کا آزاد ہونا) کبھی مرادف سول لبرٹی کا ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح معنی اوسکے قوم کے آزاد ہونے کے ہین۔ اور وہ اوس حالت کو کہتے ہین کہ قوم دوسرے کی محکوم نہو اور ایسی حالت ہو کہ دوسری قوم کو اوسکے حقوق کے محدود کرنے کا اختیار نہو اسی معنی مین یورپ کے ملک اور اقوام یورپ کی آزادی کا اطلاق ہوتا ہے۔

Religious
(۵) رلیجس آزادی یعنی مذہبی اوسے کہتے ہین کہ اعمال مذہبی کے کرنے کی بغیر کسی قید کے قدرت حاصل ہو۔ اور جس اہل مذہب کا جو طریقہ عبادت ہو وہ اوسکے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے۔

Meta-Physics
(۶) لبرٹی ان مٹافزکس۔ یعنی علوم الٰہیات و قدرت کے متعلق آزادی جب ضد ضرورت کے معنی مین لیجاے اوس قوت کو کہتے ہین جو عامل مین اختیار عمل یا منع عمل کے لئے مطابق اپنے ارادہ کے باعث ترجیح و اختیار افعال ہو۔ فریڈم آف ول ترجمہ لبرٹی کا ہے
Freedom of Will
(یعنی آزادی ارادہ کی) یعنی وہ حالت جو کسی روک یا مانع سے ارادہ یا قوت ارادی کے مقید نہو۔

Liberty
(۷) لبرٹی اوس استحقاق عام کو کہتے ہین جو کسی مجمع کو کسی رسم یا کرسے مستثنیٰ ہونیکا ہے جیسے آزادی تجارتی شہرون کی۔

(۸) اجازت یا رخصت حاصلہ کو بھی آزادی کہتے ہین جیسے گواہ کو اجازت ہوگئی کہ

کچہری سے چلا جاوے۔

(۹) ایک زمانہ جسمین کسیکو اجازت ہو کہ بغیر روک ٹوک کے گذر جاوے جسکے علاوہ آمدورفت جواز رکہتی ہو۔

(۱۰) ایسی آزادی عمل یا تقریر کی کہ تہذیب یا شائستگی کے باہر ہو۔ چنانچہ بولا جاتا ہے کہ عورتون کو نامناسب آزادی ترک کرنی چاہیے۔

To take liberty
ٹوٹیک لبرٹی کے معنی ہین وہ بات کہنی یا وہ فعل کرنا جسکی اوسوقت اجازت نہ لی گئی ہو۔

To sit at liberty
ٹوسٹ ایٹ لبرٹی کے معنی ہین قید سے رہائی۔

To be at liberty
ٹوبی ایٹ لبرٹی کے معنی ہین موانع سے آزاد ہونا۔

پریس کی آزادی یہ ہے کہ طبع کتب واخبارات مین اسبات کا اختیار حاصل ہو کہ جو چاہے چہاپے اور جو دلمین آئے لکہے۔ صرف یہ قید ہو کہ جو شخص اس آزادی کو بری طرح کام مین لائے وہ سزا پاوے۔ مفسدانہ کتب یا مضامین نہ چہاپے جائین۔

عربی اور فارسی اور انگریزی کے سیاق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وسعت معنی آزادی مین رفتہ رفتہ پیدا ہوئی ہے اور غلط ہو گئی ہے۔

ان سب تعریفات کو ملا کر دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آزادی ایک خاص چیز تہی رفتہ رفتہ اوسکے معنی مین وسعت پیدا ہوئی ہے۔ عربی مین آزادی اور حریت ضد غلامی کی تہی اوسکے بعد معنی اوسکے خیاد کل شئی کے ہو گئے فارسی مین بہی یہی معنی تہے اوسکے بعد معنی اوسکے مجرد و بے عیب کے ہو گئے چنانچہ رجل بین الحریۃ

وآزادہ کا مفہوم ایک ہے تاہم یہ وسعت کمال اور خوبی کے قیود سے محدود رہی۔ اہل یورپ نے جو معنی بتلائے ہین بظاہر اونمین کوئی قید کمال و بے عیب ہونے کی نہین ہے کیونکہ خلاصہ اونکے معنی کا یہ ہے۔ وہ حالت جسمین قوت صدور افعال جسمانی و ذہنی کی باستثنار بعض قیود ناگزیر کے جملہ ایسے قیود سے پاک ہو جو قوت مذکورہ کی روک یا مانع ہون۔ قیود ناگزیر مین کمال وخوبی داخل نہین ہوسکتے اس وسعت پیدا ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ پچھلے زمانہ کے لوگ کسی نہ کسی مذہب کے پابند ہوتے تھے اسلئے قوت فکری مذہب سے باہر جانے کے متعلق مذہب سے مقید تہی۔ قوت جسمانی طرح طرح کی سختی حکومت اور اوسکی خرابیون سے ایسے قیود مین مبتلا رہتی تہی (مثلاً جب راستے لٹتے ہون ہوا کہانے کو جانا دشوار ہوگا صرف جانون کی پڑی ہوگی) کہ خیال آزادی آنا دشوار ہوکر رعایا کو مثل غلامون کے رہنا طبیعت ثانیہ ہوگئی تہی۔ یہانتک اس حالت کا زور تہا کہ اکثر لوگون کی یہ رائے ہوئی کہ ہم جسقدر اختیار صدور افعال کا رکہتے ہین حقیقت مین وہ بہی حاصل نہین ہے۔ بلکہ ہماری ایسی حالت ہے جیسے کلون کی۔ اور وہ ایک مذہب ہوگیا تہا۔ چنانچہ وہ فرقہ جسے جبریہ کہتے ہین اسوقت بہی بتعداد کثیر سن پایا جاتا ہے یہانتک یہ خیال بڑہا تہا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔ **شعر**

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ	بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

پس بیشتر اشخاص کے دلمین ایسی حالت کا وجود نہ تہا۔ بلکہ تصور بہی اس حالت کا آسکتا تہا کہ کوئی فرد بشر ان معنون مین آزاد ہی اگر آتا ہوگا اسطرح آتا ہوگا کہ جیسے ہم کبہی خواب دیکہین

کہ پرندون کی طرح اوڑ کر ایک مکان سے دوسرے مکان مین چلے جارہے ہین اور
جب آنکھہ کھلے اور دیکھین کہ پلنگ پر لیٹے ہین تو معلوم ہو کہ اضغاث احلام تھے۔ اگر
کسیکے دل مین یہ خیال بیداری مین آتا ہوگا اور اونکو جو خود سر بادشاہ یا رئیس تھے۔ وہ ان
خیالات کو ظاہر نکر سکتا ہوگا۔ اگر اونکو لکھتا ہوگا تو مطابع کے نہونے سے وہ ایسی شہرت
نہ پاسکتے ہونگے کہ اوسکے خیالات عام ہون۔ جب سے قوانین اور قواعد کی پابندی شروع
ہوئی اور وہ جابرانہ طریقہ جاتا رہا لوگون کے دلون مین یہ خیالات پیدا ہونے لگے کہ ایسی
حالت کا بھی وجود ہے جسمین افعال ذہنی و جسمانی موانع و مزاحمات سے پاک ہوتے ہین
معلوم ہوتا ہے کہ جب سے انگریزی زبان مین علوم آئے اور فلسفیت پیدا ہوئی اوسنے
قوت فکری کی نسبت قیود مذہب کو کم کر دیا۔ قوت ہاے جسمانی کی روک قانون کے
ذریعہ سے کی گئی مگر جتنے افعال جسمانی آزاد قوت فکری کی تعمیل حکم مین خلاف قانون نہون
وہ بغیر مزاحم کے خیال ہونے لگے۔

جو تعریف آزادی کی اہل یورپ نے کی ہے اوسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو طرح
کی ہے ایک تعریف مطلق دوسری تعریف اقسام۔ اور دونون قیود سے خالی نہین
ہین اور سب سے قید بے عیب ہونے کی نکلتی ہے گو قید کمال کی نہین نکل سکتی۔ تعریف مطلق
جسمین نیچرل آزادی شامل ہے۔ قانون قدرت اور گورنمنٹ کے قیود سے محدود ہے
Liberty of Phyries
اقسام یعنی سول لبرٹی۔ و پولٹیکل لبرٹی و رلجس لبرٹی۔ و لبرٹی آن سٹافیزک و لبرٹی آف
پریس و آزادی ارادہ کی و آزاد ہونا قید یا عدالت سے۔ یا بغیر اجازت کام کرنا جیسے مجامع

وغیرہ مین - اونمین جو آزادی ہے وہ خود ایک خاص طرح کی آزادی ہے اور معنی اوسکے یہ ہین کہ وہ اوس حالت کا نام ہے جسمین کوئی خاص طرح کی قید یعنی موثر موجود نہو۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ سول لبرٹی کا بڑا جزو قانون اور رسوم قومی ہین جنکے ذریعہ سے وہ آزادی باقی رکھی جاتی ہے - قوانین و رسوم کے اعتبار سے کوئی آزادی باقی نہین رہتی بجز اوسقدر کے کہ خلاف قانون یا رسوم کام نہ کرین - یہ سخت قید ہے اور وہ خاص حالت کا نام ہوا - پولٹیکل لبرٹی ایک قومی حکومت کی حالت ہے جو دوسری قومون کے تحت اقتدار نہونے کو کہتے ہین اور وہ بھی ایک خاص حالت ہے - اور اسیطرح باقی آزادیون کی حالت ہے - مثلاً جیلخانہ سے چھوٹ کر پھر بھی قانون و رسوم کی قید مین رہنا - یا کسی وقت خاص مین عرض معروض کی آزادی لینا -

پس صاف معنی اس تعریف کے یہ ہین کہ قواے جسمانی و ذہنی امراض سے پاک ہون اور انسان کو ایسی قدرت و مکنت حاصل ہو کہ وہ ایسے کام جو نامناسب نہون جہانتک اوسکی قدرت مین ہے کر سکے - یہ قدرت اچھی سلطنت اور زمانہ امن مین حاصل ہوتی ہے اور اچھی چیز ہے - لیکن اس خیال کا اسقدر زور بڑھا ہے اور معنی مین اسقدر زیادہ وسعت پیدا ہو گئی ہے کہ زمانہ حال کی آزادی کی تعریف اور معنی یہ ہین کہ آزادی وہ حالت ہے جسمین انسان افعال ذہنی یا جسمانی کو مطابق اپنے مرضی کے صادر کرنے پر قادر ہو - خواہ وہ مناسب ہون یا نہون جسکا دوسرا مفہوم وہ ہے جسے نامقیدی کہتے ہین اور اوسکے مفہوم مین تمام قوانین قدرت و گورنمنٹ کی حدود و رسوم کے قیود کا توڑنا اور توڑ سکنا داخل ہے

یہ تعریف نہ انگریزی کی ہے نہ فارسی کی نہ عربی کی۔ آیندہ اسکا نام آزادی مصطلحہ ہوگا
یہ وسعت اسطرح پیدا ہوئی ہے کہ عاقلانہ حکومت نے جب امن قایم کیا اور اوس ذریعہ سے
نمایاں ترقیات ہوئین چونکہ اصلی روک ولوگون نہ تھی۔ یعنی خدا کا ڈر۔ تو ہر شخص چاہنے لگا کہ
جہانتک ہوسکے موانع اور مزاحمات کم کیے جائین جسقدر کم ہونگے ہم وہ کرسکینگے جسکے
کرنے کو ہمارا دل چاہے۔

ثبوت اسکا حالات زمانہ ہین۔ کیونکہ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ وہ
افعال جنکو قوانین ورسوم نے منع کیا تھا جب سزا کا ڈر نہو قابل عمل ہوگئے ہین۔ ظاہر ہے
کہ خواہش ہاے نفسانی بڑے زور کی ہوتی ہین۔ اور پابندی تکلیف وہ چیز ہے اگر غور
سے دیکھا جاے انسان مین اللہ تعالی اسنے اختیار صدور افعال کا دیا ہے اور آزاد نہین کیا
بہلائی کے لئے ثواب اور برائی کے لئے عذاب بنایا ہے اور کوئی حالت افعال جسمانی
کی آزاد نہین ہے۔ افعال ذہنی کی حالت البتہ آزاد ہے۔ جوایجاد کرے جوبات عمدہ نکالے
نکال سکتا ہے مگر وہین تک جہانتک خوبی ہے۔ جو خیالات تضییع اوقات ہون وہ بہی اچہے
نہین ہین۔ پس ظاہر ہے کہ اس تعریف کے لئے جو کی گئی ہے صحیح لفظ اختیار ہے نہ
آزادی۔ کیونکہ جب اللہ تعالی کے ہم بندہ ہین آزاد نہین ہین۔ جب ہم ایک بادشاہ کی
رعایا ہین آزاد نہین ہین۔ صرف اختیار اس بات کا ہے کہ ہم افعال صادر کرسکتے ہین۔
اور وہ اختیار صرف اسی لئے ہے کہ ادنی حالت سے اعلی حالت پر ترقی کرین۔ اختیار
کو بری طرح کام مین لائینگے تو سزا ہوگی۔

جب صحیح یہ حالت ہو تو معلوم ہوگا کہ جسقدر طباعی اہل یورپ نے تعریف آزادی مطلق مین فرمائی ہے اوسقدر صحیح نہین ہے جیسی ہونی چاہیے کیونکہ پورا غور قیود و موانع اور مزاحمات پر نہین کیا ہے - وہ اسقدر زیادہ ہین کہ اونکو ملا کر دیکھنے سے کوئی حالت افعال ذہنی یا جسمانی کی یا آزاد حالت بالمعنی الاعم باقی نہین رہتی - یا ایسے قیود ہر وقت موجود ہوتے ہین جنپر عمل کئے بدون چارہ نہین - یا عمل کرنا مناسب ہوتا ہے -

موانع و مزاحمات **قوت ہاے جسمانی** کے اتنے زیادہ ہین جنکا حصر مشکل ہے - بعض یہ ہین - **اول** یہ کہ قوتین انسان کی مختلف اور محدود ہین کسی مین ایک من بوجہ اوٹھانے کی طاقت ہے - کسی مین دو من کی - مگر کسی مین پچاس من بوجہ اوٹھانے کی طاقت نہین - پس وہ حد جو ہر وقت ہر قوت مین لگی ہوئی ہے ایک مزاحم موجود ہے کہ اوس سے زیادہ قوت کام نہین دیتی - اپنی حد مین آزاد ہونا کچھہ نہین ہے - جیسے جینٹی - صریح ہے کہ ضعف قوت خلاف آزادی ہے - **دوسرا مزاحم** عادت اور مشق صرف قوت ہے مثلاً ایک بھرے کلکٹر کا سررشتہ دار تین چار گھنٹے اتنے زور سے مثل سنا سکتا ہے کہ دوسرے سررشتہ دار کو جسے عادت نہو ممکن نہو - مرثیہ خوان ۶ گھنٹہ زور سے مرثیہ پڑھتے ہین دوسرے نہین پڑھ سکتے پس یہ حد مزاحم ہے - **تیسرا مزاحم** تعلقات اور حالات ہین - مثلاً اسوقت دل سیر کرنے کو چاہتا ہے مگر سیر کیجیے تو شام کو بچون کے لئے کہانے لائے کہ کہائین - اور اپنا پیٹ کس چیز سے بھرے - اس سیر سے اپنی اور بچون کی سیری

رک جائیگی اور وہی مزاحم ہے ۔ مثلاً پیشاب کی ضرورت ہے مگر حیا مانع ہے کہ مجمع مین
ستر نہ کہولا جاے ۔ مثلاً جاڑہ مین باہر نکلنا یا گرمی مین باہر نکلنا ۔ اوس سے فالج اوس سے
لون لگنے کا ڈر مانع نکلنے کا ہوتا ہے چوتھا مزاحم قانون اور قواعد ہین ۔ قوانین ایسی چہوٹی
چھوٹی باتون کے لیے ہین کہ کوئی آزادی درحقیقت موجود نہین ۔ قواعد سوسائٹی جسکی تفصیل
ضروری آگے ہوگی ۔ ایسے ایسے خفیف خفیف امور کے متعلق ہین کہ آدمی بستہ
سمجھا جاتا ہے ان امور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حالت علی الاطلاق انسانین
ایسی نہین ہوتی جو موانع و مزاحمات سے خالی ہو ۔

موانع اور مزاحمات قوت ذہنی کے بہی ایسے ہی کثرت سے ہین جیسے جسمانی
کے اور وہ کثرت ہی قابل حصر نہین ۔ بعض مزاحم یہ ہین ۔ اول تفاوت مراتب اذہان ۔
دوسرے اونکی غلطیان تیسرے وہ حالت جنہین آدمی ہے ۔ چوتھے
اوسکی معلومات پانچوین مرز بوم کا اثر ۔ یہ سب بعض چہپے ہوئے بعض ظاہری ایسے
مزاحمات ہین جو ہر وقت موجود ہین اور کوئی فرد بشر ان سے خالی نہین ۔ اگر یون کہین شاید
مناسب ہوگا کہ وہ آزادی جسے اب آزادی کہتے ہین دوسرا نام جنون کا ہے جس حالت
مین آزادی مطلق حاصل ہوتی ہے ۔ کیونکہ مجنون اپنے آپ کو بحالت جنون مریض نہین
جانتا اسلئے جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ شعر

اے جنون گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی	فارغ از رسم و رہ گبر و مسلمان کردی

الغرض اس زیادتی وسعت سے طرح طرح کی خرابیان پیدا کی ہین جو بعض

دست کی خرابیان

بیان کیجاتی ہین۔

اول آزادی مذہب سے

اول سب سے پہلا کام آزادی کا خیالات مذہب سے آزاد کرنا ہے۔ کیونکہ جب قانون اور گورنمنٹ کی سزائین کافی روک برائیون کا نہین ہوتین توجس چیز کی روک سے وہ کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ علاوہ بران مذہب پر چلنا آسان ہی نہین ہے۔ آزادی آسانی چاہتی ہے۔ یہ شر عظیم ہے اسلئے کہ مذہب دل مین ایک ڈر پیدا کرتا ہے جو انسان کا اصلی مزاحم صدور افعال قبیحہ کا ہوتا ہے۔ خوبی اس ڈر مین یہ ہوتی ہے کہ معاملات انسانی درست ہوجاتے ہین۔ اور آدمی اس ڈر کے ذریعہ سے تمام مخوفات سے بیخوف ہوجاتا ہے یہانتک کہ جان دینے کی قابلیت آجاتی ہے۔ اس ڈر کی اتنی بڑی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ جناب باری تعالی نے اسکی قرآن مجید مین تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ یہانتک تاکید ہے کہ جہان یہ ارشاد فرمایا ہے کہ معاملات لکھے جایا کرین وہان یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو یعنی باوجود سب احتیاطون کے اللہ سے ڈرنا مقدم تر ہے وجہ اسکی ظاہر ہے کہ قبالجات لکھنا ہی بے ایمانون کو کافی نہین۔ رجسٹری کا محکمہ ہوگیا وہ بھی کافی نہین۔ ظاہری ایماندار تک یہ چاہا کرتے ہین کہ قبالون اور وثیقون کی ایسی عبارت ہو کہ ایک کا ناواجب ضرر دوسرے کا ناجائز نفع ہو۔ پس وہ خیالات جو اس ڈر کے مخالف ہون ضرور نہایت ناستحسن ہونگے آزادی کے ساتھ پہلا خیال یہی ہوتا ہے۔

جن لوگون نے اس ڈر پر نظر تعمق کو کام فرمایا ہے وہ اسکی عظمت کے قائل ہوئے ہین

چنانچہ فیلسوف عظیم الشان گستاولی بان نے لکھا ہے "یہ خلاقین ترقیات خیالی بلاشک بعض اوقات توہمات وتخیلات کے پابند ہوجاتے ہین لیکن اگر اونکے توہمات اور تخیلات نہوتے تو ہم ہرگز اتنی ترقی موجودہ کے درجے پر نہ پہونچتے" جو لوگ کہتے ہین کہ پابندی قوانین سوسائٹی سے کام چل جاتا ہے اوسکی بابت اسمقام پر اسیقدر لکھنا کافی ہے کہ سزا روک ہے اور جزا ترغیب ہے - پس اچھے کام کرانے کی تدبیر کے یہ دو جزو ہین جب ایک کو ترک کیا جائیگا تدبیر کا نصف جزو متروک ہوجائیگا سوسائٹی سے اخراج برائے نام سزا ہے اور اون لوگون مین محدود ہے جو قابل سوسائٹی کے ہون -

علاوہ برآن وجود خداوند عالم اسقدر ظاہر ہے کہ اب بہت سی مخلوق بظاہر موحد ہے - اور اللہ تعالٰے کو ایک جاننے کی مدعی ہے کسقدر بے خوفی ہے کہ آدمی اللہ تعالٰی کو دُنیا سے بے تعلق جان لے - سوچنا چاہیے کہ اگر تعلق نکلا تو ایسے خیال والون کا کیا حال ہوگا -

اسی ڈر نہونے سے اور اسی کمزوری کے دور ہوجانے سے افعال قبیحہ کی تعداد بہت بڑھگئی ہے - ظاہر ہے کہ جسقدر قوم مین عقل بڑھتی ہے تدبیرین اپنی خواہشون کے برلانے کی اور قوانین کی سزاؤنسے بچنے کی بھی بڑھ جاتی ہین - قوانین نازک کئے جاتے ہین مگر کافی نہونا اونکے روز روز تبدیلی سے ظاہر ہے - گو روز ضرورتین بھی بدلین - اگر ڈر بھی عقل کے ساتھہ ہوتا یہ حالت نہوتی اور اوسوقت عقل ڈر کو معدوم نہ کرتی - چنانچہ ابن بطوطہ نے جو مالدیب جزیرہ کا حال لکھا ہے بیان کرتا ہے کہ نسبت قلت جرایم کے کوئی ملک اسوقت

اوس کا مقابلہ نہین کرسکتا۔ اور جب اوسکی پابندی مذہب کی لکھی ہے۔ یعنی خدا کا ڈر۔

علاوہ برآن مذہب کو کسی قوم کے قوم بنانے مین دخل عظیم ہے۔ کیونکہ قوم کی تقسیم مین آثار مرزبوم اور روحانیات کو سب سے زیادہ دخل ہے۔ مذہب کے ذریعہ سے روحانیات مین وہ وحدت پیدا ہوتی ہے جو بذریعہ تناسل بھی نہین ہوتی۔

دوسرے اصول حسن و قبح کا بدل جانا۔

دوسری آزادی کے لئے اور اوسکے ذریعہ سے ہم اصول حسن و قبح کو بدل رہے ہین یعنی جن چیزونکو ہم پہلے اچھا جانتے تھے وہ بری جانی جاتی ہین۔ یہ ایک شر عظیم ہے۔ اصول مذکور عقلاً قابل تبدیلی نہین ہین۔ دلیل یہ ہے کہ افعال اختیاری مین حسن و قبح کے ذریعہ سے ایک قید لگائی جاتی ہے پس اوسمین آزادی کو داخل کرنا جو ضد قید کی ہے اجتماع نقیضین ہوا۔ اور وہ محال ہے کیونکہ ایک ہی چیز بستہ اور کشادہ نہین ہوسکتی حقیقت مین آزادی کے لئے قیود کو کم کرنے کے زیادہ تر معنی یہ ہین کہ ہم اختیار کو جو بھلائی اور برائی سے محدود ہے صرف جرا بنا تے ہین اختیار کو وسعت نہین دیتے۔ اور افعال مین سے قید حسن کو جدا کرتے ہین۔

شبہ نہو کہ حالات مین تغیر ہونا حکم حسن و قبح کا بدل جانا ہے اور وہی تغیر اصول حسن و قبح کا ہے اسلئے کہ حالات کے ذریعہ سے وہی فعل حسن اور وہی فعل قبیح ہوجاتا ہے اصول نہین بدلتا۔ مثلاً لحاف کی ضرورت کی تبدیلی گرمی و سردی کے لحاظ

سے یا ہوائے سرد کی ضرورت کی تبدیلی فالج ولوون کے لحاظ سے ۔ قتل کے حسن و قبح
کی تبدیلی حکم کے لحاظ سے ۔ ان صور تومین اصول نہین ہر ا یعنی نفع وضرر۔ تاہم بعض
ایسی مثالین بھی ہین جنمین حالات کے تغیر سے حکم حسن و قبح متغیر نہین ہوتا۔ جیسے ظلم کبھی
اچھا نہین ہوتا۔ انصاف کبھی برا نہین ہوتا ہے ۔

تیسرے مذہب اخذ ما صفی کا بیدا ہونا۔

تیسری آزادی سے ایک مذہب خذ ما صفی ودع ما کدر کا پیدا
کیا ہے یعنی جو اچھا ہو کرین ۔ جو برا ہو نہ کرین ۔ اصولاً اچھا ہے مگر
عملاً نہایت غلط اور فرضی چیز ہے ۔ اسلیئے کہ عقول مین تفاوت ہے ۔ ولایل مین وقت
ہے ۔ سخت احمق آپ نے دیکھے ہونگے مصرع کار یوز مینہ نیست نجاری ۔ سنا ہوگا
متوسط عقل کے لوگ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصول اچھائی اور برائی کے قایم کرنے کے
لایق ہین ۔ بڑی عقل کے لوگ جملہ اصول پر نظر بہ ضعف بشری حاوی نہین ہو سکتے ۔
اور وہ معدود چند ہوتے ہین ۔ شرکت آزادی مین عام ہے ۔ پس معنی یہ ہوئے کہ ہر جاہل
اور احمق اصول بنانے والا ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا مین اصول ایک دوسرے کا متحد نہین
اور کوئی اصول نہین ۔ جو اصول اگلے لوگون نے مقرر کیے تھے وہ کبھی برے نہین ہو سکتے
اور یہ مان لینا کہ ابتداے عالم سے تھوڑے پہلے زمانہ تک سب کے سب احمق تھے ۔
ایک ایسا امر مان لینا ہے جو کسی طرح ماننے کے قابل نہین اسلیئے کہ جو نصایح ان لوگون
نے کیئے ہین وہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اچھے نہین ہین ۔ اگر ان نصایح پر عمل کیجیے تنزل ہو ہی
نہین سکتا ۔ ترقی ہی ہوگی ۔ دین نے جس تقلید کو منع کیا ہے وہ جاہلون کی تقلید ہے ۔

چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنے آبا و اجداد کی تقلید کرنا اگرچہ وہ کچھہ نجانتے ہون بُرا ہے۔ ورنہ ہرچہ انبیا اور حکما رسے استدلال و جو مذہب حق پر ہوا ہے۔

چوتھی۔ ضرر رسان آسان پسندی پیدا ہونا۔

چوتھی یہ ہے کہ خواہش آزادی کی جس آسان پسندی کو پیدا ہوتی ہے اوس سے بیشتر ضرر ہوتے ہین۔ عقول کا تفاوت مد نظر رہے۔ مثلاً عادت زنا مورث امراض ہے۔ جس سے آخر کو انسان صحت جسمانی کھو کر بیکار ہو جاتا ہے اور ایسی صورت مین خواہش پرستی جسے Sensuality کہتے ہین زیادہ بڑہ جاتی ہے اوسکی مضرت محتاج تفصیل نہین۔ جس مین سے ایک شراب خواری ہے۔ ہمارے ملک مین ایسی مثالین موجود ہین کہ اوس سے جو ضرر پہونچے قابل علاج نہ تھے۔

پانچوین بیحیائی اور عدم اطاعت پیدا ہونا۔

پانچوین برائی یہ ہے کہ اس خیال سے ایک عادت بیحیائی اور عام عدم اطاعت کی پیدا ہوئی ہے۔ اوسنے اس ملک مین ضرر پیدا کئے ہین۔ مثلاً جب پہلے خیال آزادی کا آتا ہے اولاد والدین کی اطاعت ترک کرتی ہے۔ یہ امر کہ والدین کا اونسے اطاعت چاہنا غلطی ہے سب حالتون مین غلطی نہین ہوسکتی اسلئے کہ تجربہ بغیر طول عمر کے نہین ہوسکتا۔ اکثر حالتونمین ماں باپ زیادہ تجربہ کار ہوتے ہین اور وہ چاہا کرتے ہین کہ اولاد غلطی نکرے۔ اولاد نہین سُنتی غلطیان کرتی ہے بعض کو اوسوقت ہوش آتا ہے جب زمانہ سزا دیتا ہے بعض کو اوسوقت بھی نہین آتا۔

چھٹی۔ قطع رحم پیدا ہونا۔

چھٹی یہ ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ مجھے آزادی حاصل ہو اور

ایسا خواہشمند موانع اور مزاحمات کو کم کرتا ہے - اس ذریعہ سے وہ صلہ رحم سے علیحدگی کے بعد ماں باپ سے دست کش ہوتا ہے - چاہتا ہے کہ دنیا بھر سے بے تعلق ہو کسی کی مدد نہ کرے -

سالتوین - قدرت حصول فوائد عامہ کا کم ہوجانا -

سالتوین آزادی مصطلحہ اوسوقت پوری ہوسکتی ہے جب اطاعت نہو یہ اُسوقت ہوسکتا ہے جب انسانون مین ایک کو دوسرے سے تعلق نہو - یہ حالت اسلئے بری ہے کہ حصول قواعد عامہ کے مانع ہے - اس عدم تعلق سے لازم آئیگا کہ بادشاہ نہون نہ قوتین دبائی جائین - اوسی التین قوانین کوئی چیز باقی نرہین گے اوسوقت انسان کو ایک دوسرے سے لڑنا چاہیے اور تمام ہوجانا - اسلئے کہ کوئی مانع نہوگا کہ اعلیٰ درجہ کی آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ خواہش نہو کہ ہم ہی ہم باقی رہین - یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اوسوقت آزادی پوری ہوگی اور اوسوقت اوسکا کمال سمجھا جائیگا جب نوع انسانی کی ترقی وہان تک پہونچے کہ ضرورت سلطنت وگورنمنٹ کی باقی نرہے - کیونکہ آزادی سے ہر شخص کو کمال عقل حاصل ہوتا ہے لہذا وہی کمال عقل روک فساد کی ہوگی یہ خیال محض خیال اور غلط ہے - اسلئے کہ آزادی مصطلحہ باعث کمال عقل نہین صرف مورث فسادات ہے - علاوہ بران عقل انسانی کا کمال ہر شخص کو ہونا ممکن نہین کیونکہ قدرت نے انسان کو ایسا پیدا نہین کیا کہ ہر متنفس عاقل کہا جائے - پس آزادی کے خیال مین کمال عقل کلمہ شمول ایک فرضی شے ہے - کمال ہمیشہ بالنسبت ہوتا ہے - جب آزادی کی حالت سوچی جاے اسبات سے غفلت نہین ہونی چاہیے

کہ آزادی موجودہ نوع بشر کے متعلق ہم سوچ رہے ہین اور یہ حالت کہ ہر متنفس افلاطون روزگار ہو کر خم مین بیٹھ کر غائب ہوجائے فرض محض ہے۔ مگر جو جزا بی انتہائے آزادی کی اس دلیل مین بیان کیجاتی ہے وہ فرضی نہین ہے اور اوسکی خواہش اپنا عمل کر رہی ہے۔

آٹھوین۔ عورتون مین منفر آزادی پیدا ہونا۔

آٹھوین یہ ہے کہ آزادی نے اسقدر زور کیا ہے کہ عورتین بہی آزادی پسند ہین۔ اب عورت سے اوسوقت تک نکاح نہین ہو سکتا جب تک مرد اپنی آزادی کہو کر عورت کی غلامی اختیار نہ کرے۔ اس خواہش آزادی نے مردون مین ایک نوع کی غلامی پیدا کی ہے۔ جو بہت سے وجوہ سے عقلاً بہی بری ہے اور بخیال آزادی مصطلحہ تو اجتماع نقیضین ہے۔

نوین۔ مقدمہ فنار عالم ہونا۔

نوین یہ ہے کہ آزادی مصطلحہ ایسی بری چیز ہے کہ اوس سے فنار عالم ہونا چاہیے اور نوع انسانی کا عدم ہوجانا لازم آتا ہے۔ تفصیل اوسکی یہ ہے کہ جب مرد بہی آزادی پسند ہون اور عورتین بہی۔ آزادی کے لئے قوانین قدرت کے توڑنے کی بہی کوشش ہوگی اور قوانین گورنمنٹ کی بہی چنانچہ ہو رہی ہے مثال قانون قدرت کے توڑنے کی رضاعت ہے۔ بچہ کے لئے مان کا دودہ پینا فطرت ہے اور مان کے لئے دودہ پلانا فطرت ہے مگر رضاعت مان کے لئے باعث ضعف ہے مسلم ہے کہ ضعف آزادی جسمانی کے خلاف ہے۔ اسلئے کوشش کیجاتی ہے کہ مان دودہ نہ پلاے دوسرون سے پلوائے یہ بہت زیادہ خلاف قانون قدرت یعنی فطرت کے نہ تہا۔ مگر

اب دوودہ مین چونہ کا پانی ملاکر آلہ کے ذریعہ سے بچہ کو سیراب کرکے پرورش کیجاتی ہے اور یہ بالکل خلاف قانون قدرت ہے۔ قوانین گورنمنٹ کے توڑنے کی مثال ہر ملک کے امرار کی حالت ہے جسکے لیے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین " آخر کار لازم آتا ہے کہ صحیح عمل کرنے والے آزادی مصطلحہ کے ازدواج سے پرہیز کرین۔ اور جیسے دوودہ آلون کے ذریعہ سے پلاکر بچون کی پرورش کر لیتے ہین اوسی طرح قدرت کی اور ضرورتون کو رفع کرلین چنانچہ جو آزاد طبیعت ہین نکاح کو پسند نہین کرتے۔ یہ حالت مہذب ملکون کی مسلم ہے کہ صدہا مرد عورت بغیر نکاح کے مرجاتے ہین۔ اس صورت مین تناسل بند ہوجانا چاہیے اور جب آیندہ ولادت بند ہوجاے وہی فناے عالم ہوا۔ اگر یہ صورت نہوا ور مان لیا جاے کہ بعض کو بعض سے حالت عشق پیدا ہو اور تناسل بند نہو تو ظاہر ہے کہ جب آزادی حد کو پہونچے جیسے قوانین قدرت توڑے جاتے ہین قانون عشق بہی توڑا جاییگا کیونکہ عشق سے زیادہ غلام بنانے والی کوئی دوسری چیز نہین ہے۔ اور ایسی صورتین جنمین مرد عورت یکجا ہون اتنی کم ہوجاینگی جنکو قابل شمار وحساب نہ سمجھین وہ بہی فنا کا سبب ہوگا۔ اگر یہ صورتین نہون اور مان لیا جاے کہ بلا عقد نکاح مرد عورت ملینگے۔ عنفوان شباب مین جب جوانی دیوانی ہوتی ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ سبب بلا سبب کے باقی نہین رہتا۔ خواہش جب پوری ہوجاے یا سیری حاصل ہو یہ تعلق دوامی نہوگا تو ایسی حالت ہوگی کہ مرد عورت ضرورت کے لیے مل لئے۔ اوسوقت غور کرنا چاہیے کہ اولاد کہان جائیگی۔ مرد کیون پرورش کریگا اور

عورت کیون پرورش کریگی - اب بھی اولاد زنا کی پرورش جسطرح ہوتی ہے ظاہر ہے - اور اسلئے اکثر اولاد ضایع ہوگی - اور آخر کو مردم شماری گھٹتے گھٹتے فنا ء عالم ہوگا - یہ امر کہ فنا ء عالم بُرا نہین ہم کب کہتے ہین کہ بعد نیکی محض کے فنا برا نہین - مگر یہ آزادی مصطلحہ جسطرح فنا کر سکتی ہے وہ بُرا ہے اور ہم حماقت کی وجہ سے فنا ہونے کے ذریعے اس آزادی کی بدولت پیدا کرتے ہین -

دسوین - تکلیف سے آزاد ہونیکی خواہش کا پیدا ہونا -

دسوین خواہش آزادی کا انجام یہ ہے کہ تمام تکالیف سے آزادی حاصل ہو بظاہر یہ آزادی صرف بعد موت حاصل ہوگی چنانچہ لوگ اسکے حصول کے لئے خودکشی کر گذرتے ہین ممالک یورپ مین جسقدر خودکشی ہوتی ہے اور کہین نہین ہوتی - پس غور کیجئے کہ آزادی مصطلحہ کتنی بُری چیز ہے جو ذریعہ امراض کا - جان جانیکا - امن و آسایش کے جانے کا ہے مذہب کی بموجب موت تکالیف کا انجام نہین ہے **شعر**

قبر مین ہوگا حساب زندگی	بعد مرنیکے بھی جھگڑا رہ گیا

گیارہوین - سامان جیلخانہ جانیکا پیدا ہونا -

گیارہوین ہندوستانیون کو چونکہ پولٹیکل آزادی حاصل نہین ہے اگر خیالات آزادی کو ترقی ہوگی پولٹیکل آزادی کے لئے بھی ہوگی - وہ کوشش شروع کی اور جیلخانہ مین پہونچ گئے -

آزادی کی خوبیون کی شرح

اب مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ آزادی مصطلحہ کی اون خوبیون کا جو آزاد دلوگین سے ہے ذکر کیا جاے - سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اہل

کہنا مانتے ہین کہ ہم آپ نہین مانتے۔

حاکم کو ایسا مانتے ہین کہ ہم نہین مانتے۔

عدالت کا اگرچہ ہندوستانی حاکم ہو ایسا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے۔ قانون کی اتنی پابندی کرتے ہین جتنی ہم نہین کرتے۔

ماں باپ کا وہ اتنا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے۔ پس یہ پابندی اونکی ترقی کا سبب ہے آزادی ترقی کا سبب نہین ہے۔ تاہم جہانتک نامقیدی ہے وہ مضرتین پیدا کر رہی ہے اصل امر یہ ہے کہ ہر حالتمین غلطیان کرنا انسان کا کام ہے۔ اوس حالت اطاعت مین جب خیال آزادی نہتا غلطیان ایک طرح کی بری طرف لے گئین۔ اب خیال آزادی کی غلطیان بہی دوسری طرح کی بری طرف لیجا رہی ہین۔ حقیقت مین آزادی یا قوت صدور افعال اور اوسکا مزاحمات و موانع سے پاک ہونا ایک امر بزرگ ہے جہانتک وہ خلوعن المضرات ہے۔ آزادی مصطلحہ کا پہلے تو وجود ہی نہتا۔ اور اب بہی جو وسعت نامناسب ہے قابل ترک ہے۔ اس بیان مین ذکر اسبات کا آیا ہے کہ غفلت مذہب کو ترقی دینا مین بڑا دخل ہے لیکن مذہب اسلام ایسا مذہب ہے کہ وہ مانع ترقی کا نہین۔ اوسکے فرایض پورے کرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہتا ہے کہ آدمی ترقی کر سکتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ کرتا ہی ہے یا نہین اوسکے وجوہ اور ہین۔

ایک یہ ہے کہ ضرور جب انسان خدا پرست ہوتا ہے اوسے کسی چیز مین سوا خدا پرستی کے مزا نہین آتا۔

دوسرے یہہ کہ تاریخ اسلام پڑہیئے اور دیکھیئے کہ مسلمانون سے وہ کون بات تہی جسمین ترقی نہ کی تہی جب مسلمانون نے اپنی بدنصیبی سے پابندی قواعد کی اور محنت چہوڑدی تنزل ہوگیا۔

اسبات سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ لوگون کے دلونمین ایک طرف خیالات آزادی سمائے ہوے ہین۔ ایک طرف خیالات نوکری۔ دونون مین کس قدر نقیض ہے۔ نوکری دوسری غلامی ہے۔ باوجود اسکے یہ خیال ہے کہ ہندوستانی ہون یا انگریز۔ نوکری کو بڑا عزیز جانتے ہین چنانچہ جب Exchange compensatian یعنی معاوضہ ارسال زر تجویز ہوا اور بحث ہوی بڑی دلیل اس معاوضہ کے استحقاق کی یہ ہی بیان کیگئی تہی کہ Bestchildren of the soil بسٹ چلڈرین اوف دی سائل (یعنی جو وقت موجودہ مین سب سے بہتر اولاد پیدا ہوتی ہے۔) جب ایسا نقصان ہوگا ہندمین آنا قبول نکریگی اور جو نظم کی عمدگی ہے باقی نرہیگی یعنی یہ ہوسکے کہ جو بہتر بچے ہوتے ہین وہ ہندوستان مین نوکر ہوکر آتے ہین۔ اسیطرح جو ہندوستان کے بہتر بچے پیدا ہوتے ہین وہی تعلیم مین مدارج بی اے اور ایم اے کے حاصل کرتے ہین۔ پس بہترین مخلوق اس زمانہ کی آزادی پسند ہوکر طالب غلامی ہوتی ہے صاف معنی اسکے یہ ہین کہ لوگ خواہشہاے نفسانی کے برلانے کے ذرایع کی تلاش مین ہین اور کچہہ نہین۔ کیسی آزادی۔ کہان کی آزادی۔

سبب چہارم یعنی تاویل مین غلطیون کی تفصیل

سبب چہارم

پہلے (۱) معنی تاویل (۲) حدوسعت دائرہ

تاویل (۳) ضرورتِ تاویل (۴) قابلیت تاویل کی شرح کیجاتی ہے اوسکے بعد مقصود بیان کیا جائیگا۔

تعریف تاویل

ا۔ تاویل بیان کردن ۂ آنچہ سخن بوے باز گردد کو کہتے ہین۔ یعنی بیان کرنا اوس چیز کا جس سے سخن اوس طرف پہر جائے جو اب بیان کیا ہے۔ غرض یہ ہوئی کہ سخن کے وہ معنی ہو جائین جو اسوقت بیان کئے ہین وہ نہین جو ظاہر ہونے کی وجہ سے پہلے سمجھہ مین آئے تھے۔ اسکے دوسرے الفاظ۔ صرف عن الظاہر ہین۔ مگر اسمین اغلاق کی تفصیل یا ذو معنی الفاظ مین سے کسی ایک معنی کا تعیین جب تعیین صرف عن الظاہر ہو یا اجمال کی شرح ہو داخل نہین البتہ اونمین تاویل کا موقع زیادہ ہوتا ہے۔

وسعت دائرۂ تاویل

۲۔ وسعت دائرۂ تاویل کی حد یہ ہے کہ سخن وہان تک پہیرا جائے جہانتک (۱) باعتبار خود معنی سخن کے (۲) بپابندی اصول مسلمہ فن کے (۳) باعتبار مواقع اظہار مقصود کے پہر سکتا ہو۔ اگر وسعت تاویل کی کوئی حد نہو یا حد تاویل حصول مقصود ہو یعنی وہانتک سخن پہر سکتا ہو جہانتک اپنا مقصود حاصل ہو جائے کوئی کلام صریح مفید مقصود باقی نرہیگا یعنی مطلب ایک دوسرے کا سمجھہ مین آنا بند ہو جائیگا نطق جو ذریعہ اظہار مافی الضمیر کا ہے باطل ہو جائیگا۔ ہم کہینگے کہ نیچے بیٹھو آپ اوپر بیٹھینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجھا تھا۔ ہم کہین گے کہ کرو آپ نکرینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجھا تھا۔

ضرورت تاویل | (۳) **ضرورت تاویل** - ایک یہ ہے کہ (قطع نظر اون کلامون
سے جو نا قابلیت قائل کی وجہ سے بطریق ایصال الی المقصود ادا ہوئے ہون
جس اداکو انگریزی مین Exactness کہتے ہین) تاویل کرنے والا پہلے
سے جانتا ہو کہ مقصود اصلی یعنی امر حق یہ ہے - صرف مواقع استعمال کے ضرورت
کی وجہ سے ادا ر مافی الضمیر کا وہ طریقہ قائل نے اختیار کیا ہو جسمین سخن ادا کیا - مگر اور
لوگ ان دونون امور کا علم ہونے کے سبب سے مافی الضمیر کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہون
اوسوقت اظہار معنی صحیح کا لازم یا مستحسن ہو -

دوسرے یہ ہے کہ ایسے چند کلام مین سے جنمین ضرورت تاویل کی پہلی وجہ سے
واقع ہوئی - یعنی ضرورت اختیار طرز ادا - صحیح معنی نکالنے کا قصد اسلئے کیا جائے
کہ امر حق معلوم ہو جائے -

تیسرے - یہ ہے کہ اعلام یا استعلام امر حق کی ضرورت ہو صرف اوسوقت کا اعتراض
اوٹھانا مقصود ہو جیسے الزام یا سزاے دروغ گوئی سے بچنے یا بچانے مین
ہوتا ہے -

قابلیت تاویل | (۴) **قابلیت تاویل** کی نسبت بیان بالا سے ظاہر ہے کہ صحیح
قابلیت صحیح تاویل کرنے کی اوس شخص مین ہوگی جسے صحیح معنی اور مواقع استعمال سخن
قابل تاویل کے معلوم ہون - جبتک یہ دونون معلوم نہون اور چاہے کہ مجرد کلام سے
صحیح معنی اور امر حق نکالے اوسکے لیے بہت سی دقتین پیش آئین گی اور وہ دقتین

بالغ صحیح معنی تک پہونچنے کی ہونگی۔ بعض توقیتین یہ ہین۔ (۱) وہ سب جو وسعت دائرہ تاویل وضرورت تاویل مین بیان کی گئین۔ (۲) ہر زبان کے الفاظ مین بیشتر الفاظ کے اندر معانی کا تعدد۔ (۳) ضرورت تاویل کا بدل جانا جو اکثر اوقات مین پیش آئیگا۔ کیونکہ بیشتر تاویل کے ذریعہ سے اپنا چاہا ہوا مقصود ثابت کیا جاتا ہے۔ اور وہ بیشتر اوس حالت مین ہوتا ہے جب اسباب خارجی موجودہ وقت ذہن کو گھیرے ہوئے ہوتے ہین۔ (۴) اکثر اوقات مین فہم معنی صحیح کی عدم قدرت شرح اس بیان کی یہ ہے کہ اوسوقت صرف الفاظ باقی رہجاینگے جو ذریعہ صحیح معنی تک پہونچنے کا ہون۔ اول تو ایک بڑا ذریعہ جاتا رہیگا یعنی موقع استعمال الفاظ تاویل طلب کا علم۔ دوسرے ہر زبان کے الفاظ مین متعدد معنی کے الفاظ شامل ہوتے ہین صرف سیاق وسباق کے ذریعہ سے ایک معنی متعین ہوا کرتے ہین جسکو سب معنی معلوم نہون یا اوسوقت ذہن مین نہون وہ کیسے صحیح معنی متعین کریگا۔ اگر معلوم ہون مگر سیاق وسباق معلوم نہو وہ کیسے ایک معنی متعین کریگا۔ اوسمین اگر نا قابلیت یعنی ناواقفیت زبان کے شامل ہوجائے تو وہ کیا ظلم کریگا۔ اسپر ہی اطمینان کیسے ہوگا کہ صحیح معنی یہی ہین کیونکہ خود ماول کے علم مین جب زیادتی ہوگی اوسے اپنے معنی بدلنے پڑینگے اسپر ہی دوسرون کو اطمینان کیون ہوگا۔ ان سب صورتون مین ایسے دلائل سقیم موجود ہونگے جو بیشتر غلط معنی کی طرف لیجائینگے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ قابلیت تاویل کی اونہین لوگون مین ہوسکتی ہے جنکو صحیح معنی پہلے سے معلوم ہون یا وہ خود وہی ہون جنہون نے سخن کو ادا کیا۔ یا وہ ہون جنکو ادا کرنے والے نے بتلایا۔

اب بہی جو لوگ تاویل کا مقصد کرتے ہین ہمیشہ سخن کو اپنے مسلمہ معنی مین پہیر اکرتے ہین
اور ہر صورت مین پہلے سے تسلیم معنی کی موجود ہوتی ہے خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ بعض
کلام کو صریح مان کر متعین کر لیا ہے۔ خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ اپنے مسلمہ مقصود کو دوسرے
ذریعہ سے تسلیم کیا ہے۔ جو لوگ محض رفع الزام کے لئے تاویل کرتے ہین اوسی صورت
مین بچ سکتے ہین کہ ایسی تاویل کردین جو صورت ہاے بالا مین داخل ہو۔ یعنی اپنے یا دوسرے
کے سخن کو مطابق مسلمات مخاطب کے کردین۔ یا تسلیم اوسکی بدل دین۔

ضرورت تاویل کا کلام مجید مین بسبب سقم کلام کے ہونا۔

اب مقصود شروع کیا جاتا ہے۔ نسبت کلام مجید
اول یہ تصفیہ کرنا چاہیے کہ اوسمین ضرورت تاویل کی اسوجہ
سے ہے کہ قائل جلشانہ مین قابلیت اداے مقصود کی صحت کے ساتھ نہ تھی جسکے
سبب سے صراحت کرنیکا سلیقہ نہ تھا۔ اور سچائی نہ تھی جسکے سبب سے کلام متناقص ہوتا تھا
یا کسی اور وجہ سے یہ ضرورت ہے۔ عدم قابلیت کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے
اسلئے کہ دو حال سے خالی نہین یا وہ کلام جناب رسول خدا مانا جاے یا کلام جناب
ایزدی۔ اگر کلام جناب رسول مقبول مانا جاے تو اونکی قابلیت ایسی تہی کہ دوست ہو یا
دشمن دونون کو قابلیت کا اعتراف ہے اگر کلام جناب ایزد متعال مانا جاے تو صرف
یہی مان لینا قائل کی اوس قابلیت کا مان لینا ہے کہ مافوق اوسکے کوئی قابلیت نہین ہو سکتی
باقی رہی سچائی۔ دونون صورتون مین کہ کلام مجید کلام خدا ہو یا کلام رسول خدا یہی مان لینا اسبات کا
مان لینا ہے کہ اوسمین دروغ شامل نہ تہا۔ اسلئے کہ جناب رسول خدا کا صادق القول ہونا

ایسا امر ہے کہ موافق و مخالف اوسکا انکار نہین کرسکتے کیونکہ جن لوگون مین جناب رسولخدا
تہے وہ بہی باوجود مخالفت اونکو امین کہتے تہے۔ بعد کے لوگ اگر اونپر اس قسم کا کوئی الزام
لگائین خود سمجہ لینا چاہیے کہ ایسا غلط ہے جسکے لئے احتیاج دلیل نہین۔ جناب رسولخدا
اون لوگون مین برسون رہے تہے یعنی مدۃ العمر۔ یہ نہین تہا کہ ایک بازیگر آیا اور تماشہ دکہلاکر
حیران کرکے چلا گیا۔ اون لوگون نے جناب رسول کو ساری عمر دیکہا ان لوگون نے ایک
دن ہی نہین۔ علاوہ برآن آنحضرت پر ایسا الزام لگانا بالکل خلاف عقل ہے۔ جو شخص خدا
پرستی سکہلاتا ہو۔ تمام اخلاقی برائیون سے منع کرتا ہو اعلی درجہ کا Reformer
ریفارمر ہو۔ خود کیسے جہوٹا ہوسکتا ہے۔ اور یہ سب فریب کے لئے کیسے ہوسکتا ہے۔
کیا اس خیال کا بعد جملہ حالات پر غور کرنے کے امکان ہے۔ اگر ہے ہر ریفارمر کی نسبت ہے

کلام مجید کا وحی ہونا

واضح ہو کہ دونون شقون کی نظر سے ابطال عدم قابلیت مینے اسلئے
اختیار کیا ہے کہ آجکل کی آسانی پسند طبیعتین نزول قرآن مجید کو الہام کہتی ہین اسکے قایل
نہین ہین کہ خداوند عالم نے بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام الفاظ قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً
بہیجا تہا۔ اور یہ کہنا اسلئے ہے کہ جب وہ وجود شیطان کے قائل نہین فرشتون
کے وجود کے بہی قائل نہین۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ قرآن مجید و فرقان
حمید الہام نہین وحی منزل من اللہ ہے۔ یعنی اوسکے الفاظ کلام الہی ہین کلام
جناب رسولخدا نہین ہین۔ اور قرآن مجید ایسا کلام ہے کہ بحیثیت الفاظ بہی معجز ہے اور بحیثیت معانی
بہی۔ اس ایمان کی ایسی حالت نہین ہے کہ ہمارا یقین ہے بلکہ ہمنے جن وجوہ پر یہ اذعان

وایقان حاصل کیا ہے ہم اونکو بتلاتے ہین - اور دعوی کرتے ہین کہ جو انصاف کریگا ممکن نہین کہ دل اوسکا مان نجاے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہین گو وہ بشر ذات اقدس جناب رسول مقبول ہی کیون نہو -

دلائل کا حصر کرنا بندہ کی طاقت سے باہر ہے اسلئے کہ جملہ افعال الٰہی ایسے صفات سے متصف ہین کہ اون صفات کو وہ درجہ بلندی کا حاصل ہے کہ بسبب کثرت اور بیمثل ہونے کے حیرانی ہوتی ہے اور عقل انتہا تک پہونچنے سے درماندہ ہوجاتی ہے - اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے اعتراضات بر سبیل اجمال بیان کیے جائین اور اون اعتراضون کی حالت دکھلائی جاے - اوسکے ذیل مین یہ سب باتین ثابت ہوجائینگی کہ (۱) کلام مجید کلام الٰہی ہے کلام جناب رسولخدا نہین (۲) بحیثیت کلام باعتبار فصاحت بہی معجزہ ہے (۳) بحیثیت معانی اور بلاغت بہی معجزہ ہے (۴) بحیثیت اثر بہی معجزہ ہے (۵) اوسکی کسی خوبی پر اعتراض نہین ہوسکتا اور اون سب وجوہ سے اوسکے الفاظ سواے حق تعالیٰ کے اور کسی کے الفاظ نہین ہوسکتے اور معانی و مضمون بہی -

اجمال کی ایک وجہ یہ بہی ہے کہ تفصیلی اعتراضات اور جوابات جداگانہ کتابون مین مندرج ہین - جسکو تفصیل سے اس بحث کا طے کرنا مقصود ہوا سے اون سب کتابون کا ملاحظہ کرنا چاہیئے - خصوصاً کتاب تنزیہ الفرقان اور اعجاز التنزیل کو کہ یہ دونون کتابین آجکل کی ضرورت کی نظر سے بےمثل و بےنظیر - حق تعالیٰ اونکے مصنفون کو اجر جزیل عنایت فرماے حقیقت مین اونکی سعی مشکور ہے اور کمال اونکا غیر مسطور -

انکار فصاحت کی وجہ اور اوسکی تردید

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انکار اعجاز کلام مجید بربنار فصاحت
آجکل خاص اسلیئے اختیار کیا گیا ہے کہ مخالفین اسلام نے اس خاص امر مین بڑی
کوشش کی ہے اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ فصاحت نہین ہے۔ زمانہ حال کی حامیانِ
اسلام نے اسکو آسان سمجہا ہے کہ باعتبار فصاحت انکار اعجاز کلام مجید کردین۔ اور کافی
سمجہا ہے کہ دوسری خوبیون کی نظر سے دعوای اعجاز کرین۔ اتنا انکار بہی غلط ہے۔ اسلیئے
کہ جب ہم ثابت کرینگے کہ اوس نظر سے بہی اعجاز ثابت ہے تو واضح ہوگا کہ بنار انکار عدم
قابلیت تہی۔ ورنہ وہ انکار پر قادر ہوتے چنانچہ عرب قادر ہوئے ہی نہین ہے کہ قادر نہ ہوئے
اقرار کرتے تہے کہ یہ کلام بشر نہین یہی نہین ہے کہ اقرار زبانی کرتے تہے۔ جو اثر ہوتا تہا وہ
خود ظاہر کرتا تہا کہ حقیقت مین وہ اثر پیدا ہوا جسنے تبلادیا کہ اقرار زبانی نہین ہے جنانی ہے
چنانچہ ثابت ہے کہ جب وہ سادے الفاظ کی آیت نازل ہوئی یَا اَرْضُ ابْلَعِی مَاءَكِ وَيَا
سَمَاءُ اَقْلِعِی الخ تو بعض اوسکو پڑہتے پڑہتے بسبب کمال ذوق کے مر گئے۔ جو لوگ عربی
پڑہتے ہین گو کمال حاصل کرین اونمین سے کسی کی ایسی حالت نہین ہوتی یا کچہہ بہی نہین
ہوتی۔ غرض یہ ہے کہ اہل زبان اپنی زبان سے وہ لطف اوٹہاتے ہین جو غیر اوٹہا نہین سکتی
زبان غیر مین وہ کمال جو اہل زبان کو ہوتا ہے غیر کے لئے شاذ ہے۔ اور جب ہوا اوسکا بہی
وہی حال ہوگا جو اہل زبان کا ہوتا ہے۔ سو عربی کا یہ کمال عجم مین کسی معترض کو نہین۔ اور یہ
انکار سخت ناقابلیت کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ بعض علمار متقدمین نے انکار اعجاز
فصاحت کیا تہا۔ مگر وہ انکار فصاحت نہ تہا۔ انکار اعجاز فصاحت تہا۔ یہ اونکی سمجہ تہی۔

لیکن وہ عقلا جن باتون نے کہ جنہون نے عرب کے حجاز مین پرورش نہ پائی تھی۔ اپنی فصاحت کی نسبت اونکو خیال ہوگیا ہوگا کہ ہم بھی اعلیٰ درجہ کے فصیح ہین اسلئے فصاحت اعجاز نہین ہوسکتی۔ اگر وہ اس حالت پر نظر کرتے کہ وہ فصیحان عرب جنکی فصاحت یقیناً اونسے اعلیٰ درجہ کی تھی فصاحت کلام مجید سے کس حالت مین ہوگئے تھے یہ انکار نکرتے۔ لیکن یہ ایک دھوکا ہے جو اونکو ہوا جمہور کے مقابلہ مین ایک آدہ آدمی کا قول قابل استدلال نہین ہوسکتا اسلئے کہ شاذ ہے۔ تاہم اعتراضات وجود مطلق فصاحت کے مقابلہ مین گرنے کے یہ معنی ہین کہ مطلق فصاحت کے وجود سے ہم انکار کرتے ہین اور یہ ایسا امر ہے کہ کسی سلطان عالم یا جاہل نے نہین کیا حقیقت مین وہ محض عجز اور غلط ہے۔

تفصیل ضروری اعتراضات کی۔ معترضین کے بعض اعتراضات کا خلاصہ بیان ہوسکتا ہے کہ اولاً فصاحت در کنار کلام الٰہی مین اغلاط موجود ہین۔ ثانیاً آدمیون کے کلام بھی ایسے ہین کہ باعتبار فصاحت لاجواب ہین۔ پس اعلیٰ درجہ کی فصاحت فی نفسہ دلیل اعجاز نہین۔ تیسرے علماء نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ انسان ایک حالت پر نہین رہ سکتا کبھی وہ مبتلاء آلام ہوتا ہے۔ کبھی خوش کیسی ہی طبیعت قوی ہو اس اثر سے پاک نہین ہوسکتی۔ کلام الٰہی مین یہ خوبی ہے کہ اثر طبیعت بشری سے پاک ہے اسلئے کلام بشر نہین۔ اوسکا یہ جواب دیا ہے کہ کلام مجید کو باعتبار نزول جمع کیا ہو اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ اول زمانہ نبوت مین جو آیات نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین۔ اونمین زور زیادہ ہے

جو زمانہ مابعد مین نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین اُنمین زور کم ہے۔ یہ وہی تغیر ہے جو بشر کے لئے لازم ہے۔ چنانچہ پہلے زمانہ کی آیات مقفی اور مسجع ہین بعد کی ایسی نہین ہین۔ اسلئے کلام مجید کلام البشر ہے۔ کلام الہی اور معجزہ نہین۔

جواب اجمالی اعتراض اول کا۔ بذریعہ اثبات عدم قابلیت معترضین کے

امر اول حد درجہ مین غلط ہے اسلئے کہ حضرات معترضین کی قابلیت معلوم ہے کوئی معترض ایسا نہین ہے کہ ایک جملہ عربی کا صحیح لکھہ سکے۔ اور کوئی معترض وہ مذاق عربیات کا جسکا بیان ابھی کیا گیا۔ (یعنی اہل زبان کا) نہین رکھتا۔ ہر ایک کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے ایک بوڑھیا نے باز پر اعتراض کیا تھا کہ اسکی چونچ اور ناخن ٹیڑھے ہین دانہ کیسے اوٹھا سکیگا۔ اسلئے چونچ اور ناخن کاٹ کے باز کو مار ڈالا تھا۔ وہ لوگ جنکے سامنے کلام مجید نازل ہوتا تھا ظاہر ہے کہ اس فن مین کامل تھے اونسے بار بار کہا جاتا تھا کہ ایک آیہ کی مثل بنا لاؤ۔ اور قادر ہنوئے تھے کہ ایک آیہ کی مثل بنا لائین یہان تک مبالغہ سے کہا جاتا تھا کہ ایک دوسری کی مدد کرو اور جواب دو۔ تب بھی نہ لیسکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ذرا سی بھی ہٹ دھرمی کرنے کی گنجایش ہوا کرتی ہے مخالف اوسے اختیار کر لیتا ہے مگر کسی نے اسباب مین ہٹ دھرمی اختیار نہ کی۔ یہ دلیل روشن اسبات کی ہے کہ یہ دعوی اسقدر مضبوط اور صحیح تھا کہ کسی ہٹ دھرمی کی مجال اور گنجایش نہ تھی۔ اگر احتمال ضعیف بھی ہوتا کہ ایک جملہ بھی مثل ایک آیہ کے بنا لاسکین گے خود جناب رسول مقبول کہ ضرور اعقل الناس تھے ایسا دعوی نکرتے۔ بلکہ ایسے عاقل آدمی کا ایسا دعوی کرنا خود دلیل اسبات

کی ہے کہ اونکو بالیقین معلوم تہا کہ کسی حالت مین جواب ایک آیہ کا بہی نہین ہوسکتا۔ یہ یقین اوسیوقت ہوسکتا ہے جب معلوم ہو کہ یہ کلام بشر نہین۔ ورنہ بشر کے کلام کا ضرور امکان ہے کہ جواب ہوجاے۔ یہ امر یاد رہے کہ جو زور فصاحت کا اور مشق سخن اوسوقت تہی عرب مین ہی نہین ہوئی اور اسلئے کسی بعد کے زمانہ سے بہی استدلال نہین ہوسکتا۔ یہ بہی یاد رہے کہ قصد جواب اوسوقت بہی اون لوگون نے کیا تہا جو خود فصیح نہ تہے۔ فصحا نے نہین کیا۔

اور اس لیے اوس زمانہ مین اتفاق ہوگیا کہ مثل کلام مجید ایک آیہ کا لکہنا بہی ممکن نہین۔ یہ بہی یاد رہے کہ کسی مضمون کی قید نہین لگائی جاتی تہی جسپر یہ امر صادق آئے کہ ایک ہی مضمون کی نسبت جواب کلام بشری دشوار ہوتا ہے۔ یہ ثبوت اسکا ہے کہ کلام مجید کلام بشر نہین۔ اور یہی ثبوت اسکا ہے کہ معجزہ ہے۔

جواب تفصیلی اعتراض اول کا بذریعہ فرق کلام کلام۔

ایک دلیل ۔ وجدانی اعجاز کی یہ ہے کہ بعض لوگ ایسا شعر کہتے ہین (جو کلام کی شکل قسم ہے) کہ اوسکا جواب نہین ہوتا یعنی ویسا شعر اوسی معنی مین یا قریب معنی مین کہ وہی لطف دے دوسرے نہین بن پڑتا۔ مثال اوسکی یہ ہے۔

غالب

سب کہان کچہہ لالہ وگل مین نمایان ہوگئین		خاک مین کیا صورتین ہونگی جو پنہان ہوگئین

معنی اس شعر کے یہ ہین کہ تعریف حسن کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مٹی مین ملکر صورت

بگڑ جاتی ہے اور حسن جاتا رہتا ہے - اب غور کرنا چاہیے کہ وہ کیسی حسین صورتیں ہونگی جو مٹی میں ملکر خراب ہونے کے بعد سب ظاہر ہو سکیں کچھ بصورت لالہ و گل ظاہر ہوتیں یہ کس بلا کی تعریفِ حسن ہے - ایسی تعریف کسی دوسرے کلام غالب میں نہیں ہے نہ دوسرے شاعروں میں -

آتش

نہ پوچھ حال مرا چوبِ خشک صحرا ہوں		لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا

برادر مرحوم سید احمد حسن قنوانی

ارا غموں نے مجھکو شروعِ شباب میں		جل جل کے جو بجھا سرِ شب وہ چراغ ہوں

عزیزی سید محمد مرتضیٰ بیان سلمہ

لب نہ گویا ہوئے جراحت کے		کچھ مزے ہو چکے شہادت کے

ناسخ

بیعت خدا سے ہے مجھے بواسطۂ نصیب		دستِ خدا ہے نام مرے دستگیر کا

دبیر

زیرِ خنجر بھی نہ تڑپا پسرِ شیرِ خدا		یہ تکلف تو فقط فاطمہ کے شیر میں ہے



انیس

بلوری یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی		افسوس کہ تمنے میری تنہائی نہ دیکھی

یہ شعر اوس مقام کا ہے جہاں شاعر بیان کرتا ہے کہ جناب سید الشہدا جب تنہا مصروف جنگ ہوئے اور شہداء کی لاشوں سے گذرے تو اونکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان اشعار مین جو فصاحت و بلاغت ہے وہ دوسرے اشعار ہم معنی مین نظر سے نہین گذری۔ دبیر کلام نے قصد کیا مگر بلند نہ ہو سکے۔ مثال کے شعر نا کامیاب کی یہ ہے۔

انیس

عصر کے وقت کے مشتاق تو ایسے شبیر		صبح سے تھی یہ دعا رون کہین ٹوٹکیجا آہی

یہ جواب میان دلگیر کے شعر کا ہے جسمین میر انیس صاحب سا شخص کامیاب نہین ہوا دلگیر شوق شہادت کو یون بیان فرماتے ہین۔

شعر

سلامی کہتے تھے عابد جو وقت عصر کا جاتا		تو دم بابا کا جو ذوق شہادت مین نکلجاتا

پس اللہ تعالی کے سارے کلام ایسے ہین کہ جنکا جواب نہ بشر کا ہو سکتا ہے نہ کسی ملک کا لہذا (۱) ہر کلام کا ایسا ہونا جو فرق کلام بشر و کلام الٰہی کا ہے معجزہ ہے (۲) دوسرا معجزہ یہ ہے کہ شعر مین یہ خوبی وقت کی وجہ سے یعنی شعر کہنا آسان نہین۔ پیدا ہوتی ہو نثر کمتر ایسی ہوتی ہے کہ اوسکا جواب نہ ہو سکے۔ کلام مجید نثر ہے اور غالب ہے۔

جواب اجمالی مقابلہ کلام فصحاء انگریزی کا۔

دوسرے امر کے متعلق انگریزی وان شیکسپیر صاحب کی تصانیف پر استدلال کرتے ہین طریق استدلال یہ ہے۔ کہ کلام شیکسپیر مجموعاً ایسا ہے کہ کوئی اوسکا مثل نہین لیکن اوسکو اسلئے کلام الٰہی نہین کہہ سکتے اس طریق استدلال مین انواع اور اقسام کی غلطیان ہین۔

اول یہ ہے کہ مجموع کلام لاجواب مانا جاتا ہے منفرداً لاجواب نہین مانا جاتا۔ نسبت کلام مجید کے یہ دعویٰ ہے کہ منفرداً و مجموعاً لاجواب ہے۔

دوسرے۔ آجتک شیکسپیر کے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہین کیا گیا کہ اوسکے کسی فقرہ کا بھی جواب نہین ہوسکتا۔ نہ کبھی اسبات کی کوشش کیگئی کہ جواب دینے کے لیے تمام فصحاء وقت جمع ہون اور ایک ایک فقرہ کا جواب دین۔ مجموعاً لاجواب ماننے کے صاف معنی یہ ہین کہ فقرونکا جواب ہوسکتا ہے۔

تیسرے فصاحت کا مفہوم مشہور یہ ہے کہ معنی ایسے الفاظ مین اوا کیے جائین کہ اوس سے بہتر کوئی لفظ اون معانی کے لیے نہو۔ یہ صفت کلام شیکسپیر پر موقوف نہین ہے بلکہ بہت سے مصنف ایسے ہین جنکے الفاظ نہین بدلے جاسکتے۔ (جیسے گولڈاسمتہ وغیرہ) اور یہ امر مسلم ہے۔ کلام مجید مین باعتبار فصاحت ہی خوبی نہین ہے بلکہ اور بھی خوبیان ہین جنکا بیان یہ ہے کہ مسلمانون نے علم معانی و بیان کی بڑی کوشش سے اور بہت بسط کے ساتھ تدوین کی ہے اور وہ قواعد صرف کلام مجید ہی سے نہین نکالے کیونکہ مثالونمین آیات ہی پیش نہین کی گئین۔ اون قواعد

کے مطابق شمار کر کے بتلایا جاتا ہے کہ آیات کلام مجید مین صدہا خوبیان باعتبار صنایع معانی و بیان کی موجود ہین۔ یعنی کلام الہی مین صرف یہی خوبی نہین ہے کہ اون معانی کے لئے اوس سے بہتر الفاظ استعمال نہین ہو سکتے تھے۔ بلکہ یہ خوبی بھی ہے کہ باعتبار اون قواعد کے بلحاظ معانی وہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین کہ اونمین اوس سے زیادہ صنایع و بدایع علم معانی و بیان کے سمانے کی گنجایش نہین۔ چنانچہ آخر آیہ کرسی مین ایک سو بیس نکات ہونا اسکے مثال ہے شیکسپیر کلام کے ساتھ استدلال اوسوقت صحیح ہوتا جب پہلے ایسے قواعد زبان انگریزی مین جمع کر لئے ہوتے اور اونکو شمار کر کے بتلایا ہوتا کہ اتنی خوبیان دوسرے کلام انگریزی مین نہین ہین۔ بغیر اسکے کسی دوسرے اہل زبان کو میسر نہین ہو سکتا کہ اپنے زبان کے کلام کو عربی کے کلام کے مقابلہ مین پیش کرے۔

چوتھے اعجاز کا دعوی دونون فصاحت و بلاغت کی نظر سے ہے۔ شیکسپیر قصہ گو ہے قصہ گوئی مین زیادہ تر بلاغت کو دخل نہین۔ اوسکے کلام کو جو زیادہ پسند کیا جاتا ہی اوسمین بڑا دخل اسبات کو ہے کہ وہ پلاٹ Plot (ڈہانچہ) ایسا ٹھاٹا ہے اور اوسکے ساتھ ایسے الفاظ شیرین استعمال کرتا ہے کہ دونون چیزین ملکر لاجواب معلوم ہوتی ہین۔ شاعری اور قصہ گوئی مین آزادی ہوتی ہے کہ جیسا بہتر سے بہتر مضمون خیالی خواہ خوش کن ہو خواہ دلشکن پیدا کرنا ممکن ہے پیدا کر لیا جاے۔ یہان آزادی نہین ہے۔ اور مضمون ایسا خشک ہے کہ جسکے اندر وہ صفتین نہین ہین۔ پس کلام شیکسپیر پر

پر بمقابلہ کلام مجید کے استدلال کرنا جان انصاف پر ستم کرنا ہے۔

پانچوین کلام مجید کی یہ خوبی مسلم ہے (اور یہ تسلیم اونہین لوگون کی نہین ہے جو عرب
ہین یا دوسرے ملکون کے مسلمان ہین اور عربی مین بسبب ضرورت دینی کے کچھہ
مہارت یا مذاق رکھتے ہین بلکہ اون انگریزون مین جنھین صرف ترجمہ کرنیکی قابلیت ہے
یہی تسلیم ہوگیا ہے) کہ کلام الٰہی مین یہ خاصہ ہے کہ پڑہتے پڑہتے اوس سے ایسی
دلچسپی ہوتی ہے کہ آدمی اوسکے پڑہنے کو ترک نہین کرتا چنانچہ سیل صاحب نے
اسکا اعتراف کیا ہے۔ شیکسپیر کے کلام یا کسی اور کلام پر فریفتگی نہین ہوتی۔

چھٹے یہ خوبی ہے کہ کلام مجید مین جب تلاش کیجیے اوس سے سب اعتراضات
کا جواب ملجائیگا خواہ وہ کسی وقت پیدا ہوئے ہون۔ یہ خوبی (ہم دعوی کرتے ہین) کسی
اور کلام مین نہین ہے جسکی مثال یہ ساری کتاب ہے۔ ایک حکایت لطیف زبان
زد ہے کہ ایک معترض نے کسی مسلمان سے سوال کیا کہ تم مدعی ہو کہ ہر چیز کلام مجید
مین ہے بتلاو کہ ریل کا ذکر کہان ہے۔ یہ ایسا مشکل سوال تہا کہ دفعتاً جواب دینا اسکا
محال معلوم ہوتا ہے۔ مگر اوس وقت معجزہ ہوا اور مخاطب کے ذہن مین گذرا کہ وہ یہ آیت
ہے کہ بعد ذکر خلق سواریون کے فرمایا ہے۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ یعنی اور
بہت سواریان پیدا کریگا جنکو تم نہین جانتے۔ معترض کو حیرت ہوگئی۔ یہ خوبی کسی
اور کلام مین آپ بتلا سکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ اول نظر مین کلام مجید مین کوئی ربط معلوم
نہین ہوتا مگر جب غور فرمائیے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت معلومات کا ایک دریائے عمیق

ہے جسکی کوئی سہتہ نہین پاسکتا۔ اور ایسی خوبیان ظاہر ہوتی ہین کہ آدمی خواہ مخواہ اقرار اعجاز کرتا ہے۔ صرف وہ لوگ جو محض اعتراض کے لئے کلام الٰہی کو دیکھتے ہین اس حکم سے مستثنیٰ ہین۔ اور اوسکو بھی خداوند عالم نے بتلایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ دیکھو کیا فرمایا ہے یعنی اول شرط یہ ہے کہ ایمان بالغیب لائے۔ تب قرآن ہدایت کریگا پس جن لوگون مین وہ نہین ہے کلام مجید اونکا ہادی بھی نہین ہے۔ جسکی مثال یہ ہے کہ پہلے زمین درست کرلینی چاہیے تب تخم ریزی —

ساتوین یہ خوبی ہے کہ قاعدہ زبر و بینات کے مطابق ہر آیت سے کلام مجید کی دوسرے معانی حاصل ہوتے ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مین اوس قاعدہ کی بھی رعایت ملحوظ تھی۔ یہین تک ختم نہین ہوا جن لوگون نے خدمت کلام الٰہی کی ہے اونہون نے مختلف علوم مثل جفر وغیرہ کے کلام مجید سے نکالے ہین جنکی واقفیت حیرت انگیز ہوتی ہے۔ اور مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جسقدر غور کیے جائے مختلف علوم پیدا ہونگے۔ یہ خوبی کسی اور کلام مین کہان ہے —

آٹھوین الفاظ فصیح مین ایک تاثیر مسلم ہے۔ چنانچہ اب بھی انگلستان مین فصیح اسپیچون سے وہ کام نکلتا ہے جو تلوارون سے نہین نکل سکتا۔ عربی رجز جو لڑائیون مین کام دیتے تھے سب کو معلوم ہین۔ کلام مجید مین یہ تاثیر اوس مرتبہ کی کہ مستوغل کو فریفتہ کرلے کہین بڑہی ہوئی ہے۔ مثلاً ہر آیت مین ایک خاص تاثیر ہے کہ امراض کو صحت دیدیتی ہے۔ مین آپکو مثال بتلاتا ہون آنکھہ پر روز دم کیا کیجیے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ

آشوب نہوگا اور بصارت نہ جائیگی ہین جب ۱۸۹۵ء مین مظفرنگر تہا یہ تاثیر اس
آیت کی معلوم ہوئی تہی - اور اس طرح معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی آنکھہ ایک ڈاکٹر
کو دکہلائی اوسنے دیکہکر کہا کہ تمہاری آنکھہ مین جملہ امراض جنسے بصارت زائل ہوجانی چاہیے
موجود ہین تعجب ہے کہ آنکھہ کام دیتی ہے تب اونہون نے یہ وجہہ بیان کی راقم کی حالت
یہ تہی کہ ہر آٹھہ نو مہینہ مین آنکھہ آشوب کرلی تہی - اور مین اوسمین ایک مہینہ سے زیادہ
تک مبتلا رہا کرتا تہا - اسوقت کہ دو سال گذرے ہین آشوب نہین ہوا - اور یہ برکت صرف
اس آیہ کی ہے - یہ خوبی شیکسپیر کے کلام مین بتلائے کہ کہان ہے ؟ الغرض خوبیان
کلام الٰہی کی حصر و شمار سے افزون ہین - اور جو لوگ مذاق رکہتے ہین جانتے ہین کہ خاندان
نبوت کی زبان مین اور خاندانون کی زبان سے ایک زیادہ نرمی اور لطافت ہے اور وہ وحدت
کلام جناب رسالتمآب و کلام خاندان مین ہے - مگر ویسی مشابہت کلام مجید سے نہین ہے
اسلیئے وہ کلام جو اللہ تعالیٰ کا ہے آنحضرت کا نہین ہے -

آخر مین یہ بات کہنے کے قابل ہے کہ راقم کی حالت انگریزی زبان کی نسبت وہی ہے جو
معترضین فصاحت قرآن کی عربی کی نسبت ہے اسلیئے مجہے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اوسطرح کے اعتراضات شیکسپیر پر کرکے اوسکے کلام کو خلاف جمہور غیر فصیح یا
غلط لکہون -

جواب تفصیلی اعتراض بعض کلام کے متفرق ہونے اور نہونے کا

تیسرے امر کی نسبت جاننا چاہیئے (۱) کلام مجید کو بہ ترتیب
نزول کسی مسلمان نے جمع کرنیکا قصد نہین کیا (خلافاً للشیعہ)

اسلئے کہ یہ مسئلہ ایسا مہتم بالشان ہے کہ ذراسی غلطی مین بڑے بڑے فتور پڑ سکتے ہین اور یہ امر جب قرن اول کو نصیب نہین ہوا تو اب جو ہمارے نصاریٰ بھائی اس کام کے کرنیکی ہمت باندہتے ہین اسی سبب سے باندہ سکتے ہین کہ اونکو درد دین سے نہ ضرورتون سے واقفیت ہے - بلکہ اعتراض مقصود ہے - پس ایسے کام کو اعتراض مین پیش کرنیکے یہ معنی ہین کہ اسلام پر اعتراض اپنے افعال سے کیا جاتا ہے -

(۲) اعتراض یون پیدا کیا گیا ہے کہ جو آیات مکہ مین نازل ہوئین اور زمانہ ابتداء نبوت مین اونمین بیان کا زور زیادہ ہے - فقرات مقفیٰ اور مسجع ہین - جون جون زمانہ ابتدار نبوت کو عرصہ گذرتا گیا وہ زور گھٹتا گیا ہے - اور یہ دلیل اسکی ہے کہ قرآن مجید کلام الہی نہین ہے یہ اعتراض اصولاً غلط ہے - اسلئے کہ غالباً اس بات سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جن کلاموںکو سہل ممتنع کہتے ہین وہ مسجع اور مقفیٰ نہین ہوتے اور بظاہر اونمین کوئی زور معلوم نہین ہوتا حقیقت مین بڑا زور ہوتا ہے - چنانچہ جو لوگ لطف زبان سے واقف ہین جانتے ہین کہ گلزار نسیم میر حسن کی مثنوی سے بہتر نہین ہے - اور رجب علی بیگ سرور کی فسانہ عجایب دلی کے میان امن کی چہار درویش سے بہتر نہین ہے چنانچہ ایک شعر نقل کرتا ہون

لب نازک او پردہ مہتاب دہر	میر حسن	لگا لے تھی پردہ سے دود جگر	
سنبل میرا تازیانہ لانا	گلزار نسیم	شمشاد انہین سولی پر چڑہانا	

دونون مین کیفیت رنج کا بیان ہے - جو لوگ جانتے ہین اس بات کو جانتے ہین کہ میر حسن کا شعر ہزارون درجہ گلزار نسیم کے شعر سے بہتر ہے - چنانچہ اس مصرعہ مین -

(لبِ نازک اوپر وہ مہتال دہر) الفاظ (اوپر وہ مہتال دہر) بظاہر نہایت معمولی الفاظ معلوم ہوتے ہین لیکن اونمین خوبی یہ ہے کہ (۱) انسان حالت رنج مین بے خود سا ہوتا ہے کہانے پینے تک کی خبر نہین رہتی۔ یہان شاعر کو اوس تکلیف کا بیان کرنا بہی منظور ہے جو اس چہپانے مین اختیار کیگئی تہی۔ یعنی ہونٹ کے اوپر مہتال دہرنا بہی ایک تکلیف تہی اوسی بیان کردیا ہے۔

(۲) مہتال مُنہ سے لگانا نہین کہا اوپر دہر لینا کہا ہے تاکہ خوب ظاہر ہو کہ ہونٹ پر مہتال رکہی ہوئی تہی اندر نہ تہی۔ اس حالت سے ظاہر ہے کہ معیار حسن کلام تکلف نہین ہے۔ نفس کلام کی خوبی اور پختگی معیار و محک ہے۔ یہ پختگی اور خوبیان اول سے آخر تک تمام کلام مجید مین یکسان ہین۔ صرف یہ قید ہے کہ کیا بیان کرنا ہے یعنی باعتبار معانی بلند وہ الفاظ نفیس و مناسب اختیار کئے گئے ہین جو پختگی معانی کے ساتہہ دوش بدوش جاتے ہین۔ اور حسن معانی کو دوبالا کر دیتے ہین۔ باقی رہا یہ امر کہ اول زمانہ کے کلام مین رعایت سجعہ اور قافیہ کی بہ نسبت کلام مابعد کے زیادہ ہے اوسکی وجہ خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابتدار نبوت مین مقام جناب رسول مقبول صلعم کا مکہ تہا جہان ہر سال شعرار عرب آتے تہے اور مقابلہ کے لئے اپنے اچہے کلام کعبہ مین لٹکاتے تہے۔ وہ کلام اکثر اشعار ہوتے تہے کلام الہی شعر نہین ہے مگر اوسوقت ضرورت مقابلہ کی اشعار سے تہی پس لازم تہا کہ اوسمین رعایت قافیہ کی ہو اسواسطے کہ جہان کلام الہی اور وجوہ سے معجزہ ہے یہ امر بہی ضرور ہے کہ بطور اعجاز مفید مقام ہو۔ اگر ایسا نہوتا یہ خوبی کہ نثر نظم پر غالب آجاے اور یہ غلبہ ظاہر ہو جاے

ہوتی - نہ لطور اعجاز مفید مقام ہوتا جب یہ ضرورت جاتی رہی کلام مین سے اوس رنگ
کے پیدا کرنیکی ضرورت بھی جاتی رہی - پس یہ فرق ایک ضرورت خاص سے ہے -
یہ نہین ہے کہ کلام الٰہی مین وہ فرق ہے جو باعتبار طبیعت بشری کلام بشر مین ہوتا ہے
بلکہ کلام مسجع و مقفیٰ مین بھی وہی خوبی فصاحت کی ہے جو غیر مسجع و مقفیٰ مین ہے
خواہ وہ کلام ابتدای زمانہ کا ہو یا مابعد کا - قطع نظر اسکے متعلق طبیعت بشری کے یہ امر خاص
قابل توجہ ہے کہ ہنگام نزول وحی آنحضرت صلعم پر ایک حالت طاری ہوتی تھی وہ ایسی تھی
کہ معترضین اسلام اوسے جنون امعاذ اللہ کہتے تھے - پس یہ عجیب بات ہے کہ بشر کے
کلام مین باعتبار راحت و رنج فرق ہو اور جناب رسولخدا صلعم سے ہمیشہ حالت جنون مین
ایک کلام فصیح صادر ہو - جب وہ کلام ہمیشہ حالت جنون کے ہون کم سے کم لازم آئیگا
کہ ایک طرح کے ہون - یاد رہے کہ زمانہ نبوی صلعم کے لوگ حضرت کو شاعر مجنون کہتے
تھے اور ساحر اسطرح اپنے نزدیک معجزہ کو سحر کہکر اور نثر کو شعر کہکر اپنا پیچھا چھوڑاتے تھے
اسکا ذکر خود کلام مجید مین ہے - اور یہ دلیل روشن دونون عجز و کذب کی ہے -
واضح رہے کہ شاعر ہونا خلاف شان جناب رسولخدا تھا - چنانچہ اب بھی حکیم کے لئے
شاعری مناسب حال نہین ہوتی اسلئے کہ دونون کے مقصود مین بُعد بعید ہے حکیم
کا مقصود اور مد نظر ماہیت اشیا رہے - شاعر کا مقصود اور مد نظر ماہیت سے قطع نظر کر کے
بات کو اسطرح کہنا ہے کہ اپنے ماہیت سے زیادہ خوش کن یا رنج دہ ہو جاے - چنانچہ
خود جناب باری تعالیٰ نے اس بات کو فرما دیا ہے یعنی مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ

ترجمہ - اور ہمنے ان پیغمبر کو شاعری نہین سکھلائی - اور شاعری انکی شان کے لایق بہی نہین - اگر آنحضرت شاعر ہوتے ممکن تہا کہ جو طبیعتین شعر پسند نہین ہین وہ کلام مجید سے قطع نظر کرین -

علاوہ برآن یہ بہی ظاہر ہے - (اور جو لوگ جانتے ہین جانتے ہین) کہ بیشتر کا مسجع اور مقفی کلام بیشتر بہت زیادہ اچھا کلام نہین ہوتا بلکہ اوسمین بیشتر معیوب ہوتے ہین جو قافیہ کے پردہ مین چہپائے جاتے ہین - کلام مجید مین ملاحظہ فرمائے کہ ایسی قافیہ بندی کہین نہین - اگر تمام کلام مسجع ہوتا تو اوسمین یہ نقص پیدا ہوجاتا کہ شاعرون کا جواب ہے اور مثال اوسکی مقامات حریری کی سی ہوجاتی - اور یہ خوبی نہ رہتی کہ خداوند عالم مین بغیر تسجیع و قافیہ کے ایسے کلام فصیح کہنے کی قدرت ہے جسکا کوئی مثل نہو - پس کلام مجید جو مقفی ہے وہ بہی سہل ممتنع ہے اور جو نہین ہے وہ بہی سہل ممتنع ہے -

۴ - اس اعتراض پر کہ ابتدا زمانہ نبوت کا کلام بہ نسبت مابعد کے بہتر ہے غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین مذاق سخن سے جہان ناواقف ہین انسان کے نیچر سے بہی ناواقف ہین - اسلئے کہ تمام دنیا مین یہ مسئلہ مسلم ہے کہ مشق سخن مدت کے ساتہ بڑہجاتی ہے - چنانچہ بیشتر شاعرون نے اس کا فخر کیا ہے - اوستاد ذوق فرماتے ہین ع

ہمنے ستر برس اس فن مین ہین پاپڑ بیلے

(میر انیس فرماتے ہین)

نکلے قلم سے ضعف مین کیا کیا بلند بند

پھر فرماتے ہین۔

گھٹا زورِ مشق سخن بڑھ گئی	ضعیفی نے مجکو جوان کر دیا

پس یہ کہنا کہ بے مشقی کے زمانہ کا کلام تو بڑا ہوا تہا اور بعد مشق گہٹ گیا کسقدر اصولاً غلط ہے۔ بلکہ اگر یہ دلیل معترضین کی مان لیجاوے تو انکے اصول پر کلام مجید کا کلام الٰہی ہونا ایک طرح سے ثابت ہوگا۔ یعنی طبیعت بشری یہ ہے کہ کلام بعد مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہو یہان کلام بے مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہے۔

۴۔ فرق کلام بشر مین یہ ہوتا ہے کہ جب فارغ البال ہو کلام زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ظاہر ہی کہ جناب رسولخدا صلعم مکہ مین فارغ البال ~~تھے~~ بلکہ سخت مصائب کا سامنا رہتا تہا ہر وقت جان کا خطرہ اور اوسپر طعنے سننے کی روحی تکلیف کا سامنا۔ اُسوقت مذاق معترض کے مطابق زیادہ زور دار کلام صادر ہوتے تہے۔ جب مدینہ مین فارغ البالی حاصل ہوئی زور گہٹ گیا۔ یہ اولٹی بات ہے۔ پس حقیقت حال یہ ہے کہ وہ آیات جو مکہ معظمہ مین نازل ہوئین اور وہ آیات جو مدینہ طیبہ مین نازل ہوئین ہر جگہ کی آیات کے چھوٹے چھوٹے جملون مین صدہا نکات معانی و بیان اور صنائع و بدائع نکلتے ہین جنمین سے بعض کی تفصیل کتب محولہ بالا مین ہے۔

اگر مقصود یہ ہے کہ شوخی اول زمانہ مین زیادہ ہوتی ہے اور پختگی آخر زمانہ مین تو بہی غلط ہے اسلئے کہ شوخی نام عدم پختگی کا ہے اور شوخی سے کلام مجید بالکل مبرا ہے حقیقت مین شوخی کلام کی خلاف حکمت ہے۔ اور خوبی نہین ہے جسکے لئے دلیل کی احتیاج نہین

خلاصہ یہ ہی کہ کلام مسجع اور غیر مسجع دونو مین یہ خوبی ہو کہ مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے کہ الفاظ ایسے ہین جو بدلے نہین جا سکتے - اونمین اتنی خوبیان فصاحت و بلاغت کی ہین کہ اون معانی کے لیے جو الفاظ مقرر ہین اونمین اوسنے زیادہ جمع نہین ہو سکتین - اونمین وہ علوم مخفی موجود ہین جو کسی دوسرے کلام مین نہین ہے - یقیناً یہ تینون چیزین فوق کلام بشر اور معجزہ فصاحت ہین - اور ایسے خیالات کہ کلام مسجع قرآن کا غیر مسجع سے بہتر ہے محض دہوکا اور غلط ہے -

بیان وجہ ضرورت تاویل کلام مجید مین

جب یہ امر طے کر لیا گیا کہ کلام مجید کلام الٰہی ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ کلام موصوف مین ضرورت تاویل کیون ہے وہ اسبات سے ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی یہ حالت مسلم ہے کہ وہ ایک دفعہ نازل نہین ہوا ہر آیت ضرورت کے موافق وقتاً فوقتاً نازل ہوئی ہے - اس ضرورت کے ساتھہ یہ امر لازم ہو جاتا ہے کہ کلام ایسا ہو کہ سب سے زیادہ مناسب مقام ہو - یہ وجہ بہی ہے کہ ہدایت مین جلدی ہو - اور جب کلام ہر طرح عمدہ ہوگا بطریق اعجاز مفید رفع ضرورت ہوگا پس جب ضرورتین بدل جائینگی کلام موثر کے الفاظ ضرور بدل لینگے -

مثال ذیل سے وجہ اختلاف شان نزول کی بصراحت سمجھہ مین آسکتی ہے - فرض کیجئے کہ ایک حالت یہ ہتی کہ ایک مجمع آیا اوسنے بحث کی کہ دنیا مین جو کچھہ ہوتا ہے بذریعہ اسباب کے ہوتا ہے اوسوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ کمال قدرت کا بیان کیا جاے - قدرت لا انتہا ہے اور جب بیان بہی اوسکا زور سے کیا جائے تاکہ اوسوقت تام نفع دے

اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود ایک قسم کا ہو جائیگا۔

دوسری حالت یہ ہے کہ دوسرا مجمع آیا۔ اوسنے بحث کی کہ ہم قدرت الٰہی کیوجہ سے مجبور ہین او سوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ انسان کا اختیار بیان کیا جائے اور ایسا بیان کیا جائے کہ اختیار کو نہایت زور سے بیان کیا جائے تاکہ اوسوقت نفع تام دے اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود دوسری قسم کا ہو جائے گا۔

تیسری حالت یہ ہے کہ دونون صورتین موجود نہ تھین او سوقت مقصود ایسے الفاظ مین بیان ہوگا جنمین اون حالتون کا زور نہو اور وہ طرز ادا صرف بیان مراد کا ایسا بیان واضح ہوگا جسمین گنجایش دوسرے معنی کی نہو اور وہ تیسری قسم کا بیان ہوگا پہلے دو قسم کے آیات متشابہات ہونگے اور تیسری قسم کے محکمات۔ جب دونون قسم قلت قابلیت وعدم صدق کے سنون متعین ہو جاتا ہے کہ کلام مجید مین ضرورت تاویل کی صرف اختلاف شان نزول کی وجہ سے ہے اور آیات متشابہات مین محدود ہے۔ محکمات مین ضرورت نہین ہے۔ ورنہ کوئی ذریعہ ہدایت کا کلام موصوف مین باقی نرہے گا۔

اصول تاویل کے کلام مجید سے متعلق کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قابلیت راسخون فی العلم مین ہے	ان سب کے بعد اون اصول کو نسبت تاویلات قرآن مجید کے متعلق کرنا چاہیے جو تاویل کے ہین۔ اور اوس ذریعہ سے حالت تاویلات کی اور اون تاویلات کے

ذریعہ سے حالت ناولین کی دیکھنی چاہیے۔ آیات محکمات ذریعہ شناخت مراد قائل جلشانہ کے ہین - چونکہ محکمات اور متشابہات کی پہچان مین بہی عدم وقوف شان نزول سے غلطی ہولی ہے اسلیے پہلے وقت کلام مجید کی تاویل مین بغیر علم حدیث کے یہ ہے کہ جو سب سے پہلا اور مقدم ذریعہ تاویل کا ہے وہ عام طور پر تاویل کرنیوالے کے پاس نہین ہوتا یعنی کلام کو اوسطرف پہیرنا جو مراد قائل کی ہتی - اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تاویل قرآن مجید کی اللہ اور راسخون فی العلم جانتے ہین - اللہ تو خود قائل ہے جلشانہ اوسے اپنی قدرت و مراد کلام معلوم ہے - راسخون فی العلم کو قدرت و مراد کلام کا وہ علم حاصل ہے جو اللہ تعالی جلشانہ نے عنایت فرمایا ہے اور اسلیے اونکو یقیناً محکمات کا پہچاننا حاصل ہے - ظاہر ہے کہ جسکو خدا نے اس کام کے لیے بہیجا - (یعنی کار ہدایت) اور اوسکی ضرورتون کے رفع کرنے کے لیے مختلف آیات نازل کین وہ اون ضرورتون سے زیادہ واقف ہوسکتا ہے - کوئی دوسرا اسقدر واقف نہین ہوسکتا گو اوس مجمع مین شریک ہو - نہ یہ کہ وہ واقف ہو جو مجمع مین شریک نہ تہا اور مجمع والونکی صرف مختلف رایون سے واقف ہے - نہ یہ کہ اونسے بہی واقف نہین اور بلا اس ذریعہ کے تاویل کرے -

اس بیان سے ظاہر ہے کہ سب سے مقدم راسخ فی العلم (یعنی علم القرآن جسمین سب علوم داخل ہین) ذات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی ہے - اوسکے بعد اونکی جنکو جناب ممدوح نے تعلیم علم قرآن دی ہو - اب دیکھنا چاہیے کہ حدیث سے

قطع نظر کرنا کس درجہ کا غلط ہے۔ جو لوگ چاہتے ہین کہ صرف قرآن کو مستمسک قرار دین حدیث نبوی صلعم سے قطع نظر کر کے صحیح تاویل کر سکین صرف اسیوجہ سے کہ قرآن مجید کو مستمسک قرار دیتے ہین حدیث سے قطع نظر کرتے ہین قابلیت تاویل صحیح سے نکل جاتے ہین۔

بعض تاویلات وتصریحات راسخون فی العلم کی حالت کا بیان۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ حالت اون تاویلات کی جو راسخون فی العلم یعنی جناب رسولخدا صلعم نے فرمائی ہے کیا ہے۔ بیشتر وہ تصریحات ہین جیسے نماز روزہ کے متعلق احکام اللہ تعالی نے عدد رکعات وکیفیت وذکر وقیام وقعود وصحت شرائط صلواۃ نہین بیان فرمائے ہین۔ ارشاد فرمایا ہی کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا اور فرمایا ہے وَالصَّلٰوةُ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ انکی شرح انحضرت نے فرمائی اور اسقدر اسکو مطابق مراد الہی کے کر دیا کہ ٹھیک وہ مرضی الہی کے (یعنی ہدایت اور اچھا بنانا) مطابق ہوگئی۔ اب جو نماز بتلائی ہے اوسکو دیکھئے کہ ایسی ہے یا نہین۔ مین اولاً بعض امور کو جنسے نماز بنتی ہے بیان کرتا ہون۔ بعد مین بعض شرائط بیان کرونگا۔ شروع نماز نیت و حضور قلب ہے۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہوا آدمی کو سب خیالات سے جدا ہو کر پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ مین اللہ کے سامنے کھڑا ہوں اور بندگی شروع کرتا ہون۔ اللہ کے سامنے جب آدمی کھڑا ہو اور کون آدمی جو گناہگار ہے۔ کون آدمی جو اوسکے احکام کی نزاکت اور اوسکے عذاب کو جانتا ہے۔ کون آدمی جو اپنے بے حقیقتی اور اوسکی عظمت کو جانتا ہے۔ جسقدر اوسکے

علم مین پختگی سے ہے اوسیقدر اوسکی اسحالتین زیادتی ہوگی کہ بدن موم ہوجاوے اوسمین رعشہ پیدا ہو آنکھوسنسے آنسو جاری ہون کم سے کم وہ حالت ہو جو ایک رعیت کی بڑے بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے۔ اوسکے بعد ذکر ہے سب سے پہلا ذکر اللہ اکبر کہنا ہے اوسکے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا۔ یہ سورہ جہان فاتحہ کتاب الہی ہے ساری قدرت کا خلاصہ بیان بہی ہے۔ چنانچہ اپنی رحم کو اول بیان فرماکر ذکر قیامت فرمایا ہے اوسکے بعد اپنی بندگی کا حکم دیا ہے پہر اپنی ذات اقدس سے استعانت کا اور گمراہی سے بچنے کا حکم دیکر بتلایا ہے کہ غضب الٰہی مین ابتلا رہوتا ہے۔ اس حالت مین جب یہ ذکر کیا جاوے خیال کرنا چاہیے کہ آدمی پر کیا حالت طاری ہوسکتی ہے لازماً وہ پہلے جہکیگا اور جب حالتین ترقی ہوگی گر پڑیگا۔ اسلئے رکوع وسجود ہے۔ اور سب مین وقفہ ہے کہ حالت طاریہ حد مدہوشی کو نہ پہونچاوے۔ جب بار بار ایسا کریگا اور رات دن مین پانچ مرتبہ۔ تو یہ حالت مرتکز ہوجائیگی اوسوقت آدمی گناہ کرہی نہ سکیگا۔

شرائط نماز بہی ایسی ہی مقرر کی ہین۔ یعنی شرط اول طہارت جسم ہے اور طہارت مین دونون چیزوسنسے پاک کرنا مقصود ہے۔ نجاست سے بہی اور غصب سے بہی۔ ان دونون کی پانچ وقت ضرورت اسبات کی طرف خواہ مخواہ کہنچیگی کہ ہروقت طاہر رہنے کی عادت ہو۔ اور غصب کیا ہوا پانی تک بیکار ہوجاوے۔ دوسری شرط طہارت لباس مصلی۔ تیسری شرط طہارت مکان مصلی ہے اوسمین بہی دونون طرح کی طہارت مراد ہے۔ یعنی لازم کیا ہے کہ ظرف اور مظروف سب کے سب پاک ہون پس فرمائے کہ اوس نماز کا جو

فحشاء و منکر سے باز رکھے کوئی اور ذریعہ اس سے بہتر ہو سکتا ہے اور بعد خیال اس بات
کہ کہ آدمی دنیا مین ہی اور بعد خیال اسبات کی کہ آدمی عبادت کے لیئے پیدا ہوا ہی اس سے بہتر اوقات و عدد رکعات
و طریقہ صلوۃ کوئی دوسرا مقرر کر سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ یہان یہ خیال آتا ہے کہ کیا جرأت ہے
کہ ایسے احکام کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔
اسی طرح آیۂ تطہیر مین اہل کسا کا داخل کرنا۔ اور احکام وضو مین جو نسبت پانون دہونے
کے شبہ ہوتا ہے اوسکا صاف کرنا۔ تاہم جہان وہ تصریح حد تاویل کو ہونچی ہے
اوسکا بھی ایسا حال ہے کہ اوس کمال ادب کو مرعی رکھکر جو ایک خاص فرمانبردار آدمی
کا طریق عمل ہو سکتا ہے اور وہ ہمیشہ حکم کو صریح معنی مین لیتا ہے۔ کچھ ایسا ارشاد کر دیا ہے
جو اوس وقت کی ضرورت کو رفع کر دے۔ جسکی مثال وہ حدیث ہے جو آگے بیان
تاثیر دعا مین نقل کیجائیگی۔ خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم سے حضرت
سراقہ نے سوال کیا کہ اگر خداوند عالم نے ہر چیز کو مقدر کر دیا ہے تو ہم عمل کیون کرین
جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لیئے وہ چیز جسکے لیئے
وہ خلق ہوا ہے آسان کر دی گئی ہے اور جو عامل ہو گا وہ مطابق علم الہی کے عمل کریگا
میرے نزدیک اگر تمام علما جمع ہون اور آیات تقدیر و حکم عمل کی تطبیق اسطرح کہ سب آیات
ظاہری معنی مین اس سے بہتر اور آسان تر نہین کر سکتے۔ آیات تقدیر کے نقل کی ضرورت
نہین آیاتِ عمل بعض یہ ہین۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى
تاویلات نبوی صلعم کے متعلق ایک نکتہ خاص قابل

تاویلات نبوی مین ایک خاص نکتہ ہی کہ وہ ناسخ تاویلین ہین۔

لحاظ و خیال ہے وہ یہ ہے کہ ذات جناب ایزدی بادشاہ حقیقی دونون جہان کی ہے
اور ذات جناب نبوی خلیفہ اور نائب اوس بادشاہ حقیقی کی ہے اور بلا تشبیہ بادشاہ
اور وزرا دنیا کا سا حال ہے کہ امور سلطنت سے وزیر آگاہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ رموز
دوسرونکو نہین بتلاتا۔ البتہ جو کام اون رموز کے متعلق لینا ہوتا ہے جس سے لیتا ہے
اوسکو اوسیقدر بتلا دیتا ہے جتنا اوس کام کے لینے کے لئے ضروری ہے۔ بالکل
یہی حالت اوس دربار عظیم الشان مالک حقیقی کی معلوم ہوتی ہے کہ تاویل آیات رموز ہین اُن رموز کو
اوس ذات پاک کا وزیر جانتا ہے اگر بادشاہ کی رعایا کو اوسقدر بتلا دیتا ہے جو غرض
کے پورا کرنے کے لئے لابد و ضروری ہے۔ وہ تاویلین یعنی باتین بنانا جو دیے
ہوئے آدمیون کا یا حاجتمندون کا شیوہ ہے نہین کرتا۔ اوسکی شان اس سے
کہین بلند ہے کہ ایسا کرے۔ چنانچہ ہمنے کافی کلینی مین ایک حدیث دیکھی ہے
جسکا منشا یہ ہے کہ انبیا و آئمہ علیہم السلام محکوم نہین کہ مطابق اپنی معلومات کے بات
کرین یہ حکم ہے کہ مطابق عقول مخاطبین کے بات کرین۔

ان تصریحات کے مقابلہ مین ہمارے زمانہ اور ویسے ہی پہلے زمانہ کے ماوّلین
کی تاویلین دیکھنی چاہئین۔ تصریحات کا کیا ذکر ہے۔

حالت تاویل ماولین کی نسبت وجود سموات کے	پہلی مثال تاویل کی انکار وجود سماوات سے ہے اللہ تعالی فرماتا ہے الَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جسنے تہ بر تہ سات آسمان بناوے

اور فرماتا ہے۔ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ پس گھبرا جائینگے وہ جو

آسمانون مین ہین اور جو زمین مین ہین - پھر فرماتا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا ترجمہ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ کہر تھا اوسکو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونون آؤ خوشی سے یا جبر سے دونون نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے نا فرمان بیٹھے تعمیل حکم کے لئے - اوسکے بعد دو دن مین اوسکے سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان مین انتظام بتا دیا - پس حضرات اولین سمار کے معنی صرف بلندی کے فرماتے تھے اور وجود سماوات سے اسلئے انکار کرتے ہین کہ اونکے بذریعہ دلائل حکما ثابت ہوچکا ہے کہ آسمان کا اوس معنی مین جسے ہم سمجھتے ہین وجود نہین - اگر سمار بمعنی آسمان کے لیا جائے تو تکذیب کلام الٰہی مین لازم آئیگا یعنی تاویل کی یہ ضرورت ہے - ظاہر ہے کہ یہ معنی خود آیات مذکورہ سے نہین نکل سکتے اسلئے کہ پھر طباق کے کیا معنی ہونگے - اور بلندی کے سات طبق قرار دینے کا کیا ذریعہ ہوگا - ہر ایک مین انتظام کے کیا معنی ہونگے - ان آیات سے ظاہر ہے سمار مثیم ارض ہے محض بلندی مراد نہین ہے کیونکہ محض بلندی مین کوئی نہین رہ سکتا - پس اس تاویل مین اصول تاویل سے یہ غفلت ہے کہ سیاق وسباق سے قطع نظر کی ہے - اگر سیاق وسباق ملحوظ نہون بیشتر کلام مفید معنی نرہینگے - اسلئے کہ وہی ذریعہ تعین معنی واحد کا اوس صورت مین ہوا کرتا ہے جب کسی لفظ کے چند معنی ہون - اور چونکہ سیاق وسباق وہ معنی دیتا ہے کہ سمار بمعنی آسمان کے ہے وہی مراد الٰہی ہوسکتی

ہے - اور یہ تاویل خلاف مراد الٰہی و مطابق مراد فلاسفہ ہے -

یہ امر کہ سمار کا وجود نہین ہے اسلئے غلط ہے کہ ہم ارشاد الٰہی کے بموجب اوسے مانتے ہین کہ موجود ہے خواہ وہی ہو یا اس سے بلند جو ہمکو نظر آتا ہو - اگر اندہا کہے کہ مجھے دکھلائی نہین دیتا اسلئے موجود نہین تو یقیناً غلط ہوگا -

حالتِ تاویل ماولین کی نسبت انکار جنات کے

دوسری مثال اونکی تاویل کے انکار جنات ہے وہ بھی اسی لئے ہے کہ فلاسفہ اونکے وجود کے قائل نہین ہین - اسلئے جہان قرآن مجید مین صاف ذکر جنات کا ہے اوسکو قسم انسان کہتے ہین - اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی ہمنے جن و انس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے - (یعنی نافرمانی کے لئے نہین) اور پھر فرماتا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ترجمہ اوسی نے انسان کو ٹہیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا - اور جنون کو آتش بلا دخان سے -

عالیجناب مولوی نذیر احمد صاحب نے مَارِجٍ مِّنْ نَّارٍ کا ترجمہ آگ کی لو کیا ہے - یہ غلطی ہے -

صاحب قاموس نے لکھا ہے من مارج من نار اسے نار بلا دخان یہ چراغ کی لو اور بہت سی لوؤن مین دہوان ہوتا ہے - پتھر سے جو آگ نکلتی ہے اوسے لو نہین بولتے - بجلی سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ بھی لو نہین کہلاتا اگر یہ ترجمہ لو کا صحیح ہو خلاف

آیۂ وخلقنا الجان من قبل من نار السموم کے ہوگا نار سموم کا ترجمہ لون کی گرمی ہے - وہ لو
نہین ہے بلکہ وہ ایک حرارت ہے جو سخت لون چلنے مین مثل نار مضطرب کے
دکھلائی دیتی ہے اور بغیر دہوین کے ہوتی ہے - ممکن ہے کہ نار سموم یا مارج
من النار ترجمہ آکسیجن کا ہوگا جسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی - اور یہ بھی قصۂ حضرت سلیمان
مین فرماتا ہے - قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن
مَّقَامِكَ اس تاویل مین لغت کی ناواقفیت موجود ہے - جنون وجن بالفتح پوشیدن کو
کہتے ہین - وجن علیہ اللیل اسی سے ہے جن بالکسر اسم ہے اور پری کو کہتے
ہین اور لغت مین صاف متعین کیا گیا ہے کہ وھو خلاف الانس یعنی جو انسان نہو - جن
سپر کو کہتے ہین جنت بہشت اور بستان کو کہتے ہین - عفریت دیو سفید کو کہتے ہین
پس جن حضرات نے یہ تاویل کی ہے اونکو لغت عرب مین امتیاز نہ تہا اور یہ خبر نہ
تہی کہ عرب لفظ جن سے پری کے معنی کے سوا اور کچھہ نہین سمجھتے - اسمین اس سے
بھی غفلت ہے کہ جب اللہ تعالی مادۂ خلق کو تبلائے اور فرمائے کہ آدمی مین مٹی
ہوتی ہے جن مین آگ اور یہ فرق مابہ الامتیاز ہے - تو معنی یہ ہین کہ جن مین مٹی
نہین ہوتی اور یہ قسم انسان نہوا قسیم انسان ہوا - ایسے ماولین کو قسم وقسیم کا امتیاز
نہین - یہ تاویل بھی ویسی ہی ہے جیسی پہلی مثال مین بیان کیا گیا کہ آیت سے وجود
جن صریحًا ثابت ہے - انکار بہ تبعیت فلاسفہ ہے اور ضد معنی قائل کی ہے - جنات
کے وجود مین ہزارون نفر کی شہادت موجود ہے تبعیت فلاسفہ مین سب کو ایسے

ماولین جهوٹا بھی مانتے ہین - یہ عجیب بات ہے کہ چار یا زیادہ عنصر سے جو چیزین
اوسیکو اسلیئے کہ ہمنے چار یا زیادہ عنصر کی مخلوقات دیکھی ہے مخلوق جانین اور جب
خود بنانے والا کہے کہ ایک دو عناصر سے ہی ہمنے مخلوق پیدا کی ہے تو اوسے
صحیح نہ مانین - کیونکہ جو عناصر کو پیدا فرماے اور اونمین امتزاج پیدا فرماے اوسکے لیئے
ایسی کوئی شرط لگانا سواے فضولی کے اور کچہہ نہین ہو سکتا -

حالت تاویل ماولین کی نسبت انکار معجزہ غرق فرعون کے -

تیسری مثال معجزات کے انکار مین معجزہ غرق فرعون کا انکار اور اوسکی تاویل ہے - اللہ تعالی فرماتا ہے فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ○ ترجمہ پھر ہمنے موسی
کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر دے مارو - چنانچہ دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا گویا
ایک بڑا پہاڑ تہا - اور اوسی موقع کے قریب ہم دوسرے لوگون کو لوالاے - اور ہمنے
موسی اور جو لوگ اوسکے ساتہہ تہے سبکو بچالیا اس ضرورت سے کہ پانی کا اس طرح پہٹنا
کہ دو ٹکڑے ہو کر جدا کھڑا رہے اور اتنی دیر تک کھڑا ہوا معلوم ہوتا رہے کہ ایک گروہ اس
سڑک سے جو دریا پہٹ کر بنی ہو خشکی مین اوتر جاے اور دوسرا وہان پہونچے محال عادی
ہے راے ماولین کی یہ ہوئی ہے کہ وہ جزر و مدہتا - خرق عادت کے وجود کی مثالین
مین لے نبیان کی ہین - پس یہ ضرورت کوئی ضرورت نہین - صرف تبعیت فلاسفہ کی ہے جنکی غلطی
ثابت ہو چکی ہے - علاوہ بران یہ تاویل ہنسنے کے قابل ہے اسلیئے کہ قطع نظر خلاف

جملہ حالات ہونیکے اور سیاق وسباق کے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماول نے کبھی
جزر ومد سمندر کا نہین دیکھا کیونکہ جب مد ہوتا ہے پانی بڑھتا چلا جاتا ہی اور جب جزر ہوتا ہے
پانی گھٹتا چلا جاتا ہے اوسمین کبھی صورت پہاڑ کی پیدا نہین ہوتی - وہ ٹکڑے ہو کر کھڑا نہین
ہوتا - لکڑی سے ہٹکر کبھی پھٹنے کی حالت مین باقی نہین رہتا - میرے نزدیک اگر معجزہ
ہو اطمینان ثبوت نبوت نہین ہو سکتا - بہتر ہوتا کہ جو لوگ قرآن شریف مین اپنی عقل کے
خلاف باتین پاتے ہین اور اونکی عقل متفاوت یا ناقص یا نامستحکم اوسکو نہین مان سکتی
قرآن مجید کے تمسک سے دست بردار ہون - جیسا کہ بیان ہوا معجزات کا انکار ایسی بڑی چیز
ہے کہ وہ انکار وجود خداوند عالم بذریعہ انکار قدرت الہی کے ہے - اور انکار اون ذریعون
کا جو کمال اذعان حقیت نبوت جناب رسالت مآب صلعم کا دلاتے ہین - ضرور اونکی امتیاز
مین وہی وقت ہے جو سچے موتی اور جھوٹے موتی اور اصلی ہیرے اور بنائے ہوئے
ہیرونمین ہوتی ہے لیکن اوسکے سبب سے اصلی شئے کا بطلان لازم نہین آتا -

ان دونون حالتون کے ملانے سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کا کام صرف تمسک
قرآن مجید سے نہین چل سکتا - اور بڑی غلطی ہے جو لوگ احادیث نبوی صلعم سے قطع
کرتے ہین - اونکی مثال یہ ہے کہ کتاب سے طبیب بنا چاہتے ہین - اونکی برائی یہ
ہے کہ وہ اللہ تعالی کی مراد نہین تبلاتے اپنی مراد کو اللہ تعالی کی مراد بناتے ہین جو
بنتی نہین اور دین اسلام اسلام نہین رہتا دوسرا دین ہو جاتا ہے - اونکی برائی یہ ہے
کہ وہ اعتراض کو اوٹھاتے نہین تسلیم کرتے نہین - وہ حمایت حوزۂ اسلام کی نہین کرتے

اوسکی مخالفت کرتے ہین - وہ بدیہہ شرک ہین اونہون نی صریح حکم الٰہی کی مخالفت پر کمر باندہ لی ہی اللہ تعالےٰ فرماتاہے
وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ترجمہ اور جو شخص اللہ اور اوسکے
رسول کا حکم ماننے اور اللہ سے ڈرے اور نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ مراد کو
پہونچنگے - ظاہر ہے کہ ایسے اقوال سخت بے خوفی پر مبنی ہین -

بیان اعتراض کہ علماء اسلام کی تاویلون مین اور پادریوں کی تاویلون مین فرق نہین ہے -

ممکن ہے کہ جناب پادریین ارشاد فرمائین کہ ضرورت تاویل اور
رنگ تاویل ہمارا اور علماء اسلام کا یکسان ہے - یعنی بحکم ضرورت
عقل تاویل کرنا اور سخن کو مطابق عقل کر دینا - چنانچہ علماء اسلام
اون آیات مین تاویل کرتے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ مجسم ہے جیسے يَدُ اللّٰهِ
فَوْقَ اَيْدِيهِمْ وَ اَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اونکی بہی ضرورت تاویل یہی ہے
کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجسم نہین ہے اون آیات کو تاویل کے ذریعہ سے عقل
کے مطابق کر دیتے ہین - اسیطرح ہماری ضرورت تاویل کی بہی یہی ہے کہ بحکم عقل ثابت
ہے کہ محال کا وجود مین آنا ممکن نہین معجزات کا اعتقاد امکان محال کا اعتقاد اور خلاف
عقل ہے - یا آگ سے جو جوہر یا عنصر نہین محض عرض ہے - خلق ہونیکا اعتقاد
امکان محال کا اعتقاد اور خلاف عقل ہے - اسی لئے ہم معجزات اور ایسی آیات مین تاویل
کرکے اونکو مطابق عقل کے کر دیتے ہین - پس کوئی فرق ہماری اور اونکی تاویلون مین
نہین - یہ بالکل غلط ہے اور انواع و اقسام کی غلطیان اسمین موجود ہین بعض بیان
کیجاتی ہین -

جواب اون کہ . . . . . .
محال عادی و عقلی مین امتیاز نہین کیا جاتا۔

(۱) محال عادی اور محال عقلی مین فرق نہین کیا جاتا۔ محال عادی باعتبار اون قواعد کے محال ہے جو اللہ تعالی نے ہمارے لئیے خلق فرمائے ہین۔ محال عقلی ایسی چیز ہے جسکو قدرت سے تعلق نہین۔ چنانچہ بیان اوسکا ہو چکا ہے۔ محال عادی جب متعلق ذات جناب ایزدی کے ہو محال نہین ہے۔ اسلئے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ جو اس عالم کے کارخانہ عظیم الشان کو بنا سکتا ہے۔ اوسمین ایسی بڑی قدرت ہے جسکی انتہا نہین اور انتہائے قدرت کا علم ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس وہ اون قواعد کا جو ہمارے لئیے بسبب محدود ہونے قوت کے ہین پابند نہین۔ اسلام نے یہ بتلایا ہے کہ حق تعالی جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اوسیوقت ہو جاتی ہے۔ پس پانی کا دو ٹکڑے ہو کر کھڑا ہو جانا یا چاند کا شق ہو جانا یا ایک بکری کے کسی عضو کے گوشت سے ایک بڑی جماعت کا سیر ہو جانا جب اللہ تعالی قصد کرے ناممکن نہین۔ ضرور جب ہم قصد کرین ناممکن ہے۔ اور یہ محال عقلی نہین ہے پس غلطی یہ ہے کہ ہم جب عقل کی حکومت قایم کرتے ہین عقلاً غلطی کرتے ہین کہ اپنے لئیے محال اور خدا کے لئیے محال مین امتیاز نہین کرتے اور غلط عقل کے مطابق تاویل کرتے ہین۔

دوسرا جواب کہ علمار کی تاویلون اور حال کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ وہ بہ نظر آیات ہین یہ بہ نظر فلسفہ۔

(۲) علمار اسلام کی تاویلون مین اور آجکل کے ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ اونکی تاویلین بعض آیات کی نسبت نظر بہ بعض دیگر آیات کے ہوتی ہین یعنی متشابہات

مین تاویل نظر بہ احکام محکمات کے کرتے ہین۔ ماولین کی تاویلین متشابہات اور محکمات دونون کی یکسان ہین اور اسلئے غلط ہین۔ مثلاً علمار اسلام آیات تجسیم مین تاویلین اسلئے کرتے ہین کہ بہت سی آیات سے خداوند عالم کا مجسم ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین تمسے رگ گردن سے زیادہ قریب ہون۔ جو جسم ہمارا سا ہو وہ اس طرح قریب اور ہر شخص کے قریب نہین ہو سکتا۔ سوای اسکے جو جسم ہو وہ محتاج مکان اور ظرف کا ہوگا۔ اللہ تعالی کا محتاج ہونا تمام کلام مجید سے ظاہر ہے خلاف اسکے جنات کا آگ سے نہ پیدا ہونا کسی آیت سے نہین نکلتا۔

تیسرا جواب کہ یہ تاویلین تحریف دین ہین۔

(۳) علمائے فلسفہ کی تاویلون مین وسعت غلط ہے اس غلط وسعت تاویل سے اسلام اسلام باقی نہین رہتا جسکا بیان ہو چکا ہے۔ دوسری تقریر مین یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ہمارے ناممکن خدا کے لئے ناممکن مانے جائین تو لازم آئیگا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہون۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام مردہ کو زندہ نکرتے ہون۔ جب کوئی شخص بعد موت کے زندہ نہین ہو سکتا تو قیامت غلط ہو۔ جزا اور سزاے آخرت مہمل ہو۔ وعید سب باطل ہون۔ اصول دین مین توحید اور نبوت اور قیامت داخل ہین جو انکار توحید جسمین قدرت مطلق داخل ہے۔ انکار نبوت جسمین حضرت عیسٰی کا بغیر باپ کے پیدا ہونا شامل ہے۔ اور انکار قیامت جسمین مردہ کا زندہ ہونا مسلم ہے۔ لفظاً یا معنیً کرے مسلمان نہین ہے۔ علاوہ اسکے جب وسعت دائرۂ تاویل سخن کی مطابق مقصود کے

کر لینا قرار پائے تو کوئی وجہ نہین کہ مشرکین مسلمان نہ مانے جائین۔ نصاریٰ خدا کو ایک جانتے ہین اور کہتے ہین کہ تین خدا اسطرح ایک ہے کہ جیسے کسی مثلث کے تین ضلعے یا زاویے۔ مشرکین کہتے ہین کہ ہم بت مین ہو کر اللہ کی جسے پرمیشر یا دوسرے اسم سے مسمی کرتے ہین پرستش کرتے ہین۔ پس ایسی تاویلون کے یہ معنی ہین کہ اسلام کوئی چیز نہین ہے۔ ہر مذہب اسلام ہے جس مین مشرکین داخل ہین۔

چوتھا جواب کہ حال کی تاویلین مخالف لغت ہین۔

(۴) علمار کی تاویلون مین اور ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ ماولین کی تاویلین ایسی ہوتی ہین کہ مخالف لغت اور سیاق و سباق کے ہوتی ہین۔ علمار کی تاویلین ایسی نہین ہوتین۔ مثال اوسکی وہ تاویلین ہی ہین جو مذکور ہوئین چنانچہ جن کی تاویل اور آیات تجسیم کی تاویل مین یہ فرق ہے کہ لفظ جن سے عرب سوائے پری کے دوسرے معنی نہین سمجھتے۔ آیات تجسیم مین جیسے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ یا اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ مین عرب لفظ یدی اور وجہ سے دونون معنی ہاتھ اور قوت اور منہ حقیقی اور مجازی (وجاہت) کے سمجھتے ہین۔ علاوہ برآن انکار تجسیم سے ہماری مراد یہ ہے کہ خداوند عالم ایسا جسم نہین رکھتا جیسے ہمارا اور مخلوق ارض کا ہے ہم یہ کہتے ہین کہ کنہ ذات الہی معلوم نہین۔ مگر وجود اوسکا ماننا ہمارا ایمان ہے۔ پس ہم نہین جانتے کہ وہ کیسا جسم ہے اور عرش پر مستوی ہونا اوسکا کس طرح کا ہے۔ غور فرمائے کہ تاویلات علمار اور تاویلات ماولین مین کتنا فرق ہوا۔

پانچوان جواب کہ تبعیت فلاسفہ بمقابلہ وین عموماً غلط ہے اور آگ کا عنصر نہ ماننا خصوصاً

(۵) اعتقاد فلاسفہ کے مطابق ہر وقت مان لینا کہ ماہیت اشیاء وہی ہے جو فلاسفہ وقت بیان فرما رہے ہین عموماً غلط ہے چنانچہ بیان وجوہ ہو چکا ہے آگ کا جوہر اور قایم بالذات ہونا مذہب فلاسفہ وقت کا ہے مگر فلاسفہ سابق کا مذہب یہی تہا کہ آگ جوہر اور عنصر ہے۔ وہ بہی دلائل بیان کرتے تہے یہ بہی دلائل بیان کرتے ہین۔ سب سے بڑی دلیل فلاسفہ وقت کی یہ ہو سکتی ہے کہ عناصر ۶۲ ہین جو بعد تجزیہ اشیاء مختلفہ کے ثابت ہوئے ہین۔ اونمین آگ کوئی چیز نہین ہے۔ بلکہ وہ ایک خاصہ اور عرض ہے جو تصادم سے پیدا ہوتا ہے اور بشکل نور دکھلائی دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ قایم بالغیر ہے۔ وہ غیر جب فنا ہو جاتا ہے وہ نور بہی فنا ہو جاتا ہے۔ یہ خیال محض خیال ہے (۱) اسلئے کہ اگر ایسا ہو دو حال سے خالی نہین ہو سکتا۔ یا اعراض بطور خاصہ لازمی عناصر پر طاری ہونگے۔ یا اتفاقی۔ اتفاقی ہونا صریحاً غلط ہے۔ اگر ایسا ہو عالم مین نظام باقی نرہے سردی کی جگہہ گرمی پیدا ہو جائے تری کی جگہ خشکی۔ جو کہانا پکائین کبہی وہ امرت ہو جائے کبہی زہر۔ کپڑا رنگین کبہی وہ زرد ہو جائے کبہی سرخ۔ الغرض بنائین کچھہ بنے کچھہ اور۔ جب خاصہ لازمی ہونا صحیح ہے لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس مادہ کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ تصادم سے مشتعل ہو جائے وہی مادہ نار قایم بالذات ہے اور تصادم ذریعہ عرض نور ہے اوس مادہ کو نار کہنا چاہیے نہ اوس چیز کو جو تصادم سے پیدا ہو کر حالت اشتعال مین آجاتی ہے (۲) تہوڑی دیر کے لئے اگر اعتقاد فلاسفہ حال ہی

جدا ہو جاے اور اسبات پر غور فرمائیے کہ وہ نار جو حالت اشتعال مین ہوتی ہے
اور آپ اوسے نار کہتے ہین ایک اکال حالت ہے کہ جسمین وہ ظاہر ہوتی ہے
اوسے نظر سے غائب کر دیتی ہے اور مرکب موجود کو جسکے اندر وہ لگی ہوتی ہے
فنا کر دیتی ہے۔ اگر آفتاب مین ہی جسکا نور آتش و حرارت کو ایسا پیدا کرتا ہے کہ جب آتشی شیشہ سے شعاعین
اسکی مجتمع کر کے کسی چیز پر ڈالیجاتی ہین اور وہ چیز حالت اشتعال مین آجاتی ہے یا جنگلونمین زیادتی حرارت
شمس کے اوقات مین خود بخود آگ لگ اوٹھتی ہے مادۂ نار ایسا ہی ہو تو لازم آئیگا
کہ آفتاب بھی اسی طرح کے فنا ہو جانے والی چیز ہو جیسے کوئلہ مین آگ لگ کر اوسے
خاکستر کر کے حالت نور کو زائل کر دیتی ہے۔ آفتاب کی نسبت یہ حالت بداہتہً قابل
تسلیم نہین ہے۔ اور لازم آتا ہے کہ آفتاب مین نار بحالت اشتعال قایم الذات ہے
ممکن ہے کہ کرۂ ارض کی نار اوسکا اجزا اور عرض محض ہو۔ پس ان دونون صورتون
مین یعنی نار اوس مادہ کو کہین جو قابل اشتعال ہے (بالقوہ) یا اوس مادہ کو کہین
جو حالت اشتعال مین ہے (بالفعل) لازم آئیگا کہ فلاسفہ حال نے یا دہوکا کہایا
ہے یا تحقیقات ناتمام ہے۔ دہوکا اسلئے کہ حالت مشتعلہ بالفعل کو نار سمجھا ہے۔
تحقیقات اسلئے ناتمام ہے کہ یا اب تک وہ خاص چیز جو مادۂ نار محض ہو اوسکو تجزیہ
کر کے ایک عنصر قایم نہین کر سکے۔ وہ اسقدر نازک ہونا چاہیئے کہ جدا نہو سکتا ہو۔
یا محض تجزیہ اجزا موجودہ کرۂ ارض مین نار کا مادہ نہ پا کر یا جدا کرنے کی قابلیت نہ رکھکر
مطلقاً انکار اوسکے عنصر ہونے کا کر دیا ہے۔ مخلوق الٰہی کرۂ ارض ہی نہین ہے

آفتاب اور لاکھون کرہ ہین ۔ جب اونکا تجزیہ نہین ہوا تو مطلق انکار بھی صحیح نہین ہوا
اللہ تعالیٰ نے یہ نہین فرمایا کہ اوس نار سے جو ایک عنصر کرۂ ارض مین ہے جنات
پیدا کیے ہین ۔ (۳) یہ دیکھنا چاہیے کہ خداوند عالم نے جنات کا پیدا ہونا کس چیز سے
فرمایا ہے ۔ ارشاد ہوا ہے کہ نار سے پیدا فرمایا ہے ۔ مگر سورۂ حجر مین صاف بتلا دیا ہی
کہ کس نار سے پیدا فرمایا ہے وہ نار سموم ہے چنانچہ وہ آیت یہ ہے ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝
ترجمہ اور ہم نے ہی کالے اور سڑے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر
کھن کھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو آدم سے پہلے لُون کی گرمی سی
پیدا کر چکے تھے ۔ میرا خیال یہ ہے اور اگر تفسیر بالرائے کر دینا جائز ہوتا مین بالادعان
کہدیتا کہ نار سموم ترجمہ آکسیجن کا ہے ۔ چونکہ یہ لفظ اوس وقت جب کلام مجید نازل ہوا
بنا نہ تھا اور عرب مین نہ تھا پس اس سے بہتر کوئی لفظ آکسیجن کے مقابل نہین ہوسکتا
تھا جس سے عنصر جنات کے خلق کا تعبیر کیا جاتا ۔ پس اگر یہ معنی مان لیے جائین
کوئی نزاع باقی نہین رہتی اور سارے وجوہ انکار وجود جنات کے باطل ہو جاتے
ہین ۔ اگر یہ معنی نہ مانے جائین تو یہ کہنا بداہت ہوگا کہ جنات کے خلق کا عنصر نار سموم
ہے ۔ نہ نار مشتعلہ ۔ اور یہ معنی ہونگے کہ وہ چیز جسے مٹی کہتے ہین (اس سے قطع
نظر کر لیجیے کہ اوسکے اجزا کا تجزیہ کرنے کے بعد اوسکے عنصر کتنے ہین ۔) عنصر خلق
آدم کا ہے ۔ اور وہ جنات کا عنصر خلق نہین ہے ۔ اور یہ معنی ہونگے کہ نار سموم مین

جو نار ہے یعنی وہ جو حالت اشتعال مین نہین اور وہ ایک مادہ ہے جو اشتعال پاجاتا
ہے خواہ اوسے اشتعال کی ضرورت ہو یا نہو عنصر خلق جنات کا ہے۔ علاوہ اسکے
ہمارا اعتقاد فلاسفہ کے تبلانے سے نہین ہے کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے۔
جناب باری تعالی جلشانہٗ کے ارشاد سے ہے۔ عنصر ہونے اور نہ ہونے کی
جسمین بحث نہین ہے نہ اسکی خداوند عالم نے بحث فرمائی ہے کہ نار عنصر اور جوہر ہے
یا عرض۔ نہ یہ فرمایا ہے کہ وہ ارضیات کا عنصر ہے۔ اگر یہ مان لیا جاتا کہ اللہ تعالے
جلشانہ نے یہی فرمایا ہے کہ عناصر سے مخلوق پیدا ہوئی ہے تب یہ کہنا کہ نار عنصر
نہین ہے (نہ کرۂ ارض مین نہ کرۂ آفتاب مین) اوراس سے مخلوق پیدا نہین ہوتی جائز
ہوتا۔ اب ہرگز جائز نہین ہے۔ اس سے ہی قطع نظر نسبت روح کے اللہ تعالے
نے فرمایا ہے کہ وہ حکم ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالی جب کسی چیز کی نسبت ارادہ
کرتا ہے کہ ہو جائے پس حکم دیتا ہے کہ ہو جا۔ اور وہ ہو جاتی ہے پس صاف
معنی یہ ہین کہ جس چیز کو حکم قیام ہو خواہ قایم بالذات ہو یا قایم بالغیر وہی قایم اور باقی رہیگا اور
وہی خلق ہے چنانچہ خود مادہ بھی حکم ہے اور اعراض بھی حکم ہین ورنہ مادہ کا قدیم ہونا
لازم آئیگا۔ پس حقیقت مین جوہر اور اعراض کی بحث کو اللہ تعالی جلشانہٗ کی قدرت خلق
سے کچھ لگاؤ اور تعلق نہین نہ معجزات سے اور اسی لئے ضرورت تاویل معجزات اور
جنات کی عموماً غلط محض ہے۔ جب مین اس بات پر غور کرتا ہون کہ انکار قایم بالذات
ہونے نار کا حقیقت مین انکار نار ہے تو یہ آیت یاد آتی ہے۔ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ - یہی وہ نار (دوزخ) ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے -

ترک تمسک احادیث کا یہ ضرر کہ چھوٹی تدبیریں اس سے فوت ہوتی ہیں -

اب میں ترک تمسک احادیث کی ایک اور برائی بیان کرتا ہوں کہ احادیث نبوی میں ہر چیز کی تعلیم موجود ہے چھوٹی سے چھوٹی بات اور بڑی سے بڑی بات کی - چھوٹی تدبیروں سے بڑی تدبیریں پیدا ہو جاتی ہیں - چنانچہ اسکا بیان اس کتاب میں تفصیل سے ہو چکا ہر مناسب ہے کہ یہاں ایک نئی مثال بیان کیجائے جو ممکن ہے کہ فرضی ہو حقیقی ہو - اور وہ یہ ہے - جب بچے چوری سیکھتے ہیں پہلے اپنے ماں باپ کی چیز چراتے ہیں جسمیں استفادہ کا اونکو ایک حق ہوتا ہے پھر دوسرونکی بہت ہی چھوٹی چیز - اور ابتدائی درگذر کے سبب سے آخر کو بعض نامی چور ہو کر تمام عمر جیلخانہ میں رہتے ہیں چنانچہ وہ قصہ اسکی مثال ہے جو ایک انگریزی کتاب مین دیکھا تھا -

حکایت پہلے زمانہ مین سزا چوری کی قتل تھی - ایک شخص چوری کا ملزم ثابت ہوا اور اوسکی نسبت حکم قصاص دیا گیا - پھانسی سے پہلے اوس سے پوچھا گیا کہ اوسکے دلمیں کیا آرزو ہے اوسنے جواب دیا کہ اپنی ماں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں - چنانچہ اوس سے ملاقات کرائی گئی - جب ماں بیٹوں کا سامنا ہوا تو بیٹے نے ماں سے خواہش کی کہ مجھے اپنی زبان کا بوسہ دیدیجئے - ماں کچھ نہ سمجھی اور اپنی زبان نکالدی - صاحبزادہ نے ماں کی زبان منہ مین لیکر اس زور سے

کاٹ کہ کتر گئی - ماں چلانے لگی غل ہوگیا - لوگ دوڑے اور جب دیکھا کہ عورت
کے منہ سے خون جاری ہے زبان کٹ گئی ہے قیدی کو ملامت کی - تب اوسنے
جواب دیا کہ میری یہ نوبت ان والدہ ماجدہ کی بدولت پہونچی ہے - جب مین بچہ سا تھا
پہلی دفعہ مینے ایک انڈا چورایا اور اماں جان کو لاکر دیا اونہوں نے اوسے اوبالا آدہا
خود کہایا نصف باقی مجھے دیا مینے اپنا حصہ کہا لیا - اوسی دن سے مجھے چوری
سے رغبت شروع ہوئی اور آخر کار عادت ہوگئی اگر یہ ماں مجھے روک دیتی اور
سزا دیدیتی مین اس حال کو نہ پہونچتا انصاف یہی تہا کہ حصہ سزا سے بہی وہ محروم
نہ رہے -

پس جو آدمی کو اعلی درجہ کا بنائے لازم ہے کہ ہر چھوٹی اور بڑی بات کی شرح
کرے اور ہر چھوٹی اور بڑی بات کے لئے احکام نافذ کرے اور چھوٹی برائیون
سے اوسی طرح منع کرے جیسے بڑی برائیون سے - کیونکہ صغائر کبائر کی طرف
منجر ہوتے ہین - ایک دفعہ آنکہہ اوٹہاکر دیکھہ لینا بہت ہی چھوٹی چیز ہے
مگر نتایج بزرگ اوسکے محتاج بیان نہین ہین - اس اصول کے مطابق غور کرنا چاہیے
کہ جو لوگ احادیث کو ترک کرتے ہین وہ چھوٹی تدبیرین جنکے بغیر بڑی تدبیر پوری
نہین ہوتین چھوڑتے ہین - اور حقیقت مین اون عمدہ مدارج پر پہونچنے سے باز
رہتے ہین جہان پہونچانا مقصود الٰہی تہا -

تمسک احادیث پر استہزا کا بیان -

تاہم یہی نہین ہے کہ احادیث سے قطع نظر

کیجاتی ہے اپنے دیکھا ہے کہ اونکی نسبت اعتراض واستہزا ہوتا ہے کہ انمین چھوٹی چھوٹی
باتین ہین اور وہ بے حقیقت ہونے کی وجہ سے قابل پابندی نہین - مجھکو تعجب
ہوتا ہے کہ اٹیکیٹ Etiquette کی کتابون مین یہانتک بیان کیا گیا
ہے کہ جب مسواک باہر کی طرف دانتون مین کیجاے اندر کیطرف بھی کرنی چاہیے
اس پر بے حقیقت ہونیکا کوئی الزام نہین لگاتا اور قابل ترک نہین سمجھتا - احادیث کے
جزئیات کو چھوٹی باتین کہکر باعث ترک جانتے ہین - مسواک کا طریقہ بتلانا آخر کار
دانتون کے لئے نفع عظیم کا ذریعہ ہوتا ہے ایسے ہی احادیث مین جزئیات
کی تعلیم باعث نفع عظیم ہے -

مناسب ہے کہ چھوٹی باتون مین سے مثلاً ایک بات بیان کیجاے - جناب
رسولخدا صلعم نے حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم مین ہر تشبہ کی ممانعت فرمائی
ہے - اسپر بہت بحث کیجاتی ہے - اور لباس کی تقلید کی وجہ سے یہ حدیث یا
غلط یا قابل تاویل یا ناقابل عمل سمجھی جاتی ہو اسکے مقابلہ مین اٹیکیٹ Etiquette
کے بعض مقررات قابل توجہ ہین - جو شخص اپنے آپکو سوسائٹی مین داخل ہونیکے
لایق بنانا چاہے اوسپر لازم ہے کہ کالر اوسکا ایک خاص طرح کی حالت مین ہو -
بٹن خاص طرح کے ہون - رومال خاص طرح کا ہو خاص طرح سے رکھا ہوا ہو -
خاص طرح کے بال ہون - مونچھین خاص قسم کی ہون - ڈاڑہی خاص طور کی ہو یا
اوسیدن کی منڈی ہوئی ہو - عمدہ دوکان کے سلے ہوئے کپڑے ہون -

ان قیود کی نہایت خوشی سے پابندی کیجاتی ہے مگر آنجناب صلعم نے جو تشبہ
کی ممانعت فرمائی ہے اوسے غلط جانتے ہین حالانکہ نفع کا وجود اوسمین ظاہر ہے۔
جہانتک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ جسقدر حکام وقت ہین بہ نسبت ہندوستانیون کو جو
انگریزی لباس پہنتے ہین بہ رغبت سمجھتے ہین۔ بعض ایسی مثالین مینے دیکھی ہین کہ انگریزی
کا ایک لفظ نہین جانتے مگر کوٹ پتلون سے ایسے درست ہین معلوم ہوتا ہے کہ
ابھی لنڈن سے چلے آتے ہین۔ اگر اہل ہند وضع مین تغیر پیدا کرتے میرا خیال یہ
ہے کہ اس حالت کی بہ نسبت وہ جلدی میل جول پیدا ہونے کا ذریعہ ہوتا۔ یا بے وقعتی
نہوتی۔ بہرحال اس حدیث کا غلط جاننا نہایت ہی غلط اسلئے ہے کہ زمانہ جناب نبوی
زمانہ لڑائیونکا اور ابتدا اسلام کا تھا۔ ایسے زمانہ مین لباس کی علیحدگی اور وضع اسلام
کا جدا کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ اب بھی وردیون کی تاکید ہے۔ اور وضع اعدائی اختیار
کرنا جرم ہے۔

> متمسکین احادیث کے اوہام مین مبتلا ہونے کا بیان۔

یہی نہین ہے کہ پابندی احادیث سے اعراض کیا جاتا ہے
یہانتک نوبت پہونچی ہے۔ بعض حضرات متبعین سنت
کا یہانتک استخفاف کرتے ہین کہ جو لوگ پابند احادیث ہین اونکو بلا اوہام مین مبتلا اور
نکمے جانتے ہین۔ چنانچہ بعض چیزونکا نام مذہبی اوہام رکھا گیا ہے۔ جو لوگ ایسا
ارشاد فرماتے ہین غالباً اونکی غرض تاریخون مین سعد و نحس کے اعتقاد۔ تعویذون کے
اعتقاد۔ دعا کے اعتقاد اور اسیطرح کے اور اعتقادات سے ہے۔ غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

امور نتیجہ ایک خاص امر کا ہین یعنی اللہ سے ڈرنے کا۔ یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ موجود اور
حاضر و ناظر ہے اسکا سبب ہوتا ہے کہ آدمی جیسا اوسوقت کہ گواہ موجود ہون ارتکاب
معاصی سے باز رہے اوسوقت بہی باز رہے جب گواہ موجود نہون۔ یہ ایک بڑی خوبی
ہے لیکن انسان جب خائف ہوتا ہے اور خوف بڑہجاتا ہے لازماً اوسکی یہ حالت
ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز مین احتیاط کرتا ہے جیسے ہم لوگ نوکری کی حالت مین کرتے
ہین۔ بعضونکی وہ حالت ہوتی ہے جو انسان کی ڈوبنے مین۔ ڈوبنے والے
بچنے کی کوشش مین تنکے پکڑنے لگتے ہین۔ یہ زیادتی ہے۔ تاہم اس امر
عظیم الشان یعنی خوف الٰہی کے بعد جب غلطیان ہون وہ قابل برا کہنے کی نہین ہین۔
اس سبب سے مذہب قابل استغفار ہے۔ انسانون کو بتلانا چاہیے کہ بعض چیزین
جو حالت خوف مین اوسطرف لیجاتی ہین جنکو تشبث غرایق بکل حشیش کہتے ہین توہمات
محض اور غلطی مین داخل ہین۔ بعض ایسے نہین ہین چنانچہ جو توہمات مذکور ہوئے
اونمین بہی بعض ایسے ہین کہ قابل اعتراض نہین جنمین سے ایک یعنی تاریخ ہاے
سعد و نحس کے اعتقاد کی حالت بیان کیجاتی ہے۔

تاریخون کے سعادت و نحوست کا اعتقاد بے اصل نہین ہے۔ ہر ملت اور قوم
مین اسکا وجود پایا جاتا ہے کیونکہ جب کسی دن کوئی واقعہ عظیم پیش آتا ہے لوگون کو وہ
دن یاد رہتا ہے۔ مثلاً جب کوئی بادشاہ تخت پر بیٹھے اوسکا روز تخت نشینی روز جشن
ہوجاتا ہے۔ جب پیدا ہو وہ دن روز تعطیل ہوجاتا ہے۔ جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہی

تو وہ دن ہمیشہ یادر ہا کرتا ہے - جیسے حضرت عیسیٰ کا روز غیبت - اور ۲۵ ر دسمبر کا یاد رہنا - یا جناب سید الشہدا کا روز شہادت اور ۱۰ ر محرم کا یاد رہنا - یا ہفتہ مین ایک دن کا خالی رہنا اس بنا پر کہ اللہ تعالے نے چھہ دن مین زمین و آسمان بنائے اور ساتوان دن خالی تہا - جسے کوئی اتوار کوئی ہفتہ کوئی جمعہ مانتا ہے - پس ہفتہ یا مہینے یا سال مین جب وہ دن یا تاریخ آئے یاد رکہنے والے اوسکو خواہ اور دنون سے خود بخود ممیز جانتے ہین - بعض اس سے بڑہجاتے اور اومین سعادت یا نحوست خیال کرتے ہین - پس اگر مسلمان بہی بعض ایام و تواریخ کو ممتاز جانین کیا برائی ہے - اگر کچھہ بڑہکر اونکو نامبارک خیال کرین کوئی بڑا الزام اونپر نہین - اگر زیادہ تفتیش کیجائیگی اور وجوہ بہی موجود ملینگے جو الزام سے پاک کردین - علاوہ بران یہ امر خاص طور سے غور کے قابل ہے کہ ایسے واقعات کو نہ ماننا اون واقعات کا استخفاف اور توہین ہوسکتا ہے - اور وہ استخفاف و توہین بدترین اشیار مین سے ہے - وہ حضرات جو ایسی چیزون کو اوہام مطلق کہکر استخفاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک جو ایسا اعتقاد رکہے گو کسی مذہب کا ہو برابر ہے اونکو چاہیے کہ وہ صاف کہین کہ ہم خدا کو نہین مانتے - عیسائی - ہندو - مسلمان بنکر ایسا کہنا روا نہین ہوسکتا -

احادیث مین تنقید کی وقت وجہ ترک نہین ہوسکتی -

اب باقی رہا یہ امر کہ احادیث مین تنقید کی وقت ہے - ضرور دقت موجود ہے مگر آدمی جسقدر مشکل کام کرتا ہے اوسیقدر اوسکا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے - جیسے لڑائیون مین - پس مین پوچھتا ہون کہ آپ تہوڑی دیر

کے لئے انصاف کو کام فرما کر تبلائے کہ آپ نے اتنی محنت احادیث کی تنقید مین اوٹھائی ہے جسقدر طالب دنیا مین - جتنی محنت اون علوم کے پڑھنے مین جنسے آدمی بی - اے ہوتا ہے - اوٹھائی جاتی ہے (یہانتک کہ بعض صحت سے دست بردار ہو گئے ہین) اتنی تنقید حدیث مین اوٹھائی - اگر اوٹھاتے غالبًا ایسا نفرماتے -

غلطی اول کا اثبات بذریعہ اسکے کہ مذہب حق ایک ہی ہوسکتا ہے

اسباب کی غلطیان بیان کر دینے کے بعد اب حقیقت **غلطی اول** کی یعنی اوسکے وجوہ بیان کئے جاتے ہین - اس ارشاد کی کہ مذہبی خود پسندی کے نشہ مین سرشار تھے اور تمام کلام پر نظر کرنے سے یہ معنی ظاہر ہین کہ خود پسندی مذہب کی بری چیز ہے اسلئے کہ مذہب ضرور نہین ہے کہ ایک ہی حق ہو - یہ صریحًا غلط ہے - اسلئے کہ اگر مذہب خدا پرستی کا مذہب ہے وہ دو نہین ہو سکتے ایک ہی ہو سکتا ہے - ایک کے سوا جسقدر ہونگے وہ سب غلط ہونگے - اور پسند امر حق کے حق جاننے کے لئے لازم ہوگی - جتنا اس پسند کے نشہ مین سرشاری کی کمی ہوگی وہ پسند امر حق کی نہوگی - تکبر اور خود پسندی منع ہے امر حق کا حق جاننا واجب ہے اوسی کا صلابت فی الدین نام ہے - جب مذہبی خود پسندی نہوگی آدمی اوسپر قایم نہوگا - اور وہ حالت ہوگی جسکو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذَالِکَ لَا اِلٰی ھٰؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰی ھٰؤُلَاۗءِ ترجمہ کفر اور ایمان کے بیچ مین پڑے جھول رہے ہین نہ ان کی طرف اور نہ اون کی طرف - (نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادہر کے ہوئے نہ اُدہر کے ہوئے -

اس کتاب کا موضوع کسی خاص مذہب کا بتلانا نہین ہے البتہ عام مذہب اسلام کی تائید مقصود ہے - اسلئے جہانتک اس مقصود کو تعلق ہے مذہب کا ایک ہونا بیان کیا جاتا ہے - اول جناب باری تعالیٰ کی نسبت یہ تعین کرنا چاہیے کہ ہے یا نہین - اگر ہے ایک ہے یا ایک سے زیادہ - وجود خداوند عالم اوسکی مصنوعات سے اور اوسکی کمال حکمت سے ظاہر ہے - ان صنعتونمین اصولاً ایک وحدت موجود ہے یعنی سب ایک طرح سی پیدا ہوئی ہین ایک سا نظام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا یعنی او رتم اللہ کے دستور مین کبھی تبدیلی نہ پاؤگے - یہ وحدت او صنعت زور سے بتلا رہی ہین کہ خالق ہے - اور خالق ایک ہے خدا کا دو ہونا محتاج دلیل ہے جتنے دلائل خدا کے دو ہونے کے ہین وہ خدا کے وجود کے دلائل نہین ہین - دیکھیے اللہ تعالیٰ ان سب باتونکو بہت ہی تھوڑے لفظون مین بطریق اعجاز بیان فرماتا ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ترجمہ اگر زمین و آسمان مین خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو برباد ہو گئے ہوتے یعنی اگر دو اللہ ہوتے تو معاملہ بگڑ جاتا مختصر بیان اوسکا یہ ہے کہ دو برابر کی چیزونمین اطاعت نہین ہوتی - نہ دو برابر کے بادشاہ یا افسرون مین - اب جو پارلیمنٹ سے کام چل رہا ہے وہ دہوکا دیتا ہے - یاد رکھنا چاہئیے کہ کاسٹنگ ووٹ یعنی راے مختتم ایک شخص کے ہاتھ مین ہوتی ہے جسکی سب اطاعت کرتے ہین - خواہ وہ بادشاہ ہو یا پریسیڈنٹ - دو بادشاہ یا دو پریسیڈنٹ کہین نہین ہین - شوری آدمی کی راے کا مصحح ہے - خدا کو ضرورت شوری کی نہین - اسلئے کہ انسان ضعیف

پیدا ہوا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یامین لڑار۔

جب متعین ہو گیا کہ خدا ایک ہے تو اوسکے بعد متعین کرنا چاہیے کہ طریقۂ خداشناسی
اور طریقۂ بندگی یا مذہب ایک ہو سکتا ہے یا دو۔ ظاہر ہے کہ احکام بندگی ایک ہی
ہو سکتے ہین جیسے ایک سلطنت کا ایک قانون۔ دو نہین ہو سکتے۔ (ملکون کے
اعتبار سے جو قوانین مقامی بنائے جاتے ہین۔ وہ فرق کلیات وجزئیات کا ہے
اس بیان کے مخالف نہین) ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بننے کے دو ذریعہ کبھی نہین
ہوئے چنانچہ نوعیت وکیفیت خاص کا جو کھانا پکائے یا دوا بنائے جیسا وہ ہے
اوسی ایک تدبیر سے۔ غلط ہو یا صحیح۔ بن سکتا تہا جس سے بنایا تیار ہوا۔ جب
تدبیر مین فرق ہو گا کیفیت اور نوعیت بدل جائیگی اور اوسیقدر جسقدر ترکیب مین فرق
ہوا۔ جتنی آنچ جتنے اجزا جتنا مصالحہ وسینے سے ایک کھانا یا دوا تیار ہوئی بالکل ویسی
ہی اوسیقدر مصالحہ اور اوسی طریقہ کی آنچ سے خواہ غلط ہو خواہ صحیح حاصل ہو سکتی
ہے۔ ایک نتیجہ کی صحت کے دو دلائل ہونا جیسے اقلیدس کے شکلون کے دو
ثبوت اس دعوی کے مخالف نہین ہے اسلئے کہ نتیجہ جو نکلا ہے وہ ان دلیلون
سے نہین بنا تہا اوسکے اور ذریعے تھے مثلاً تساوی حقیقی دو چیزون مین مساوی بنانے
سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ثبوت کے طریقے متعدد ہین لیکن وہ ثبوت ایک چیز کا ہے
جب کسی چیز کے بننے کے دو ذریعے نہین ہوتے تو خدا پرستی کے بھی دو ذریعہ
اور ملک کے دو قانون نہین ہو سکتے۔ اسیطرح اگر ہم ایک نقطہ ہین اور معرفت الٰہی ایک نقطہ

ہے اور دونون کا ملانے والا خط مذہب ہے تو صحیح خط ایک ہی خط ہوگا دو نہین ہو سکتے صحت و راستی خط مین اوسیوقت متروک ہوگی جب نظر اوس نقطہ سے جسطرف خط کھینچنا مقصود ہے علحدہ ہو جائے جب ایکدفعہ نظر چوک کی پہر کون اوسے سیدہا کر سکتا ہے۔ نقطہ جب پہر نظر آئیگا اوسیوقت سے راستی اور سیدہا پن شروع ہوگا۔ جو لوگ سمجھتے ہین کہ منحنی ہوکر ہی اگر خط نقطہ مقصود تک پہونچ جاوے۔ جیسے کسی شہر کے دو راستے۔ اور آدمی دونون راستون سے شہر مین پہونچ جاوے۔ برا نہین ہے حقیقت مین غلط ہے۔ اسلئے کہ اس استحسان مین اسبات سے غفلت کی گئی ہے کہ نقطہ مفروضہ یعنی خدا ہر مذہب کا جدا ہے۔ علاوہ اسکے جو شخص چند مذاہب مین سے تحقیق مذہب حق کرے اوسے نقطہ صحیح معلوم نہین نہ اس شہر کا پتہ۔ دو راستون سے ایک شہر مین پہونچنا اسلئے ممکن ہوتا ہے کہ شہر معلوم ہوتا ہے یہان جب خدا دکہائی نہین دیتا ذریعہ پہونچنے کا یہ مثال نہین ہوئی۔ یعنی شہر دیکہا نہین تہا پتہ پر جا رہے ہین جب ایک دفعہ پتہ گم ہوا گلے پتے جو شہر مین پہونچاوے نہین مل سکتے۔ یہ امر کہ ہر مذہب کا خدا واحد نہین ہے یعنی نقطہ مفروضہ متحد نہین۔ اسبات سے ظاہر ہے کہ بعض لوگ تین خدا کو ایک جانتے ہین۔ بعض لوگ اوتارونکو ہی خدا جانتے ہین۔ اور خدا کو وہی خدا جانتے ہین جو بتون مین سے ہوکر دکھلائی دے۔ بعض اللہ کے قدیم ہونے کے ساتھ مادہ کو ہی قدیم جانتے ہین۔ بعض آگ کو خدا جانتے ہین۔ یہانتک کہ بعضے پانچ پیر کو خدا جانتے ہین جنکو یہ ہی معلوم نہین کہ وہ کون ہین۔ بڑا فرق یہ ہے

کہ ذات باریتعالی کی شناخت ناممکن ہے یعنی کہنہ ذات۔ صفات سے جناب ایزدی کی شناخت ہوسکتی ہے جو داخل ذات ہین۔ صفات ثبوتیہ وسلبیہ دونون قسم کی ہین پس شناخت صفات ہوسکتی ہے۔ جب صفات مین اختلاف ہو ذات مین اختلاف لازم ہوگا اور جب صفت بدل جائیگی نقطہ مفروضہ بدل جائیگا حقیقت مین یہ کہنا کہ ہر مذہب کا خدا ایک ہے نہایت لغو ہے اور وہی شخص یہ بات کہہ سکتا ہے جسنے کبھی غور نہ کیا ہو کہ ہمارا اللہ کیسا ہے۔

جب معین ہوگیا کہ احکام بندگی ایک ہوسکتے ہین تب یہ امر غور کرنا چاہیے کہ سب سے چھوٹا راستہ اور احکام بندگی کے کون تبلا سکتا ہے ظاہر ہے کہ وہی تبلا سکتا ہے جسکو اللہ تعالی کی شناخت کامل ہوچکی ہو۔ وہ کون ہوسکتا ہے؟ جواب اسکا اسکے سوا اور کچھ نہین ہے کہ وہ نبیؐ ہوسکتا ہے۔ جناب محمدؐ مصطفےٰ صلعم کی نبوت اس طرح صاف ظاہر ہے کہ قرآن اونہون نے ایسا معجزہ مستمرہ چھوڑا ہے کہ وہ کامل ثبوت اونکی حقیت کا ہے اور ساتھ ہی وہ اسبات کا بھی ثبوت ہے کہ وہی نبی آخر الزمان تھے ورنہ معجزہ مستمرہ کسی اور کو نہین ملا۔ یہ وہی نبیؐ تھے جنکی خبر نبیؐ نے دی ہے اور یہ بھی ثبوت قطعی حضرت کی حقیت کا ہے۔ پس اسکے علاوہ جو اور راہ پیدا کرتے ہین وہ اس ارشاد کے اندر داخل ہین۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ

عَلَّ ابًا مُّهِيۡنًا ○ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمۡ يُفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓئِكَ سَوۡفَ يُؤۡتِيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ○

ترجمہ - جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون سے برگشتہ ہین - اور اللہ اور اوسکے رسولونمین جدائی ڈالنی چاہتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم بعض (پیغمبرون) کو مانتے ہین اور بعض پیغمبرون کونہین مانتے اور چاہتے ہین (کہ پیغمبرون مین مغایرت قرار دیکر) کفر اور ایمان کے بیچ بیچ مین (کوئی دوسرا) رستہ اختیار کرین تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہین - اور کافرون کو لئے ہمنے ذلت کا عذاب تیار کر رکہا ہے - اور جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون پر ایمان لائے اور اونمین سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجہا تو ایسے ہی لوگ ہین جنکو اللہ آخرت مین اونکے اجر عطا فرمائیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اس بیان کے بعد یہ بتلانا باقی نہین رہا کہ آجکل بیشتر اہل مذاہب مدعی ہین کہ ہم خداے واحد کی پرستش کرتے ہین حقیقت مین وہ خداے احد کی پرستش نہین کرتے دوسرونکی پرستش کرتے ایک خیال باندہتے ہین - چنانچہ جو جواب اللہ تعالی نے سوالات شیطان کا دیا ہے اوسمین شیطان کو باوجود عبادت فرمایا ہے کہ وہ تصدیق الوہیت مین صادق نہ تہا لیس اور ونکا کیا ٹہکانا ہے - نہ اوتار و انبیا مین فرق بتلانے کی ضرورت ہے کیونکہ انبیا رصاف لفظونمین اقرار عبودیت کرتے ہین اوتار اسکے خلاف ہین -

> دوسری غلطی کا اثبات بذریعہ بیان نوعیت تصوف و شریعت

دوسری غلطی - یعنی احکام شرعی کو قابل ترک جاننا اور اسباب کا دخل اوسمین فقط بیان وجوہ کافی ہوگا یہ غلطی

اسقدر ظاہر ہے کہ بسط کی ضرورت نہین - صرف یہ کہنا کافی ہے کہ جن اہل تصوف
نے طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت کو جدا کیا ہے اونہون نے یہ غلطی کی ہے کہ لازم
سے ملزوم کو جدا کیا ہے کیونکہ خدا کا پہچاننا مستلزم اوسکے احکام پر عمل کرنے کا ہے -
یہ تاویل کہ احکام شریعت احکام ظاہری و قابل ترک ہین اوسی قسم کی ہے کہ ہم کہین
کہ کرو آپ نہ کرین اور کہین کہ مین یہی سمجھا تہا - سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپنے طریقۂ
طریقت کو قابل عمل اور طریقۂ شریعت کو قابل ترک کس آیت سے سمجھا تہا - اسکا جواب
کچھہ نہین - اور کسی آیت و حدیث سے نہین ملتا - برائی اس اعتقاد کی اسبات پر غور کرنیسے
صاف ظاہر ہے کہ طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت مین اگر فرق ہو تو لازم آئیگا کہ طریقۂ
طریقت محض خدا شناسی ہو - اور طریقۂ شریعت محض عمل - محض ایمان بلا عمل جب
ترک عمل گناہ نہ جانا جاے باعثِ نجات نہین - اسی طرح محض عمل جب عمل بغیر خدا شناسی
کے ہو باعث نجات نہین - نجات مین خدا شناسی اور عمل دونون مشروط ہین (ترک
عمل بطور گناہ دوسری چیز ہے جسے یہان داخل فہم مرام نکرنا چاہیے -) طریقۂ
طریقت اوسیوقت باعث نجات ہو سکتا ہے جب اللہ تعالی کو بعد خلق عالم اوس
سے غرض نہ ہے اور یہ خیال دوسری صورت اوس خیال کی ہے کہ اللہ نے دنیا
کو بنایا اور اوس سے بے تعلق ہو گیا اب جو کچھہ ہو رہا ہے بذریعہ اسباب ہو رہا ہے
جب صحیح یہ بات ہو کہ خدا شناسی مین عمل ساتھہ ہے اور عمل مین خدا
شناسی ساتھہ ہے وہی تصوف صحیح ہے اور وہی شریعت صحیح ہے

اور دونون ایک چیز ہین - غلط متصوفین نے آیام ظلمت کے ذریعہ سے اس خیال کو پیدا کر کے جدائی ڈھونڈی ہے اور حقیقت مین اپنے اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلنے سے جنکو وہ اس طریقہ کا موجب بناتے ہین روگردانی کی ہے یعنی جناب امیر علیہ السلام - کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب امیر طریقہ شریعت پر نہ چلتے تھے - یہانتک کہ شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی - اور سید معین الدین صاحب چشتی اگلون مین اور مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی اس زمانہ مین تارک صوم و صلواۃ نہ تھے اور سید المتصوفین تھے - پس وہ لوگ متصوف نہین ہین جو ایسا غلط خیال کرتے ہین -

تیسری اور چوتھی غلطی کا اثبات و تحقیق معنی رحم -

تیسری اور چوتھی غلطی - معنی رحم و مغفرت اور دونون کے دائرہ کی وسعت بیان کر کے بیان حیرت کرنا مناسب ہوگا اسلئے اول معنی رحم کے بیان کئے جاتے ہین اوسکے ضمن مین معنی مغفرت کے بیان ہو جاینگے -

معنی رحم صاحب صراح کے

صاحب صراح نے معنی رحم کے بخشودن لکھے ہین اور مہربانی کرنے کے -

معنی رحم صاحب قاموس کے

صاحب قاموس نے معنی رحم کے رقت و مغفرۃ و مہربانی کے لکھے ہین -

معنی رحم صاحب مجمع البحرین کی

مجمع البحرین مین لکھا ہے کہ وَھِیَ فے بنی آدم عند العرب رقۃ القلب ثم عطف - وفی اللہ عطف و برہ و رزقہ واحسانہ - والرحمٰن ھو

ذوالرحمۃ ولا یوصف بغیر اللہ بخلاف الرحیم الذی ھو عظیم الرحمۃ یعنی رحم جب باعتبار بنی آدم کے لیا جاے تو معنی اوسکے دل کی نرمی اور اوس نرمی کے مطابق مہربانی کرنے کے ہین۔ اور جب اللہ تعالی کے متعلق ہو معنی اوسکے مہربانی اور نیکی اور احسان کرنے اور روزی دینے کے ہین۔ (یعنی یہ فرق ہے کہ آدمی مہربانی نرمی قلب کی وجہ سے کرتا ہے اور اللہ تعالی اس ذریعہ سے نہین کرتا۔) رحمن کے معنی صاحب رحمۃ کے ہین مگر وہ صرف اللہ تعالی کی صفت ہے دوسرے کی نہین۔ مگر رحیم صاحب رحمۃ عظیم کو کہتے ہین۔

معنی رحم صاحب بحار کے

کتاب بحار الانوار مین جہان شرح اسمار حسنی کی لکھی ہی اوسمین اسمار الٰہی رحمن ورحیم کے یہ معنی لکھے ہین والرحمن والرحیم اسمان مشتقان من الرحمۃ علی وزن ندمان وندیم ومعنی الرحمۃ النعمۃ والراحم المنعم کما قال عزوجل لرسولہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنے نعمۃ علیھم ویقال للقرآن ھدی ورحمۃ وللغیث رحمۃ یعنے نعمۃ ولیس معنی الرحمۃ الرقۃ لان الرقۃ عن اللہ عزوجل منفیۃ وانما سمے رقیق القلب من الناس رحیماً لکثرۃ ما یوجد الرحمۃ منہ ویقال ما اقرب رحم فلان اذا کان ذا مرحمۃ وبر والمرحمۃ الرحمۃ ویقال رحمۃ مرحمۃ ورحمۃ

یعنی رحمن ورحیم دو صیغہ اسم کے ہین وزن ندمان وندیم پر اور معنی رحمۃ کے نعمۃ ہین راحم یعنی نعمت دینے والا چنانچہ اللہ تعالی اپنے رسول صلعم کی نسبت فرماتا ہے کہ ہمنے تمکو صرف بنظر رحمت تمام عالم کی طرف بہیجا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ اہل عالم کو نعمت

دی ہے۔ اور کلام مجیب کے رسلئے کہا جاتا ہے کہ ہدایت ورحمت ہے اور منیہ کو رحمت
کہتے ہین یعنی نعمت۔ معنی رحم کے رقت کے ہنین ہین اسواسطے کہ رقت ایسی صفت
ہے جو اللہ تعالی کی طرف منسوب ہنین ہوسکتی یعنی نرمی۔ یا تنگی۔ اور جو آدمی رقیق القلب
ہوتے ہین وہ اسلئے رحیم کہے جاتے ہین کہ اونسے فعل رحمت بیشتر صادر ہوتا ہے
دلیل اسکی یہ ہے کہ کہتے ہین کہ ما اقرب رحم فلان (کیا جلدی فلان شخص کو رحم
آتا ہے) جبکہ کوئی شخص صاحب مرحمت ہو اور نیکی کرنے والا۔ مرحمۃ بمعنی رحمت کے
ہے چنانچہ کہتے ہین۔ رحمۃ مرحمۃ ورحمۃ یعنی مین نے رحم کیا بطور مرحمت و
رحم کے۔

معنی رحم صاحب تفسیر جلالین کے۔ صاحب تفسیر جلالین نے تعریف رحم کی یہ کی ہے
وَھِیَ ارادۃ الخیر لاھلہ یعنی نیکی کرنا اوس شخص کے ساتھ جو مستحق نیکی کا ہو۔

معنی رحم صاحب تفسیر کبیر کے امام فخر الدین رازی نے معنی اوسکے یہ لکھے ہین فاعلم ان
الرحمۃ عبارۃ عن التخلیص من الآفات وعن ایصال الخیرات الی اصحاب الحاجات
یعنی رحم آفات سے بچانے اور خیر اور بہتری پہونچانے کو اصحاب حاجات
کے کہتے ہین۔

معنی رحم صاحب تفسیر مجمع البیان کے تفسیر مجمع البیان مین لفظ الرحمن الرحیم کی نسبت
لکھا ہے۔ اسمان وضعا للمبالغۃ واشتقا من الرحمۃ وھی النعمۃ
الا ان فعلان اشد مبالغۃ من فعیل یعنی رحمن ورحیم دونام ہین جو

رحمت سے نکلے ہین اور رحمت بمعنی نعمت کے ہے لیکن وزن فعلان مین
جو کیفیت مبالغہ کی ہے وہ اوس مبالغہ سے بہت بڑی ہوئی ہے جو وزن فعیل
مین ہے ۔ تھوڑے فاصلہ سے لکہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رقت سے
نہین ہو سکتی ۔

معنی رحم صاحب تفسیر تبصیر الرحمن کے ۔ مہائمی نے تفسیر تبصیر الرحمن مین لکہا ہے

والرحمۃ رقۃ القلب وعطف ۔ ویراد فی حق اللہ تعالیٰ غایتہ من ایصال الخیر ودفع الشر
وتنقسم الی ذاتیۃ ۔ عامۃ ۔ افاضۃ الوجود ۔ وخاصۃ ۔ تخصیص بعض لعبیہ ۔ للتقریب
الیہ وھما المرتبان علی اسم اللہ ووصفیۃ ۔ عامۃ ۔ افاضۃ ما یلیق من اعراض وخاصۃ
ما یتفضل بہ البعض علی البعض وھما المرتبان علی اسم الرب ۔

یعنی رحمت رقت قلب کو کہتے ہین اور اوسکے مطابق مہربانی کرنے کو ۔ اور اللہ
تعالیٰ کے متعلق معنی اوسکے انتہا مرتبہ کی خیر ہوپنچانے اور شر دور کرنے کے ہین
اور اوسکی دو قسمین ہین ۔ ایک ذاتی اور اوسکی بہی دو قسمین ہین ۔
اول عام افاضۂ وجود یعنی وجود مین لانے کی نیکی سب کے ساتھہ ۔
دوسری خاص یعنی بعض بندونکو اپنے تقرب دینا اور یہ دو نون اوس اسم کے متعلق
ہین جو اللہ ہے ۔
دوسری قسم وصفی ہے وہ بہی دو قسم پر منقسم ہے ایک عام یعنی جو اغراض مناسب
ہون اونکو ہم پہونچا دینا اور ایک خاص یعنی بعض کو بعض پر فضیلت دینا اور یہ متعلق

اسم رب کے ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر غرائب الفرقان کے۔

علامہ نیشاپوری نے غرائب الفرقان مین لکھا ہے۔ الثالث عشر فیما یتعلق بالرحمن الرحیم۔ الرحمن فعلان من رحم والرحیم فعیل منہ واشتقاقہ من الرحمۃ وھی ترک عقوبۃ من یستحقہا وارادۃ الخیر لاھلہ واصلہ الرقۃ والتعطف ومنہ الرحم لرقتہا وانعطافہا علی ما فیہا یعنی تیرہوین۔ بیان متعلقات رحمن و رحیم کا رحمن وزن فعلان پر ہے اور رحم سے مشتق ہے اور معنی رحمت کے یہ ہین مستحق سزا کو سزا نہ دینا اور جس نیکی کے لایق ہو اوسکو وہ نیکی کرنا اور اصل اسکی رقت یعنی نرمی ہے اور نرمی کی مطابق وہ کام کرنا جسکی ضرورت ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر عزیزی کے

مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ حقیقت رحمت کی حق باری تعالی مین ایصال خیر و دفع شر ہے اور رحمت الله تعالی کی دو قسم پر ہے۔ ذاتی و صفاتی۔ اور ذاتی بہی دو قسم کی ہے عام اور خاص رحمت عام افاضۂ وجود ہے کہ جو کچھ دنیا مین ہے ہر ایک کو اوسکا حصہ پہونچا ہوا ہے۔ اور خاص استعداد و تقرب الی الله ہے کہ اپنے بعضے بندونکو اوسکے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اور صفاتی بہی دو قسم کی ہے۔ عام۔ اور خاص۔ عام کے معنی دینا اوس چیز کا جو ہر موجود کے لئے لایق اور سزاوار ہو متعلق صفات و اغراض کے اور خاص کے معنی ہر موجود کو وہ چیز دینا کہ اوسکے ذریعہ سے مزیت

وفضیلت دوسرون پر حاصل کر سکے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ دوبارہ رحمن ورحیم
کو جو اس سورہ مین ارشاد فرمایا ہے باوجودیکہ بسم اللہ مین بہی ان دونون اسم کا ذکر کرلیا
تہا تکرار نہین ہے اسلئے کہ وہ رحمت جو بسم اللہ مین مذکور ہے ذاتی ہے۔ وہ رحمت
جو سورہ مین ہے صفاتی ہے اور چونکہ ذاتی کی دو قسمین ہین یعنی عام اور خاص۔ دو نام
رحمن ورحیم بسم اللہ مین اسلئے ذکر کئے ہین کہ ان دونون قسم پر دلالت کرے۔ اور
چونکہ صفاتی کی بہی دو قسمین ہین یعنی عام وخاص دو نام رحمن ورحیم کے یہان بہی لائے
ہین تاکہ ان دونون قسم پر دلالت کرے۔

بعد اسکے تہوڑے فاصلہ سے فرمایا ہے کہ ابن مبارک نے کہا ہے کہ رحمن وہ
ہے کہ جب اوس سے سوال کرین دے۔ اور رحیم وہ ہے کہ اگر اوس سے کچھ نہ
مانگین خفا ہو۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ نعمتہاے گوناگون دنیا اور آخرت کے آثار
رحمت رحمانی کے ہین و دفع بلیات وآفات دنیا وآخرت کی بمقتضاے رحمت
رحیمی کے ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج — صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج نے لکہا ہے کہ رحمن یعنی
بہت دینے والا مخلوق کو دنیا مین بذریعہ دینے وجود اور زندگی کے اور رزق کے اور نعمت کے
تاکہ اوس وسیلہ سے اوسکی شناخت حاصل کرین اور اوسکی عبادت مین مشغول
ہون رحیم یعنی اچہا دینے والا بندون کو آخرت مین بذریعہ عرفان کے اور اونکو باغ
جنت مین پہونچانے کے۔

معنی رحم صاحب تفسیر مظہر العجائب کے | تفسیر اردو مظہر العجائب میں لکھا ہے اور لغت میں
رحمت کہتے ہیں رقت قلب کو جو تفضل اور احسان کا مقتضی ہو۔ اکبر میں ہے کہ نص
قرآن میں یہ رحمت بیس معنوں میں مستعمل آیا ہے۔ بمعنی قرآن[1] ۔ و سید الرسل[2]
و توفیق طاعات[3] ۔ و نبوت انبیا علیہم السلام[4] و اسلام[5] ۔ و نور عرفان[6] ۔ و عصمت[7] ۔ و
افاضہ مطر[8] ۔ و نجات[9] ۔ و نصرت[10] ۔ و الفت[11] ۔ و توریت[12] ۔ و مدح ابراہیم[13] ۔ و اجابت
دعوات زکریا[14] ۔ و افتتاح ابواب روح و ریحان[15] ۔ و جنت[16] ۔ و بمعنی صفت ذات الٰہیہ[17]
و مغفرت[18] ۔ و عافیت[19] ۔ و رزق[20] قال اللہ تعالیٰ وَنُنَزِّلُ[1] مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ
شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ[2] اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ فَبِمَا[3] رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ
لَهُمْ ۔ اَهُمْ[4] يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۔ وَاللّٰهُ[5] يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَاٰتٰنِيْ[6] رَحْمَةً
مِّنْ عِنْدِهٖ ۔ اِلَّا[7] مَنْ رَّحِمَ رَبِّيْ ۔ يَنْشُرْ[8] رَحْمَتَهٗ ۔ فَلَوْلَا[9] فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ ۔ اَوْ[10]
اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۔ اتَّبَعُوْهُ[11] رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۔ مِنْ[12] قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ
رَحْمَةً ۔ رَحْمَتُ[13] اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۔ ذِكْرُ[14] رَحْمَتِ رَبِّكَ
عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔ مَا يَفْتَحِ[15] اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ ۔ اِنَّ[16] رَحْمَتَ اللّٰهِ
قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ كَتَبَ[17] رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ لَا[18]
تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ هَلْ[19] هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۔ قُلْ[20] لَّوْ اَنْتُمْ
تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ ۔ Com fassior norez

معنی رحمت لغت انگریزی سے | انگریزی میں مرادف اسکا مرسی اور کمپیشن Mercy & Com-passion

ہو سکتے ہین معنی مرسی کا خلاصہ جو ویبسٹر صاحب نے لکھا ہے یہ ہے کہ وہ ہمدردی
اور نرمی (جسے ملائمت دل کی کہتے ہین۔) جو کسی شخص کو مجرمون سے درگذر کرنے یا
کسی مجرم کے ساتھہ استحقاق سے بہتر عمل کرنے یعنی درگذر کرنے کا میلان پیدا کرے
اور وہ خیال جو انصاف کی طرف راجع ہو کر میلان اسبات کا پیدا کرے کہ ضرر رسیدہ
جرایم مداخلت بیجا یا ضرر کا معاف کرائے۔ یا سزا کم دلانا چاہیے یا مطلق نہ دلانا چاہیے
اسکا استعمال مجرمون کی نسبت ہوتا ہے۔ اور خداوند عالم کی صفت خاص ہے جس سے
اوسکی ذات مخلوق سے ممتاز ہوتی ہے۔ اور نیز معنی اوسکے کرم[۱] و بخشش[۲] و خیرات[۳] و
عنایت[۴] و حیات[۵] و دوامی دینے و عفو[۶] کے ہین۔ کمپشن کے معنی موثر ہونا دوسرون کی
تکلیف سے ہے اور اوس جوش کو کہتے ہین جو دوسرون کی تکلیف اور آفات مین
پڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جوش شفقت و عنایت کا۔

معنی رحمت بموجب اقوال بالا کے تین ہین۔

جو معنی لفظ رحمت کے علمائے اسلام نے لکھے ہین پایا جاتا ہے کہ وہ تین معنی ہین۔

اول نعمت دینا جسمین ہبہ۔ عطف۔ رزق۔ احسان یعنی خلاف سوء داخل ہین۔
خواہ وہ دینا مانگنے پر ہو یا اپنی طرف سے بطور مہربانی کے۔

دوم۔ تخلیص آفات کرنا یعنی آفتون سے چھوڑانا اسی طرح۔

سوم۔ ترک عقوبت کرنا۔ جو ذریعہ نجات ہے اسی طرح۔

جن لوگون نے تعداد معنی مستعملہ قرآن مجید کی ۲۰ لکھے ہین خوب صحیح نہین ہے اسلیے

کہ افراد کو معنی قرار دیا ہے۔ حالانکہ افراد یعنی نعمت حد حصر سے خارج ہین چنانچہ
قرآن[1] ۔ سید الرسل[2] ۔ توفیق طاعات[3] ۔ نبوت انبیا علیہم السلام[4] ۔ اسلام ۔ نور عرفان
عصمت ۔ افاضہ مطر یعنی مینہ برسانا[8] ۔ توریت[9] ۔ اجابت دعوت زکریا[10] ۔ افتتاح ابواب[11]
روح و ریحان[12] ۔ جنت[13] ۔ عافیت[14] ۔ رزق[15] ۔ افراد نعمت ہین ۔ یعنی بر و عطف و احسان
و رزق کے ۔ مثلاً آیہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
مین اگر لفظ رحمت سے قرآن کے معنی لئے جائین تو آیہ کے یہ معنی ہونگے
کہ قرآن شفا اور قرآن ہے ۔ اور آیہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ مین اگر لفظ
رحمت کے معنی سید الرسل کے ہون تو یہ معنی ہونگے کہ ہمنے تمکو نہین بھیجا مگر سردار بھیجے
ہوئے لگا ۔ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا صاف ظاہر ہے کہ قرآن اور ذات جناب رسول مقبول صلعم
اور توفیق طاعت یا اسلام اعلیٰ درجہ کی نعمات الٰہی ہین ۔ جنکے لا تعد و لا تحصے
برکتین ہمپر نازل ہوئی ہین ۔ نصرت و الفت ۔ تخلیص آفات ہین ۔ نصرت کی نسبت
شرح کی ضرورت نہین ۔ الفت اسلئے کہ اختلاف آفت ہے الفت اختلاف کے
دور کرنے کا ذریعہ ہے ۔ جو اختلاف آرا تحقیق حق کے لئے ہو وہ اس سے
مستثنیٰ ہے کیونکہ غرض اوس اختلاف کی یہ ہوتی ہے کہ آخر کو اتفاق ایک
راے پر ہو جائے ۔

نجات[9] ۔ مغفرت[18] ۔ ترک عقوبت ہین ۔ مدح ابراہیم[13] ۔ صفت ذات الٰہیہ[17] جو آیات
رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَكَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

سے جدا کر کے نکالے ہین غلطی سے ہے - ان دونون آیتون مین رحمت کے صاف طور سے انہین تین معانی مین سے ایک معنی متعین ہین - یعنی نعمۃ - چنانچہ آیۃ رَحْمَةُ اللّٰهِ مین ضرورت تصریح کی نہین - آیۃ کَتَبَ رَبُّكُمْ مین اگر معنی رحمت کے صرف صفت ذات الٰہی کی ہون تو یہ معنی ہونگے کہ اوس صفت کے معنی ہمکو معلوم نہین - سخت تعجب ہے کہ اس کمال استقرار کی باوجود نعمت کو معنی رحمت نہین قرار دیا حالانکہ آیہ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ مین یہ معنی متعین ہین - کیونکہ اور معنی خوب نہین بنتے - صاحب تفسیر جلالین نے جو معنی لکھے ہین وہ ایک ہین یعنی نیکی کرنا اوسکے ساتھہ جو سزاوار نیکی کا ہو - بظاہر یہ معنی آیہ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءً اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً سے اخذ کئے ہین - حالانکہ ہر سوء انعدام نعمت ہے

اونمین رقت شامل نہین ہے

ان معانی مین ایک امتیاز علمار نے بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ وجہ نعمت دینے و تخلیص آفات و ترک عقوبت کرنے کی اللہ تعالی جلشانہ کے لئے رقت قلب نہین ہوتی - صرف نعمت خود بخود دیا بعد سوال کے نعمت دینے کے لئے دیتا ہے - آدمی رقت قلب کے سبب سے نعمت دیتا یا آفت سے چھوڑاتا یا گناہ معاف کرتا ہے - چنانچہ اون لوگونمین سے جنکے اقوال نقل کئے گئے صرف صاحب غرائب الفرقان ایسے ہین جنہون نے یہ تصریح نہین کی - اور سبنے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ رقتِ قلب اللہ تعالی مین نہین ہوتی - اہل یورپ اس غلطی مین اونکے شریک ہین اور یہ تعجب کی بات نہین اسلئے کہ علوم الٰہیات

کی طرف اونکو توجہ نہین ورنہ وہ وجودِ ابتدائی اور حیات ابدی کو صفت خاص ذات الٰہی کی اقرار دیتے نہ رقت قلب اور عفو کو۔ مگر خرابی یہ ہے کہ آجکل ہمیشہ رحم مین رقت قلب کا خیال شامل ہوتا ہے جو معنی لغوی سمجھے اور جسکا استعمال انگریزی دانون مین غالباً اسی وجہ سے بڑہگیا ہے چنانچہ وہی رقت قلب زیادہ رقیق القلب لوگون مین اس رائے کی طرف لیجانے کا باعث اور سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے اس لیے بہت سے لوگون کو عذاب نہین کرسکتا۔

پس اولاً ضرور ہے کہ اسبات کا بیان کیا جاے کہ اللہ تعالیٰ مین رقت قلب نہین ہے پھر یہ بیان کیا جاے کہ رحمٰن و رحیم مین کونسے معنی رحمت کے مراد ہین۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ مغفرت کیا چیز ہے۔ اور رحم کیا چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کا قاعدہ کیا ہے۔

شرح رقت قلب کی۔ **رقت قلب**۔ اول بیان کیا جاتا ہے کہ۔ وہ کیا چیز ہے اور اوسمین کیا برائی ہے۔ دوم یہ کہ رقت اللہ تعالیٰ مین نہین ہے۔ سوم یہ کہ اس معنی کے ملانے سے صفت رحم مین کیا سقم پیدا ہوتا ہے۔

(۱) رقت بمعنی تنگی اور پتلا اور باریک کے ہے قلب کی رقت اوسکی نرمی ہوئی رقیق چیز جلد متاثر ہوتی ہے۔ جن آدمیونکا دل کمزور ہے وہ ہر چیز سے جلد تر متاثر ہوتے ہین۔ جو قلب ایسا ہو ظاہر ہے کہ وہ کسی کام کا نہین ہوسکتا۔ وہ انصاف نہین کرسکتا۔ وہ کوئی قاعدہ مقرر نہین کرسکتا۔ وہ حکومت نہین کرسکتا۔ وہ دہو کونہین

آتا ہے وہ ضایع ہوتا ہے۔
انصاف نہ کر سکنے کی مثال یہ ہے کہ نرم حکام کی دنیا مین یہ حالت ہوتی ہے کہ اونکے زمانہ مین چورون اور بدمعاشون کو زور ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے حکام کا یہ حال دیکھا گیا ہے کہ حکم دیا چھہ مہینے قید۔ اول تو وہ بجاے پانچ برس کے چھہ ماہ تھے۔ پھر چور رو بیچ آئے اور روے پیٹے کہ ہم مر جاینگے۔ اوسمین ایک دفعہ کمی ہوئی۔ تین مہینے رہے۔ پھر واویلا ہوئی اور بار بار کمی ہونے لگی یہانتک کہ ایک مہینے کی قید رہگئی۔ یا محض جرمانہ جو خود حاکم نے دیدیا۔ اون وقتون مین بدمعاش لوگ طریقہ اختیار کر لیتے ہین کہ ایسی صورتین پیدا کرین اور اوسپر بھروسہ کرکے ارتکاب جرائم کرنے لگین اس سے نہ انصاف ہوا نہ انتظام۔
قاعدہ مقرر نہ کر سکنے کی حالت ظاہر ہے کہ جب ذراسی بات مین آدمی پھسلجاے تو اوسکے لئے کوئی قاعدہ قاعدہ نہین۔ ایک مثال کمزوری کی پابندی اوقات کے متعلق ہے کہ ایسے آدمی اس قاعدہ پر بھی عمل نہین کر سکتے مفت اوقات عزیز جو روپیہ سے بھی زیادہ قیمتی ہے ضایع کرتے ہین مثلاً جو اونسے ملنے آتا ہے اوس سے نہین کہہ سکتے کہ میرا حرج ہے۔ یا دروازہ بند کر لین۔ جب یہ نہو تو اور بڑے قاعدون کا کیا ذکر ہے۔
حکومت کی قابلیت کی نسبت بھی ظاہر ہے کہ ریاست بغیر سیاست کے نہین ہو سکتی اور جب رقت قلب ہو سیاست کمانے آئیگی۔ اور یہ ظاہر ہے ضرورت تصریح کی

نہین - مینے ایسے آدمی دیکھے ہین کہ مجرم کو ادہر پہانسی ہوئی ادہر وہ بہی چکر کھاکر گر پڑے -

دہو کو نہین آنے کی حالت بہی ایسی ہی ہے - چنانچہ ایک طریقہ چوری کا بڑے سیلو نہین یہ ہے کہ جب لوگ تیرتہہ والے متبرک دریا وُنہین نہانے جاتے ہین کپڑے اوتارتے ہین مگر عورتین زیور نہین اوتارا کرتین - ایک دفعہ لوگون نے یہ مشہور کردیا کہ کہ ایک تیرتہہ مین چور ایسے زبردست ہین کہ اندر ہی اندر پانی کے زیور والی عورت کی ٹانگ پکڑ کر کہینچ لیجاتے ہین - اوسوقت عورتین زیور بہی اوتارنے لگین - اور بڑی حفاظت اوسکی یہ کی گئی کہ ایک موڑہے کے تلے زیور کو رکہکر اوسپر آدمی بٹہلادیا اور بڑی تقید کے ساتہہ کہہ دیا کہ ہرگز اوٹہنا نہین ورنہ زیور جاتا رہیگا - اوٹہائی گیرے نے دیکہا کہ زیور رکہا ہے اور آدمی بیٹہا ہے اوسنے یا تو یہ کیا کہ ایک لڑکے کو لایا اور اوسے سختی سے مارنا شروع کیا یہانتک کہ جو صاحب موڑہے پر تہے رقت قلب کے سبب سے اوٹہے اور بیچ بچاو کرنے پر آمادہ ہوئے - دوسرا ساتھی موڑہے کے تلے سے سارا زیور لیکر چلتا ہوا - اگر اسپر بہی موڑہے پر بیٹہا ہوا آدمی نہ اوٹہا تو وہ لوگ چہری سے لڑنے لگے - اور بچا بچا کر ایک کو دوسرا چہریون سے مارنے لگا تب تو وہ ضرور ہی اوٹہے - بس ادہر اوٹہے اودہر زیور غائب ہوگیا - جن لوگون نے ٹہگون کے قصے پڑہے ہین اونمین اکثر مثالین ایسی ہین کہ لوگ اسی رقت قلب کی بدولت مارے گئے ہین - چنانچہ راستو نپر جو ٹہگ بیٹہتے تہے وہ آدمی کو پہچان کر کہ اس قابلیت

نکالتے ہے کہتے ہے کہ ہمارا مرتا ہے ذرا دیکھہ لیجئے - اس بہانے سے اندر لے گئے
اور کام تمام کر دیا - پس رقت قلب سے زیادہ کوئی بری چیز نہین - اور معنی یہ ہوتے
ہین کہ رقیق القلب خود اپنے بس مین نہین ہوتا - چنانچہ عورتونمین یہ صفت مردون
سے زیادہ پائی جاتی ہے - ذراسی بات مین گھبرا جانا اور رونا اونکا پہلا کام ہے -
ہمیشہ اپنی ناپارسائی مین اونکو اپنی کمزوری کا عذر ہوتا ہے یہانتک کہ انگریزی مین اونکا
نام ویک سکس ہے - Weakse *

رقت قلب کا اللہ مین نہین ہے

(۲) رقت قلب کا اللہ تعالیٰ مین ہونا - جناب
باریتعالی مین نرمی قلب ہونیکی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے - جب موت آتی ہے بچے یتیم
ہوتے ہین - نیک بی بی یا بچون کی مان کس درد سے رویا کرتی ہے - باپ مان
کی کیا حالت ہوتی ہے - دوست احباب - اگر بادشاہ ہے اوسکے ہواخواہ کس
حالت مین ہوتے ہین لیکن وقت موت نہین ٹلتا - ایک منٹ کا بھی تو فرق نہین ہوتا
اگر رقت قلب ہوتی ضرور ٹلجاتا -

مرض موت کی بیشتر تکالیف ایسی ہوتی ہین کہ لوگ دیکھہ نہین سکتے - اللہ تعالے
جلشانہ وہ ہے جسنے یہ تکالیف بنائی ہین - او سپر وباء کیجاتی ہین تو عجب پریشانی ہوتی
ہے - اور سارے اون لوگون کی جہان وبا ہو حالت سخت مصیبت کی حالت ہوتی
ہے مگر ذرا رعایت نہین ہوتی اور مصیبتون کی یہ حالت ہے کہ بعض لوگون پر مصیبت
جب پڑتی ہے - پڑتی چلی جاتی ہے - یکے بعد دیگرے - اور ذرا اللہ تعالیٰ کی

طرف سے نرمی نہین ہوتی ۔

مثلاً بعض شہر غارت ہوگئے ۔ مثلاً محط ہوا ۔ اللہ اکبر کیا بری حالت ہوتی ہے آدمیونکا کسقدر دل کڑہتا ہے ۔ مگر اللہ تعالی کا نہین کڑہتا ۔ الغرض یہ حالت ایسی پُرظاہر ہے کہ اسقدر بیان اوسکا کافی ہوگا کیونکہ امراض و موت سے کوئی بہی تو خالی نہین ۔ اور ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی اپنی تکالیف یاد کرے ۔ اور جان لے کہ اللہ تعالے کے یہان نرمی نہین ہے ۔ اللہ تعالی کے قاعدے ہین جنکی پابندی گو وہ کیسے ہی نرم ہون بڑی سختی سے کیجاتی ہے ۔ بڑی بات یہ ہے کہ رقت صفت قلب کی ہے اللہ تعالی کے صفات متعلق جوارح کے نہین ہین ۔

(۲) رقت قلب کے لانے سے معنی کا سقم

شرح اوس سقم کی جو رقت کے معنی رحم مین شمول سے پیدا ہوتی ہے ۔

(۱) رقت قلب اگر اوس ذات پاک جلشانہٗ مین ہو ۔ اور جب صفت رحمت مین اعلے سے اعلی درجہ کے مبالغہ کے صیغے استعمال ہوئے ہین لہذا رحمت اعلی سے اعلی درجہ کی ہو تو رقت قلب بہی اعلی سے اعلی درجہ کی ہوگی ۔ اون دونون صورتون مین لازم آئیگا کہ ذات جناب باریتعالی اون افعال پر قادر نہو جو بذریعہ ضرر کے نفع پہونچانے سے حاصل ہوتے ہین ۔ اور یہ غلط ہے ۔

ایک مثال اونکی طب سے ہے جسمین کڑوی دوا پلاکر بخار دور کیا جاتا ہے یا ہاتھ کاٹ کر جان بچائی جاتی ہے ۔ جو لوگ اعلی درجہ کے رقیق القلب ہوتے ہین وہ خون نکلتا

ہوا دیکھہ کر غش کر جاتے ہین ۔ بچونکو دوا نہین پلا سکتے ۔ ہیضہ مین کسیکو مبتلا دیکھہ کر ایسا صدمہ ہوتا ہے کہ خود مبتلای ہیضہ ہوتے ہین ۔ شاک یعنی صدمہ قلبی سے اکثر مر جاتے ہین ۔ اور

دوسری مثال اسکی فضیلت دینا ہے ایک کو دوسرے پر جس سے بہت فضیلت سے محروم رہتے ہین ۔ اوسپر یہ اعتراض بہی کہ اللہ رحیم ہے اسلئے سب تہوڑے کیون اچھے بنائے ۔ لازم آئیگا ۔

(۲) استحسان افعال مین نیت پر موقوف ہوتا ہے بیشتر اوسی سے عمل کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے مثلاً جو شخص علم پڑہے اسلئے کہ عالم ہونے کی خوبی حاصل کرے وہ ذریعہ علم مین حصول کمال کا ہوگا ۔ اور علم علم کے لئے حاصل کرنا ہوگا اور استحسان اوسکا اعلیٰ درجہ کا ہو جائیگا ۔ جو اسلئے پڑہے کہ پڑہ کر دنیا طلبی کرے وہ نہ علم مین کامل ہوگا نہ نیت اوسکی اسقدر اچھی ہوگی اسی سلئے نہ اسقدر استحسان ہوگا ۔ پس ہر نیکی کا اسلئے کرنا کہ وہ نیکی ہے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ نیکی اس وجہ کے سوا کسی اور وجہ سے کیجائے ۔ مثلاً اسلئے کہ مین نیک مشہور ہون یا اوسوقت کی ضرورت رفع ہو یعنی دل کڑہنا بند ہوجاے ۔ پس نیک مشہور ہونا ممکن ہے کہ اصلی نیک ہونا نہو ۔ دفع ضرورت دقت یعنی رقت قلب کے سبب سے نیکی باعتبار رقت کے مختلف ہوگی ۔ اور یہ دونون قسمین ناقص نیکی کی ہین ۔ کیونکہ ممکن ہے کہ طالب رحم کا اوس سے کام نہ چلے یا بے وجہ نفع عظیم ہو ۔ جب نیکی نیکی کے لئے ہو وہ اعلیٰ

اعلیٰ درجہ کی نیکی ہوگی اور پوری ہوگی جس سے صحیح کام چلے - پس جب ہم رقت قلب کو داخل تعریف رحم کرتے ہین جو نیکی ہے اس دخول سے اوسے ادنی قسم کی نیکی بناتے ہین اور اپنے مقصود کے خلاف کام کرتے ہین - اللہ تعالی فرماتا ہی کہ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ یعنی اللہ تعالی اسلئے رحم کرتا ہے کہ اوسنے رحمت کو اختیار کرلیا ہے یعنی اپنے اوپر لازم - یہ ارشاد صاف تبلاتا اسبات کا ہی کہ ہم رحم کی لئے رحم کرتے ہین اور کسی غرض سے نہین کرتے اور معنی یہ ہین کہ اگر ہم رحم نہ کرتے آدمی کو اختیار دیکر اوسکے ساتھ سختی سے معاملہ کرتے تو بھی ہمارے لئے برائی نہ تھی -

یہ ارشاد صفات کی عین ذات ہونے کے خلاف نہین ہے اسلئے کہ (۱) اس آیۃ مین یہ ارشاد نہین ہے - کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تب سے ہمنے رحمت کو اختیار کرلیا ہے - یہ اختیار بھی قدیما ہے - (۲) اللہ تعالی کی صفات و انسان کی صفات مین ایک فرق بیّن ہے اور وہ یہ ہے کہ صفات انسانی جو عین ذات ہین اونمین انسان مجبور ہے - اللہ تعالی باوجود صفات کے عین ذات ہونے کے اون پر مجبور نہین ہوتا - اور یہ خاصہ اوسکی ذات مین ہونا تمام آثار سے ظاہر ہے - چنانچہ خلق کا کام ہر چیز کے بروقت نہین ہوتا - جسکا بیان ہوچکا ہے - پس یہ اختیار کرلینا اس معنی مین ہے کہ صفت تو قدیم ہے مگر ظہور اوسکا اور برتاؤ اوسکا اسلئے زیادہ ہے کہ اس زیادتی کو برتاؤ اور ظہور کے اللہ تعالی جلشانہ نے اختیار کرلیا ہے -

(۳) سیاق و سباق اسی ارشاد کا دوسری آیۃ مین خود دلیل اسکی ہے کہ یہی معنی ہین -

چنانچہ وہ ساری آیت یہ ہے۔ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰہِ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ ترجمہ اے پیغمبر پوچھو کہ جو کچھہ آسمان وزمین مین ہے کسکا ہے۔ اور کھو کہ اللہ تعالیٰ کا ہے جسنے مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور وہ قیامت کے دن جسکے آنے مین کچھہ بھی شبہ نہین تم لوگون کو ضرور جمع کرکے رہیگا۔ جو لوگ اپنا نقصان کرتے ہین وہ ایمان نہ لاوینگے۔ یعنی سب خلق کو اسلئے خلق کیا ہے کہ اپنے نفس پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ ایسی حالت نہین ہے جیسی خاصہ طبیعت بشری سے جو خاصہ مجبوری پیدا کرتا ہے رحمت کی ہو۔ چنانچہ قیامت کو جزا اور سزا ملیگی۔

بیان معنی رافت — یہان بیان کرنا معنی رافت کا بھی مناسب ہے جو قریب رحمت بمعنی رقت کے سمجھا جاتا ہے۔ رؤف اسماے الٰہی مین سے ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ صاحب قاموس نے لغت رؤف مین لکھا ہے الرّاف السکون ولیس من الرافۃ والرءوفۃ والرحمۃ یعنی سکون کو رافت کہتے ہین اور یہ رحمت نہین ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ رافت اوس حالت کو کہتے ہین جو جوشش کے خلاف ہو جب رحمت نعمت دینے کو کہتے ہون اور رافت رحمت نہو رقت ہرگز رحمت نہین ہوسکتی۔

اس طرح صفتِ یا غضب یا حب یا رضا کا حال ہے چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق

ہے اور مجرد عقل۔ اسلئے یہ سب حالتین نتیجہ علم افعال کا ہوتی ہین ایسی حالت نہین ہوتی جیسے انسان بسبب جوش خون یا خواہش کے غضب یا رضا یا عشق مین مبتلا ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ذات ایزدی تاثر سے پاک ہے دنیا مین بھی بعض اعلی درجہ کے آدمی ایسے موجود ہین اور تھے جو افعال کی جزا و سزا دیتے تھے اون معاملات مین اتنے متاثر نہین ہوتے کہ بظاہر تاثر معلوم ہو۔ بعض علمار نے بیان کیا ہے کہ ان صفات مین دو چیزین ہوتی ہین ایک مبدا ایک منتہی۔ مبدا تاثر ہے منتہی تاثر کے سبب سے وہ فعل۔ اللہ تعالی کے صفات متعلق منتہی کے ہین۔ کیونکہ تاثر نہین ہے۔

تنقیح معنی صحیح رحم کے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ تینون معنی مین کونسے معنی رحمت کے صحیح ہین۔

شرط اول اسکے لئے امر اول یہ ہے کہ جب صفات انسانی اور صفات الٰہی مین ایک فرق عظیم ہو یعنی صفات آلہی عین ذات ہون۔ اور صفات انسانی عین ذات نہون ہم صحیح تصور صفات آلہی کا نہین کر سکتے اسلئے کہ ہمارے ادراک کا ذریعہ حواس ہین۔ ذات خداوند عالم اور جب اوسکے صفات داخل ذات ہون ہمارے ذریعہ ادراک سے مافوق ہونگے۔ پس ذریعہ تصور یہی ہے کہ جیسے اللہ تعالی کو اوسکی مخلوق اور حکمت خلق مخلوق سے پہچانتے ہین اوسکی صفات کو اونہین صفات کے ذریعے سے پہچانین مگر جو فرق انسان اور اللہ تعالی مین ہے وہ ہر مقام پر

ملحوظ رکھکر معنی صفات الٰہی کا تصفیہ کرین۔

شرط دوم | دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالے کے اسمار حُسنے بہت سے ہین جنکی تعداد اور حصر دشوار ہے۔ افراط اون مین اوسی وقت ہوسکتی ہے کہ وہ جدا جدا ہون۔ ورنہ شئے واحد کے لئے چند الفاظ کا وجود زیادہ مفید نہین ہے ان دونون اصُول کو تنقیح معنی رحم مین کسی وقت فروگذاشت نکرنا چاہئے۔ اور اسی کو ذریعہ صحیح معنی نکالنے کا گردانا چاہیے۔ اصول مذکورہ کے بموجب اول یہ امر دیکھنا چاہئے کہ بعض صفات کو اللہ تعالی نے سب سے مقدم بیان کیا ہے اور یہ ایک تخصیص ہے اور اوسمین خود مبالغہ کے صیغے استعمال فرمائے ہین۔ بعض کو اسطرح مخصوص نہین فرمایا بعض مین انتہا درجہ کا مبالغہ وکثرت شامل ہے۔ بعض مین عام طور کی کثرت اور مبالغہ۔ پس ذریعہ صحیح امتیاز کا یہ ہے کہ ہم او ن چیزو نسے جو ہورہی ہے نتیجہ نکالین کہ کونسے[۱] معنو نمین اللہ تعالی کی ذات پر اطلاق سب سے زیادہ مبالغہ والے اسمار کا ہوتا ہے اور کونسے[۲] معنی مین صرف اوسی پر اطلاق اوس صفت کا ہوسکتا ہے۔ اور کونسے[۳] معنو نمین معمولی مبالغہ کا جسمین اُسکی ذات اور دوسرے شریک ہین۔ لفظ رحمت سے رحمٰن ورحیم نکلے ہین۔ لفظ رحمٰن مین انتہا کا مبالغہ ہے اور رحیم مین اوس سے کم پس اس لحاظ سے معنی رحمٰن ورحیم کے وہ صحیح معنی ہونگے جنمین رحمت عملاً سب سے کثرت کے ساتھ اور نہایت مبالغہ کے ساتھ پائی جائے اور اوسمین خصوصیت ہو۔

معنی نعمت بھیج معنی ہین | معنی اول مین یعنی نعمت - یہ بات یاد رہے کہ نعمت
مین رزق و بر و عطف واحسان ہی داخل نہین ہین ہر وہ چیز جسپر اطلاق نعمت کا
ہو سکے داخل رحمت ہے - چنانچہ ارادہ خیر سزاوار خیر کے لئے نعمت ہے - لیکن
سو کھی مہربانی جسکو لوگ تپاک کہتے ہین محض تپاک نعمت نہین ہے - گو بعض صورتین
ایسی نکلین کہ وہ بہی نعمت سمجہا جاوے -

مبالغہ کے لفظ کی بابت یہ امر یاد رکہنا چاہیے کہ مبالغہ انسانو مین اوسوقت بہی
بولا جاتا ہے جب کسیکی صفت کو بڑہ کر اس طرح بیان کرین جو زیادتی یعنی غلطی سے
خالی نہو بیان مبالغہ بیان حقیقت ہے -

تفاصیل بعض نعمات | رحم الٰہی اس معنی مین اسقدر بڑا رحم ہے کہ ہماری سمجھ سے
باہر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری نعمتون کا اگر شمار کرو حصر نہین کر سکتے - یہ ارشاد
نہایت صحیح ہے - جزئیات تو گنے ہی نہین جا سکتے - کلیات بہی حصر و شمار
سے باہر ہین بعض یہ ہین -

نعمت اول وجود | (۱) اول وجود کو لیجئے - جو جز اور ابتدا و بنا ہر چیز کی ہے -
وجود مین لانا بڑی نعمت ہے - کیونکہ ہمکو ہمارا وجود اسقدر پیارا ہے کہ سب کام وجود کی
بقار کے لئے کرتے ہین - اللہ تعالیٰ کا فائدہ ظاہر ہے کہ ہمارے وجود سے کچھ
نہین - پس بڑی رحمت یہ ہے کہ نعمتِ وجود عطا کی - یہ نعمت اوسکے ساتھ مخصوص
ہے کوئی دوسرا اوسے نہین دے سکتا -

نعمت دوم بقاء وجود (۲) پھر ہمارے زندہ رکھنے کے لئے جو تدبیرین ہوسکتی تھین اونمین سے کوئی فروگذاشت نہین کی۔

ہوا[۱] چلائی اوسکو عام کیا جو کسی کے روکنے سے نہین رُکتی۔ ہوا اگر ایک منٹ کے لئے نہو وہی موت ہے اسلئے جو بڑا ذریعہ حیات ہے کسی کے بس کا نہین

زمین[۲] کو بنایا جس کے بدون وجود مین رہنا ممکن نہ تھا اور اوسکو مثل ہوا کے عام کیا

پانی[۳] بنایا اوسکو عام کیا مگر جسقدر ہوا کے اوپر مدارِ زندگی ہے پانی پر نہین اسلئے اوس سے انتظام شروع کیا چند مہینون مین وہ برستا ہے۔ ہر وقت پانی برسے تو تری باعث ہلاکت ہو۔

آگ[۴] کو بنایا جسکے بدون کام نہین چلتا۔ مگر اوس کو زیادہ تر محدود کیا کہ ضرر اوسکا بڑا تھا۔

چاند[۵] اور سورج بنائے جس سے زمین روشنی رہے۔ غلہ پکے۔ اور آدمی کام بغیر روک ٹوک کے کرین۔ رات مین آرام کرین اور وہ حاجتین جنمین پوشیدگی مناسب ہے برلائین۔ چاند دانہ کو پکائے اور راحت ضروری دے۔ چونکہ کام پر مدار زندگی کا ہے اسلئے سورج روز نکلتا ہے۔ اور چاند مناسب اوقات مین۔ یہ نعمت بھی مخصوص ہے مگر بعد انتظام بعض صورتین ایسی پیدا ہوتی ہین جن مین آدمی شریک ہوتا۔

نعمت سوم تمتع ذاتیات۔ (۳) بعد اسکے ایسا قاعدہ مقرر کیا کہ اسبابِ زندگی کو ہم

اسطرح کام مین لائین کہ خود ہمکو اونمین راحت ہو۔ اور اوسکے ذریعہ سے سب کام کرین۔ مثلاً کہانا کہاتے ہین بہوک مین کہانا کسقدر مزہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اولاد پیدا کرتے ہین اوسکا ذریعہ کیا ہے۔ اولاد کی پرورش کرتے ہین اور اوسمین کسقدر راحت ہوتی ہے۔ یہ نعمت بہی مخصوص ہے۔

نعمت چہارم فضیلت روح (۴) پہر یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو وہ روح دی ہے جو اپنی طرف منسوب کی ہے اور اس سبب سے ہمکو حاکم بنایا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہے

نعمت پنجم اختیار (۵) بعد اسکے یہ نعمت دی ہے۔ کہ ہمکو اختیار دیا ہے کہ اس ذریعہ سے صدور افعال کرسکین لکڑی کی مثال سے اس اختیار کا نعمت ہونا سمجہ مین آتا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ششم اختلاف مراتب (۶) یہ نعمت دی ہے کہ ہم مین اختلاف مراتب پیدا کیا ہے کہ ہم عمدہ تدابیر جو سوچین اونکو عملی طور پر ظاہر کرسکین۔ باوجود اس کے قناعت بہی دی ہے اور امنگ ترقی مدارج کی بہی۔ یہ نعمت بہی مخصوص ہے۔

نعمت ہفتم تمتع متعلق دیگر مخلوق۔ (۷) ہمکو یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو اسطرح کا پیدا کیا کہ ہم تمام اوسکی مخلوق سے متمتع ہوسکتے ہین اور ہمکو اوسنے تمتع دیا ہے۔ آنکہہ سے دیکہہ سکتے ہین۔ اگر روشنی نہتی اور آنکہہ نہوتی تو ہمارے لئے سب کچہہ نکما ہوتا۔ قوت تمتع نہوتی تو سب ہمارے لئے کچہہ نہتا چنانچہ لوہا

پتہر جواہرات سب یکسان اور نکمے ہوتے۔
جانورونکو ہمارا تابع کیا گوشت کہاتے ہین۔ چمڑے کو کام مین لاتے ہین۔ نباتات سے ہمکو دوائین دین۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ہشتم ہدایت (۸) اختیار دیکر ہمکو ہدایت کی اور اچہا راستہ چلنے کا حکم دیا اور ہدایت کے ذریعے پیدا کیے جنکا سب سے بڑا ذریعہ رحمۃ للعالمین ہمارے جناب رسولخدا محمد مصطفی صلعم ہین۔ اوسکے بعد زمانہ ہادیون سے خالی نہین رکہا۔ یہ نعمت اولاً مخصوص ہے اسمین بعدکو ہادی شریک ہوجاتے ہین۔

نعمت نہم شر کا خیر مین مبدل ہونا (۹) یہ اصول قایم کیا کہ ہر ضرر اور برائی نیکی اور بہلائی مین بدل جاے۔ یہ بہی اولاً مخصوص ثانیاً عام ہے۔

نعمت دہم افزایش جزا خیر (۱۰) نیکی کے لئے افزایش جزا مقرر کی بدی کے لئے نہین کی مثلاً ایک نیکی کروده گونہ ثواب ملے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا بدی کا ایک ہی بدلا ملیگا۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت یازدہم جنت (۱۱) ایک طرف آسان قاعدون کے ساتہہ جنت کی وہ نعمتین ہمارے لئے بنائین جو ہمارے اعمال سے گوکیسی ہی اعلی درجہ کے ہون کچہہ مناسبت نہین رکہتین یعنی بہت بڑا عوض ہے۔

نعمت دوازدہم حفظ از دخول نار (۱۲) دوسری طرف دوزخ مین جانے کو اس طرح روکا کہ جسکی کوئی حد نہین۔ یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا کہ جب تک حجت تمام نہو عذاب نہو گا

یہ بھی مخصوص ہین -

نعمت کے قاعدہ کا عموم

الغرض نعمت آلہی کی ایسی حالت ہے کہ جسقدر سوچی جاے کلیات نعمت اسقدر نکلینگے کہ حصر نہین ہوسکتا اور میری چھوٹی سی عقل جس عجیب وغریب نعمت کے سبب سے حیرت مین رہتی ہے وہ یہ ہے کہ نعمتون کے دینے مین قاعدہ اطاعت کو ملحوظ نہین رکہا - اب خیال فرماےُ کہ نعمت وجود - نعمتِ آسایش - نعمتِ حکومت - نعمتِ ہدایت - نعمتِ کشایش رزق و ثروت سے کوئی مستثنیٰ نہین - کوئی اوس سے محروم نہین جتنی نعمتین ہین سب بحیثیت مخلوق ملتی ہین اور دینے کو بیش کیجاتی ہین جس اعتبار سے اوسکے یہان سب برابر ہین - آپ نوکری مین غفلت کیجیے جرمانہ ہوتا ہے زیادہ قصور کیجیے موقوف ہوجائیگا اللہ تعالی جلشانہٗ باوجودیکہ اوس سے ہزارون پہرے ہوئے ہین لاکھون منحرف ہین سب کو بحیثیت مخلوق روزی دیتا ہے یہانتک کہ جن لوگون نے خدائی کا دعوی کیا (یعنی ایک تو خدا کو نہ مانا پہر خود خدا بنے) اللہ تعالی اپنی نعمتون سے اونکو بہی محروم نہین کرتا - اور کسیکو موقوف نہین کرتا کچھہ پروا نہین خدا ہی بنتے ہو بنے جاوٴ - نعمت جسکا قاعدہ جدا ہے مطابق قاعدہ کے ملی جائیگی یہانتک کہ جو ایسے وجود ہین جنکی برائی کرنا معلوم ہے اونکو بھی ملیگی اور مہلت بہی تاکہ امکان راہِ راست پر آنے کا باقی رہے - یہانتک اس قاعدہ مین عموم ہے کہ یہی نہین ہے کہ قاعدہ روزی و وجود مین اطاعت کو دخل نہین - بلکہ اونکو یہان زیادہ

ملتا ہے جو اس سے منحرف ہین اور سخت پابندی قاعدہ رحم کی کیجاتی ہے۔

اس سے بہی زیادہ بزرگ ایک نکتہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ صفت رحمت اللہ تعالی جلشانہٗ کی اسقدر غالب ہے کہ ہر صفت مین جو اسمار حسنی مین مذکور ہین یہ صفت پائی جاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ صفت رحمت بطور علت اون صفات کی ہے تعریف اونکی نہین ہے یعنی جو کلیات بیان کیے گئے اونکی اور دوسری نعمتون پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ صفت رحم خداوند عالم کی ذات کے ساتھ ایسی مخصوص ہے جسے حقیقت کہنا چاہیے دوسرون کی نسبت جو اطلاق اس صفت کا ہوتا ہے وہ مجاز ہے۔ اسلیے کہ انسان جو نعمتین دیتا ہے وہ اللہ تعالی کے دینے کے بعد دیتا ہے۔ پس آدمیون کے ذریعہ سے نعمت دلانا مختلف ذریعون سے نعمت دینا ہوا۔ لیکن بعض ایسی نعمتین ہین جنمین انسان بطور مجاز بہی شریک نہین ہے جیسے نعمتِ وجود دینا۔ رزق کا پیدا کرنا آخرت مین حیات ابدی بقول ویبسٹر صاحب کے دنیا۔ پس وہ صفتین صفت رحمن مین مراد ہین جسکے ساتھ آدمیونکو موصوف نہین کرتے وہ صفات جنمین انسان مجازًا شریک ہے وہ صفتین صفت رحیم سے مراد ہین۔ اور چونکہ حقیقت مین رحیم بھی صرف اللہ تعالی ہے اسلیے یہ صفت بہی ساتھ رحمن کے استعمال کی گئی ہے۔ پس جسقدر معنی رحمت کے نعمت کے صحیح ہوتے ہین ایسے دوسرے معنی صحیح نہین ہوتے۔

معنی رحمۃ مین تخصیص پیدا کرنا غلطی ہے | شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو مثل صاحب تفسیر مہائمی

کے دو قسمین رحم کی فرمائی ہین یعنی ذاتی اور صفاتی ۔ اور ذاتی کی دو قسمین کی ہین یعنی عام وخاص اور صفاتی کی بھی دو قسمین کی ہین یعنی عام وخاص ۔ بہت خوب ہے لیکن میری نظر مین اللہ تعالیٰ نے جو سورۂ فاتحہ کی بسم اللہ مین رحمٰن ورحیم کی صفت کو شامل فرمایا ہے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات اللہ ہے اور صفت مقدم عین ذات رحمٰن ورحیم ہین لیکن ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صرف اسبات کی تعلیم ہے کہ اسم ذات معہ صفات مخصوصہ اس طرح پر ہر چیز کی ابتدا مین لیا کرو ۔ کیونکہ یہ تینون ملکر ایک اسم ہوگئے ہین ۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے پایا جاتا ہے کہ سارا جملہ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اسم اعظم ہے ۔ بعد اسکے سورۂ فاتحہ مین جو اس اسم کا تکرار بعد رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے فرمایا ہے اوسکے معنی یہ ہین کہ یہان اسم مراد نہین ہے اوس کے معنی مراد ہین ۔ کہ اوپر غور کرنے کے بعد بھی یہ یاد رکھو کہ وہ روز جزا کا مالک ہے اور رحمٰن ورحیم ہونا خلاف سزا نہین ۔ اسکے صاف معنی یہ ہین کہ گناہ بندگان مین اون قواعد پر عمل کرنا جو نعمت دینے کے لئے بنائے ہین از خلاف رحمتہ نہین ۔ جن حضرات نے مفصل وتخصیص کو رحمتہ کے اقسام قرار دیا ہے وہ اقسام افراد نعمت ہین معنی کے اندر تخصیص نہین ہے نہ وہ اقسام ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ پس اگر خود رحمت کے معنی مین تخصیص موجود ہو تو تخصیص مکرر مین زیادہ فائدہ نہوگا ۔ اور معنی بعض کو رحمت کے لئے مخصوص کرنے کے یہ ہونگے کہ بعض نعمت ۔ کو بعض کے ساتھہ مخصوص کیا آخر کو وہ خاص

بھی نعمت دینا ہوا جو ایک فرد نعمت کی ہے - علاوہ براں رحمت کے معنی مین تخصیص پیدا کرنا خلاف مبالغہ ہے - جب افراد عام ہونگے بعض افراد کی تخصیص خلاف مبالغہ نہو گی -

یہ تدقیق جن حضرات نے فرمائی ہے اوسکی ضرورت یہ ہے کہ وہ آیہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو صرف جزو سورہ فاتحہ کا جانتے ہین - مجھے اس سے اتفاق نہین ہے - کیونکہ کلام مجید مین ہر سورہ کی پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہے - اگر جزو ہر سورہ کا نہ مانی جاے یہ تکرار بلا وجہ ہوگا - چنانچہ جس سورہ کا جزو نہین ہے اوسمین نہین لکھی - وہ سورہ برات ہے - الغرض یہ آیتہ ایک خاص آیتہ ہے جو ہمیشہ شروع مین ذکر کرنی چاہئے اسلئے جب تکرار اوسکے الفاظ مین پایا جاے ضرورت متعدد معنی پیدا کرنے کی نہین ہے -

اب غور کرنا چاہئے کہ جب رحمت بمعنی نعمت ہو تو جسقدر نعمت زیادہ ہو گی اوسکی ناشکری کی پاداش اوسی قدر عظیم ہو جائیگی اور یہ خیال کسقدر غلط ہو گا کہ اللہ تعالی چونکہ منعم ہے دوزخ مین نہ ڈالیگا کیونکہ صاف بتلا دیا ہے کہ باوجود رحمن و رحیم ہونے کے مالک روز انصاف بھی ہے - آپ اسپر نہ بھولے رہیگا کہ وہ رحمن و رحیم ہی ہے -

دوسرے معنی تخلیص آفات کی شرح

اب دوسرے معنی تخلیص آفات جسکے دوسرے الفاظ وضع شرہین اصول مذکور کے ساتھ دیکھنے چاہئین - اللہ تعالی نے حضرت آدم کی طینتہ کو چالیس دن تخمیر فرمایا - اور حضرت آدم کو دنیا مین بھیجکر ہماری دنیا پیدا

کی اور یہ بھیجنا جیسا مذکور ہوا اسلیے تھا کہ بلائے امتحان مین ڈالکر معلوم کیا جاے کہ کون اچھا نکلتا ہے تاکہ اوسکو نعمات عجیبہ عطا ہو سکین جسکی مثال وہ حالت ہے جو جوہری کی ہیرے کی نسبت ہے۔ یا عطار کی عطریات کی نسبت ہے۔ یا باورچی کی کھانون کی نسبت ہے۔ یا سونار کی سونے کی نسبت ہے۔ ہیرا جب تک تراشا نہین جاتا چمک نہین پیدا ہوتی۔ پھول جب تک جوش نہین دیئے جاتے گلاب نہین نکلتا۔ آٹا جب تک خمیر نہین ہوتا شیرمال نہین پکتا۔ سونا جب تک کسا نہین جاتا کھوٹا کھرا نہین پہچانا جاتا نہ اوسکا زیور بنتا ہے۔ پس آفت مین ڈالنا بھی اصول رحمت ہے باقی رہا آفت آنے نہ دینا اور آفت سے نجات دینا اونمین سے وہ آفات جو لازمی نتیجہ افعال کا ہون یا اسباب تغیر عالم ہون روکے نہین جاتے۔ ان دونون خصوصیت یعنی نتیجہ لازمی افعال و اسباب تغیر کے ساتھ جن آفتون سے نجات دیجاتی ہے وہ بعض اتفاقی آفتین ہوتی ہین یا وہ بعض جو نتیجہ لازمی افعال کا نہون۔ پس اگر رحم کے یہ معنی سلیے جاین تو اوسمین ایسی کثرت جس سے کوئی فرد خالی نہو ہرگز نہوگی اور اسلیے وہ معنی داخل رحمٰن و رحیم نہونگے۔ تخلیص آفت کے لئے اور اسمار الٰہی ہین جنمین سے بعض مین مبالغہ بھی موجود ہے جیسے يَا مُخَلِّصُ۔ يَا نَاصِرُ يَا حَافِظُ۔ يَا حَفِيظُ

غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ لوگون کو فہم معنی آفت مین غلطی ہوتی ہے۔ آفات مین تین چیزین داخل ہین (۱) جان کا لینا (۲) نعمات کا لینا (۳) قدرت تمتع کا لینا۔

جب جان لینے سے تخلیص ہوتی ہے وہ بقا رنعمت تمتع وجود جسمانی ہے۔ اوراوسپر معنی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔

جب نعمت جاتی رہنے کے بعد تخلیص ہوتی ہے تو وہ نعمت کا عود ہوتا ہے اور اوسپر ہی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ جب قدرت تمتع لیلی جاتی ہے جیسے بیماریون و عدم نصرت مین تو اوسکے دور ہونے سے قدرت تمتع کا عود ہوتا ہے اور اوسپر بھی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ اسلئے حقیقت مین تخلیص آفت ایک خاص طرح کی نعمت کا دینا خاص صورتون مین ہے۔ الگ کوئی چیز نہین ہے اور افراد نعمت مین سے ایک فرد ہے۔

پس معنی تخلیص آفت کا علیحدہ کرکے داخل رحم کرنا قلت تدبر ہے بے شک تخلیص آفت جہانتک ہے اس معنی نعمۃ مین رحم ہے نہ جدا معنی مین۔

اب دیکھنا چاہیے کہ تخلیص آفت کو اس بحث سے کیا تعلق رہا کہ اللہ رحیم ہے بہت سے بندونکو عذاب نفرمائیگا۔ کیونکہ آفت عذاب نتیجہ لازمی نافرمانی کا ہے۔ اوس سے تخلیص نہین ہوسکتی۔ جیسے آدمی زہر کہاکر مرجاتا ہے بچتا نہین اسی طرح گناہ سے بہی دوزخ کی سزا پاتا ہے بچتا نہین۔ دوا سے جیسے زہر اوترتا ہے استغفار سے گناہ دور ہوتے ہین۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعارف کلام نقل کئے جائین جنمین شبہ ہوتا ہے کہ رحمۃ بمعنی تخلیص آفت کے ہے اور شرح کیجاے کہ ان سب مین بہی رحمۃ

بمعنی نعمت ہے چنانچہ ایک شعر یہ ہے ؎

لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَنْتَ مَوْلَاہُ	فَارْحَمْ عُبَیْدًا اِلَیْکَ مَلْجَاہُ

یعنی مین اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہون۔ ایسے حقیر بندہ پر جسکا تو ملجا ہے رحم کر۔ یعنی نعمت ہر طرح کی عطا فرما۔ ایک جملہ یہ ہے یا راحم العبرات معنی اسکے یہ ہین کہ اوسوقت جب تغیر نعمت کی وجہ سے آنسو نکل آئین وہ چیز عطا فرما جو اوس تغیر کو دور کرے۔ ایک ارشاد ہے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا اے اللہ میرے ماں باپ پر تو اُسطرح رحم کر جس طرح اونھون نے مجھپر اوسوقت کیا جب مجھے پالا تھا۔ یہ بھی نعمت ہے۔ اُردو مین جو رحم اشعار مین بندھا ہے یا بولا جاتا ہے جیسے۔ ع

رحم کر رحم ترے بندہ پہ غم ہے یارب

اوسکے بھی وہی معنی ہین۔ یعنی حالت ترک بعض افراد نعمت کو جس سے غم پیدا ہوا دور کردے کیونکہ غم کا ستجانا ذریعہ حصول تمتع کے بحال خود بہیر دینے کا ہے۔ اسی طرح جہان لفظ رحمۃ مقابل غضب کے واقع ہوا ہے۔ وہان بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ غضب الٰہی ہے۔ اور معنی یہ ہین کہ نعمۃ سزا سے بہت زیادہ ہے کیونکہ جب یہ صفات متعلق جوارح کے نہون اسکے سوا دوسرے معنی ہونگے۔

تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کی شرح یعنی مغفرت۔

اب تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کو جو مغفرت ہے اصول ہائے مذکورہ سے دیکھنا چاہیئے۔

یہ معنی ہرگز داخل رحم نہین ہین گو وجود رحمت بمعنی نعمت صفت غفران مین بہی ہو۔
اولاً اسلئے کہ محققین علمار کی یہ راے ہے کہ معنی رحم کے نعمت ہین۔
ثانیاً اسلئے کہ ترک عقوبت مستحق اللہ تعالی کبہی نہین فرماتا۔ توبہ و استغفار و عفو۔ ذریعہ زوال استحقاق کا بعد قبول ہین۔ اور معنی یہ ہین کہ ترک عقوبت کبہی نہین ہوتا۔ توبہ و استغفار و عفو کی یہ حالت ہے کہ دنیا مین ان تینون ذریعہ سے زوال استحقاق سزا نہین ہوتا عقبیٰ مین زوال استحقاق صور ہماے معینہ مین بعد اوس نرم سزا کے ہوتا ہے جو معافی مانگنی مین ذلت کی ہوتی ہے۔ چنانچہ دنیا مین اکثر آدمیون نے معافی نہین مانگی سزا قبول کی ہے اس سے معافی مصطلحہ مین بہی وجود ایک گونہ سزا کا ہے۔ پس جب کمابیش سزا ہر قصور کی ہوتی ہے وہ کیسے داخل رحم ہوگا۔ اگر ترک عقوبت مستحق بذریعہ رحم کے ہو یا وہ خود رحم ہو تو غرض اللہ تعالی کی کہ کمال مہربانی سے نعمت وجود عطا کی ہے اور کمال مہربانی سے اوسے بہتر سے بہتر بنانا چاہا ہے فوت ہو جائیگی۔ جو کوئی اس معنی کو داخل رحم قرار دیتا ہے رقتِ قلب کو کہ جو انسانو نمین ہے صفت ذات ایزدی بہی سمجہتا ہے اور بڑی غلطی کرتا ہے۔ جو سبب باطل ہے مسبب بہی باطل ہے۔ حقیقت مین اون علمار نے جو اسبات کے قائل ہین کہ ترک عقوبت مستحق داخل رحم ہے غایت قلت تدبر سے تناقض اختیار کیا ہے اسلئے کہ وہ حدود شرعیہ کے قائل ہین کہ کبہی ساقط نہین ہوتین اگر رحم ترک عقوبت ہو لازم ہوگا کہ حدود شرعیہ قابل سقوط ہون یا خداوند عالم دنیا مین رحیم نہو۔

اگر بطریق تنزل مان لیا جاسے کہ اللہ تعالیٰ ترک عقوبت مستحق بطور قلت سزا فرماتا ہے تو بہی وہ مغفرت ہوگی رحم نہو گا اسلیے کہ صفت رحمٰن مین رحم کا وجود اسقدر مبالغہ کے ساتھ ہے کہ جب ذرا بہی قلت آجائیگی مبالغہ جاتا رہیگا اور اوسپر اطلاق رحمٰن ہونے کا دشوار ہوگا۔ یہی جواب سوال سے ہے کہ رحیم ہونا خلاف دوزخ مین جلانے کے نہین ہے۔

اب جو مینے بیان کیا اوسکی سند قرآن مجید سے لیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ غَفُورٌ رَّحِیمٌ۔ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیمُ۔ علاوہ برآن قرآن مجید مین بیشتر ان دونون صفتون کو ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ انصاف فرماے کہ معنی اونکے یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالیٰ اتنی ہی مہربانی نہین کرتا کہ گناہ کو بخشدیتا ہے بلکہ اسپر یہ اور مہربانی کرتا ہے کہ نعمت بہی دیتا ہے (کوئی دوسرا ایسا ہے کہ سزا بھی نہ دے اور اوسپر نعمت بہی دے) یا یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالےٰ بخشدیتا ہے اور بخشدیتا ہے۔ شعر

این چہ احسانست قربانت شوم	اے غدا قربان احسانت شوم

اگر تواب وغفور ورحیم کے ایک معنی ہون جو اس تعریف کے اوس مین داخل کرنے سے پیدا ہوتے ہین تو کلام الٰہی مین حشو کا وجود لازم آئیگا۔ وہ حکیم ہے اور اوسکا کلام جو محض حکمت ہے اس سقم سے یقیناً پاک ہے۔ پہر ارشاد فرماتا ہے وَیَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی اسکے سوا جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہی بخشدیتا ہی

مطلب یہ ہوا کہ جسے نہیں چاہتا نہیں بخشتا پس رحمٰن و رحیم میں وہ صفت جو کہیں پائی جاے کہیں نہ پائی جائی کیونکر داخل ہوسکتی ہے اور فرماتا ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِىْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝

ترجمہ اور اوسکے لوگون کے پیچھے برزخ ہے اوس دن تک کہ اوٹھا کر کھڑے کیے جاینگے۔ پھر جب صور پھونکا جایگا اوسدن نہ تو لوگون مین رشتہ داریان ہینگی۔ اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھینگے۔ پھر جنکا پلہ بھاری نکلیگا تو یہی لوگ بامراد ہونگے اور جنکا پلہ ہلکا ٹھرے گا تو یہی لوگ ہین جنہون نے خود اپنے آپ کو برباد کرلیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے۔ آتش اونکے منہ کو جھلسلتی ہوگی اور وہ وہان بُرا منہ بنائے ہونگے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ وہ عادل ہے ترک عقوبت مستحق نہین کرتا اور پھر فرماتا ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ عورت و مرد زنا کرین تو اون دونون مین سے ہر ایک کو سَو دُرے مارو اور اگر تم اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل مین تمکو اونپر ترس

دامنگیر ہو۔ اور اونکے سزا دیتے وقت مسلمانون کی ایک جماعت موجود رہے۔ یہ ارشاد اسبات کا ہے کہ سزا مین نرمی بھی نہ کرو۔ اور اسطرح سزا دو کہ اورون کو عبرت کا باعث ہو۔ اب دیکھیے کہ مہربانی رحم نہین ہے۔ یعنی جب رحم صفت الٰہی ہو یہ سب ارشاد اسبات کا ہے اول لازم ہے کہ انسان گناہ کو گناہ جانے۔ یہ نہایت غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غفور یا رحیم جانکر گناہ سے اجتناب نکرے اور مہمل طور پر معاف کرنے والا جانکر چپ ہو رہے کہ دوزخ کے لیے بہت سے پیدا نہین ہوے۔ اسلئے کہ رحمۃ اور چیز ہے غفاری دوسری چیز ہے۔ جناب عالی اگر تھوڑے ہی دوزخ کے لئے پیدا ہوے ہین تو آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ اون تھوڑون مین آپکی ذات بابرکات بھی داخل نہے اور کیونکہ خداوند عالم کو آپ نے مجبور سمجھ لیا کہ وہ ضرور آپکو بخشدیگا اور آپکی بخشش خواہ مخواہ چاہے گا۔ دوسرے یہ لازم ہے کہ اعمال خیر اور نیک کرے اور اللہ سے ڈرتا اور استغفار کرتا رہے ان باتون کا اجر باعث غفران ہوگا۔ الغرض یاد رکھنا چاہیے کہ ترک عقوبت بغیر زوال استحقاق کے نہین ہو سکتا۔

بیان وسعت دائرۂ رحمت و مغفرت

جب معنی رحم اور مغفرت کے معلوم ہو گئے اب دائرۂ رحمۃ الٰہی کو غلط سمجھنا اور دائرہ مغفرت کو غلط وسعت دینے کا بیان کیا جاتا ہے۔ اعجاز کلام الٰہی یہ ہے کہ جس اعتراض کا جواب ڈھونڈے ملجاتا ہے گو وہ بعد کا ہو۔ اسیطرح رحمۃ و مغفرۃ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دو جملون

جملون مین ملاکر بیان فرمادیا ہے اور یہ اعتراض جسکی بحث ہے اوٹھا دیا ہے اِعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ یعنی جان لو کہ اللہ تعالی سخت عذاب کرنے والا ہے اور اللہ بخشنے والا اور نعمت دینے والا ہے اور اس سے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ دائرہ رحمت کہانتک وسیع ہے اور دائرہ مغفرت کہانتک وسیع ہے۔

وسعت رحمت

بیان وسعت دائرہ رحمت آلہی کا یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی نعمت اپنی تمام مخلوق کو دیتا ہے جسکے وہ سزاوار ہین اور حد اوسکی یہ ہے کہ جہانتک ذرایع دینے نعمت کے باعتبار وہ ہین اونکو پیدا کرتا اور وسیع کرتا ہے اور جہانتک موانع عطاے نعمت کے ہین اونکو دور کرکے سزاوار نعمت بناتا ہے۔ جسقدر صفات آلہی اسمار حسنے مین متعلق مخلوق کے ہین اون سب مین صفت رحمتہ کی موجود ہے اور بطور علت غائی کے ہے۔ علیحدگی صرف یہ ہے کہ رحمٰن و رحیم بیان عام ایتار نعمت کا ہے اور باقی اسمار حسنیٰ مین یا ذرایع عطاے نعمت کے پیدا کرنے کا بیان ہے یا ذرایع دفع موانع رحمت کا۔ غلطی اوسمین یہ ہوتی ہے کہ جو ذرایع دفع موانع نعمت کے ہین وہ ذرایع دفع موانع کے نہین سمجھے جاتے مثال اول کی یہ ہے کہ اللہ تعالی محنت مین ڈالکر جو آفت سمجھی جاتی ہے انسان کو وہ نعمتین بعد پیدا کرنے قابلیت کے دیتا ہے جو اوسی صورت مین مل سکتی ہین ورنہ وہ نعمت نہین۔ جیسے بادشاہ ہونا کسی ناقابل کا۔

مثال ثانی کی یہ ہے کہ اللہ تعالے لئے برُے افعال کی سزا دیتا ہے اسلئے کہ وہ
ذریعہ دفع موانع ایثار نعمت کا ہے۔ پس یہ دونون ذرایع نزول رحمت وعطاے
نعمت کے ہین۔ یہ سمجھنا کہ دائرہ رحمت بسبب فضل یا عذاب کے تنگ ہو گیا
غلطی سے ہے۔ اور یہی اس خیال کا سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے عذاب نکرے گا
اور بہت سے آدمیونکو دوزخ کے لئے نہین بنایا۔ نعمت لا انتہا ہے اور ذرایع
لاانتہا۔ اسلئے حیرت مانع ہوتی ہے کہ عقل صحیح کام کرے۔

وسعتِ مغفرت **بیان وسعت دائرہ مغفرت مین** - بسط کی ضرورت ہے
اسلئے اوسکے بیان مین زیادہ تفصیل کیجاتی ہے کیونکہ اسی نے بہت دہوکا
دے رکھا ہے۔ اور اوس سے جب یہ بات ظاہر ہو گی کہ دفع موانع نزول
رحمت مین کسقدر رحم کو کام فرمایا ہے تو ظاہر ہو گا کہ اسپر ہی اگر بہت سے دوزخ
مین جائین تو نہ اللہ تعالیٰ کے رحم کے خلاف ہے نہ حقیقت مین برا ہے ایسون
کو ضرور دوزخ مین جانا چاہئے گو کتنے ہی ہون۔ پہلے اون طریقونکو بیان کیاجاتا ہے
جو توبہ کے قبول اور بخشش وعفو کے ارشاد ہوئے ہین پہر[۲] گناہون کی کثرت بیان
کیجاتی ہے۔ پہر[۳] حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔ پہر[۴] گناہونمین سختی ہونے
کی وجہ ظاہر کرکے نرمی قواعد کی وجہ بیان کیجاتی ہے۔ اوسکے بعد عدل کو
بیان کیاجاتا ہے۔ تب سمجھہ مین خود بخود آجائیگا کہ گناہ کثرت سے ہین حسنات
[illegible]نہین۔ گناہ سخت ہین جو عفو ہوتے ہین اور بعد عفو نعمت ملتی ہے۔ پس دائرہ

رحم وعفو کتنا وسیع ہے۔ اور اوس سے زیادہ وسعت و بنا کسقدر بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالی اسنے جتنون کو بخشدینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی اگر غفاری نہو تی ہرگز قابل بخشش نہ تھے۔

طرق مغفرت

طریقے عفو وقبول توبہ ومغفرت کے ۔ ان طریقون کے سوچنے سے مجھے نواب انشاء اللہ خان کا شعر یاد آکر وجد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ؎

تصدق اپنے خدا کی انشا کہ پیار آتا ہی ہیبرجی کو	اوہر سوا ستنے گناہ پیہم اودہر سے پیہ پہ نوازش

سچ یہ ہے کہ اوسکی مہربانی پر فدا ہوجانا چاہیے اور ایسے خدا کے حکم کی تو ایک بھی نافرمانی نہ کرنی چاہیے۔ ہروقت تلاش کرنا چاہیے کہ حکم کیا ہے اور کوشش کرنی چاہیے کہ ہم وہی کرین جو اوسنے کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اے خدا۔ ہم بندہ ہین ضعیف ہین۔ اگر بھولے چوکے سے کوئی گناہ ہوا ہے یا سرکشی اور سخت باجی پن سے تو اوسے معاف فرما۔

اللہ تعالی مجبور نہین ہے لیکن اوسنے جو طریقے اپنے اوپر ارشاد سے لازم فرمائے ہین وہ بظاہر سات ہین۔ (۱) اسلام (۲) توبہ (۳) استغفار (۴) شفاعت (۵) حسنات مین یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف یا مضاعف سے زیادہ ہوجاسکین سیئات مضاعف نہونگے (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا۔ (۷) دوسرون کی دعا ریا دوسرے کے اعمال سے نفع پہونچنا۔

اسلام (۱) اسلام اسکی وجہ سے گناہان سابق معاف ہوجاتے ہین اسکے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہین مسلمہ اہل اسلام ہے۔ یاد رہے کہ طریق ذیل کا فایدہ بعد اسلام ہے۔

توبہ (۲) توبہ معنی اوسکے بازگشتن ہین۔ یعنی گناہو سے پہرنا۔ مقصود یہ ہے کہ ایسا قصد کرنا کہ اب مین گناہ نکرونگا۔ صحیح توبہ مطابق اوس قصد کے عمل کرنا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی مسلمانو۔ اللہ کی جناب مین خالص توبہ کرو۔ عجب نہین کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تم سے دور کردے۔ اور تمکو بہشت مین لیجاکر داخل کرے جسکے تلے نہرین بہ رہی ہین اور پہر فرماتا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی یعنی ہم بخشدینگے اوسکو جسنے توبہ کی ایمان لایا۔ نیک عمل کئے اور اوسپر قایم رہا۔ یہ تمام شرایط ملحوظ رہین۔ کسقدر غلطی ہے کہ یون سمجھا جاوے اللہ تعالیٰ رحیم یا غفور ہے اور اوسنے دوزخ کے لئے نہین بنایا اور عذاب نکریگا۔

استغفار (۳) استغفار۔ غفر کے معنی پوشیدن وآمرزیدن ہین یعنی چہپانا اور ڈہک دینا۔ جیسے مرے آدمی کو مغفور کہتے ہین کہ وہ چہپ گیا اور بخشا گیا۔ یہان عموماً معنی اوسکے آمرزیدن کے ہین اسلئے استغفار کے معنی کئے ہوئے گناہ سے معافی مانگنے کے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ

اللہ سے طلب مغفرت کرو۔ اور فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
ضرور وہی بخشنے والا اور نعمت دینے والا ہے یہاں بھی یاد رہے کہ گناہ سے معافی
مانگنا اسکے بعد ہے کہ گناہ کو گناہ جانے۔ ورنہ معافی مانگنا واقع نہیں ہو سکتا۔
اور ضرور وہ ذریعہ ترک گناہ کا ہوگا یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے ہمکو دوزخ
کے لئے پیدا نہیں کیا اور وہ رحیم یا غفور ہے ضرورت استغفار کی نہیں ہے۔

شفاعت (۴) **شفاعت** یعنی سفارش سے گناہ کا معاف کرنا اور سزا سے
بچا دینا اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وہ کون
ہے جو اوسکے پاس سفارش بغیر اوسکے حکم کے کر سکے۔ معنی یہ ہوئے کہ اجازت
سفارش کی جب ملے سفارش سے گناہ معاف ہونگے۔

اول دیکھنا چاہئے کہ یہ حکم کیوں ہے۔ اللہ تعالی اسنے فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول
اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔ اس ذریعہ سے رسول اور اولوالامر کو حاکم بنایا ہے پس
اگرچہ رسول اور اولوالامر کی اطاعت محض اطاعت اللہ کی ہے تاہم جب اونکو حاکم
بنایا یہ بھی اختیار دیا کہ وہ اس اطاعت کا اجر خود بھی دیسکیں ورنہ وہ ایسے بے رعب
ہونگے جیسے وہ حاکم جنسے آقا خوش نہو اور اونکا کہنا نہ مانتا ہو۔ حاکم کے لئے رعب
لابد ہے اب دیکھنا چاہئے کہ شفاعت اونکی کس حالتمین ہوگی۔ ضرور ہے کہ وہ
صرف بحالت اطاعت ہو وہ اطاعت کیا ہے اچھے کام کرنا۔ جب اطاعت
نہو سفارش ہو ہی نہیں سکتی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ج وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّهٗ کِفْلٌ مِّنْهَا

ترجمہ جو شخص اچھی سفارش کرے اوسکے اجر مین سے اوسکو بہی حصہ ملے گا۔ اور جو بُری سفارش کرے اوس مین وہ بہی شریک ہوگا۔

پس شفاعت کب ہوسکتی ہے۔ اوسیوقت جبکہ بہت سے اُمور مین اطاعت ہو بعض مین کمزوری کے مادہ کی وجہ سے نہو۔ اور یہ بہی جزا اطاعت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا اور جسکا پلہ اعمال نیک کا بہاری ہو وہ نجات پائیگا جیسا مذکور ہوا۔ پس اوسوقت جبکہ تہوڑی سی کسر رہ جاوے سفارش سے بخشش کراکے زوال استحقاق عقوبت کراکے پلہ کو سفارش بہاری کرادیگی ۔ یہ نہوگا کہ پلہ اعمال مین صفر ہو اور محض سفارش سے کام چل جاوے۔ مثال اسکی دُنیا مین بہی موجود ہے وہ طالبعلم جنہون نے امتحان مین بیشتر سوالات کے جوابات عمدہ دیے ہین بعض مین قلت وقت یا گہبراہٹ یا نافہمی سے قلیل غلطی کی ہے جو اونکو باعث ناکامی کا ہوسکتی تہی وہ گریس مارکس Graee marns دیکر پاس کردیے جاتے ہین۔ یہی حالت شفاعت کی ہوگی یہ بہی کسقدر بڑی مہربانی ہے کیونکہ بعد محنت کے طالبعلم اس لایق ہوسکتا ہے کہ پاس ہو۔ اس مہربانی نکرنے سے اوسکی قابلیت اور محنت دونون کا نامناسب خون ہوتا تہا اسی طرح سفارش بڑی مہربانی ہے۔

پس ظاہر ہے کہ یہ خیال کرنا کہ سفارش کے بہروسہ پر اعمال نیک کے بلہ مین زمین وآسمان کا اونچ نیچ ہو تو بہی سفارش سے وزن پورا ہوگا غلطی ہے۔ وہان سفارش بہی نہو گی۔

ازدیاد اجر حسنات (۵) حسنات مین یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف ہوجائینگے سیات مضاعف نہونگے۔ اوسکی بابت اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

ترجمہ۔ اللہ ذرہ بہر بہی ظلم نہین کرتا بلکہ کوئی نیکی ہو تو اوسکو دوچند کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب عطا فرمادیتا ہے۔ یہان بہی یہ یاد رکہنا چاہیئے کہ حسنات ہونے چاہیئین۔ یہ نہین ہے کہ محض رحیم یا غفور ہونا اللہ تعالی کا بغیر حسنات کے کام آسکتا ہے۔ اللہ اکبر۔ کسقدر شان توابی وغفاری عظیم ہے کیا کیا طریقے عفو کے مقرر کیئے ہین۔ اور یہ بہی یاد رکہنا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے لفظ اجر ارشاد فرمایا ہے اجر بڑہانا اور چہوٹے سے کام کی بڑی مزدوری دینا اور بات ہے اور معاف گناہ بغیر وجہ اور بات ہے۔

کفارہ صغائر (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا۔ اوسکی بابت اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۝ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا وَكَانَ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ○ اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ
عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ○

ترجمہ مسلمانون ناحق ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کیا کرو ہان آپس
کی رضامندی سے خرید فروخت ہو تو وہ ناروا نہین۔ اور اپنے ہاتھون اپنے پاؤنپر
کلہاڑی نہ مارو الله تمہارے حال پر رحیم ہے اور جو زور و ظلم سے ایسا کریگا تو ہم اوسکو
قیامت کے دن آگ مین جہونک دینگے اور یہ الله کے نزدیک آسان ہے
جن کامون سے تمکو منع کیا جاتا ہے اگر تم اونمین سے بڑے بڑے گناہون سی
بچتے رہوگے تو ہم تمہارے چہوٹے چہوٹے قصور محو کردین گے اور تمکو مقام
عزت مین جگہ دینگے۔

تنبیہ۔ یہان یاد رہے کہ معنی رحم کے جب نعمت ہون کسقدر چسپان ہین یعنی
الله تعالی تو تمکو نعمت دیتا ہے پہر تم پرایا مال ظلم سے کیون کماؤ۔ یہ صورت عفو کی
نسبت گناہانِ صغیرہ کے ہے۔ یہ یاد رکہنا چاہئے یہ نہین کہ کچہہ ہی کیون نکرین
دوزخ کے لئے بہت سے نہین ہین۔

کثرت ذنوب کا بیان۔ اب گناہونکی کثرت بیان کیجاتی ہے۔ شمار اونکا
مثل رحمت ہماری قدرت سے باہر ہے جسطرح صرف گناہانِ متعلق عباد کے
لئے سلطنت نے تعزیرات ہند تصنیف کی ہے اور وہ بطور کلیات کے
ہے شریعت نے بہی اسی طرح کلیات بیان کئے ہین۔ گناہانِ متعلق ذات

جناب ایزدی اونکے علاوہ ہین جسکا مختصر بیان کثرت یہ ہے کہ آنکھہ آدمی کی گنہگار ہے۔ کان آدمی کے گنہگار ہین۔ دل آدمی کا گنہگار ہے جو تمام اعضا سے کام لیتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا اسلئے یہ حالت ہوتی ہے کہ آنکھہ سے نظر بد کی اور گنہگار ہوا۔ کان کو بُرائی کے لئے جیسے غیبت کھولا اور گنہگار ہوا۔ دلمین نیت پیدا ہوئی اور راستے سے پھرے اور گنہگار ہوئے۔ اوس نیت کے مطابق کام کیا اور گناہونکا ٹھکانا نہ رہا۔ ہاتھہ ہلایا گنہگار۔ پانوٴن ہلایا گنہگار۔ چھولیا گنہگار۔ چکھہ لیا گنہگار۔ سونگھہ لیا گنہگار۔ الٰہی توبہ۔ یہین تک ختم نہین ہوا۔ اسوقت کچھہ بھی نہین کیا گنہگار ہوتا چلا جاتا ہے۔ کتاب ضلال کی تصنیف کی تھی۔ شراب خانہ بنایا تھا وقس علی ہذا حقوق جین لئے تھے حقوق ادانکئے تھے وقس علی ہذا الغرض کہانتک شمار کیا جاے استنے زیادہ ہین کہ اللہ تعالی نے اونکے لکھنے کے لئے دو فرشتے کاندھے پر بٹلا دئے ہین۔

قلت حسنات کا بیان

اب حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔

آجکل اونکی اسقدر قلت ہے کہ بیان ہی طوالت سے نہین ہوسکتا کیونکہ اطاعت احکام الٰہی کی جو حالت ہے محتاج بیان نہین۔ پس معدوم شئے کے لئے یہ کہدینا کافی ہے کہ نہین ہے۔ اب تک اونکا ظاہری ہونا اور قابل ترک معرض بحث مین ہے۔ تاہم جو لوگ پابندی کرنا چاہتے ہین وہ بشیتر شرائط پوری نہین کرتے مثلاً شرائط طہارت یا غصب سے اجتناب۔ اور جو اسکو بھی کرتے ہین وہ

بعض احکام اچھی طرح نہین کرتے - پس حسنات وہی رہ جاتے ہین کہ ہاتھ پانون کے زور سے کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کرو - یا وہ احکام بجالاؤ جنمین بسبب اسلام کے ثواب حاصل ہوتا ہے -

گناہونکی سختی کا بیان

اب بیان کیا جاتا ہے کہ گناہونمین سختی کیون ہے

اول گناہ اللہ تعالی کی نافرمانی کا وہ اسلئے سخت تر ہے (۱) کہ سخت قسم کی برائی ہے کہ جسنے پیدا کیا (کوئی نوکر بھی نافرمانی کو نہین رکھتا اللہ تعالی کیسے نافرمانی کے لئے پیدا کر سکتا ہے) اتنی نعمتین دین اور دیتا ہے اوسکو ہم نہ جانین اور اوسی سے پھرے رہین - (۲) اسلئے بہت ہی برا ہے کہ احکام عبادت بندون کی بہتری کے لئے ہین بلکہ جملہ احکام - کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایسے احکام کا نہ ماننا سخت تر نہین اسکے بعد گناہان نسبت عباد کے باقی رہے اونمین سختی اسلئے ہے کہ گناہ عباد مین دو چیزین شامل ہوتی ہین - ایک گناہِ عبد - ایک گناہِ الٰہی - گناہِ عبد مین پھر دو چیزین شامل ہوتی ہین - ایک ضرر نفس متضرر کا - دوسرے ضرر عامہ خلائق کا جیسے جرائم سخت سے بدامنی کا پیدا ہونا - ہر گناہ بعد اسکے دو قسم پر منقسم ہوتا ہے اول وہ جنکو بقا رہے - دوم وہ جنکو بقا نہین - بعد ارتکاب ختم ہو جاتے ہین - گناہ الہی کی بابتہ وجوہ سختی کے بیان کئے گئے وہ سختی یہان اور زیادہ بڑھگئی -

(۱) اسلئے کہ اللہ تعالی اپنے انسان کو پیدا کیا کمال مہربانی سے نعمت وجود عنایت کی اور تمام کام اوسکی تکمیل کے لئے اختیار فرمائے تو بندون کو ضرر پہونچانا اللہ تعالی

کی نافرمانی اور مخالفت عظیم ہوئی اور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت بےادبی وگستاخی کو نسبت مرتکب کے استحقاق خلود نار پیدا کرنا لازم ہے۔

(۲) اسلئے کہ سب احکام بندون کی بہتری کے لئے ہین ایسے احکام کا نہ ماننا اور بھی سخت ہے۔

(۳) یہ گناہ بغیر معاف کردینے متضرر کے معاف نہین ہوتی علی الخصوص وہ گناہ جو بسبب ضرر عامہ خلائق کے عام ہوجاتے ہین اونکین معافی قریب ناممکن کے ہوسکتی ہے کیونکہ معافی جن جن سے طلب کیجائیگی وہ معلوم نہین۔

(۴) جو گناہ بوجہ اضلال کے گمراہ نے کیے ہین سب مضل کے ذمہ آجاتے ہین یہان یاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ یعنی جو ذرہ برابر اچھا کام کریگا اوسکا بدلہ پائیگا اور جو ذرہ برابر برا کام کریگا اوسکا بدلا پاویگا۔

وجہ آسانی قواعد معافی

اب بیان کیا جاتا ہے کہ معافی مین آسانی کیون ہے - اول گناہ آلہی - چونکہ وہ نافرمانی ذات عبد کی اچھا بنانے کی تھی جب آدمی بعد اسلام توبہ واستغفار کرکے ایک حالت کا بن جاے جس سے زیادہ اچھا نہ بن سکتا ہو۔ توپھر اوسکو اتنی ضرورت سزا کی باقی نہین رہی۔ دوسرے گناہ ان متعلقہ عباد بندون کے لیے بھی معافی اسی لئے اچھی چیز ہے کہ وہ ایک بندہ کو سزا نہ دلواتا ہے جب کہ ضرورت انسداد کی باقی نہین رہی۔ دنیا مین جو معافی نہین

ہوئی اسی لئے ہے کہ ضرورت انسداد کی باقی ہے۔ جب یہ ضرورت باقی نہین
بندون کو بقدر ضرر نعمت دیکر معاف کر دینے کی طرف رغبت ولانا اللہ تعالی کا احسان
ہوتا ہے اور بندون کے لئے تعمیل حکم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (یعنی اللہ تعالے
کے سے اخلاق اپنے بناؤ) اور احسان حسان کی بہلائی محتاج بیان نہین۔ استحسان اس
آسانی کا اس مثال سے بخوبی سمجھ مین آتا ہے کہ اگر اللہ تعالی یہ قاعدہ نہ بناتا تو
ایسی حالت ہوتی کہ کپڑا میلا یا نجس ہو گیا تو اوسکا ضایع کرنا چاہیئے۔ یہہ بہتر نہین۔
دہوکر پھر درست کرنا مناسب ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو کپڑا زیادہ میلا ہو جاتا ہے وہ
ایسا نہین دہلتا جیسا کم میلا صاف ہو جاتا ہے۔ کفر کی وہ حالت ہے جیسے کہانا
سڑ جاتا ہے اور اچھے مکان مین اوسے نہین لیجا سکتے۔ یا ایک رنگ چڑہ جاتا ہے
جو دہل نہین سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالی جلشانہ نے باوجود اسکے کہ
گناہون مین طرح طرح کی سختی ہے قواعد عفو ایسے نرم بنائے ہین کہ بہت سے
گنہگار دوزخ سے نجات پائینگے۔ یہ نہین ہے کہ اللہ تعالی باوجود رحیم ہونیکے
بہت سے آدمیونکو دوزخ مین ڈالتا ہے۔ حقیقت مین اللہ تعالی ایمان کے
بعد بہانہ ڈہونڈہتا ہے کہ کسی طرح سے نعمت پہونچاوون اسپر بہی اگر ہم کفر و کفران
نعمت کرین اور سمجہین کہ دوزخ مین نجائینگے۔ تو صرف یہی خیال باعث خلود نار ہونا چاہیئے
یہ وہی خیال ہے جسکی بحث ہے اور اس سے بچنا ضرور ہے۔

بیان عدل | **اب عدل کا بیان کیا جاتا ہے۔** بیان وسعت دائرۂ رحمت

مین بیان ہوچکا ہے کہ تمام صفات الٰہی جو اسمار حسنے مین شامل ہین خاص خاص صفات ہین۔ مگر بنا اور علت ہر ایک کی رحم ہے اور مختلف تدابیر رحم کے شمول سے جو اونمین خصوصیت پیدا ہوئی ہے وہ وجہ خاص نامون یعنی جدا نامون کے ہوجانے کی ہے۔ یہی حالت صفت غفران وعفو وقبول توبہ کی ہے۔ اونکی نسبت زرم قاعدے تجویز کرنا بسبب رحم کے تہا۔ اگر قواعد مذکور سخت ہوتے تمو انع عطائے نعمت کے ہوجاتے۔ یہی حالت اصل سزا کی ہے جو ذریعہ اچھا بنانے کا ہے اور وہ بھی بسبب رحم کے ہے۔ اگر قاعدہ نہوتا یہ مطلب فوت ہوتا۔ یہی حالت صفت عدل کی ہے۔ کیونکہ ظلم مین وہ نعمت چہین لیجاتی ہے یا اوسمین خلل اندازی کیجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی تہی اوسکا واپس دلانا یا خلل دور کرنا یا بدلا دینا عدل ہے اور وہ نسبت متضرر کے ایتار نعمت ہے۔ نسبت ظالم کے موانع ایتار نعمت کا دور کرنا ہے۔ اور حقیقت مین دونون کے لئے عدل باعث رحم ہوتا ہے یعنی دینا نعمت کا۔ چونکہ عدل مین دو پلہ کا برابر کرنا داخل ہے اور یہ ایک تدبیر خاص ہے اور رحم مین شامل ہوگئی ہے۔ اسلئے وہ خاص صفت اور اوس صفت کا جدا نام ہوگیا ہے یعنی عدل۔ اس سے ظاہر ہے کہ مخالفت عدل و رحم مین معنی رحم وعدل کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتے تہے۔ صحیح معنی کا دوسرا بیان یہ ہے کہ رحمت نعمت دینا ہے۔ اور عدل بسبب رحمت کے دو پلون کا برابر کردینا ہے جسمین ایک طرف متضرر رہوتا ہے اور دوسری طرف ضرر پہونچانیوالا۔

اور دونون کا فعل تولکر مظلوم کو ظالم سے بدلا دلایا جاتا ہے پس مظلوم کے لئے وہ
خود نعمت ہے یا ایصال راحت بعوض نعمت باندازہ فقدان نعمت۔ ظالم کے لئے
رفع موانع ایتاے نعمت تاکہ بعد سزا وہ قابل ایتار نعمت دوسرے حسنات کی وجہ سے
ہوسکی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رحم کی قسم عدل سے ہے قسیم نہین ہے۔ عدل
اور انصاف واسطے اہل اسلام و ایمان کے ہے کفار کے لئے صرف کفر خلود نار
کا باعث ہے اوسکے لئے کسی تدبیر ایتار نعمت کی ضرورت نہین نہ اوسکو عدل سے
تعلق ہے اسلئے کہ وہ تدبیر مابین دو شخصون کے ہے یہان سواے جناب باری
تعالی و کافر کے تیسرا نہین ہے۔ آیہ مذکورہ بالا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ
فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ○ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ○
ترجمہ۔ پھر جنکا پلہ بھاری نکلے گا تو یہی لوگ بامراد ہین اور جنکا پلہ ہلکا نکلے گا
تو یہی لوگ ہین جنہون نے خود اپنے آپ کو برباد کر لیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے
اور آگ اونکے منہ جھلستی ہوگی اور وہ وہان برا منہ بناے پڑے ہونگے آیتہ کو پڑھ سمجھی
اور اوسکے عدل سے جو رحیم کا عدل ہے ہمیشہ ڈرتے رہے۔

نتیجہ بیان بالا کا جب دونون دائرہ رحمت و مغفرت کی وسعت معلوم ہوگئی تو اب
بطور تنبیہ علی البدیہیات یہ بیان کرنا باقی ہے کہ عمل نیک کے لئے دنیا بنائی گئی
اور مقصود اختیار و یکر مراتب اعلی پر پہونچانا ہے اس مقصود کو فوت ہونے دینا چاہئے

دنیا مین جب آدمی ایک قسم کے درجہ کا ہو جاے تو وہ اوسی درجہ کا رہ سکتا ہے
اور اختلاف مدارج بعد شمول غفران ورحم کے ہے۔ یعنی اللہ تعالی نے کوئی ذریعہ
درجہ اعلی پر پہونچانے کا اوٹھا نہین رکہا۔ اسپر ہی جو جہانتک پہونچے وہین تک رہیگا۔

در حسن صفت کوش کہ در روز جزا		حشر تو بصورت صفت خواہد بود

اگر آجکل کے قانونی حضرات کے مذاق کے موافق گفتگو کیجاے تو یہ کہنا صحیح ہے
کہ خداوند عالم نے ADfectvie Law یعنی ضابطہ یا قانون اضافی
نہایت نرم بنایا ہے۔ مگر قانون اصلی SUBStantive سخت ہے
اور دونون کی پابندی سختی سے کیجاتی ہے جو عین عدل ہے اور سب بوجہ
رحم کے ہے۔

ذکر حیرت و جواب اصلی سوال کا

اب حیرت کی شرح کیجاتی ہے اور رفع حیرت کی
کوشش کیجاتی ہے۔ اور وہی جواب سوال ہے۔

ضرور کارخانہ الٰہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ جیسے ہم ہر کارخانۂ عظیم الشان کو دیکھکر ہک
دبک رہجاتے ہین سب سے زیادہ کارخانۂ عالم کو دیکھنے سے متحیر ہونا چاہئے۔
لیکن جو لوگ صرف متحیر ہین سواے حیرت کے اور فائدہ نہین اوٹھاتے۔ جو لوگ
حیرت کے بعد غور کرتے ہین فائدہ اوٹھاتے ہین۔ پس ہمکو یہان بہی حتی الامکان
ایساہی کرنا چاہئے۔ پس جاننا چاہئے کہ جن لوگون نے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالی
رحیم ہے وہ بہت سی مخلوق کو کیسے دوزخ مین جلائیگا۔ اور حیران ہو کر دائرہ رحمت

الٰہی کو جناب ملکہ معظمہ کی سلطنت سے بہی چہوٹا ہو جانا خیال فرمایا ہے - اونہون
نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو صرف زمین کے کرہ مین اور زمین کے کرہ مین سے
صرف زمین کے سطح مین - اور اوسمین سے بہی صرف آبادیون مین محدود کر لیا ہے
اور یہ خیال نہین کیا کہ مخلوق الٰہی - ہوا - پانی اور آگ مین بہی ہے اور سطح زمین و زیر
زمین و جنگل بہی اوسکی مخلوق سے خالی نہین - بہرے پڑے ہین - اور انسانون
کی تعداد اونکے مقابلہ مین ایسی ہے جیسے کرور مین صفر - اور بالکل ایسی سمجہہ والون
کی حالت کی مثال صحیح وہ ہے جو ایک گولر کے بہنگے کی ہے - ہر بہنگا جسے
گولر کے ساتہہ آدمی کہا جاے یہ خیال کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر رحیم ہوتا ہمارے
کرہ یعنی گولر کو اور ایک گولر کے سارے بہنگون کو آدمی کے مُنہ کی چکی مین نہ پیستا
اور پیٹ کے دوزخ مین نہ جلاتا - اگر وہ جلاتا ہے یا رحیم نہین ہے - یا آدمی کا
پیٹ ہمارا دوزخ نہین ہے - یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس سے غفلت سم قاتل
ہے - ہم کیا ہین - ایک کرہ کے مخلوق مین کے ایک قلیل جزو - کرے اتنے
ہین جنکا حصر نہین ہو سکتا - اور وہ بہی اونکا جنکا دیکھنا ممکن ہے - ورنہ جیسا بیان کیا
کیا گیا نظام شمسی مین جیسا یہ نظام ہے ایسے بہت سے نظامات شامل ہین جو
سب طرف Constilation Hercules
کے دورہ کر رہے ہین اور سب مین آبادی ثابت ہو چکی ہے - پس اگر آدمیون
مین سے زیادہ دوزخ کے لیے اپنے قصور کی وجہ سے ہون اور ان سے

ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم حد سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرین اور اپنے آپکو بے حقیقت جانین اور یہ جان لین کہ اگر ساری دنیا کے آدمی جہنمی ہون تو اوسکے رحم مین ذرا بھی بٹہ نہین لگتا اسلیئے کہ یہ ذریعہ رحم صحیح کے حصول کا ہے - یہ نہین ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالی کے قواعد توڑ ڈالنے کے منصوبے گہڑا کرین - اور وہ ذریعہ اپنے آتش دوزخ مین جلنے کا بنائین حقیقت مین یہ خیال اسلیئے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کی سمجھہ بیشتر چھوٹی ہوتی ہے اور ایسے آدمی جلدی دہوکے مین آجاتے ہین نظام عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی جلشانہٗ نے جب مادہ کو خلق فرمایا اوسمین یہ طریقہ قایم کیا کہ بہت سے مادہ مین سے ایک چیز تہوڑی سی نکلے جو باعتبارِ خوبی نہایت اعلی درجہ کی ہو - چنانچہ اعضاء رئیسہ انسانی مقدار مین تہوڑے اور دیگر اعضاء مقدار مین زیادہ ہین - انسان جو کہانا کہاتا ہے فضلہ مقدار مین زیادہ خون مقدار مین کم ہوتا ہے - معمولی پتہر زیادہ ہین لال کم ہین - تہوڑا سا عطر بہت سے پہولون سے نکلتا ہے وقس علی ہذا چنانچہ یہ ایسا اصول مسلمہ ہے کہ کسی کو مجال انکار نہین ہوسکتی - یہی طریقہ خلق فضل کا ہے - جب انسان مادہ سے خلق ہو لازم ہے کہ اوسکے اصول خلق مین بہی یہی اصول مرعی ہو - چنانچہ یقیناً مرعی ہے - ہم دیکہتے ہین کہ انبیاء تہوڑے غیر انبیاء بہت - بادشاہ تہوڑے غیر بادشاہ بہت - حکماء مثل ارسطا طالیس محدود غیر حکماء نامحدود ہین - اور اون سب مین وہی مناسبت ہے جو لعل کو پتہرون سے ہے - یہ تفاوت حسب ضرورت سے ہے وہ بہی بیان کی گئی ہے کہ اگر ایسا نہوتا دنیا

باقی نرہتی ۔ پس اس اصول کے مطابق لازم آتا ہے کہ اعلی مرتبہ والے ادنی مرتبہ والون سے تہوڑے ہون اسلئے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو لوگ خداپرستی کرین اور جو لوگ نکرین جو لوگ اچہی کام کرین جو لوگ نکرین سب برابر ہوجائین ۔ نہ اونکو جزا ملے نہ اونکو سزا فرق اوٹہکر نظام عالم درہم برہم اور باطل ہوجاوے ۔ جو اس سوال کے صحیح ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے ۔ اعجاز کلام مجید ۔ جسکی طرف بار بار مینے اشارہ کیا ۔ یہ ہے کہ اس سوال کا جواب بہی قرآن مجید مین موجود ہے ۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ ان لوگون سے کہو کہ گندے اور ستہرے درجہ مین برابر نہین ہوسکتی اگرچہ گندی چیز کی بہتات تمکو تعجب مین ڈالے تو اے عقلمند و خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ یہ صاف جواب اس شبہہ کا ہے اور صاف ارشاد اوس چیز کا جو باعث نفع و فلاح ہے اور عقلمندونکا کام اللہ تعالی سے ڈرنا ہے ۔ یہ خیال ہرگز عقلمندی نہین ہے کہ اللہ رحیم ہے برون کو بہی دوزخ مین اگر نہ ڈالے تو وہ رحیم نہوگا ۔ ایسے لوگون کی حالت ایک بڑہیا کی حکایت کے مطابق ہے ذیل مین نقل کیجاتی ہے ۔ **حکایت** کسی گانون مین ایک بڑہیا رہتی تہی ۔ ایک دفعہ اوسکو اتفاق کسی شہر مین جانے کا پڑا وہان سڑک پر اوسنے دیکہا کہ صدہا چہکڑے روئی سے لدے چلے جاتے ہین ۔ بڑہیا چرخہ ریسی کیا کرتی تہی اور دن بہر مین آدہ پا

روئی کات لیتی تھی۔ اوسنے جو دیکھا کہ ہزارون من روئی دنیامین ہوتی ہے تو اوسکا دل دفعتہً اس تصور کے ساتھ اولٹ گیا کہ اے اللہ اتنی بہت سی روئی کون کاتیگا اور اس دل اولٹ جانے سے بڑہیا چپ ہوگئی اور مجنونہ معلوم ہونے لگی۔ ہرچند اوسکی دوا کیجاتی تھی آرام نہوتا تھا ہروقت چپ رہتی تھی نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا۔ اتفاقاً اوسکے ورثا نے ایک طبیب حاذق سے رجوع کی طبیب موصوف نے جب ابتدا اور وجہ جنون کی تفتیش کی تو ورثا بیان نہ کرسکے لیکن ایک شخص نے بیان کیا کہ بڑی بی اچھی بھی گھر سے شہرمین گئین تھین جسوقت سے جنون شروع ہوا ہے اوسوقت بہت سے چھکڑے روئی کے لدے ہوئے سامنے سے گذرتے تھے۔ اونکا مقابلہ اور بڑی بی کا جنون۔ یہ سنتے ہی طبیب کی سمجھ مین آگیا کہ جنون کی یہ وجہ ہے۔ وہ طبیب بڑہیا کے مکان پر آیا اور سب لوگون کو علیحدہ کر کے اچانک بڑہیا کے سامنے گیا اور سلام کے بعد زور سے کہا کہ بڑی بی! کچھ تمنے سنا؟ بڑہیا تعجب سے دیکھنے لگی۔ تب طبیب نے کہا۔ اوس روئی کے سب چھکڑون مین آگ لگ گئی اور وہ ساری روئی جل گئی۔ بڑہیا کو اسقدر خوشی ہوئی کہ اوسنے تعجب سے پوچھا کہ بیٹا کیا سچ کہتے ہو حکیم جی نے اوسے یقین دلایا اور مرض جاتا رہا۔ اگر اس بیان سے بھی تسکین خاطر ہو تو جاننا چاہیے کہ ایک چیز عذاب کرتا ہے۔ ایک ایک چیز جنت مین بھیجتا ہے۔ ایک چیز دونون صورتون کے درمیان ہین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم جب تک حجت تمام نہین

کرتے عذاب نہین کرتے - پس ہمکو امر حق کا چھوڑنا نہ چاہیئے ہم حجت تمام ہوگئی
جن جن پر تمام نہین ہوئی ہے اونکا اختیار خداوند عالم کو ہے اونکی نسبت وہ خود
فیصلہ فرمالیگا کہ حجت تمام ہوئی یا نہین - ہم ہر معاملہ مین حجت تمام ہونے کا فیصلہ
کرنے کے قابل نہین ہین - امر حق ایک جیز ہے اوسکا عدم علم دوسری جیز ہے
ہمارا اعتقاد وہی ہے کہ کوئی شخص ناواقف قانون سزا سے قانون سے نہین بچتا
اور بچنا نہین چاہیئے - حکام دنیا ناواقفون کو برائے نام سزا دیتے ہین - اگر اللہ تعالیٰ
بھی نرمی کرے اور صرف سزا سے محرومی نعمت دے کیا بعید ہے - اوسوقت بہت
سے آدمی دوزخ کے عذاب سے بچ جاوینگے - اور اب تو ضرور حیرت دفع
ہوجانی چاہیئے - اور جب یہ دفع ہوے جان لیجیے کہ احکام و عمل اس لئے
باطل نہین ہین - نیک عملون کو جنت ملیگی اور بدعملون کو سزا سے دوزخ ضرور ملیگی -

پانچوین غلطی اور اوسکا جواب

پانچوین غلطی - اسباب کی غلطی کے بیان کی اب ضرورت
نہین ہے - نفس غلطی کی بابت اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر
کا ترک خلاف احکام آلہی ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ
الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْآمِرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○
ترجمہ - توبہ کرنے والے - عبادت گذار - حمد کرنیوالے - سفر کرنیوالے - رکوع کرنیوالے سجدہ
کرنیوالے - نیک کام کی صلاح دینے والے - اور برے کام سے منع کرنیوالے - اور اللہ نے جو حدین باندہ دی ہین انکی

نگاہ رکہنے والے - اور ایسے مسلمان کو خوشخبریان سناؤ - آجکل غل ہو رہا ہے
کہ ریفارمر قوم کے پیدا ہوئے ہین - تعجب ہے کہ ایک بزرگ ایک آدمی کا ریفارمر
بہی ہونا پسند نہین فرماتا - جبکہ لوگ قوم کی خیر خواہی مین اپنے آپ کو فنا کئے ڈالتے
ہین - نماز کی بابت جسقدر تاکید ہے اوسقدر اور چیزون مین کمتر ہے خداوند عالم
فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ○
یعنی ویل کا عذاب اون نمازیون کے لئے ہو گا جو نماز مین سہل انکاری
کرتے ہین -

ذکر پیدا ہونے اس سوال کا مذاق شرع پر اور اوسکا جواب -

بعد اس بیان کے ایک اور وجہ کا ذکر ضرور معلوم ہوتا ہے - جواب تک
بیان نہین کی گئی تہی - پہلے سے بیان نہ کرنے کی وجہ یہ تہی کہ آجکل یہ شبہ (ارحم
کے متعلق) اوس ذریعہ سے ہے جسکا بیان ہوا اوس وجہ سے نہین ہے
جواب بیان کیجاتی ہے - پس جاننا چاہیئے کہ اسی قسم کا شبہ احادیث مرویہ کے
اعتبار سے بہی ہوتا ہے - لہذا اوسکا ذکر بہی مناسب ہے - بعض احادیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ جو یقین سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے وہ جنت مین جائیگا - چنانچہ
مشکوٰۃ شریف مین لکہا ہے فقال اذہب بنعلی ہاتین فمن لقیک من
وراء ہذا الحائط یشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ مستیقنا بہا قلبہ فبشرہ بالجنۃ
یعنی جناب رسول خدا صلعم نے حضرت ابو ہریرہ کو حکم دیا کہ نشانی کے لئے یہہ

جوتیان لیجاؤ (تاکہ تصدیق اعتبار ہو) اور جو تمکو اس دیوار سے نکل کر ملے اور یقین کے ساتھ تصدیق کرتا ہو کہ اللہ صرف ایک ہے پس اسکو جنت کی بشارت دو۔ دوسری روایت مین ہے۔ عن عبادۃ ابن الصامت قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من شہد ان لا الٰہ الا اللہ و انّ محمّد رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار رواہ مسلم یعنی جو خدا کے ایک ہونے اور جناب رسول خدا کے رسول برحق ہونے کی تصدیق کرے اوسپر آتش دوزخ حرام ہے وجہ شبہ کی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ صرف کلمہ طیبہ کے کہنے سے آتش دوزخ حرام کردے یا کلمہ اور اقرار نبوت سے تو بہی مسلمانون کا کوئی فرقہ داخل دوزخ نہین ہوسکتا اور ضرورت تارکین صوم وصلواۃ کے برا سمجھنے کی نہین نہ تہتر فرقون مین سے ایک فرقہ کے ناجی سمجہنے کی۔ اولًا واضح رہے کہ اس شبہہ کو شبہہ مبحوث عنہ سے زیادہ تعلق نہین ہے اسلئے کہ یہ خوشخبری بعد اسلام کے ہے مسلمانونکی تعداد غیر مسلمانون کے مقابلہ مین بالنسبت قلیل ہے۔ پس یہ اعتراض تب بہی دفع نہین ہوگا کہ اکثر بہت سے دوزخ کے لئے بنائے گئے خدا رحیم نہین ہے۔ ثانیًا واضح رہے کہ معنی یہ ہین جو آدمی یقین قلب سے یہ کلمات طیبات کہے اوسوقت جنت واجب اور آتش دوزخ حرام ہوجائیگی۔ اسکے بعد جب عذاب کا کام کریگا عذاب لازم ہوگا۔ حرمت دوامی مراد نہین کیونکہ جو آدمی معتقد حدیث ہو لازم ہے کہ وہ۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کا مصداق نہو۔ وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی بہی پڑہنا چاہئے

یعنی اور احادیث کو دیکھنا ضرور ہے۔ چنانچہ مشکواۃ شریف مین حدیث متفق علیہ یہ
بھی لکھی۔ قال قال رسول اللہ صلعم لا تزنی الزانی حین تزنے
وھو مؤمن۔ ولا تسرق السارق حین تسرق وھو مؤمن ولا یشرب
الخمر حین یشربھا وھو مؤمن الخ

یعنی جب مومن زنا و سرقہ و شرب خمر کرتا ہے ایمان سے نکلجاتا ہے۔ پس صاف
معنی ہین کہ کلمہ طیبہ سے جو وجوب ہوا ساقط ہوجاتا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ وجوب بحالت
افعال نیک باقی رہتا ہے۔

خود جناب رسول خدا نے فرمایا ہے چنانچہ صاحب ملل ونحل نے بطور جزم لکھا ہے
کہ ستفترق امتی علے سبعین وثلث فرق کلھم فی النار الا الواحد اور یہ
اوس روایت سے موید ہے جو بعض اصحاب کے دوزخ مین جانے کے متعلق
مشہور ہے۔ مین معاذ اللہ یہ نہین کہتا کہ وہ اصحاب اصحاب مقبول تھے
جنھون نے ہمیشہ احکام خدا و رسول خدا صلعم پر عمل کیا لیکن یہ بتلاتا ہون کہ جب افعال
بد صحابہ کو صحابیت سے نکالدین تو افعال بد اور اختیار مذاہب ضلال ضرور اسلام سے
نکالدینگے۔ موید اس بیان کے وہ روایت ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام
کے پیچھے پیچھے چند آدمی آتے تھے۔ آنجناب نے سوال کیا کہ کون ہو فرمایا کہ آپکے
شیعہ۔ ارشاد ہوا کہ میرے شیعہ تو ایسے ہوتے ہین کہ خوف الٰہی سے روتے
روتے آنکھوںمین گڑھے پڑ گئے ہون۔ اور بدون دُبلے ہوگئے ہین۔ تم میرے

شیعہ نہین ہو۔ پس شیعہ ہو یا مومن سب کے لئے ضرور ہے کہ وہ اعمال نیک
کرے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی خاص کر قابل توجہ یہ امر ہے کہ
انسان لاکھون دفعہ اقرار توحید و نبوت کرتا ہے وہ حقیقت مین اقرار و تصدیق صحیح
نہین ہوتا کیونکہ مثلاً زبان پر جاری ہوا کہ ساری تعریفین اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کے لئے
ہین مگر دلمین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا اور عجائب تکالیف مین
ڈالا تو یہ خاک کہنا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ دلمین تو یہ ہے کہ اللہ نے دوزخ
کو پیدا کیا وہ رحیم نہین ہے زبان سے کہے جاتے ہین کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
پس اگر صحیح طور سے اللہ کی تعریف کرو صحیح طور سے اوسے رحمن و رحیم جانو
تو وہ صحیح کہنا ہوگا اور وہی موثر ہو سکتا ہے۔ پھر گناہ نکروگے دوسری حالت کا نہ صحیح
کہنا ہے نہ اوسمین تاثیر ہے۔ بعضے لوگونکو جو پہلے زمانہ مین تھے یہ خیال ہوا
تھا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ ایسا بڑا رحیم ہے کہ اوسنے دوزخ کو پیدا ہی نہین کیا یا اگر کیا تو
رحیم نہین ہے۔ اسکے متعلق وہ حکایت نقل کیجاتی ہے جو اہل تصوف اور شیعون
مین بہت ہی مشہور ہے۔

یعنی ایک فقیر کامل نے درگاہ ایزدی مین عرض کیا کہ آپ اتنے بڑے رحیم پھر
دوزخ کو پیدا ہی کیون کیا جب تک اسکی وجہ نہ معلوم ہوگی نہ کھاؤنگا نہ پیونگا۔ فقیر
اللہ تعالیٰ کا بہت پیارا تھا جب اوسکی حالت مرگ کے قریب پہونچی تو اوسوقت
جناب پیغمبر علیہ السلام کو جو اوسوقت تھے حکم ہوا کہ جاؤ ہمارا دوست ہمسے خفا ہے

اوسکو سمجھاؤ کہ ایسی صورتین ہی ہین جہان دوزخ کی سزا دینا لازم ہے - مگر فقیر کو کسی طرح تسکین نہ ہوئی اور خفگی باقی رہی اوسوقت ارشاد ہوا کہ اسکو معرکہ کربلا دکھلا دو - چنانچہ بذریعہ اعجاز معرکہ کربلا دکھلایا گیا - جسوقت فقیر نے دیکھا کہ ایک شخص پیاسا شش ماہہ بچہ گود مین لئے سوال آب کرتا ہے - دونون کی پیاس کے مارے وہ حالت ہے کہ دیکھی نہین جاسکتی - گرمی کی وہ حدت ہے کہ اوٹھائی نہین جاسکتی - اوسوقت کیا دیکھتا ہے کہ ایک بے رحم نے بچہ کے تیر مارا بچہ شہید ہو گیا باپ زخمی اور پانی نہ ملا - تھوڑی دیر کے بعد اوس بزرگ کو دیکھا کہ زمین پر پڑا ہے قاتل سینہ پر بیٹھا خنجر سے گلا کاٹنا چاہتا ہے - فقیر اوسوقت چلا اوٹھا اور روتے روتے غش کر گیا جب غش سے افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ جہنم ایسے لوگونکی سزا نہین ہے بلکہ اس جہنم مین اور سخت جہنم ہونا چاہیے جسمین ایسے لوگونکو سزا دیجائے -



دلائل ماولین نسبت ضرورت وسعت تاویل کے -

جب تاویلون کے ضرر کا بیان ختم ہوا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اون وجوہ غیر متعلق نفس تاویل کا بیان کیا جاے جنکو ماولین زمانہ حال اصلی وجوہ اختیار تاویلات وسیعہ کے فرماتے ہین -

دلیل اول - ضرورت مقابلہ | **دلیل اول** آجکل تمام دنیا سے مقابلہ Competition
ہے - اور روٹی پیدا کرنا تک اس ذریعہ مین منحصر ہو گیا ہے کہ انسان کمال پیدا
کرے اور دوسرون سے مقابلہ کر کے اپنے آپکو بہتر ثابت کرے - یہ مقابلہ ان
لوگون سے ہے جو ابتک علوم فلسفہ اور صنایع مین بڑی ترقی کر چکے ہین اسلئے ضرور
ہے کہ مسلمانون کو علوم فلسفہ اور صنایع سکھلاے جائین - علوم کا خاصہ یہ ہے
کہ دلمین ایسے جاگزین ہوتے ہین کہ جو چیز خلاف اصول علوم ہے قبول نہ کیجاے
بیشتر دین کے اصول علوم کے اصول کے خلاف ہین اسلئے عاوم فلسفہ علوم دین
کو دلمین سے اوکھاڑ کر الگ پھینک دیتے ہین - جب بعد ترقی کے دین دلمین سے
جاتا رہا ہم مسلمان نرہے - ترقی قومی نہین ہوئی -

جواب کہ یہ ضرورت صحیح نہین ہے | **جواب** اسکا یہ ہے کہ یہی تو وہ دہوکا ہے جسمین ابتدا
سے اہل اسلام گرفتار ہوئے اور اوسنے ترقی مٹا کر تنزل پیدا کیا - اس سے بچنا
ضرور ہے - میرے نزدیک اچھی طرح علوم دنیا پڑہانے کے بعد وہ ضرر نہین
ہو سکتا جسکا اندیشہ ہے - آپ خوب علوم پڑہائیے اور مسلمانون کو سب قومون کے
مقابلہ کیلئے وقف کر دیجیے مگر اسلام سے نہ بولئے - اوسوقت ہمارے مسلمان ایسے
خراب نہونگے جیسے اور لوگ ہوگئے اور وہ نتیجہ نہو گا جس سے آپ ڈرتے ہین
ضرور بعض یا بہت سے عالم اور فلسفی ہو کر مسلمان نرہینگے لیکن جتنے رہینگے وہ مسلمان
رہینگے - اس تدبیر سے کوئی مسلمان نہین رہتا اگر اسلام بحالت خود رہو فلسفہ پڑہنے کے

بعد ضعف اعتقاد پیدا ہونے دیجیے جو شخص اونمین سے پہر اسلام کو دیکھیگا اور توفیق الٰہی رفیق ہوگی تو اصل دین کی طرف آجاییگا۔ آپکی تدبیر سے جسطرف آیگا وہ طرف دین ہنوگی۔ قطع نظر اسکے اب تو عالم ہنین ہونے پاتے اور گمراہی شروع ہوجاتی ہے یعنی اوسوقت صرف علمار فلسفہ مین بداعتقادی پیدا ہوگی ابتو یہ بلا اسقدر عام ہوئی ہے کہ عالم ہنین ہونے پاتے بگڑ پہلے جاتے ہین حقیقت مین اسلام دنیا سے اوٹہتا جاتا ہے جو مخالف آپکی اغراض کے ہے جس مثال کی پیروی آپکو مقصود ہے اونکی حالت پر تہوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ عیسائیونکا اصل اصول مذہب تثلیث ہے اونکی حالت دیکھیے باوجودیکہ تثلیث خلاف عقل ہے اور اونکے علمار در اصل اس مسئلہ کو نہین مانتے تاہم قومیت باقی ہے۔ اسلام مین اصل اصول توحید ہے پس ہمارے علمار سے بعد فلسفی ہونے کے قومیت کیونکر جاسکتی ہے۔ فرمائیے کہ مذہب مین مداخلت بالکل بیفائدہ ہے یا نہین۔ سب نے دیکہا ہے کہ بعد تکمیل علوم مروجہ اور مسلمان رہنے کے جن لوگون نے تاویلون کے دیکہنے کی طرف رجوع کیا اون سے کوئی اچہا اثر نہوا۔ بعد اس تجربہ کے بہی اگر آپ اپنی غلطی کے قایل نہون تو اسکا علاج نہین۔

دلیل دوم۔ بغیر وسیع تاویلون کے کام نہین چل سکتا۔

دلیل دوم کہ پہلے جو تطبیق فلسفہ اور اسلام مین کیجاتی تہی وہ چل سکتی تہی۔ دلائل فلسفہ کو مسلمان توڑ سکتے تہے اسلیئے کہ فلسفہ سابق محض خیال تہا۔ علاوہ اسکے اوسکا ایسا اثر جب اسلام دلمین

مضبوط ہوا اور وہ اسباب سلطنت سے اور دیگر وجوہ سے مضبوط تھا) نہین ہوسکتا
تھا بر خلاف اسکے اب فلسفہ اور تمدن کے اصول خلاف اسلام کے ایسے زور سے
بعض بذریعہ مشاہدات اور بعض بذریعہ بیانات واضح دکھلائے جاتے ہین اور اثر کرتے
ہین کہ اون سے انکار نہین ہوسکتا ۔ کچھہ تدبیر نہین بن پڑتی ۔ دوسرے اسباب
ولمین مضبوطی اسلام کے باقی نہین رہے تو اب سوا اسکے جو ہمنے طریقہ اختیار
کیا ہے کچھہ ہو ہی نہین سکتا ۔

جواب کہ یہ تسلیم اعتراضات ہے ۔ **جواب** اسکا یہ ہے کہ یہ دلیل اسلئے غلط ہے کہ معنی
یہ ہین کہ ہمنے تسلیم کر لیا کہ اسلام غلط ہے ۔ اگر ایسا ہے آپ چھوڑ دیجئے ۔ اور تاویلین
کرکے بیفائدہ کوشش اور تضییع اوقات نفرمائیے ۔ اسلام غلط نہین ہے ۔ اسلئے
کہ بتلایا گیا کہ اسلام کے بیانات کی حقیقت اب ہی بذریعہ تکمیل فلسفہ ہوتی ہے ۔ آپ
اگر مسلمان ہین ڈھونڈیے اور سچے اسلام پر باقی رہکر تلاش فرمائے ۔ واضح بیان کرنا
سیکھئے اور کوشش کیجئے کہ جو غلطیان دوسرون کے اصول مین ہین صاف
بتلائی جاسکین ۔ اپنے اصول کی خوبیان ظاہر ہوسکین ۔ آپ نے کیون ہار مانلی
خدا مددگار ہے ۔ آپ اہل فلسفہ کو دیکھئے کہ جب کسی امر کی وجہ سمجھہ مین نہین آتی اسمین
غور کرتے ہین اور تدبیرونمین جب ناکامی ہوتی ہے غلطیون کے ڈھونڈنکالنے
مین کوشش کرتے ہین ۔ آپ ہی کوشش کیجئے ۔ آپ نے کوشش
چھوڑ دی اونکے پیچھے ہولئے سو یہ امر کم ہمتی ہے اور کچھہ نہین ۔ دین نے جو باتین

بتلائی ہین یعنی متعلق قدرت اور وجود فرشتون کے اور روح اور دیگر چیزون کے آپ اونکی تحقیقات مین مثل انگریزون کے ہی متوجہ ہوجئے۔ مسمریزم انہون نے نکالا اور روح کی بابت دریافت مین اون ذریعون سے جو علاوہ فلسفہ کے ہین مثل کرنیل الکاٹ کے متوجہ ہین۔ سحر کی تحقیقات ہورہی ہے۔ آپ نے تو اون چیزون کو جھوٹ مان لیا اور متوجہ ہی نہین ہوتے۔ آثار قدرت اس زور سے معلوم ہورہے ہین جیسا مینے بیان کیا اونکی بابت آپ بالکل غفلت کرتے ہین۔ اگر یہ علوم رائج ہون اور مشاہدات عام ہون تو دلائل فلسفہ سے یہ زور جاتا رہیگا۔ بجاے اسکے کہ آپ اسلام کے بدلنے مین کوشش کرین اصول اسلام کے ثبوت مین کوشش فرمائے وہ کوشش زیادہ نفع ہوگی۔ میری راے مین جوکچھہ اسوقت تک خرابی ہوئی ہے وہ اسی لیے ہوئی ہے کہ کوشش غلط کیجاتی ہے۔

اصول ہاے اسلام کا سب سے بہتر ہونا۔

میری عقل مین اصول اسلام سب سے بہتر اصول ہین اصول تمدن ہمارے اصول سے کسی دوسرے کے ہرگز بہتر نہین ہین۔ جسکا بیان علیحدہ تصنیف مین ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدہ بات عرض کرتا ہون۔ شریعت نے سود[۱] کو منع کیا ہے۔ شراب[۲] خواری کو منع کیا ہے۔ زنا[۳] کو منع کیا ہے۔ تعدد[۴] ازدواج کو جائز رکھا ہے۔ مسائل[۵] وراثت خاص طور کے بنائے ہین۔ اونکی بھلائی اور برائیون پر تفصیلی نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ بھلائی اصول اسلام مین زیادہ ہے۔

ہے - واضح رہے کہ مقصود قوانین پر اعتراض نہین ہے اصول عامہ پر ہے جو بنار قوانین قومی ہین - یا اصول کے پیدا ہونے پر -

اصول کا اسلام نسبت سود کے بہتر ہونا -

(۱) سود کو شریعت نے منع فرمایا ہے اصل برائی سود کی یہ ہے کہ قرضہ لینا اسکے ذریعہ سے آسان ہوگیا ہے - اس آسانی سے فضول خرچی کی عادت پیدا ہوئی اور اُس سے محنت اور انتظام مصارف و خرچ جاتا رہا - اگر سود ناجائز قرار دیا ہے تجارت روپیہ کی بند ہوجائیگی اور قرضہ صرف ضرورت سخت مین لینا دینا محدود ہوجائیگا - اور یہ خرابیان نہونگین جو شخص خدا پرستی سکھلائے اور محنت سے وجہ معاش پیدا کرنا ایسی بے محنت معاش کو جائز نہین رکھ سکتا - قرضہ لیکر ضرور آدمی بڑے کام کرسکتا ہے مگر وہ قرضہ مین منحصر نہین ہین - اب اس طریقے کو نکال کر دیکھیے اوس سے بہت زیادہ بہتر کام ہوسکتا ہے - مثلاً سود ہوتا تو بڑے کامون کے لیے جب ضرورت ہوتی حصہ دار منافع کے ہوتے اوس سے وہی کام چلتا - چنانچہ اب حصہ دار ہوتے ہین حقیقت مین سود نے ایک ایسی قوم کو مالدار کردیا ہے جنکے پاس روپیہ بے وجہ جمع ہے یہ امر کہ روپیہ کے حمل و نقل و حفاظت مین خرچ ہوتا ہے وہ مصارف اور قرضہ واپس لینے کے مصارف بغیر سود کے نہین نکل سکتے غلط دلیل ہے اسلیے کہ ایسی صورتین بعد غلط رواج سود کے پیدا ہوئی ہین -

اصول اسلام کا نسبت شراب خواری کے بہتر ہونا -

(۲) شراب خواری کی برائیان اوس نظر سے

دیکھئے جو شارع علیہ السلام کی ہے۔ یعنی انسان سے مادۂ تکبر اور غفلت دور ہو۔ یاد الٰہی مین مصروف ہو اپنے بس مین رہے جسکی نظر مین یہ اصول ہون ممکن نہین کہ شراب خواری کو جائز رکھے۔

اصول اسلام کا نسبت زنا کے بہتر ہونا۔

(۳) زنا اسقدر برا ہے کہ ہر مذہب وملت وسوسائٹی وتمدن سب کے اصول کے مطابق برا جانا جاتا ہے۔ اتفاق ہے کہ وہ برا ہے۔ مگر دیکھئے کہ زنا کے انسداد کامل کی تدابیر شریعت کے سوا کسی اور نے بہی کی ہین۔

اصول اسلام کا نسبت تعداد ازواج کے بہتر ہونا۔

(۴) تعداد ازواج کے متعلق بہی ایک بڑا اعتراض ہے اور دلیل یہ بیان کیجاتی ہے کہ مناکحت ایک طریقہ ہے جسمین غرض صرف اولاد پیدا کرنا ہی نہین ہوتی بلکہ دنیا مین ایک ساتھی اختیار کیا جاتا ہے جو دوسرے کے مال کو اپنا سمجھے اور اسلئے ہر طرح کی خوبیون اور راحت کا باعث ہو۔ تعدد مین یہ فائدہ نہین نکل سکتا۔ یہ اعتراض اسلئے غلط ہے کہ شارع علیہ السلام نائب خدا تھے خدا کا کام خلق کرنیکا ہے پس اوسکے نبی نے اس تعدد کے ذریعہ سے زیادتی خلق ہونے کی منظور نظر رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے تناکحوا وتناسلوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیمۃ ولو بالسقط یعنی نکاح کرو اور نسل بڑہاؤ مین تمہاری کثرت سے روز قیامت اور امتون پر فخر کرونگا اور اگر حمل بہی گر گیا ہوگا تو اوسکو شمار مین لے لونگا پس دیکھئے کہ نظر آپکی اور

شریعت کی مختلف ہے - اب اسباب پر خیال فرمائیے کہ اور قومون نے اس بابت کیا کیا ہے اور اسلام نے کیا کیا - بعض قومون مین طلاق ناجائز ہے بعض قومون مین ایسے دقت سے ہوتا ہے کہ قریب ناممکن کے ہوجاتا ہے - بعض قومون مین نکاح ثانی عورات کا ناجائز ہے - ان سبکو ملا کر اول ان قومونکو لیجیے جو سرد ملک کی رہنے والی ہین اونکی بھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ انسان کو طبیعت مجبور کرتی ہے

Nature must its course

یعنی طبیعی ضرورتین ضرور برآتی ہین - فیصدی ۹۰ غالبًا مجبور ہوجاتے ہین - پھر اون ملکون کو لیجیے جن مین حرارت ہے اور حرارت کے ساتھ قوت بڑے زور کی ہے اوسکے ساتھ اسباب پر خیال فرمائیے کہ عورتون کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ ہر مہینے مین پانچ سات روز بیکار ہوتی تھین رو تین برس مین کئی کئی مہینے بیکار رہتی ہین یعنی ایام حمل مین - گرم ملک کے اقویار کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ ایک رات بھی بغیر عورت کے صبر نہین کرسکتے - پس ایسا سخت قاعدہ عام مقرر کرنا جو ہر ملک والون کے لیئے مناسب نہو ایسا سخت ہے یا نہین کہ جسکی پابندی نہین ہوسکتی اب ملاحظہ فرمائیے کہ اسلام نے کیا کام کیا - ان ضرورتون پر نظر کرکے تعداد ازواج کو جائز رکھا اور طلاق کو آسان کیا - نکاح ثانی کو عورات کے جائز رکھا اور جو برائی تمدن کے متعلق ہوتی تھی اوسمین عدالت کی قید لگائی تاکہ وہی لوگ نکاح کرسکین جن مین ایسی صورت ہو کہ برائیان پیدا نہون - پھر دیکھیے اور دھیان لیجیے کہ جو شریعت کا اصول ہے

سب سے بہتر ہے۔ عورتون کو اسقدر قوت جتنی اب دیگئی ہے صحیح نہین اسلئے کہ
خلاف اوس بناوٹ کے ہے جسپر قدرت نے بنایا ہے کہ اسی کی غفلت سے
اعتراض تعدد ازدواج ولعین مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ وہ قواعد جو اسوقت مقرر کئے
گئے ہین اس اصول کے مان لینے کے بعد ہوسکتے ہین کہ اصل زنا زیادہ بڑی
چیز نہین ہے جو شخص اصل زنا کو زیادہ برا سمجھے (جو فی الواقع برا ہے) ایسے قواعد
جو سوائے اسلام کے ہین مقرر نہین کرسکتا۔

اصول اسلام کا نسبت مسئلہ وراثت کے بہتر ہونا۔

(۵) مسئلہ تقسیم وراثت پر جو اعتراض ہے وہ یہ ہے
کہ تقسیم کے ذریعہ سے دولت ایک جگہ نہین رہتی اور ملک
کا انتظام خراب ہوتا ہے اسمین یہ غلطی ہے کہ ولادت کے ذریعہ سے جب اولاد
پیدا ہوا اور پرورش اونکی پیدا کرنے والے پر لازم ہو تو کوئی وجہ نہین کہ ایام حیات مورث
مین پرورش لازم ہو بعد وفات لازم نہ کیجائے۔ یہ طریقہ حقداروں کے
محروم کرنیکا اس خیال محض سے ہے کہ دولت ایک جگہ جمع رہے۔ یہ غریبون کی
حق مین کیون جائز و برائی کا سامان ہو۔ یہ قاعدہ چند آدمیون کے لئے ہوسکتا ہے
عام کے لئے بہتر نہین۔ کیونکہ مسلم ہے کہ شروع زندگی کا اچھی حالت سے
دوسرا سامان پیدا کرتا ہے۔ قاعدہ بہت سے لوگون کے لئے ہوتا ہے۔ ملاحظہ
کیجئے کہ یہان قاعدہ بنانے کے اصول سے کتنی بڑی غفلت ہوئی ہے۔ اوس
اصول سے جو نتیجہ ہوا وہ یہ ہے کہ سلطنت جمہوری ہوگئی یعنی امرا کا دخل زور سے

ہوئے ہوئے وہ لوگ داخل سلطنت ہو گئے - یہ طریقہ اسلئے اچھا معلوم ہوتا ہو
کہ دنیا کے بادشاہون کے ذریعہ سے جو ظلم شخصی سلطنت مین ہوتا تھا جاتا رہا - لیکن
اب اصول دین کو دیکھیے جب خمس و زکواۃ واجب ہو اور دنیا کو خدا پرستی سکھلائی
جاوے اور سود منع ہو تو ضرورت دولت اور روپیہ کے مجتمع ہونے کی باقی نہین رہتی
جو لوگ زیادہ خدا پرست اور سمجھہ دار ہون وہ داخل شوری ہونگے چنانچہ شوری کا حکم
شریعت مین سخت زور کا موجود ہے خود اسلام نے ایک طرح سے سلطنت کو شکل
جمہوری قرار دیا ہے - خدا پرستی کے ساتھہ انتظام اوس سے بدرجہا بہتر ہو سکتا ہے
اور اگر کیا جاوے ہوگا - بہت سے آدمی پرا محنت کے کھانے والے جمع ہی نہین
ہو سکتے - اگر ہون یاد آلہی کرین اور مضر خلق ثابت نہون - اصل امر یہ ہے کہ مضبوطی
جو ملک کے انتظام کی سلطنت جمہوری سے ہوتی ہے اوسکی بہلائی ہمکو اسلئے نظر
آتی ہے کہ اصل اصول سے غفلت ہوئی ہے - دنیا مین جب اسلام پہیلانا مقصود
ہو اور ہر جگہہ اسلام کی سلطنت ہو جاوے تو سلطنت واحد خود بخود مضبوط ہوگی کیونکہ
دوسرا مقابل نہوگا اور یہ ضرورت ہی مضبوطی کی باقی نہ رہیگی - اب دیکھیے کہ یہ اعتراض
نسبت طریقہ تقسیم وراثت کے اسلئے پیدا ہوا ہے کہ آپکی نظر مین یہ بات ہے کہ
سلطنتین مختلف ہون اور ہر سلطنت اپنی اپنی جدا سلطنت کی مضبوطی کے قواعد
بنائے - سلطنت اسلام کو اسکی ضرورت نہین پس اوس غلطی کو جو اولاد کے عدم
مساوات سے ہوتی ہے کیونکر جائز رکہا جاتا اور اسی لیے سود کو کیون جائز رکہا جاتا

ایسے طریقون سے اس صورت مین دولت کی ترقی کی ضرورت ہے اسلام کو نہین ہے - اصل یہ ہے کہ خیالات تاویل و تطبیق اکثر اون لوگون مین جاری ہین جنکو پوری واقفیت نہ اپنے دین سے ہے نہ فلسفہ اور صنائع سے جب وہ لوگ حکمت اور فلسفہ کو بطور سیر اور تماشہ کے دیکھتے ہین پوری ماہیت تو اوس کے سمجھنے کی اور ترقی کرنے یعنی غلطی نکالنے کی ہوتی نہین حیران ہوکر فلسفہ کو صحیح اور اسلام کو غلط جان لیتے ہین - چونکہ آبائی طریقہ سے موانست ہے یعنی اسلام سے اسواسطے باوجود غلط مان لینے کے اوسکو صحیح کرنا چاہتے ہین - اصول کی بات ہے کہ جو کوشش غلط طریقہ سے ہوگی ثمرہ اوسکا نیک نہین ہو سکتا -

تیسری دلیل - علم جب ذریعہ شناخت ماہیت نہو تو اور کیا دلیل ہوگی -

تیسری دلیل یہ ہے کہ علم اور سائنس Science ذریعہ شناخت ماہیت اشیاء کا ہین - اگر وہ کسی چیز کے ثبوت مین سے اوٹھا دیے جائین تو وہ ذریعہ ہی باقی نہین رہتا پھر کام کیسے چل سکتا ہے -

جواب کہ ہم علم کے منکر نہین ہین -

جواب - اسکا ضمناً دیا گیا ہے مگر مستقلاً بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے گو تکرار ہو - جواب اوسکا یہ ہے کہ سائنس چند قواعد ہین جنسے ماہیت اشیاء پہچانی جاتی ہے اور عمل کے طریقے منضبط ہوتے ہین - یہ سب متعلق اون اشیاء کے ہین جو بذریعہ حواس قابلیت ادراک کی رکھتے ہین - پس ابتک سائنس محسوسات مین محدود ہین - جن جن

چیزون کا مجرد وجود عقلاً ثابت ہے مگر ماہیت کی نوعیت معلوم نہین وہ حیطہ علوم (سائنس) سے باہر ہین۔ پس اونسے علوم محدود (سائنس) کو متعلق کرنا سخت غلط ہے اور اسی طرح یہ کہنا کہ بغیر سائنس کے کام نہین چلیگا سخت غلط ہے کیونکہ ہم سائنس کا انکار نہین کرتے یہ کہتے ہین کہ ہم آپ علوم دین اور قدرت الٰہی جسطرح عمل کرتی ہے اوسکے سائنس سے واقف نہین ہین۔ آپ پہلے اونکے سائنس سے واقفیت اور ذرایع واقفیت حاصل فرمائے تب ایسے اعتراض فرمائے۔ جب مجرد وجود ثابت ہوا اور آثار وجود ظاہر ہون مگر ہمارے سائنس کے احاطہ سے باہر ہون اوسوقت صاف معلوم ہوگا کہ جو چیزین ہماری عقل باکمال مین نہین آتین اونمین اوس حکمت سے جو ہماری سمجھہ مین آنے کے قابل ہے بہت زیادہ بزرگ حکمت موجود ہے۔ پس معترضین کی مثال ایسی ہے کہ چھوٹی کنجی سے بڑا قفل کھولنے کا قصد کرتے ہین مناسب ہے کہ بعض وہ کرشمے قدرت کے بیان کئے جائین جہان اسوقت تک کے ترقی شدہ علوم کے اصول درماندہ ہین۔

پہلی مثال غلبہ قدرت الٰہی کی لڑائیون کی حالت سے۔

پہلی مثال لڑائیون کی حالت سے ہے۔ آپ لڑائیونمین اس بات پر غور فرمایے کہ گولیان ہمیشہ سامنے سے آتی ہین۔ طریقہ معاینہ کے مطابق چاہیے کہ جو سب سے آگے مقابل گولی کے ہو وہ مرجاے یا زخمی ہوکر گر پڑے۔ فوج کے لڑانے والے ہمیشہ آگے رہتے ہین۔ مگر ہمیشہ آگے کے آدمی مارے نہین جاتے۔ آگے والے زندہ رہتے اور پیچھے والے

مرے ہین - ایک سپاہی سے نے مجہسے تصدیق کیا کہ ٹہیک آگے والا کہڑا رہا اور بغیر فاصلہ کے ٹہیک پیچہے والا گر گیا - بڑے بڑے سردار جو آگے رہتے اور لڑتے ہین - اونمین سے ایک بونا پارٹ ہے - وہ کبہی مارا نہ گیا - اس سے ظاہر ہے کہ خدا کی قدرت باوجود ایسے قواعد کے غالب ہے - اور اوسکے سائنس زیادہ باریک اور نازک ہین جو ہماری فہم مین آنے کے قابل نہین -

> دوسری مثال علیہ قدرت الٰہی کی حالات جناب ملکہ معظمہ سے -

دوسری مثال آجکل کے حالات ہین اونکو بغور ملاحظہ فرمایئے - جب یہ رسالہ مینے لکہا وہ زمانہ آگیا تہا جب جناب ملکہ معظمہ کی شصت سالہ جوبلی ہوئی اوسکی تاریخ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء مقرر ہوئی زمانہ بارش کا تہا اور بارش شروع ہوگئی تہی چنانچہ لوگون نے جابجا مبارکباد کے جلسون کی تیاریان کین اومین روشنی کے لئے کاغذی محرابین قندیلین تیار کین خیمے نصب کیے اونمین جہاڑ فانوس ٹانگے - موسم کے سبب بادل آئے ہوا چلی - مگر پانی ایسا کہ نقصان پہونچاے نہ برسا نہ ایسی ہوا چلی - جب وہ وقت آیا کہ رسم مبارکباد ادا کیجاے لوگ جمع ہوئے اقبال جناب ملکہ معظمہ کا ذکر ہوا تو رورکی مین وہان کے حاکم نے بیان کیا کہ ملک انگلستان مین پانی ہمیشہ برستا ہے اور اس موسم مین کوئی دن ہوگا جو پانی برسنے سے خالی رہتا ہو مگر جب جناب ملکہ معظمہ کے متعلق جلسے ہوتے ہین مثل سالگرہ وغیرہ کے ہرگز پانی نہین برستا یا خلل انتظام اور اوسکے سامان مین واقع نہین ہوتا چنانچہ اسیوجہ سے Queens Weather

ایک مثل ہوگئی ہے یعنی ملکہ معظمہ کا موسم ایسا ہی ہیان ہی ہوا لوگ اوسوقت صرف
خوش ہوے لیکن راقم حروف کا ایمان تازہ ہوا مین ہمیشہ اس بات پر غور کیا کرتا تھا
کہ جس کام مین نام ملکہ معظمہ کا آجاے وہ ہمیشہ ایسی طرح پورا ہوتا ہے جنمین اون اسباب
کو بھی دخل تام ہو جو ہماری قدرت سے باہر ہین مثلاً جب بندوبست ہوتا تھا ہمیشہ
فصلین غیر معمولی طرح پر جہان سے مینے دیکھا اچھی ہوتی تھین اور جمع بڑہانے کے ایسے
دلائل ملتے تھے کہ اوٹھ نہ سکین۔ بعد ختم بندوبست وہ صورت فصلون کی نہین ہوئی
تھی مین سمجھا کرتا تھا کہ خداوند عالم موجود ہے جسنے اس سلطنت کو اقبال اور مضبوطی دے
رکھی ہے۔ یہان خیال فرماے کہ ہمیشہ ہمیشہ ایسا اتفاق ہونا کیسے اتفاق کہا جا سکتا
ہے کہ موسم کا نام خاص ہو جاے۔ موسم جناب ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین نہین ہے۔
آپ غور فرماے اور قائل ہوجیے کہ اسباب کے بغیر کچھہ نہین ہوتا مگر اسباب
جمع کرنا بلا اسباب کے ایک قادر مطلق کے ہاتھ مین ہے جسنے بادشاہونکو ذریعہ
انتظام گروانا ہے۔ اور وہ قادر مطلق موجود ہے فلسفی کی عقل کچھہ نہین۔ سوچتے
سوچتے وہ احمق ہو گیا ہے اور محض بیخبر ہے۔ اوسکا سائنس پر بہولنا حماقت ہے
قدرت کے عمل کا سائنس اوسے معلوم نہین۔

تیسری مثال۔ سحر کی نوعیت ہے

تیسری مثال سحر ہے اور وجود ذرایع سحر کا۔ اگر کوئی
غور کرے اور تحقیقات کرے تو اوسکو ماننا پڑے گا اسلئے کہ مینے خود دیکھا کہ سحر
ہوا اسا اور وہ قصہ یہ ہے کہ مقام موڑائی پور ضلع جہانسی مین جب مسٹو کا سب ڈویزن

میرے چارج مین تہا ایک اطلاع ہوئی کہ ایک آدمی قوم نونیان کو سحر سے اسطرح مارڈالا کہ ایک کاچھی مسحور تہا دوسرے ساحرون نے بتلایا کہ جب تک اون خباثت کو جو اس کاچھی پر متعین ہین جان نہ ملیگی کاچھی کی جان نہ بچے گی چنانچہ دہوکہ سے یہ نونیان بلایا گیا اور ساحرون نے جلسہ کیا اور اپنے اعمال کئے تین چار گہنٹہ مین یہ نونیان مرگیا اوسوقت سے کاچھی کو صحت شروع ہوگئی۔ اوسکی نعش سینے چروائی اور یہ دیکہا کہ تمام اعضا نعش خون سے بہرے ہوئے ہین۔ دل۔ دماغ گردہ۔ معدہ۔ طحال۔ مثانہ۔ تمام اجزا نعش کے اور ہر عضو و رگ کو محنت سے دہلوایا۔ تو کوئی رگ پہٹی ہوئی نہ تہی مگر خون پیٹ مین لبالب بہرا ہوا تہا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ سبب موت کا خون کا اجتماع ان اعضا مین ہے مگر یہ امر کہ خون کہانسے اور کیونکر آیا دریافت نہین ہوا۔ معدہ کی آلایش ممتحن کیمیا کے یہان بہیجی اونہون نے لکہا کہ زہر نہین ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور مجسٹریٹ صاحب ضلع چپ رہے کہ وجہ نہین معلوم ہوئی کچہہ ہوگی۔ اوسوقت مجہے یہ خیال ہوا کہ انسان جب ایک بات دلمین ٹہہرا لیتا ہے پہر دوسرے کی نہین سنتا گو کیسی ہی مضبوط ہو۔ یہ مثال موجودہ قواعد سائنس کے ٹوٹنے کی بڑی مثال ہے۔ اور اس بات کی کہ بہت سے سائنس ہین جہانتک رسائی نہین ہوئی۔

چوتہی مثال سواریون کے تابع فرمانے کی ہے۔ خداوند عالم نے جہان اپنی قدرتون کو بیان فرمایا ہے ہر جگہہ ارشاد فرمایا	چوتہی مثال۔ سواریون کے تابعدار کرنے سے

ہے کہ ہمنے یہ کیا یہ کیا - مثلاً رات دن پیدا کئے چاند سورج پیدا کئے - پانی برسایا مُردہ زمین کو زندہ کیا - اور ہمنے جانور بنائے اونکو تمہارے تابع کیا - آپ غور فرمائے کہ سواریون کے تابع ہونیکے اسباب ہین یعنی گھوڑیکو جنگل سے پکڑ لائے جیسے آسٹریلیا مین پکڑے جاتے ہین اور اونکو مانوس کیجئے - پہلے دیکھئے کہ اوس خالق نے جسنے گھوڑا خلق کیا اگر اس جانور مین اُنس کا مادہ پیدا نکرتا پیدا نہوتا - پہر جب وہ مانوس ہوا آپکو بذریعہ عقل سوجھا یا گیا کہ اسکے منہ مین ایسا مادہ ہے کہ وہان کوئی سخت چیز ڈالنے سے تمہارا تابع ہوکر حکم مانیگا - یہ سمجھ آپکو کسنے دی - کیونکہ ہاتھی کا منہ بہی نرم ہے مگر اوسمین یہ مادہ نہین مانئیے گا کہ اوسی خالق نے دی جسنے ہمکو پیدا کیا - پہر گھوڑی کی پشت کو عادی کرنا سکھلایا - پشت مین عادی ہونے کا مادہ پیدا کیا - پہر اوسکو طرح کا چلنا یا گون پر صاف ہوجانا سکھلایا - آپ مین سکھلانے اور گھوڑے مین سیکھنے کا مادہ کسنے پیدا کیا - آپ مین عقل ہے گھوڑے مین آپ کیسی عقل نہین ہے عقل حیوانی یکسان ہونی چاہئے کم سے کم ایک حیوان کی عقل حیوانی ایک سی ہونی چاہئے باوجود اسکے ہم دیکھتے ہین کہ بعض گھوڑے ایسے ہین کہ سیکہہ سکھا کر کہنا نہین مانتے بگڑکر سوار کو مار ڈالتے ہین - ایسی بدی سے آتے ہین جو نہین جاتی فرمائے کہ اس سے کیا یہ نہین معلوم ہوتا کہ باوجود بتلا دینے اور دیدینے قوت تدبیر کے آپکی عقل مین اور خلق کردینے مادہ اطاعت کے سواریون مین پہر قدرت آلہی برقرار ہے کہ جس جانور کو چاہے - جتنی مدت کے لئے چاہے - تابع انسان کا کرے

جسکو نہ چاہے اور جب نہ چاہے نہ کرے - پس تدبیر محض سبب یکسان نتیجون کا نہین ہے - ہاتھیونکی مثال سے یہ امر کہ اللہ مادہ اطاعت کا پیدا کرتا ہے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے - ہمنے دیکھا ہے کہ ہاتھی نے مہر کٹے کو مار ڈالا فیلبان کی اور باتو نمین اطاعت کرتا رہا جس سے ظاہر تہا کہ اپنی اور بنی نوع انسان کی قوت کو وہ ہاتھی جانتا تہا مگر باوجود اسکے اطاعت سے باہر نہ ہوتا تہا - اگر قوت و تدبیر باعث اطاعت ہوتی ہاتھی آدمی کا مطیع ہونا ہر وقت تدبیر اطاعت کمان - پس خلق آسمان و زمین اور قدرت الہی کے عمل کا سائنس معلوم ہونا صاف ظاہر ہے -

پانچوین مثال مرضونکی حالت سے -

پانچوین مثال مرضونکی حالت سے ہے کہ ایک دوا نفع کرتی ہے ایک دوا اوسی مرض مین نفع نہین کرتی یہانتک کہ دست بند ہونے کی یہ حالت ہے کہ اوسی دوا سے ایک مریض کے بند ہوئے ہین اور پھر اوسی دوا سے اوسی مریض کے بند نہین ہوتے - طبیب ڈہونڈتا ہے کہ کیا غلطی ہے - مگر اسبات کو بھی دیکھیے کہ ہمیشہ غلطی ہوتی ہے پس یہ غلطی ہے یا کوئی دوسری قوت ہے جو تدبیرونکو باطل کر رہی ہے - بانی مین دست بند کرنیکی دوا ڈالی گئی گاڑہ ہو گیا مگر معدہ کا پانی ویسا ہی رہا - اوسیر وباؤن کی حالت مین وہی ایک ہوا ایسا زہر پیدا کرتی ہے کہ لوگ مرتے چلے جاتے ہین اور دفعتہ وہی اثر ہوا کا ایسا ہو جاتا ہے کہ پھر کوئی نہین مرتا - غور فرمائے کہ یہ اثر کسنے پیدا کیا - اور آپنے جب ایک وبا مین کچھہ تدبیر سیکھی دوسری کیسے پیدا ہوئی جیسے وبا - ہیضہ اور طاعون یہ موجودہ علوم سے بالا ہے

یا نہین - اور اوسکا سائنس دوسرا ہے یا نہین -

چوتھی دلیل - نسبت مضرت اعتقاد تقدیر - و علم الٰہی - و توکل و دعا کے

چوتھی دلیل یہ ہے کہ مسلمان چونکہ (۱) تقدیر - (۲) علم الٰہی - (۳) توکل (۴) دعا کے قائل ہین اوسنے ضرر عظیم پہونچا ہے - جب تک ان تینون کا اعتقاد رہیگا عادت محنت کی پیدا نہو گی نہ علم و عمل (مطابق علم) مین ترقی ہوگی - یہ اوسی طریقے سے جا سکتی ہے جو وسعت تاویل کا اختیار کیا گیا ہے -

جواب کہ معنی ان چیزون کے صحیح بتلانے چاہئین -

جواب اسکا یہی ہے کہ یہ خرابی ناواقفیت کی ہے اصل اصول تقدیر و علم الٰہی و توکل و دعا کے نہین ہے اور اصلی ماہیت قابل اعتراض نہین ہے افسوس ہے غلطی کے دور کرنے کی کوشش نہین کیجاتی اُن چیزونسے جو اصل دین ہین انحراف کیا جاتا ہے - اسلئے تینون کی ماہیت اور وجوہ خوبی کے جدا جدا بیان کئے جاتے ہین -

اول معنی تقدیر اور اوسکی شرح

اول - تقدیر و قضا و قدر - تقدیر اندازہ کرنے کو کہتے ہین - اوسکا وجود بیان ذیل سے صاف روشن ہے -

(۱) جب اللہ تعالیٰ ہر شخص کی عقل اور قوتون کو متفاوت پیدا کرے لازم ہوگا کہ مقدر اور اندازہ کرے کہ فلان شخص فلان مقدار قوت و عقل کا ہوگا - اُسوقت یہ بھی لازم ہوگا کہ اندازہ کرے کہ اوس قوت و عقل سے کتنے ثمرے پیدا ہونگے - مثلاً ایک شخص جو غبی ہے وہ اگر پڑھیگا اور تعلیم پائیگا تو اوسکو ایک مقدار کا علم حاصل ہوگا جو

غنی ہوگا اوسکو دوسری مقدار کا علم حاصل ہوگا اور دونوں کے نتائج مختلف ہونگے یہ امر اسقدر ظاہر ہے کہ کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ پس ذہین آدمی کے ثمرے اور غبی آدمی کے ثمروں کا اختلاف اور نوعیت اختلاف کے ساتھ پیدا کرنا تقدیر ہے۔

(۲) جب خداوند عالم سامانِ رزق پیدا کرے بغیر اندازہ کے پیدا کرنا لغو ہوگا۔ وہی تقدیر ہے

(۳) جس مین سامان ترفہ اور ثروت بھی داخل ہین اور وہ بھی تقدیر ہے۔

(۴) امور بالا کے ساتھ اور امور کو ملاے اور مثال کے لئے تجارت پر خیال فرمائے ایک اچھی عقل کے آدمی نے تجارت کے لئے مال لندن سے منگایا۔ وہ مال ڈوب گیا۔ ایک کم عقل کے آدمی نے منگایا وہ نہ ڈوبا تو ثروت اور ترفہ کے ذریعے بدل گئے۔ یہ وہی تقدیر ہے جسکے جہلا بھی قائل ہین۔

اتفاقات اتفاق نہین ہوتے تدبیرات قدرت الٰہی ہوتے ہین۔

واضح رہے کہ یہ تقدیر ہے۔ اتفاق نہین ہے۔ اسلئے کہ اگر ان چیزون کو اتفاق مانا جاے تو دنیا مین جسقدر رہو رہا ہے سب بے قاعدہ ہو جائیگا۔ اگر آپ مانتے ہین کہ حق تعالی قادر ہے تو اتفاق کوئی چیز نہین ہوسکتا۔ اتفاقات قدرت ہین بے سوچی ہوئی بات نہین ہین۔ اگر اتفاقات بلاوجہ مانے جائین یہ معنی ہوتے ہین کہ نظم دنیا مین نہین ہے۔ حالانکہ صریحاً موجود ہے مثلاً اگر انتظام نہوتا تو مرد اسقدر پیدا ہوتے کہ اونکو عورتین نہ ملتین۔ اور یا عورتین اسقدر پیدا ہوتین کہ اونکو مرد نہ ملتے۔ رجسٹر فوتی و ولادت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت ہر گانون تک مین برابر کے قریب ہوتی ہے۔ تھوڑی سی کمی

بیشی بچون کی حیات اور ممات کی نظر سے ہے اور اس نظر سے کہ معاملت دوسرے
سوصنون سے ہوتی ہے۔ بعض ملکون مین عورتین مردم شماری مین زیادہ نکلتی ہین
وہ اسلئے ہے کہ یا مرد لڑائیونمین مارے گئے یا دوسرے ملکونمین ہین۔ مثلاً لندن
چونکہ فوج ملکونمین ہے تعداد مردم شماری عورات زیادہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ کوئی عورت
جن ملکونمین نکاح اور طریقون سے ہوتا ہے بے نکاح کے نہین رہتی۔ سب کو مرد
ملجاتے ہین۔ مثلاً غلہ اتناہی پیدا ہوتا ہے کہ صرف ہوجاوے۔ اور صدہا اسکی مثالین
ہین۔ پس تقدیر کا مان لینا ضروری ہے۔ اور میرے خیال مین سوچنے والا اوس سے
انکار کرہی نہین سکتا۔ لیکن اس طریقے پر تقدیر کو مان لینے کے بعد ضرورت تدبیر کی
نہین جاتی۔ اسلئے کہ ایک چیز خلق ہوتا ہے ایک چیز مثے عطیہ کو جو ساتھ خلقت
کے ملی ہے کام مین لاتا ہے۔ جو شخص قوی ہو وہ اگر ہاتھ پاؤن نہ ہلاوے قوت جاتی
رہے گی اور عطیہ خلقت مفقود ہو کر قوی کمزور ہوجاویگا۔ کمزور جو ہاتھ پاؤن ہلاوے وہ
اوس قوی سے زور آور ہوجاویگا۔ پس بعد تقدیر وہانتک پہونچنا جہانتک پہونچنا باعتبار
ہر واحد کی خلقت کے ہوسکتا ہے اپنے اختیار مین ہے۔ واقع مین جیسا مشیت
مین اختیار داخل ہونے کا بیان مینے جواب سوال دوم مین کیا ہے تقدیر مین ہی اختیار
داخل ہے۔ اور جیسے ہر چیز کا علم اللہ تعالی کو ہے یہان بھی اوسی پر خیال فرماوے۔
اسباب کا بھی علم ہے کہ آپ اختیار کہانتک کام مین لائین گے۔ جیسا وہ سلب
اختیار نہین ہے تقدیر مانع تدبیر نہین ہے۔ چونکہ یہ نازک بات ہے اسلئے ہر فہم کا

آدمی اسے نہین سمجھتا۔ غلطیان کرتا ہے اور کاہلی اوسکی مددگار ہوتی ہے چنانچہ غلطی یہ ہوتی ہے کہ تدبیر حد تدبیر تک ورستی اسباب مین جسکا عمل مین لانا ضرور ہے عمل مین نہین لائی جاتی۔ جب اسباب پیدا کرنے مین کاہلی ہو یہ یانا جاے کہ بلا اسباب سب کچھ ہوتا ہے وہ تقدیر پر عمل مانا جاتا ہی جو غلط ہی۔ اسلئے کہ آپ بلا اسباب کچھ نہین کرسکتی جو بلا اسباب ظاہر کچھ کرتا ہے اور دوسرے اسباب پیدا کرتا ہے وہی تو خدا ہے۔ آپ مسلمانون کو اصل حقیقت سے خبر دیجئے اونکو بیدار فرمائے۔ جب وہ اصل شئے کا اعتقاد کرین غلطی نکرینگے۔ اصل تقدیر سے انکار کو ذریعہ اونکے بیدار کرنے کا نہ گردانئے۔

دوسری علم الٰہی اور اوسکی شرح

دوسرے علم الٰہی ۔ ذکر اسکا بار بار ہوچکا ہے لیکن یہان پہر اوسکا ذکر مناسب ہے۔ واضح ہو کہ وجہ شبہ کی یہ ہے کہ حق تعالی خالق مخلوق و قوت مخلوق ہے پس اوسنے خلق اسطرح فرمایا ہے کہ اونسے وہی فعال صادر ہون جو ہو رہے ہین اور جان بوجھ کر بنایا ہے کہ وہی افعال صادر کرین۔ یہ شبہ غلط ہے اور تمام کتاب مین بذریعہ بیان اختیار اسکا جواب دیا گیا ہے خصوصاً بحث مشیت مین۔ ضرورت اعادہ نہین۔ اللہ تعالی کی نسبت علم آثار و نتایج کا پہلے سے ہونا بہ ظاہر علت اور سبب آثار کا معلوم ہوتا ہے۔ غلطی اوسکی یہ ہے کہ افعال خلایق بذریعہ اس علم کے پیدا نہین ہوے گو مخلوق خالق اپنے اپنی افعال کی ہے اور نتایج آثار کا علم بطور علم خواص اشیا کے مگر اوس سے زیادہ ہے۔ یعنی وسعت علم الٰہی سے اللہ تعالی کو معلوم ہوگیا ہے کہ اختیار دینے سے یہ آثار و نتایج

پیدا ہونگے - پس خلق ہونا افعال کا مخلوق مین بسبب علم کے نہین ہے - بسبب
اختیار کے ہے - اور علم و تقدیر الگ چیزین ہین اور اختیار الگ چیز ہے - معنی یہ ہین
کہ اختیار دیا جاتا ہے مگر ہمکو معلوم ہے کہ تم ایسی ہوشیاری یا حماقت کروگے کہ
بطور مناسب اختیار کام مین لاؤگے یا نہ لاؤگے اور اسلئے یہ نتیجے پیدا ہونگے - اگر یہ
علم نہوتا آخر کو بعد اختیار دینے کے عالم اللہ تعالی کے بس مین نرہتا - پس یہ دو چیزین
ہین ایک تدبیر الٰہی - دوسرے افعال مخلوق - دونون کو الگ سمجھنا چاہئے ملانا نہین
چاہئے ہمارا کام یہ ہے کہ جسقدر ہمکو اختیار ہے اوسکے مطابق کام کرین اللہ کا کام
یہ ہے کہ بعد دینے اختیار کے اپنی تدبیرین فرمائے - ہمارا کام عمل ہے اوسکا کام
علم ہی ہے - اور وہ علم سبب مجبوری کا نہین ہے - پس دیکھئے کہ خیال علم و تقدیر
کی غلطی کے ذریعے سے جو آپ ہدایت مسلمانونکو کرتے ہین یہ بھی غلط ہے - اور کسقدر
غلط ہے -

آجکل کے اہل دنیا سے تقدیر کے اور علم کے مسئلہ سے اعراض اور اوسپر
اعتراض سخت تعجب مین ڈالنے والی چیزین ہین - اسلئے کہ سلطنت ہر چیز کا بجٹ
بناتی ہے - یعنی اندازہ کرتی ہے - ہر صیغہ کا بجٹ علیحدہ بنتا ہے - علی گڈہ کالج
مین بھی بنتا ہے - پس کیا جناب باریتعالی جو حکیم علیم ہے بجٹ بنانے سے غافل
ہے - لاحول ولا قوۃ - جیسے بجٹ بنا دینا مجبوری نہین آپ سمجھ لیجئے کہ تقدیر
و علم بھی ذریعہ مجبوری نہین ہے - بجٹ اور تقدیر ایک ہی چیز ہین - چنانچہ جناب امام زین العابدین

وعارا دای دین مین ارشاد فرماتے ہین وعلّمنے حسن التقدیر جسکا ترجمہ یہ ہے کہ و
بیاموزان مرا نیکی اندازۂ خرچ - انسان جب مخلوق الہی ہو اور اوسکو دینا مقصود ہو تو نیکی
اندازۂ خرچ لازم ہوئی اور جب تک ہر مخلوق کا خرچ مقدر نہ کرلیا جاے مجموعۂ خرچ مقدر
نہین ہوسکتا - ارشاد امام صاف دلیل اسبات کی ہے کہ اللہ تعالی ایسا صحیح تقدیر خرچ
کرنے والا ہے یعنی بجٹ بنانے والا کہ اوس سے سیکھنے کی خواہش ہے -

تیسرے توکل اور اوسکی شرح

تیسرا توکل توکل کے معنی ہین اپنی عاجزی کا اقرار کرکے
دوسرے پر اعتماد کرنا - پس یہ عین ایمان ہے کہ ہم خدا کو خدا جانتے ہین - اپنے آپ کو
بندہ جانتے ہین - چونکہ اوسنے ہمکو پیدا کیا ہے اور وہ قادر مطلق ہے ہم اوسکے
مقابلہ مین عاجز ہین - اسلئے اوسپر اعتماد کرتے ہین کہ جسنے ہمکو پیدا کیا وہ ضرور ہم پر
مہربان ہے - سواے سزا دینے کے جو ہماری برائی روکنے کے لئے ہو وہ ہمارے
ساتھہ برائی نہین کرسکتا - پس جو ایماندار ہے وہ ضرور اللہ کی مہربانی پر بھروسہ کریگا - اگر
نکرے اوسنے اللہ کو نہین پہچانا - پس توکل کمال ایمان کے بعد پیدا ہوسکتا ہے -
توکل کی بابت جو غلطی ہے وہ یہ ہے کہ توکل مین ہماری مثال اچھے نوکر کی ہونی
چاہئے یعنی کام اچھا کرین - محنت سے روٹی پیدا کرین عبادت کرین - بھیک نہ مانگین
ہاتھہ پاؤن جو اختیار کا ذریعہ ہین اونکو بیکار نہ کردین - اوسکے بعد بھروسہ اللہ پر کرین کہ وہ
محنت کا پھل بقدر ہماری وسعت اور اپنی مرضی کے جسکے وہ ہمکو لایق سمجھتا ہے دیگا -
چنانچہ اب بھی جو نوکر ایسے ہوتے ہین کہ آقا پر بھروسہ کرتے ہین اون نوکرون سے

جو بھروسہ نہین کرتے کہین اچھے رہتے ہین - ہم بجاے اچھے نوکر ہونے کے
برے نوکر بن جاتے ہین - بلکہ یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ معاذ اللہ اللہ ہمارا نوکر
ہے وہ اپنے ہاتھ سے منہ مین روٹی بدون ہاتھ ہلائے ہوئے چہ ڈالدیگا - اور ہاتھ
کی قوت کو بیکار کر دیگا - ایسا نہین ہوسکتا - جو ایسا کریگا اوسکو سستی کی سزا ہوگی
وہ توکل نہین ہے اصل مین پاجی پن ہے - الغرض توکل منافی تدبیر نہین ہے
جسکے لئے آپ کوشش فرمارہے ہین کہ مسلمان کوشش سیکھین اور ترقی کی
تدبیر کرین - آپ ارشادات نبوی کو دیکھئے چنانچہ منقول ہے کہ جب آیات توکل نازل
ہوئین جیسے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَكِیْلًا ○
(یعنی چونکہ وہ) مشرق اور مغرب (یعنی تمام جہان) کا مالک ہے اور اوسکے سوا کوئی
معبود نہین تو اوسی کو اپنا کارساز سمجھو اور وکیل بناؤ - وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ -
(یعنی اللہ پر توکل والون کو توکل کرنا چاہیے) لوگون نے اپنے گدہے وغیرہ نہ
باندھے - وہ رات کو آپس مین لڑنے لگے اوسوقت جناب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے ارشاد صادر ہوا کہ پہلے گدہے باندہ لیجئے تب توکل فرمائے - اوسکے معنی
یہی ہین کہ اختیار کو ضایع نہین کیا جاتا - اور اللہ مسبب الاسباب ہے وہ اسباب کو
بلاضرورت کے نہین توڑتا - لیکن اسباب دوسرے نتیجون کے پیدا کرتا ہے پس
توکل لازم ہے - مثلاً پانی برسنا اور زمین نرم ہو کر گدہے کہل جانا وغیرہ علی ہذا بہت سے
اسباب جو قوت بشری سے خارج ہین - الغرض کافی ہے کہ مسلمانون کو اصل

معنی توکل کے بتلائے جو جناب رسول خدا صلعم نے فرمائے ہین توکل کو بُرا نہ کہو اور اسلئے ایسی چیز کو اسلام سے مفقود نہ فرمائے جو عین اسلام ہے شیخ سعدی رح نے اسباب مین جو ایک قطعہ کہا ہے کسقدر صحیح بیان ایسے اُمور کا ہے۔ ؎

رزق ہر چند و بیگمان برسد	شرط عقل است جُستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مُرد	تو مرو در وہان اژدرہا

جوتھی دعا اور اوسکی شرح — چوتھی دعا۔ اب دعا کے مسئلہ پر غور فرمائیے۔ اوّل دیکھیے کہ دعا کیا چیز ہے۔ اور پھر دیکھیے کہ اوسکا حکم کسنے دیا۔ پھر دیکھیے کہ وہ غلط کیون مانی جاتی ہے۔ اور غلط ماننا اوسکا صحیح ہے یا نہین۔

معنی دعا — دعا اور ندا کے لغت مین ایک معنی ہین۔ یعنی پکارنا۔ لیکن اصطلاح وعرف مین دعا کے معنی رغبت کرنا اللہ تعالی کی طرف اور اوسی سے طلب رحمت کرنا بطریق فروتنی اور حاجت مانگنا ہے۔ اور کبھی کبھی دعا کے معنی تحمید اور تقدیس کے بھی ہوتے ہین۔ یعنی اللہ کی تعریف کرنا اور کہنا کہ وہ پاک ہے۔ تعریف کرنا بھی ایک قسم کی طلب ہے۔

حکم دعا — اب یہ دیکھنا چاہیے کہ دعا کا حکم کسنے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالے نے خود دیا ہے اور دعا کرنے کو بصیغہ امر ارشاد فرمایا ہے اور قصے بھی بیان کئے ہین کہ اللہ تعالی نے دعائین حاجتون مخلوق کی مقبول فرمائی ہین۔ بعض آیات جنمین حکم دعا ہے نقل کرتا ہون۔ اُدْعُوْنِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا کرو مجھسے

استجابت کرونگا تمہارے لئے ۔ ادْعُوا رَبَّكُمْ وعا کرو اللہ سے ۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○

ترجمہ اے پیغمبر جب ہمارے بندے تسے ہمارے بارہ مین دریافت کرین تو (اونکو سمجھا دو کہ) ہم اونکے پاس ہین ۔ جب کوئی ہمسے دعا کرے تو ہم ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے ہین تو اونکو چاہیئے کہ ہمارے حکم (بھی) مانین اور ہمپر ایمان لائین تاکہ وہ سیدہے رستے لگین ۔ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۔ یعنی اللہ سے اوسکا فضل مانگتے رہو ۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم دعا ہے ۔ یہ تاویل کرنا کہ معنی اسکے محض اللہ کو پکارنے کا حکم ہے جسکو اللہ سن لے گا اسلئے غلط ہے کہ اس چلانے سے اگر فائدہ نہین ہے تو حکم کیون ہے ۔ اور اگر فائدہ ہے تو یہی ہے کہ جب کسیکو دنیا مین بلانے سے مدد ملتی ہے اللہ کے بلانے بہی ملے گی ۔ اللہ جسکی سن لے اوسے سب کچھہ ملگیا علاوہ بران دعا کے معنی حاجت مانگنا وہ معنی ہین کہ انبیاء اور اوصیاء اور تمام مسلمانون نے باستثنائے بعض متکلمین اور فلسفین کے سمجھے ہین ۔ ان معنون کی تائید خود خداوند عالم نے قصص ذلیل بیان کر کے فرمائی ہے ۔

قصہ قبول دعا حضرت زکریا ؑ

چنانچہ سورہ مریم مین ارشاد ہوا ۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ○ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ○ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ

مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ۝ وَاِنِّیْ
خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ
لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِیًّا ۝ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ
لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ
عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ۝ قَالَ کَذٰلِكَ ج قَالَ رَبُّكَ
هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْـًٔا ۝ قَالَ رَبِّ
اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ط قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ
سَوِیًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ
سَبِّحُوْا بُکْرَةً وَّعَشِیًّا ۝

ترجمہ (اے پیغمبر اوس) مہربانی کا مذکور ہے جو تمہارے پروردگار نے اپنے
بندہ زکریاؑ پر کی تھی۔ کہ جب اونہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا اور دعا
(کی) کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہین اور سر سفیدی سے (آگ
کی طرح) چمک رہا ہے اور اے میرے پروردگار تیری جناب مین دعا کرکے مین
(کبھی) محروم نہین رہا اور مرے پیچھے مجھکو اپنے چچازاد بھائیون سے خوف ہے۔
اور میری بی بی بانجھ ہے۔ پس اپنی طرف سے مجھکو ایک جانشین (یعنی فرزند) عطا فرما
جو میرا (بھی) وارث ہو اور نسل یعقوبؑ کا (بھی) وارث ہو۔ اور اے پروردگار اوسکو

پسندیدہ کر (خدا نے فرمایا) اے زکریا ہم تمکو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہین جسکا نام یحیی ہوگا اور (اس سے) پہلے اس نام کا (کوئی آدمی) پیدا نہین کیا۔ (زکریا نے (بتقاضاے بشریت) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے یہان لڑکا کیسے ہوسکتا ہے اور حال یہ ہے کہ میری بی بی تو بانجہ ہے اور ضرور پہونچ گیا ہون مین حد سے زیادہ بڑہاپے کو فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمکو اس عمر مین بیٹا دینا ہمارے لئے آسان ہے (اس سے) پہلے تمہین ہمنے پیدا کیا حالانکہ تم کچہہ بھی نہ تھے۔ (زکریا نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (اسبات کی کہ میرے بیٹا ہوگا) مجھے کوئی نشانی بتا۔ فرمایا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین رات (دن) لوگون سے بات نہین کروگے پہر زکریا محراب سے نکلکر اپنے لوگون کے پاس آئے تو اشارہ سے اونکو سمجہا دیا کہ صبح وشام خدا کی تسبیح مین مصروف رہو (غرضکہ یحیی پیدا ہوئے۔)

تنبیہہ — یہ مقام ظاہر کرتا ہے کہ دعا جب ایسے نیک کام کے لئے ہو معجزہ کے طور پر بظاہر بلا اسباب قبول ہوتی ہے کیونکہ بڑہاپا اور عقر و بانجہ ہونا طبعًا مانع ولادت ہین۔

قصہ قبول دعا حضرت نوحؑ پہر سورہ نوح مین ارشاد ہوا ہے۔ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ترجمہ اور نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار ان کافرون مین سے کوئی رہنے والا زمین پر نہ چہوڑ۔ اور سورۂ مومنون مین ارشاد ہوا ہے۔ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا

وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

ترجمہ۔ پہر ہمنے نوح کی طرف وحی بہیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے ایک کشتی بناؤ پہر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابلنے لگے تو ناؤ مین ہر قسم کے جوڑے سے دو دو بٹہالو اور اونکے ساتھ اپنے لوگون کو بہی۔ مگر اونمین سے جنکی نسبت پہلے سے غرق ہونیکا حکم ہوچکا ہے اونکو نہین۔ اور جن لوگون نے نافرمانیان کی ہین اونکے بارہ مین ہمسے کچھہ گفتگو نہ کرنا کیونکہ وہ بہر حال ڈبوئے جائینگے۔ پہر جب تم اور تمہارے ہمراہی سب اطمینان سے کشتی مین بیٹہ لو تو کہو کہ خدا کا شکر ہے جسنے ہمکو ان ظالمون سے نجات دی۔ پہر سورہ انبیا مین فرماتا ہے۔ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○

خلاصہ ترجمہ۔ جب نوح نے ہمکو پکارا تو ہمنے اونکو اور اونکے اہل کو بڑے کرب سے نجات دی۔

تنبیہہ۔ اس سے اثر دعا یہانتک معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کو منع کیا گیا کہ تم اب کسی کے بچانے کی دعا نہ کرنا۔ اور دعا سے بڑی سختی سے نجات ہوگی۔

پھر سورہ طٰہٰ مین ارشاد ہوا ہے اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۝ قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ۝ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۝ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ۝ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ۝ وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ ۝ هٰرُوۡنَ اَخِی ۝ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ ۝ وَاَشۡرِکۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۝ کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا ۝ وَّنَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا ۝ اِنَّکَ کُنۡتَ بِنَا بَصِیۡرًا ۝ قَالَ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی ۝

ترجمہ (اب) تم فرعون کے پاس جاؤ اوسنے بہت سر اوٹھا رکھا ہے (موسی نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کھولدے۔ اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر۔ اور میری زبان مین جو لکنت ہے اوسکو بھی کھولدے تاکہ لوگ میری بات سمجھین۔ اور میرے کنبہ والون مین سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر کردے۔ اور میرے کام مین اونکو شریک کر تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کرین۔ تیری یاد بہت کرین۔ تو ہی ہماری دیکھہ بھال کرنے والا ہے۔ فرمایا اے موسی تمھارا سوال تمھین دیا گیا۔

تنبیہ۔ یہان خاص لفظ سوال استعمال فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ مقام بظاہر دعا نہین معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین حاجت مانگنا ہے کیونکہ وجہ اوسکی یہ بھی فرمائی ہے کہ ہم کثرت سے تیری یاد کرینگے۔ صرف وقت کا فرق ہے۔ یعنی جب حق تعالی نے حضرت موسی کو ایک کام پر بھیجنا چاہا اونہون نے اپنی اور حاجتین

موقع پاکر مانگ لین۔

(قصہ قبول دعا حضرت ایوب) پھر سورۂ انبیا مین ارشاد ہوا ہے۔ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ۝

ترجمہ

اور ایوب عم کی وہ حالت یاد کرو جب اونھون نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھکو بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والون سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہمنے اونکی (فریاد) سُنلی اور جو دکھ اونکو تھا اوسکو دور کردیا۔ اور اونکو اونکے اہل (و عیال) عطا فرمائے۔ بلکہ اونکے ساتھ اوتنے ہی اور یہ محض ہماری مہربانی تھی اور اس لئے کہ عبادت کرنے والون کے لئے یہ یادگار رہو۔

(قصہ قبول دعا حضرت یونس) پھر سورۂ انبیا مین ارشاد فرماتا ہے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ اور ذوالنون (یعنی یونس عم) کو یاد کرو جب خفا ہوکر (اپنی قوم سے) چلدیئے اور گمان یہ ہوا کہ ہم تنگی نہ کرینگے اون پر پس پکارے وہ تاریکیون

نہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ذات ہے بیشک میں ظالموں سے تھا تو ہمنے اوسکی فریاد سن لی اور اوسکو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔

نتیجہ۔ یہ ترغیب ہے دعا کے لئے ہے۔ حضرت یونس نے پیٹ مچھلی سے نجات پائی تھی۔

پھر ارشاد ہوا ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ

ترجمہ آیا کون ہے کہ جو سنتا ہے گھبرائے ہوئے بے بس کی جبکہ وہ پکارتا ہے اوسے اور کھول دیتا ہے اوس سے اور دور کرتا ہے مصیبت کو۔

افسوس ہے کہ منکرین دعا اتنی موٹی بات نہیں سمجھتے کہ دعا سے بیٹا ملا۔ اور کسکو بانجھ اور بوڑھے کو۔ دعا سے رتبہ ملا کہ بھائی بیچا اور وزیر ہوگیا۔ دنیا غرق ہوگئی۔ بیماریاں اچھی ہوگئیں مچھلی سے زندہ درگور کو نجات ملگئی۔ پس دیکھئے دعا فرض ہے یا نہیں اور اوسمیں اثر ہے یا نہیں۔ ان مثالوں پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعاؤں میں دو طرح کے اثر ہیں ایک الفاظ میں۔ ایک بلا خیال الفاظ محض طلب دعا میں۔

ثبوت الفاظ کے اثر کا

الفاظ کے اثر کا ثبوت۔ خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

ترجمہ (اے پیغمبر) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اوتارتے تو تم اوسکو

دیکھہ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا ہوتا اور ریزہ ریزہ ہوتا۔ تاثیر اس
ارشاد سے اسلئے ثابت ہے کہ اگر پہاڑ فہم مین مثل آدمی کے ہوتا تو ضرورت
اس بیان کی نہوتی۔ بلکہ یہ معنی ہین کہ ایسی تاثیر پیدا ہوتی اور الفاظ قرآنی سے کہ انسان
بوجہ اختیار ایسا ہے کہ اوسکا یہ حال نہین ہوتا اوسمین ڈر کا مادہ پیدا ہو کر وہ مادہ اوسے
پھاڑ دیتا۔ علاوہ اسکے اثر الفاظ کا ثبوت یہ ہے کہ ہر مطلب کے لئے علیحدہ
الفاظ کی دعا منقول ہے چنانچہ کتابین اسکے لئے تدوین ہو چکی ہین۔ صحیفہ علویہ وصحیفہ
کاملہ منہج الدعوات وحصن حصین وسفینۃ النجاۃ اور بہت سی کتابون کو دیکھئے۔ اگر ایسا نہوتا
یہ نوبت نہ آتی۔ خواص سورہ ہائے قرآنی جو تفاسیر مین منقول ہین وہ بھی ثبوت اثر کا
ہین۔ اس سے بھی قطع نظر کلام مین تاثیر کی نسبت ہر شخص کچھہ نکچھہ قائل ہے۔
ایک بیان کو بری طرح سے کیجئے اوسیکو اچھی طرح سے کیجئے اثر دوسرا ہوگا بعض آثار جو بیان
مین مثالون کے لکھے گئے ہین اونسے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض کلام لغو مین تاثیر
خاص ہے اور سحر اوسی سے نکلا ہے جب ایسے کلامونمین تاثیر ہونا ممکن ہے
کہ اللہ تعالی کے کلام مین ہماری فائدون کے لئے تاثیر نہو۔

محض طلب کا اثر ارشاد مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جب مضطر ہو کر دعا کرتے ہو تو
کون برائی دور کرتا ہے۔ یہ علی العموم عنایت اور کمال شفقت ہے اور یہ صرف مانگنے
سے ملجاتا ہے۔

خدشات متعلق دعا	اب دیکھئے کہ دعا غلط کیون ٹالی جاتی ہے۔ اوسمین دو طرح

کے خدشات پیدا ہوتے ہین - اول دین کے مذاق پر - دوسرے اہل دنیا کے مذاق پر -

جواب مذاق دین پر - اہل دین کے مذاق پر اعتراض اور جواب مناسب ہوگا کہ کلام علمار دین سے نقل کیا جائے - سر سید علی خانصاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے - بعض متکلمین جو محض ظاہر پر عمل کرتے ہین اونکو یہ وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ دعا مین کچھہ فائدہ نہین - اسلئے کہ اگر مطلوب ایسا ہے کہ ضرور ہوگا اور اللہ تعالے کے علم مین اوسکا ہونا گذر چکا ہے اور حکم قضار و قدر جاری ہوکر قلم سے لکھہ دیا ہے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ تو ضرور ہوگا - اگر ایسا نہین ہے نہین ہوگا - پس دعا سے اوسمین کمی اور بیشی نہین ہو سکتی - علاوہ اسکے اگر دعا نیک کام کے واسطے ہے جس مین بندون کی مصلحت اور بہتری ہے تو اللہ جواد ہے یعنی سخی وہ بخل نہین کر سکتا اس سے بہی قطع نظر عمدہ بندون کے لئے ایک مقام مقام رضا ہے - یعنی اللہ تعالے کے احکام پر راضی رہنا - اور نفس کشی کرنا جسمین لذتونکا کم کرنا چاہئے دعا مین مصروف ہونا اسکے خلاف ہے - یہ گمان نہایت فاسد اور نہایت سخیف ہے اوسکو وہی شخص کریگا جو اصول حقایق سے بے خبر ہے - نظر اوسکی صحیح نہین - اسلئے کہ دعا وہ چیز ہے جو قضا کا مقابلہ کرتی ہے (یعنی حکم آلہی کا) یہ مقابلہ اس حیثیت سے کہ وہ فعل بندہ کا ہے نہین ہے - اس حیثیت سے تو قضا حاکم ہے - اگر حکم ہوتا دعا ہوتی ہے پس وہ مقابلہ حیثیت فعل آلہی سے ہے - یعنی اللہ نے حکم دیا ہے کہ دعا کرو مین قبول

کرونگا - اور اپنے پروردگار سے مانگونگی اس حیثیت سے دعا جسطرح پیدا ہوتی ہے قضا اور حکم اوسیطرح پیدا ہوتا ہے - اور اسلئے قضا کو غلبہ دعا پر نہین ہے کیا معنی کہ دونون اللہ کیجانب سے ہین اور دعا اور وہ حالت جو وقت دعا پیدا ہوتی ہے بطور ترجمان کے ہوتی ہے - کیونکہ دعا خود تو انسان نے کی ہی نہین - اللہ کے حکم سے کی ہے - جو شخص کسیکے حکم سے کوئی کام کرے اوسکا کرنا خود حاکم کا کرنا ہوتا ہے مثال اوسکی یہ ہے کہ بادشاہ کسی نوکر کو حکم دے کہ اوسکے بیٹون مین سے کسی ایک کو مار دے پس یہ ہاتھ نوکر کا اوسوقت بادشاہ کا ہاتھ سمجھا جائیگا - اگر وہ ہاتھ اوسوقت بھی نوکر کا ہاتھ سمجھا جاوے تو بھلا خادم اور نوکر کی مجال ہو سکتی ہے کہ بادشاہ کے بیٹے پر دست درازی کرے - بلکہ ہاتھ جہان ہے وہین رہ جائیگا - آپ جانتے ہین کہ دعا ہمارے اوپر حکم ہے اللہ پر نہین ہے اللہ کا حکم سب پر غالب ہے پس جب دعا کو اس حیثیت سے دیکھیگا اور وہ قضا کی برابر ہوگی تو قضا اور دعا دونون ایک دوسرے کا علاج ہونگی اور حکم الٰہی جنکی مدد کریگا وہی غالب ہو جائیگی - یہ بیان بعض اہل تحقیق کا ہے - نظام نیشاپوری نے تفسیر آیہ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ مین ارشاد فرمایا ہے کہ تمام عقلا کے نزدیک دعا اعظم مقامات عبودیت مین سے ہے اور قرآن اوسپر ناطق ہے کہ دعا صحیح حیث ہے اور صد یقین کی ہمیشہ قبول ہوتی ہے اور احادیث و ادعیہ ماثورہ اس سے بھری پڑی ہوئی ہین - اسقدر کثرت سے ہے کہ انکار اور تاویل نہین ہو سکتی - سبب عقلی اوسمین اور کیفیت دعا مین یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علم مین

جو کچھ گذرا ہے اور جو ہوتے نے حکم دیا ہے بشر کو معلوم نہین عقل سے پوشیدہ ہے حکمت الٰہی اسکے مقتضی ہوئی ہے کہ بندہ خوف اور رجا یعنی امید وبیم مین معلق رہے ایک طرف نہ ہوجاوے - کیونکہ بندہ ہونا اسی طرح ہوسکتا ہے اور تکمیل بندہ ہونے کی بھی ہے اسی طریقہ سے مسئلہ تکلیف صحیح ہوتا ہے یعنی اوسپر سے اعتراض اوٹھ جاتا ہے کیونکہ وہان بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھ ہوتا ہے اور اوسکے قضا وقدر جاری ہین باوجود اسکے تکلیف دی گئی ہے یعنی بندہ کو مکلف بنایا ہے کہ وہ کام کرے بدلا پاوے - چنانچہ اسکی تائید اوس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ سراقہ ابن مالک حضور اقدس جناب رسالت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے دین کی توضیح فرمائیے - گویا ہم آج پیدا ہوئے ہین پس کس چیز پر عمل کرینگے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور پہلے سے مقدر کردیا ہے - یا وہ کرینگے جو آئندہ ہوگا ؟ جواب مین ارشاد ہوا کہ وہی جو اللہ نے پہلے سے مقدر کر دیا اور لکھ دیا ہے - سراقہ نے عرض کیا کہ پس عمل کیون کرین - جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے - وہ چیز کہ جسکے لئے وہ خلق ہوا ہے آسان کردی گئی ہے اور جو عامل ہوگا وہ مطابق علم الٰہی کے عمل کریگا - اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے دونون امر مین بندہ کو معلق ظاہر فرمایا ہے پہلے فرمایا ہے کہ خدا نے پہلے سے مقدر کردیا ہے - پھر رغبت دلائی ہے کہ عمل کرو - اور دونون باتون مین سے ایک کو بھی ترک نہین

فرمایا۔ اسی سبب سے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزین دنیا مین انسان کو میسر آتی
ہین وہ بحالت زندگی بسبب عمل کے میسر ہوتی ہین اور اسلیئے میسر آتی ہین کہ اللہ تعالے
نے قبل خلق انسان اونکو مقدر کر دیا ہے اور دوسرا آنا بسبب عمل کے ہوتا ہے۔
لیکن ضرور ہے کہ میسر اور مسخر مین فرق کیا جاے تاکہ آدمی گرداب قضا و قدر مین
ہلاک نہو جاے پھر نظام کہتے ہین کہ اسیطرح رزق اور کسب یعنی کمانے مین
بحث ہوسکتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ اسباب اور ذریعے اور طریقے ہر امر
مین لازمی چیز ہین اس عالم مین بغیر اسباب کے کچھ نہین ہوسکتا۔ لیکن جہان بہت
سے اسباب ہین جنکے سبب سے حاجتین پوری ہوتی ہین ایک سبب دعا مانگنا اور
اللہ سے التماس کرنا ہے۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے بندہ کی دعا کو
سبب بعض حاجتون کے برآنے کا گردانا ہے۔ اور جب یہ ضرور ہے کہ
انسان دعا کرے۔ اور اوسکے ذریعہ سے مطلوب تک پہونچے اور یہ امر قانون
قضا و قدر کے خلاف نہین ہے۔ نہ اوس سے لازم آتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے
بدلا گیا ہے جناب ابو القاسم نیشا پوری نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دعا غیر معقول ہے
تو عبادت بھی غیر معقول ہوگی۔ بلکہ طاعت اور عبادت کی بعض
صورتون مین مسئلت اور مانگنا شامل نہین ہوتے۔ لیکن دعا اور مسئلت مین ہمیشہ طاعت
اور عبادت موجود ہوتی ہین۔ کیونکہ دعا کے ساتھ لازم ہے کہ آدمی اقرار اپنی ذلت
اور نقص اور اضطرار اور بیچارگی کا ہر طرح یعنی عقل سے۔ زبان سے۔ صورت سے

کرے۔ اگر ایسا نکریگا تو معنی یہ ہین کہ وہ دعا نہین کرتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ حاجت
سوائے اپنے آقا کے اور کوئی نہین دیسکتا۔ بہتری اور کسی جگہ سے نہوگی۔ کیونکہ
جب انسان قول سے اور دل سے ایسا کرتا ہے تب اوسکی زبان مین طرح
طرح کی گڑگڑاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اعضا مین مختلف حرکات پیدا ہوتے ہین۔
آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھ جاتے ہین۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق صلواۃ اللہ علیہ
سے منقول ہے کہ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو رغبت اللہ کی طرف اسکو
کہتے ہین۔ اور حضرت نے ہاتھ بڑھائے اور ہتھیلیون کی طرف سے آسمان کی
جانب بلند کئے۔ پھر فرمایا کہ رہبت یعنی ڈرنا اللہ سے یون ہوتا ہے۔ اور دونون
ہاتھ پشت دست کی طرف سے آسمان کی طرف بلند کئے۔ پھر فرمایا کہ تضرع اسے
کہتے ہین اونگلیون کو داہنے بائین جانب حرکت دی۔ پھر فرمایا کہ تبتل یعنی خدا
کی طرف منقطع رہنا یون ہوتا ہے اور انگلیان کبھی اونچی کین کبھی نیچی کین۔ پھر فرمایا
کہ ابتہال اسے کہتے ہین یعنی زاری کرنا۔ مُنہ کے سامنے دونون ہاتھ قبلہ کی طرف
بلند فرمائے آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور آنکھین کبھی کھولین کبھی بند کین۔ غور
فرمائے کہ اخلاص عبادت کیا ان صورتون سے زیادہ اور کسی صورت مین ہوسکتا ہے
پس دعا اشرف عبادت ہوئی۔ کیونکہ عبادت سے شرف انسانی تمام ہوتا ہے
اور جو خالص غرض اللہ کی انسان کے پیدا کرنے سے ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے
کہ ہمنے جن وانس کو عبادت کے لئے خلق فرمایا ہے حاصل ہوتی ہے۔ ہر چند

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور اور اجرا سوال اور مانگنے ہی سے نہیں ہوتا لیکن باوجودیکہ اللہ تعالیٰ الجواد ہے اور رحمت اوسکی ہمیشہ نازل ہوتی ہے تاہم دعا قبول کرنے میں جو مہربانی ہے جس سے اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ فضل کرنے والا ہے اور بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ قبول کریگا اور اسلئے بندہ جانتا ہے کہ مینے جب اللہ سے دعا کی اونے قبول کی وہ دوسری چیز ہے یعنی دعا زیادہ اسباب نزول رحمت کا موجب کرنا ہوتا ہے یہ مرتبہ طاعت اور عبادت سے بھی بلند ہے یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے دعا کی اپنے مصاحبین کو تاکید فرمائی - بلکہ خود اپنے حق مین دعا کرنے کو فرمایا باقی رہا یہ امر کہ اشتغال دعا مین یعنی مصروف دعا رہنا رضا کے رتبہ کے خلاف و منافی ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ منافات اوسوقت لازم آتی ہے جب دعا خواہش نفسانی کے لئے ہو - اگر دعا مانگنے والا یہ بات جانتا ہو کہ اللہ کچھہ نہین کرتا بجز اسکے کہ اوسکو مناسب معلوم ہو اور اوسکی تعمیل حکم مین دعا کرے اور وہ دعا حظ نفس کی نہو تو دعا اور رضا مین کچھہ منافات نہ ہوگی -

راقم اس سب تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اوسنے حکم دعا دیا ہے اور اوسکو سبب برآنے حاجات کا مقرر کیا ہے جیسے دنیا مین اور اسباب ہین یہ بھی سبب ہے اور چونکہ یہ اللہ سے مانگتا ہے اور اس سے مانگنا بغیر اوسکی شناخت کامل کے نہین ہوسکتا عین ایمان ہے اور چونکہ تعمیل حکم ہے اوسمین ثواب ہے - تقدیر کے مخالف اسلئے نہین کہ جب اسباب داخل تقدیر

ہین وہ بھی منجملہ اسباب اور داخل تقدیر ہے - قضا اور دعا مین باہم منافات نہین
اسلئے کہ دونون احکام الٰہی ہین -

جواب مذاق اہل دنیا پر

اہل دنیا کے مذاق پر جو اعتراضات ہین وہ زیادہ تر قدرت
اجابت کے متعلق ہین بعض کہتے ہین کہ بلا دعا کیجیے کہ پیر نانا آتا ہو پانی نہین گرے
دیکھین دعا کرنے کیسے بچ جاتے ہین - آگ مین کود پڑے دیکھین دعا کیسے
بچاتی ہے - دعا کیجیے کہ آپکو بادشاہت مل جاوے دیکھین کیسے ملجاتی ہے -
ایسے ہی بعضون نے اچھی باتون کے لئے دعا کی - قبول نہین ہوئی اگر دعا مین
ایسا اثر ہوتا جیسا وہ مین ہے ضرور قبول ہوتی - توضیح اسکی یہ ہے کہ آیات قرآنی
مذکورہ صدر سے اور نیز احادیث مروجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے لئے شرائط
ہین وہ شرائط تقدیر اور توکل اور خدا کی قدرت کے سب سے مافوق ہونے کو اور مشیت
کے اجزا کو ملا کر دیکھنے سے سمجھ مین آتے ہین -
پہلی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا کرنے والے مین قابلیت ہو - چنانچہ ایسی دعائین
جو مثل معجزات قبول ہوئی ہین اونہین لوگون کی تہین جو بڑے برگزیدہ تھے حضرت
خلیل اللہ علیہ السلام آگ مین ڈال دیے گئے - آگ نے اونکو نہ جلایا حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو پانی نے نہ غرق کیا - پس یہ تاثیر آب و آتش کا توڑنا معجزہ تھا
ایسی قبولیت ہم لوگون کے لئے نہین ہوسکتی مثال اوسکی یہ ہے کہ خوب کلان بخار
مین نافع ہے اور سنکھیا مگر دونون کے اثر کی قوت مین فرق ہے - دعا چونکہ

زبان سے پیدا ہوتی ہے اور کلام ہوتا ہے اوسکی تاثیر مین قوت اور ضعف متکلم کو دخل ہے - اللہ تعالی اپنے ہم بندون کو جو گنہگار ہین جب دعا کا حکم دیا ہے پہلے استغفار کو ساتھ لگا دیا ہے - جیسے بغیر مسہل کے دوا کا اثر نہین ہوتا یا کم ہوتا ہے بہت سی صورتون مین دوا کچھہ کام نہین دیتی بہت سی صورتون مین دعا بھی کچھہ کام نہین دیتی جیسے مرض موت مین دوا بیکار ہے جب مشیت الہی ضرورتا خلاف مراد ہوا سوقت دعا بھی بیکار محض ہوگی - افسوس ہے کہ آپ دوا کے لئے ذی اثر ہی ہے اوسکے اثر پر معترض نہین ہوتے دعا کی بے اثری سے اوسکے اثر پر جو معلوم اور ثابت ہے معترض ہوتے ہین ـــ

دعاؤن کا قبول ہونا مین نے دیکھا ہے اور حکایتین جو کہانیان نہین ہین کتابون مین ہزارہا سطور ہین مثلاً دعاؤن سے پانی برسنا - دعاؤن سے امراض مین شفا ہونا - دعاؤن سے ہر قسم کی حاجتون کا ملجانا کہ اسباب پورے ہی ہو جائین - آپکے معتقدہ اتفاق نہ پڑین -

دوسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا ایسی نہو کہ آدمی جس کام کے لئے خلق ہوا ہے اوسکے خلاف مانگے - کیونکہ اللہ نے عقول کو متفاوت پیدا کیا ہے - اور ہر ہر شخص کو جدا جدا کام کے لئے پیدا کیا ہے پس جو شخص کھیتی کرنے کو پیدا ہوا ہو وہ چاہے کہ بادشاہ ہو جاؤن تو یہ دعا غلط ہوگی - اوسکی ایسی مثال ہوگی کہ آدمی مانگے کہ میرے پر لگ جائین - اگر وہ پردار ہو جاوے دنیا کی بے ستری لازم ہوگی - اسی طرح اگر

یا دشاہت مانگے جب نہ کری آتی ہو خود مارا جائیگا - اوسکا قبول کرلینا خلاف
رحمت ہے -
تیسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا متعلق کشف سو یعنی بدی اور برائی دور کرنے کی
ہو - ایسی دعا نہو کہ وہ فی نفسہ بدی ہو - یا ایسا ترفہ نہو جو بے ضرورت ہو اکثر وہی دعائین
قبول ہوتی ہین جو متعلق بدی دور کرنے کے ہوتی ہین - باقی اللہ تعالے
تو منعم حقیقی خود ہے -
چوتھی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا مین ضرورت کی وجہ سے اضطراب ہو ہر مثال مین
جو نقل کئے گئے ہین اضطراب کا وجود ہے -
پانچوین شرط یہ ہے کہ اللہ سے مانگے - امتحان لینا اور بات بنانا جسکی مثالین ابھی
دین ہین دعا نہین ہے - یہ بھی نہین چاہئے کہ اللہ کو تابعدار جانے کہ وہ دیگا اسلئے
کہ وعدہ کرلیا ہے - وعدون مین اللہ تعالی اسنے اجابت کا لفظ استعمال فرمایا ہے
جسکا مادہ جواب دینا ہے - یعنی جب اللہ کہے کہ مین جواب دونگا - چونکہ وہ حکم اور
ترغیب دیتا ہے یعنی تو نہین ہو سکتے کہ وہ جواب سو کہا انکار ہوگا - مگر یہ اوس
رتبہ کا بھی جواب نہین ہے کہ ایسا وعدہ ہر دعا کے قبول کا ہو جسپر اللہ تعالی کی نسبت
خلف وعدہ لازم آئے - اسپر بھی حدیث مین آیا ہے کہ مومن کی دعا سترد نہین
ہوتی - اگر یہان قبول کرنا اوسکا مصلحت نہین ہوتا وہان یعنی عقبی مین اوسکا عوض
دیا جائیگا - مگر اسبات سے یہ امر کسی طرح لازم نہین آتا کہ دعا سے حاجت نہین

ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ اجب دعا بمعقول کرو اور شرائط دعا موجود ہون حسب وعدہ اون پر
حکم مناسب دیتا ہے اور جب قبول مناسب ہو ضرور قبول کرتا ہے۔

پس عدم قبول کے اسباب پر غور کرنا چاہئے ایسے لغو اعتراض جو خلاف ایمان ہین
نہین کرنے چاہئین۔ بالکل ایسی مثال ہے جیسے آجکل حکام وقت کی سے
بڑا وعدہ یہ ہوتا ہے کہ تم درخواست کرو ہم غور کرینگے سینے ایک دعا دیکھی جو جناب
سید الساجدین نے اپنی اولاد کے لئے فرمائی اوسمین اور دیگر دعاؤن مین فرماتے
ہین کہ وہ گناہ عفو فرماوے جو دعا کو روکتے ہین اسکے معنی صاف یہ ہین کہ بسبب
گناہون کے دعا زبان اور قلب سے آگے بڑہتی ہی نہین اور جب بڑہتی نہین دعا
نہوئی۔ اس حالت مین دعا کی عدم قبول کی نسبت کوئی اعتراض نہین ہوسکتا اور
استجابت کا وعدہ بمعنی قبول صحیح ہوتا ہے۔ اب غور فرمائیے کہ ایسی دعا اور ایسا مانگنا
جو عبادت ہے کیونکر عائد اسلام پر باعث طعن ہوسکتا ہے۔ آپ اس ڈر کے
مارے کہ دعا پر بھروسے سے تدبیر کرنے کی عادت جاتی ہے دعا کو کیون باطل
کرکے قاصر ہانین کہ وہ محض طلب مغفرت ہے دنیا کے متعلق نہین۔ کیا دنیا مین
اللہ کے سوا اور کوئی دینے والا ہے۔ پھر اوسی سے کیون نہ مانگین۔ ہم تو جب آدمی
آدمی سے مانگتے ہین سمجھتے ہین کہ اللہ چاہیگا تو اوسکے دلمین ڈالدیگا کہ وہ دیدے
وہ دیدیگا نہین تو نہین دیگا پس حقیقی دینے والا اللہ ہے۔

آخر مین مین یہ عرض کرتا ہون کہ باوجود ان شرائط اور سارے نکات کے اللہ

تعالیٰ کی عجب قدرت ہے کہ وہ مجھ سے گناہگارون کی بھی دعائین قبول کرلیتا ہے اور ظاہر طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا کا اثر ہے مینے اسکو خود اپنے معاملات مین دیکھا ہے اور روز روز دیکھتا ہون۔ اور مجھے تعجب ہوتا ہے کہ مجھسے گناہگار کی دعا بھی قبول ہوگئی۔ وہ اتفاق نہین تھا جیسے بیان ہوا کہ اتفاق ڈسیل جول آدمیونکا نہین۔ coincidence کوئی چیز نہین ہے۔ غلط ہے۔

چونکہ اوس عجیب وغریب مالک ذوالجلال والاکرام نے میری دعائین قبول کی ہین خاص معتقد دعا اور اوس کے اثر کا ہون باوجود اس کے پوری محنت اپنے کامون مین کرتا ہون اور وہ اعتقاد ہارج کام کا نہین ہوتا اسی طرح مین جانتا ہون کہ دعا اور تقدیر اور علم الٰہی اور توکل ہارج نہین ہین۔ نہ ضرورت تاویل کی ہے البتہ ضرورت تشریح کی ہے۔ جو کیجاتی ہے۔ اب آخر مین مین یہ دعا کرتا ہون کہ جیسے تو نے میرے عیوب ڈھکے۔ نیکیان مشہور کین اسی طرح اس رسالہ کے عیوب کو ڈھک لے۔ اور مقبول خلایق کر کے خود قبول فرمالے تو نے بلا وجہ ہزارون دعائین قبول فرمائی ہین اے اللہ تجھے اپنے نبی پاک کا صدقہ اونکی آل پاک کا صدقہ اپنے ائمہ طاہرین کا صدقہ۔ خون ناحق جناب سید الشہدا اور اونکے ساتھیون کا صدقہ۔ اور اپنی خلاقی اور قاضی الحاجات ہونے کا صدقہ اسے بھی قبول فرما۔ **آمین آمین۔ ثم آمین**

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظات

تقریظ اول عالیجناب سید محمد مرتضیٰ صاحب المتخلص بہ بیان ویزدانی

ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھہ کی طبع وقاد اور لیاقت خداداد کا نتیجہ ہے
جسکو اونہون نے پائین باغ بیان کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ یہ بزرگ
مصنف کتاب کے عزیز اور ایسی شخص ہین کہ ہمارے زمانہ کو اونکی ذات بابرکات سے
فخر ہے۔ اونکی دونون تحریرین نظم ونثر کی مثل آفتاب دلیل بدیہی اون کے کمالات
کی ہین۔

قصیدہ کی زبان۔ اوسکی بندش۔ اوسکے معانی بلند۔ تبلا رہے ہین کہ حضرت بیان
ویزدانی کو فخر انوری وخاقانی کہین تو بیجا نہوگا۔ بلکہ اونکو خسرو ثانی کہنا بجا ہوگا
ناظرین سخن سنج یہ بات اس قصیدہ مین پائینگے کہ وہ متاخرین کے مضامین محض خیالی
وتکلفی سے پاک ہے۔ مگر پختگی مین کسی متقدم یا متاخر سے کم نہین۔
نثر مین آیات کلام مجید کا نظم اپنی عبارت مین کسی طرح نعمت خان عالی سے کم نہین
ہے مگر بیان مین زور اس قدر ہے کہ خان صاحب کے یہان نہین ہے۔ لفظی خوبیون
کے بعد جب معانی کی خوبیون پر نظر فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ کتاب کی جن جن خوبیون
کا ذکر کیا ہے وہ بھی ایسی نہین ہین کہ ہر شخص اون تک پہونچ سکے اس سے ظاہر ہے

کہ حضرت یزدانی جہان شاعر باکمال ہین عالمِ بیمثال اور حقایق آگاہ حکیم بے ہمال
بھی ہین - اونکے قصیدہ کے بعد نثر پڑہنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونہون نے
قصیدہ مین تعریف شاعرانہ کی ہے جسمین مبالغہ کے بغیر لطف نہین آتا - مگر جن
خوبیون اور ضرورتون کو نثر مین بیان کیا ہے اونکے الفاظ مین شاید اغراق ہے
مگر جس بات کو لکھا ہے اصل مضمون نہایت صحیح اور لاجواب ہے - اوسکے بعد جو
دوسری تقریظ اور قطعات تاریخ ہین وہ بھی جناب سید محمد مرتضی صاحب کے
بھائیون کے ہین اور اونکو دیکھکر ہم کہہ سکتے ہین - کہ این خانہ تمام آفتابست -
یہان سے حضرت بیان کا بیان ہے -

قصیدۂ غرا و جریدۂ مطرا

در تمہید تقریظ کتاب مستطاب - و صحیفہ لاجواب - گلوے عقائد اہل ایمان را
رشک عواقید الجمان - و گردنِ اخلاص ارباب ایقان را غیرت قلائد العقیان - نسخہ
شفاے آلام ارواح وادیان - و دارونامہ اسقام دل و جان معشر جن و انسان - اعنی
کتاب **شفاء الجنان من شبہات الشیطان** تصنیف تاج تارک عظماے
ثغور و دہور - طرہ اکلیل کبراے سنین و شہور - مرجع کبار عز و جلال - مجمع بحار فضل و کمال
بدر کامل اوج حکمت و حکومتِ ذیشان - مطمح انظار عواطف سبحان و سلطان سمی حضرت
خلیفۃ الرحمان امام مہدی دین - صاحب العصر والزمان - عالیجناب مولوی سید مہدی علیخان

ڈپٹی کلکٹر وایڈیشنل جج عدالت مطالبہ خفیفہ رڑکی ضلع سہارنپور - ادام اللہ ظلال جلالہ الی یوم النشور -

مطلع اوّل

بہترین ڈپٹی کلکٹر حاکمِ جم اقتدار ۔۔۔ مولوی مہدی علیخان سیدِ والا تبار

در طلسم آباد رڑکی جلوہ کرسی زند ۔۔۔ ۵۱ چو دو دستش بحر زیر جوے و جو بر آبشار

آسمانِ سربلند آفتابِ عز و شان ۔۔۔ آفتابِ نور پاش آسمانِ اقتدار

در ممالک بختیار و در مسالک رہنما ۔۔۔ در معارج شاہباز و در معارک شہسوار

داورِ عادل بہ نوشروان ایران ہمقرین ۔۔۔ سیدِ جیّد ز سلطانِ خراسان یادگار

مہربان صدرے کہ اندر کیش او کین شد حرام ۔۔۔ قہرمان بدرے کہ اندر دور او ظلم است خوار

از فروغِ عدل او در صیت کسریٰ کسرہا ۔۔۔ واز علوے جاہ او در شان دارا صد شنار

شمعِ حسنِ صورتش بر طارمِ عیسیٰ است نور ۔۔۔ نور شمعِ معنیش در وادی موسیٰ است نار

روے او در جاہ و مکنت مہ بود در نیم ماہ ۔۔۔ راے او در ملک و ملت مہر در نصف النہار

از کفِ جودش مساکین در مساکن میوہ چین ۔۔۔ گوئیا دستش بود از نخلِ طوبیٰ شاخسار

با کفش گر قحطِ آب افتد در اقلیم سحاب ۔۔۔ بار بار اسے ابرِ احسان ابر گوید بار بار

در کنار دامنش احسان چو گوہر گوشہ گیر ۔۔۔ گرچہ باشد دامنِ جودش محیطِ بے کنار

۵۱ معنی یہ ہیں کہ جیسے رڑکی میں نہر اوپر ندی نیچے ہے اور نہر نیچے ندی اوپر ہے اور طلسم معلوم ہوتا ہے یہی حالت ممدوح کے ہاتھ کی جود کے ساتھ ہے ۱۲ منہ

زله کش از خوان احسانش رفیع و هم وضیع — خوشه چین از خرمن جودش صغار هم کبار

در سرای عقل و علم و حکمت افلاطون پناه — بر سریر عز و شان و حکم اسکندر وقار

بر سپهر فرهی صاحبقران صد سعود — در بسیط آگهی مجموعهٔ چندین بحار

در زمانش عقل افلاطون دروغ بی فروغ — با نوالش جود حاتم قصهٔ پار و پرار

در لسان یثرب و بطحی لسانش گل فشان — در زبان برطن کبری زبانش دُر نثار

در علوم خاک مغرب رد کش بحر الظلام — در فنون ملک مشرق همسر شمس النهار

نکته ها زیر لبش چون آب باران بیحساب — جلوه ها در سینه اش چون سلک انجم بیشمار

خوض فکرش در حقایق موسی دریا شگاف — غور طبعش در دقایق یونس ماهی شکار

از فروغ رای تابانش نپیچد سر کسی — کافتابش جلوه زد بر سمت راس روزگار

خامه اش در کار دین و دولت والقان شک — گاه کلک و گاه سیف و گه عصا و گاه مار

حمله زو ثعبان کلکش تا سر میدان دین — رنگ و ریو دیو شد چون سحر فرعون تارمار

در جهاد خامه وار در زیر منجوق لوائش — شاه مردان شیر یزدان قوت پروردگار

نعره زد یا بانگ صریر کلک او در حرب دیو — لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

در صف تحقیق حق باشد زبانش تیغ زن — وا ز پی ابطال باطل کلک تندش تیره دار

شمع پیدا میکند ابلیس را و تیر شهاب — او حدف می سازد و این ناوک سندان گزار

ناصر دین است و گفتارش شهاب ثاقبی — دیو را آتش زند در عرصهٔ شبهای تار

بسکه سر تا سر سر و کارش بفقه دین بود — شد ز سر کار علومش منکشف صد سر کار

تا رو پودِ مکرِ شیطانی چو نسجِ عنکبوت — از خدنگِ کلکِ دشمن دوزِ او شد تار مار

قدسیان را آنکه پیرِ مسندِ تعلیم بود — کودن آمد در جدال و کرد چون کودک فرار

قول او در احسنِ تقویم شد صورت پذیر — گشت ایدون دفترِ پیشینیان تقویمِ پار

ان محقق حق کہ بہر کشفِ اسرارِ کلام — ہمچو رومی فخر رازی را نداند راز دار

بسکہ تنقیحِ ملل فرمود تنقیدِ نحل — شد ز روے فضل شہرستانیان را شہریار

سدِّ بابِ مکرِ شیطانی معطل بود و بس — مرد میدانی برون آمد ز غیبِ کردگار

نزدِ آدم کے بود ابلیس را فر و فروغ — پیشِ مہدی کے بود دجال را عز و وقار

جلوه ریزد مطلعِ ثانی بسر بزمِ حضور — تا کند چون صبح ملکِ مدح را لامع و دبار

مطلع ثانی

اے تو چون کشورکشایان در بسیطِ روزگار — کامیاب و کامجوی و کام بخش و کامگار

در شہامت قیصرِ ہندوستان را اعتماد — در شریعت خسروِ ملکِ عرب را اعتبار

از درون سو آفتاب و از برون سو ماہتاب — شمعِ خلوت خانۂ دل نور پاشد در عذار

از پئے یک زینتِ اسلام صد زحمت کشید — شاہدِ جہدت ز خونِ دل ہمی بندد نگار

خامہ ات چون سدِّ ذوالقرنین در ملکِ یقین — بست محکم رخنہ ہا کانداخت شیطان در حصار

فرہ دین داری و فرمانِ دنیا نیز ہم — در دو مرجع یک ضمیرت را نباشد انتشار

عدلِ تو تا در جہان کوسِ تن آسانی زند — ناخنِ ضیغم کشد از پاے آہو نوکِ خار

بسکه گلها برفشانی در افاضات نکات — بزم تو گلزار خلد و خلق تو باد بهار

ایکه گفتارت کمند گردن دلها بود — صورت فتراک در تار نفس بندی شکار

کلک سر تیزت عدو اسد را گردن برید — وه که تیغ از چوب بود و کرد کار ذوالفقار

همچو موسیٰ کردهٔ دریاے وقت را دو نیم — خود برون جستی و شیطان غرق شد فرعون وار

در فضاے شرع گل بانگ صریر کلک تو — لحن مرغ زیر سر کے باشد درون مرغ زار

آنچه حق پوشیده در استار فرقان حمید — کرد حسن سعی تفسیرت چو بیضا آشکار

در شفایت نوش جان دردمندان شکوک — وارد اما پور سینا سینه از رشکش فگار

خشک و تر همه وه اندر عالم علم کتاب — طبع مواجبت گهے چون خضر و گه الیاس وار

جند شیطان را سر کلکت چو سیف صف شگاف — رانده از پیش حریم حرمت پروردگار

اوج فکرت مایه از کوه شکوه آسمان — هم ببارد چون سحاب و هم بهار و ابروار

حکمت خلاق بے همتا دو مهدی آفرید — اولین پنهان ز چشم خلق دیگر آشکار

اولین چون آفتاب از نور سبحان مستنیر — وین دگر ضو گیر از وے همچو مه در روزگار

دومین بر بستر فیضان او چون شیر حق — اولین چون احمد محمود در جلباب غار

آن یکے فرمان روائے وین یکے بیضا چون رسول — وین دگر نائب منابش چون امام ذی وقار

تا مور نا بست چو معراج محمد سر بلند — کاخ والاے حیاتت همچو مهدی استوار

حصر اوصافت کجا در حیطهٔ یزدانی است — بر کشد دست مناجاتے ز روے اختصار

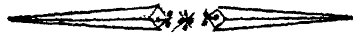
در کف عزت بود سر رشتهٔ عهد دوام — مر ترا روز نخستین باد ختم روزگار

تا جہان در سایہ ات بنشیند و چینند ثمر	بادیا رب تا قیامت نخل جودش پائدار

تقریظ (پائین باغ بیان)

رباعی

این نسخہ بود شفاے دلہاے خراب	فضلی است ز باب فیض رب الارباب
در مہد و ہر جواب شافی چو مسیح	فرزند آمد نجابۂ اُم الکتاب



بسم اللہ الرحمن الرحیم	تیر شہابست بدیو رجیم

اقلام سے تعالی شانہ کے بلند نام کا اونچا نشان اوٹھانے والی۔ اوراق سے توحید رب مجید کے جہان کشا پھریرے اوڑانیوالی۔ براہین ساطعہ سے اللہ متم نورہ کی کوندتی ہوئی بجلیاں چمکانے والی۔ حجج قاطعہ سے تائید دین محمدی کے لیے ان شانئک ھو الابتر کی چمکتی ہوئی تلواروں کے جوہر دکھانے والی۔ دلائل باہرہ سے آوارگان وادیئے وسواس کو جادۂ اھدنا الصراط المستقیم پر لانے والی معانی زاہرہ سے خرمن شبہات ابلیس پر برق شہاب گرانے والی۔ نکات پرجوش سے دریاے حقیقت کو کوزہ میں بند کرنے والی۔ عبارات پرخروش سے کلمۃ اللہ ھی العلیا کے گران گوشوں کے لیے ومن یھدی اللہ فما لہ من مضل کے نعرے بلند کرنے والی۔ سوختگان آتش شکوک کو یا نار کونی برداً و سلاماً کی

بشارت پہنچانے والی - فالج زدگان سرد مہری اعتقادات سخیفہ کے رگ و پے مین تاثیر مضامین گرم سے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کے صاعقے دوڑانے والی - مضامین سربلند سے نوبت کدہ اسلام مین تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا کے ڈنکے بجانے والی - تفسیر غوامض فرقانی سے بے بصران ظلمت نفسانی کے دیدۂ باطن مین ذالک الکتاب لا ریب فیہ کا سرمہ لگانے والی - انکشاف اسرار قرآنی سے خوابیدگان فرش غفلت کی بالین پر ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق کے صور کا شور مچانے والی - ایجاد مضامین متین سے ماہران مناہر علوم کی مغرور گردنین سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا کے ادب آموز محراب مین جھکانے والی - اظہار عجز علمائے متقدمین سے فضلائے متاخرین کو و لا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء کا سبق پڑہانے والی - شرح دقایق غریبہ سے مجامع علمائے امت محمدی مین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا اقرار لینے والی - استحکام اقوال عجیبہ سے مدعیان علم تفاسیر کو الراسخون فی العلم کی تعلیم دینے والی - افتادگان بستر ضعیف الاعتقادی کے دلون کو مقولات برجستہ سے ہاتون اوچھالنے والی - فریب خوردگان غولان بادیہ مذبذبین بین ذالک کو مسلک سواء السبیل پر ڈالنے والی گم گشتگان صحرائے حیرانی کے لیے صواعق روشن بیانی سے چراغ ہدایت جلانے والی - تشنہ لبان ریگستان شرک و بدعت کے سوکھے ہوئے گلوئے اطمینان مین آب زندگی ٹپکانے والی - متکلمین فرق مختلفہ کے دہان تقریر پر جادلھم بالتی ھی احسن

سے مہر سکوت لگانیوالی۔ معترضین ملل تبابانہ کے سینہ پر کینہ مین شحات انك لعلے خلق عظیم سے نار حسد کے شعلہ بجھانیوالی۔ حسن بیانات شافیہ کی دلفریبیون سے ان من البیان لسحرا کا رنگ جمانیوالی۔ عقلی استدلالات کافیہ کے ثبوت حقیت سے جاء الحق وزھق الباطل کی سکہ بٹھانیوالی۔ تکمیل جبر نقصانات عظیمہ وساوس شیطانی سے جوامع ایمانی مین الیوم اکملت لکم دینکم کی صدا دینے والی۔ اظہار نزول فیوض ربانی سے مجامع عرفانی مین اتممت علیکم نعمتی کی صلا دینے والی۔ یعنی کتاب انتخاب صحیفہ لاجواب۔ مشحون بہ الہامات رب دوجہان۔ المسمی بہ **شفاء الجنان من شبہات الشیطان** تصنیف شریف اعلی حضرت۔ قبلہ دوجہانی۔ منتہی نشین مراتب انسانی برگزیدہ بزرگ نشان۔ دوودہ حضرت ابوالبشر۔ مسیح امراض الجبر والاختیار والخیر والشر۔ المجدد لفن الکلام علی راس المائۃ الرابع عشر ملائک عادات۔ سید السادات نقاوہ اکوان۔ خلاصہ بنی نوع انسان عالیجناب مولوی سید **مہدی علیخان** لازالت شموس افاضات بازغۃ وبدور افاداتہ لامعۃ۔

نظم

دار ظلمت بود این دیر خراب	آفتاب ست آفتاب ست این کتاب
یافت صد ہا نکتہ باریک را	کرد روشن عالم تاریک را
یوسفے آمد برون از مصر ما	مہدئی آمد برون در عصر ما

آن جمالِ دینِ حق آراستہ	وین نہالِ دینِ حق پیراستہ
لوحِ حسن یوسفِ مصری ست این	خوش ہدایت نامۂ مہدیست این
او سفیر و این کتابِ صاحب است	زانکہ صاحب را بعالم نائب است
نور آیاتِ منیفہ است این کتاب	زانکہ قرآن را خلیفہ است این کتاب
این کتاب بینظیر و بے شبیہ	بعد قرآن مبین لاریب فیہ

اعلیٰحضرت مصنف کی قدرت قدسیہ کی اعجاز نمائیان پکار رہی ہین کہ طاقت انسانی بدون القاے ربانی ایسا زور کلام نہین دکہا سکتی - اور ابلیس ایسے پرانے معلم الملکوت کو شکست فاش دنیا بدون کرشمۂ اِذا جاءَ نصرُ اللہِ والفتح ظہور مین نہین آسکتا - تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے کرامت رقم قلم کو کوئی جبروتی قوت زور دے رہی ہے اور کوئی لاہوتی کمک معجز نگار ہاتہ کی پیشدستیان کر رہی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے طائر فکر کی بلند پروازیان کنگرہاے عرش کو سرانگشت ہاے دست رقم سمجہے ہوئے ہین - اور ذہن فلک رسا کی رسائیان ملکوت سموات کے کفِ دست میدان کو کفِ دست خیال کر رہی ہین - نظم

اے قلم اے پاے جولانت روان	سرزمین تست گوئی آسمان
نکتہ ہا روشن نوشتی در کتاب	در پئے شیطان زدی تیر شہاب

مضامین بلند کا اوج موج پکار رہا ہے کہ الحق یعلوا ولا یُعلٰی اسے کہتے ہین - ہمت عالی کی اولوالعزمیان علے رؤس الاشہاد کہہ رہی ہین کہ آیہ انتم الاعلون

کے گویا ہی معنی ہین۔ ہم دیکھتے ہین کہ اعلیٰحضرت مصنف کا بتبحر دل اک اوبلتے ہوے چشمہ تہ جوش کی طرح بڑے زور شور کے ساتھ موج مار رہا ہے۔ اور فیض آلہی کا دریا سے روان سر انگشت محمدی کیطرح نوکِ قلم سے بڑے جوش وخروش کیساتھ جاری ہوتا ہے۔ میرے نزدیک اگر دستِ قدرت ازلی ایسے افتخار عالم علوم کی تخمیر وجود باوجود کیطرف متعلق ہوتا تو وہ وہو کے کی ٹٹیان جو ابلیس پُر تلبیس نے نئے سوالات کے پردہ مین کوتاہ نظر بنی آدم کے آنکھونکے سامنے استادہ کی تھین زلزلہ اذا السماء انشقت کے بعد بھی قایم رہتین۔ اور وہ جادو کے چراغ جسکے تلے تیرہ وتاریک وسوسونکا عالم آشوب اندہیرا رہتا تہا غلغلہ واذ النجوم انکدرت کے بعد بھی کسی انقلاب ہوا سے گل ہوتے مصرع

چنین کنند بزرگان چو کرد باید کار

عالم ایک ایسا بیمار خانہ ہے جسمین موسمون کے تبدل اور طبعیتون کے اختلاف سے ہر زمانہ مین نئے نئے جسمانی امراض کیساتھ روحانی اسقام بہی پیدا ہوتے رہتے ہین۔ جس طرح ہر حصہ دنیا مین ایک طبیب اجسام کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح ایک حکیم ارواح کا بہی زمانہ محتاج رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ مین دینی فسادات کا علاج آپ سے متعلق تہا تو بدنی خرابیون کا معالج افلاطون یونانی تہا۔ جس طرح اپنے عہد مین حضرت مسیح روحانی طبیب تھے اسی طرح بطلیموس جسمانی چارہ فرما تہا۔ اس زمانہ مین قدیم طب کی خرابیان ڈاکٹرون نے دور کین لیکن

پورا ئے خیالات دریمیتو نکے ضرورت مندرہے - اسلیئے حال کے قومی حکما ر
نے ایمان وایقان کو علیل اور اعتقادات کو ضعیف پاکر روحانی تندرستیون کے
لئے نسخے لکھنے شروع کیئے - اور دعویٰ کیا کہ ہم اسلام کے نیم بسمل تن بدن کی پوری
پوری اصلاح کرینگے - مگر جو دوائین تجویز کین تہین - اونسے شلہ برگشت کا عالم ہوا - اور
زمانیکی ضرورت رفع نہو سکی - استنے مین دن سے حضرت غدر آپ پہنچے اور قیامت
بپا کردی پہر تو دنیا بالکل کایہ پلیٹ ہوگئی اور تغیراتِ عظیم سے جدید خیالات نے خروج
کیا - عام جاہلیت نے جس طرح سطوتِ سلطان پر حملہ کیا اسی طرح شریعت سبحان
کو بہی صدمہ پہونچایا - اس حملہ آور فوج کی نشان بردار جہالت تہی اور مقدمۃ الجیش دونوں کی
بہکانیوالی مذہبی احکام سے ناواقفیت - امراض کے اسباب پائے گئے اور
علامات کا ظہور ہو چکا تو حال کے رفارمرون نے دینی حفاظت اور دنیوی تعلیم مین
سعی شروع کی - غرض تعلیم ترک مفاسد اور استحصال مراحم خسروی تہی - حفظان مذہب
اسلیئے ضروری ہوا کہ علوم جدیدہ کی ترقی اصول دین پر تیشہ زنی کریگی حالانکہ اسلام
مافوق فلسفہ ہے - کسی حکیم شاعر نے کیا اچہا کہا ہے - شعر -

صوفی و فقیہ و عارف و دانشمند	این جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی

اور سیر العلم حجاب الاکبر کی صدا بہی دیر سے کانو مین گونج رہی تہی - اس خوف
سے کوشش کی رگوں مین اور خون دوڑنے لگا کہ ایسا نہو تازہ علوم سے مسلمان
ڈگمگا جائین - کیونکہ فلسفہ و اسلام مین ہمیشہ سے جنگ ٹہنی چلی آتی ہے ناچار بُرائی

شاہ راہ سے پلٹ کر دوسری طرف بڑے ہے۔ فی الحقیقت ٹھیک ڈگر پر آگئے تھے
اور مناسب اصول پر پیش قدمی کی تھی مگر افسوس ہے کہ راستہ مین ٹیڑھی چال سے چلے
اور طریق عمل کے لئے مفید انجام نہ سوچا اس غلط فہمی سے لشکر موسلی کی طرح آپس مین
پھوٹ پڑ گئی اور اسلام کا سواد اعظم اون فوائد سے محروم رہا جنکا حاصل ہونا ضرور تھا۔ سوال
ہے کہ نیک کوشش سے بد نتیجہ کسطرح پیدا ہوا۔ جواب یہ ہے کہ تاویلات
کو اسقدر پھیلا دیا کہ فلسفہ و اسلام کے تطابق کی غرض پوری ہو سکی۔ یہان اوپوری سمجھ
نے دہوکا کہایا اور یہ سمجھایا کہ معجزات اور ملائکہ اور دیگر ارواح مخفیہ سے منکر جانا ضرور ہے
اسلئے کہ نئی حکمت شہودی دیکھے بغیر کسی امر کو تسلیم نکریگی اور خلاف عادت کسی شئے
کی قایل ہنو گی تو اسلامی دنیا مین تزلزل پیدا ہوگا۔ یہ راے بظاہر دین کی موید معلوم
ہوتی ہے لیکن جمہور کے تخلف نے مسلمانون کو بہڑکا دیا اور تکبیر کی جگہہ تکفیر کے نعرے
بلند ہوئے۔ اس نقصان سے وہ امور جو دولت کے پاون سے راہ چلتے ٹہٹک
رہے اور ضرورتین اپاہج پڑی رہگئین۔ ایسے سُقم عظیم کے سمجھنے والے کہان ؟
اور ایسے نازک معاملہ کے سُلجھانیوالے کدھر۔ مگر حقتعالی اپنے نور کا تمام کرنیوالا
ہے تاکہ جزا و سزا کے لئے حجت تمام ہو لہذا آخرکار اوسنے اعلی حضرت مصنف
کے ذات مقدس سے زمانہ کو زینت دی آپکی جامعیت کمال اور واقفیت اسرار اور
حدت ذہن اور حدتِ خیال نے اس کتاب مین انتہائی قوت و کمائی اور ارباب
عقول کو بتا دیا کہ صحیح طریق یہ تھا اور کوشش اس رنگ ڈہنگ سے ہوتی الحق ع

مہدی از غیب برون آید و کارے بکند

ہم کسی قرابتِ قریبہ یا کسی غرض نفسانی نے سے آپکی مدح و ثنا نہین کرتے بلکہ یہ وحید العصر کتاب جو کچہہ اپنے منہ سے بول رہی ہے - زبان بیان اوسکا ترجمہ کر رہی ہی شعر

وصفِ انداز جمالت نہ زمن می آید	بلکہ خود شوخیٔ حسنت بسخن می آید

یہانتک مجمل بیان ہوا اب مین قلت فرصت اور تطفل مقام کے سبب تہوڑی سی تفصیل کرتا ہون - یہ ہوا کہ فلسفہ حال کی بنا محسوسات پر دیکہکر مدبرانِ وقت نے معجزات و ملائکہ کے ساتہہ وجود شیطان اور مسئلہ تقدیر سے بہی انکار کرنا لازم سمجہا اور پکار دیا کہ بن ہاتہہ پیر ہلائے کوئی شے دستیاب نہین ہوتی - آدمی خود مختار ہے مجبور نہین ہے تدبیر کے بل پر تقدیر کے منکر بن بیٹھے - چونکہ ہمیشہ سے مسلمانون کا تکیہ تقدیر پر ہے اسلئے ایسے کلمات راس نہ آئے اور برہمی پہیلگئی - یہ وہی مثل ہوئی - تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ - اعلیٰ حضرت مصنف نے دونون مسئلون پر زور دیا اور ثابت کر دکہایا کہ معجزات اور فرشتے اور شیطان وجود حقیقی رکہتے ہین اور جبر و اختیار کے گورکہ دہندے کی گتہیان کہولکر ایسا صاف و شفاف کر دیا کہ انسانی عقلین دنگ رہگئین - تقدیر و توکل و دعا کے مسئلون کو ایسا صاف بیان کیا کہ تدبیر و تقدیر دونون کی صحت مین کوئی شک نہین ہوسکتا ہ

آنکار کنی کہ کس نیارد انکار	وانجا برسی کہ بعد ازان جا نبود

سبحان اللہ کس انوکہی تمہید سے ان پرپیچ مسائل کو چہیڑا کہ کسی سے آجتک نہوا نہوگا

یعنی شیطان کے مشہور سوالات کو کتاب کا موضوع ٹہیرایا اور اوسی پر مطالب کتاب کی بنیاد رکہی - یہان بڑے بڑے گران ڈیل مصنفون نے قلم کی طرح ماتہے ٹیک دیئے تہے اور عجز کا اعتراف کیا تہا بعض نے کچہہ ریزش کی لیکن شکوک کی بیماریان رفع نکر سکے - گویا قلم قدرت نے لوحِ تقدیر مین شافی جوابات اسی نسخہ شفا کے لیے محفوظ رکہے تہے - انشاء اللہ تعالی اب سے دنیا کی آیندہ نسلون مین جبر و اختیار کے خیالات رویہ سے کسیکو اختلاج قلب کا عارضہ پیدا نہو گا -

دعا ہے کہ اس نیک ذریعہ سے باہمی اختلافات اوٹہ جائین - رعیت بادشاہ کو پیاری ہو دین کے ساتہ دنیا کے فوائد بہی حاصل ہون -

اس معجز نما کتاب مین بڑی خوبی یہ ہے کہ اعلی حضرت مصنف نے بیان مقاصد کا سلسلہ عجیب اختیار کیا - یعنی آغاز مین کتاب و سنت سے کہین استدلال نہین کیا دلائل کی وقتین بیان فرماکر ایک ایسا حیرت ناک اثر دکہلایا ہے کہ حال کے رفارمر اپنے ادراک واجتہاد کی فاش غلطیان سمجہکر متحیر و مبہوت رہجاتے ہین - پہر اوس تحیر کو قدرت الٰہی اور آسان پیش پا افتادہ روزمرہ کی باتون سے مندفع کیا ہے - اور ثابت کردیا ہے کہ وجود شیطان کا اعتقاد صحیح بلکہ ضروری ہے - پہر اونہین مضامین کا کلام الٰہی سے پورا پورا ثبوت دیا ہے - اسپر طرہ یہ ہے کہ کہین تفسیر بالرائے نہین با اینہمہ عقلی مضامین کو نقل سے ایسا مستحکم کیا ہے کہ باید و شاید - اس کتاب مین ایک اور تعجب انگیز لطف یہ پیدا ہوا ہے کہ آدمی جب اون سوالات کو دیکہے حیران ہو پہر تمہید

پڑہکر وہ حیرت بالکل مضمحل ہو جاے پہر باب اول سے تسکین شروع ہو اور اطمینان قلب بڑہتا چلے یہانتک کہ باب پنجم مین اوس کی تکمیل ہو اور وہ انتہائی یقین آجاے کہ دل باغ باغ ہو کر بول اوٹہے کہ دین حق ہے اور بیانات دین لاریب فیہ صحیح ہین اور اوسکے ساتہہ قانون سلطنت کی اطاعت کو بہی مستحسن مان لے۔

اعلیٰحضرت مصنف نے جن مسائل مشکلہ کو ایسا حل کیا ہے کہ سواے اعلیٰحضرت مصنف کے دوسرے کا کام نہ تہا اب ہم اونمین سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہین۔

مثلاً زمانہ حال مین وجہ انکار وجود شیطان یہ ہے کہ دین مین شیطان کا مادہ خلق آگ کو ارشاد فرمایا ہے۔ اور تحقیقات حال کے موافق آگ کوئی عنصر نہین ثابت ہوئی۔ تو مادہ خلق کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس مقام کو اس طرح صاف اور روشن کیا ہے کہ اذعان کلی ہو جاتا ہے کہ اسوجہ کی بنا پر انکار کسقدر غلط تہا۔

مثلاً یہ شبہ تہا کہ رحم و عدل دونون ایک جگہہ جمع نہین ہو سکتے اس گرہ کو اس طرح کہولا ہے کہ کسی عاقل کو صفات رحم و عدل کا یکجا ہونا تسلیم کئے بغیر نہبن پڑے۔

مثلاً۔ جبر و اختیار مین یہ شبہ تہا کہ باہم متناقض ہین اور اجتماع نقیضین محال ہے۔ یہان ایسی معجز نمائی کی ہے کہ تناقض کا شبہ بیک قلم جاتا رہا۔

مثلاً لوگون کے دلونمین یہ شبہ تہا کہ حقتعالی رحیم ہے زیادہ مخلوق کو عذاب نہ فرمائیگا اس شبہ کو ایسا دور کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت مصنف کے جوہر دماغ کی قابلیت پر سخت تعجب آتا ہے ع ایسے بہی بشر ہوتے ہین قدرت ہے خدا کی۔

مثلاً۔ تاویل کی بحث ایسی لکہی ہے کہ ماولین کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وسعت تاویل کا طریقہ ایسا ناکارہ اختیار کیا گیا تہا کہ اوس سے زیادہ تر کوئی خرابی نہ تہی۔

مثلاً وجود شیطان کو دلائل عقلی سے ثابت کیا ہے وہ مضمون تو ایسا ہے کہ ہم اوس معجز کی داد دینے سے عاجز ہین۔

مثلاً غرض ایجاد عالم کو اس طرح بیان فرمایا کہ آجتک کسی عالم کے فرشتونکا وہم و خیال بہی وہانتک نہین پہنچا تہا۔

الغرض جس مسئلہ کو لیا ہے اس خوبی سے بیان کیا ہے اور اسقدر اوسمین نئی باتین نکالی ہین کہ ہماری عقل حیران ہے کہ کس بلا کا ذہن ہے۔ شعر

بجودت تو کسے کمتر آفرید خدا	تراکشیدہ کہ دوست از قلم کشید خدا

اور ایک خوبی اس تصنیف مین یہ ہے کہ سنی شیعہ کی بحث کو دخل نہین دیا اور یہ بہی نہین کیا کہ صرف شیعون کی کتابون سے استدلال ہو یا صرف اہل سنت کی کتابون سے بلکہ ہر جگہ تحقیق حق پیش نظر رکہی ہے جیسی مخالفت راے امام فخرالدین

رازی سے کی ہے ویسی ہی قاضی نوراللہ شوستری سے بہی - جہان واقعہ شہادت
جناب سیدالشہدا کو بیان کیا ہے وہان بہی اس طرح لکھا ہے کہ دونون مذہب والی
اختلاف نہین کرسکتے - عبارت مین یہ حسن ہے کہ مضامین کو آسان سے آسان
لفظون مین ادا کیا ہے - اولاً عربی الفاظ کم استعمال ہوے ہین - مگر جب بڑہتے بڑہتے
لیاقت بڑہجاوے اور ناظر بلند نظر ہو تو عربی لفظون سے چندان احتراز بہی نہین کیا
تاکہ فصاحت کی چاشنی باقی رہے اور عبارت بہدی اور پہیکی ہونے پاے - اعلی
حضرت مصنف نے جہان جہان اپنا حال بیان کیا ہے وہ ایسا عبرت خیز ہے کہ اگر
آدمی اور کتاب کو نہ دیکہے دیباچہ اور متفرق مقامات مین وہی مضمون دیکہہ لے اور ذرا
غور طبیعت کو بہی کارفرما ہو تو وہین سے راہ راست کا سرا ملجاے اور ایصال الی المقصود
مین کوئی دقت واقع نہو -

[illegible] ہم قطعات تاریخ طبع کتاب سے اپنے پائین باغ کو زیب و زینت دیتے ہین

قطعہ تاریخ طبع بحساب سال ہجری

[illegible] باصواب لاجواب	ہست در دوران شہاب بے ثاقبے
خرق عادت مین کہ خیز داز زمین	اندرین آوان شہاب بے ثاقبے
این چنین نادیدہ از روز ازل	دیدہ بوالعجان شہاب بے ثاقبے

گشت دیو آتشین خاک سیاه
سوختش سامان شہابے ثاقبے

نار و لہا رفتہ از نور شفاش
تا شد افروزان شہابے ثاقبے

سال طبعش را بیان ناچار گفت
از پے شیطان شہابے ثاقبے

قطعہ تاریخ طبع بحساب سال عیسوی

مرحبا دافع علل زملل
حبذا النسخہ شفائے جنان

زین کتاب مبین مبارکباد
فتح آدم ہزیمت شیطان

کس ندیدش و گر بخواہد دید
در ہزاران ہزار جزو زمان

از عبارات روشنش پیدا
ہست سحر حلال حسن بیان

عرب و عجم و لے اردو
برد گوے سبق ازین و ازان

نہ از عرب این چنین کتاب رسید
نہ از عجم عالمے نوشتہ چنان

پے تاریخ سال عیسویش
رفتہ بر عروج عرش فکر بیان

قبلہ مہدی علی مصنف او
شد سمی خلیفۃ الرحمان

جہل را سر فرو فگند و بگفت
شدہ نامش خلیفۃ القرآن

۱۸ ۶ ۹۹

تقریظ - ریختۂ قلم حقایق شیم تقدس مآب - رونق افزاے ممبر و محراب - عالیجناب مولوی سید اصغر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مین نے اس کتاب کے اکثر مقامات کو خود حضرت مصنف مدظلہ العالی کی زبانی سنا - مین اپنے حق الیقین کے بہروسہ پر سچائی کے ساتھ کہتا ہون کہ میرے پاس ایسے وسیع الفاظ نہین ہین کہ اس لاجواب کتاب کی ایک سطر کا بہی پورے پورے طور سے ریویو کرسکون - ہان اسقدر کہنے کی جرات کرسکتا ہون کہ ابتدائی آفرینش اسلام سے محمدن پبلک نے آجتک ایسی کتاب نہ دیکھی ہوگی - پہر اپنے سچے کانشنس کی صادقہ شہادت کی رو سے گواہی دیتا ہون کہ اس کتاب کی ایک ایک حرف سے قادر مطلق خداتعالیٰ کی معرفت اور اوسکے مبنی بمصالح احکام کی تصدیق اسقدر بڑہتی ہے جس طرح علم حساب مین ایک سیاہی کے نقطہ سے جسے صفر کہتے ہین مراتب اعداد فی الحقیقت یہ کتاب اس زمانہ کے لئے ایسی ضروری ہے جیسے ایک مرے ہوے بوسیدہ پیکر کے لئے حضرت مسیح کی زندگی بخش انفاس - انگلستان کے حکیم سر اسحاق نیوٹن نے اشیا کی کشش کو مراکز کی طرف دریافت کیا اور اوس سے ہزارہا مفیدہ نتائج استنباط کئے - لیکن

شیطانی شبہات کی طرف ضعیف الاعتقاد قلوب کی کشش کا دریافت کرنا اور اوسکے نقصانات عظیمہ کے آثار کو روکنا حکیم نیوطن سے بدرجہا زیادہ ترکام تہا۔ شکر ہے کہ وہ فیاض برحق (خدا) سے نے ہمارے قبلہ وکعبہ مولوی سید مہدی علی خان صاحب کا حصہ فرمایا۔ اور آپکے مبارک ہاتھ سے اسلامی دنیا کے ہر ایک سلیم العقل باشندے کو بڑا فائدہ رسان بہرہ پہونچایا۔ آخر مین میری عام راے اس قیمتی کتاب کی بابت یہی ہے کہ یہ مستطاب صحیفہ آیات الٰہی سے ایک تعجب انگیز آیتہ ہے اور معجزات محمدی سے ایک تحیرخیز معجزہ اللہ تعالی ایسے بزرگون کو ملک کے سر پر ایک مکلل تاج کی طرح قایم رکہے۔ اور ہماری دعائین قبول فرمائے۔ والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ الطیبین الی یوم الدین۔ آمین

عالیجناب منشی سید حسین صاحب تحصیلدار منجن پور ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھ نے جب اس تصنیف کو ملاحظہ فرمایا ایک قطعہ بطور تقریظ و تاریخ لکھا۔

وھو ہذا

حبلہ کونین سے نے لکھی شفا	نسخہ شافی سپے اہل جہان
دافع اوہام و مزیل شکوک	چارہ گر قلب و مسیحاے جان

روکیا شیطان کے سوالات کو	فتح ہوا سعر کہ امتحان
فکر ہوئی جب سے پئے تاریخِ طبع	ہاتفِ غیبی نے کہا ناگہان
اے شرف از روے بداہت لکھو	نسخۂ نامی بہ شفاے جنان
	۱۸۹۹ء

تمام شد

اشتہار

اس کتاب کی بموجب ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء رجسٹری

کرادی گئی ہے کوئی صاحب بغیر اجازت مصنف قصد

طبع نہ فرماوین ورنہ بعوض نفع کے نقصان

اوٹھائین گے